جنت تلواروں کے سائے تلے ہے

رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم

تلواروں کے سائے میں

(جلد سوم)

حافظ محمد ادریس

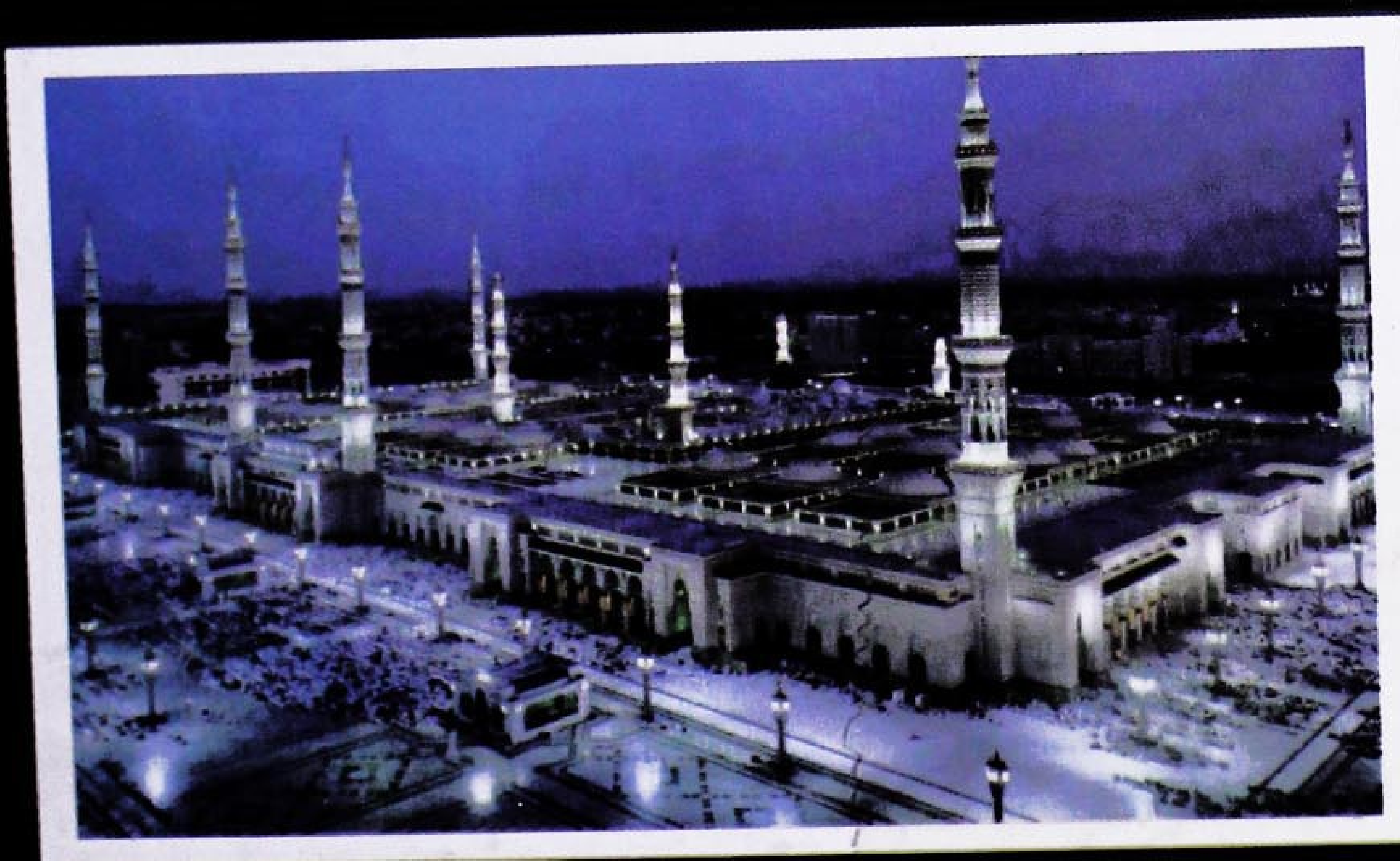

ادارہ معارف اسلامی

Marfat.com

ادارہ معارف اسلامی

یہ ادارہ، اسلامی علوم و معارف کی تحقیق و تصنیف اور اشاعت و ترویج کے لیے قائم کیا گیا ہے۔ اس کی بنیاد دورِ حاضر کے عظیم مفکر اور قائد تحریک اسلامی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے جولائی ۱۹۶۳ء میں رکھی تھی اور اس کا پہلا مرکز کراچی میں قائم کیا گیا تھا۔ بعدازاں فروری ۱۹۷۹ء میں مولانا مرحوم نے لاہور کو اس کا دوسرا مستقر بنایا۔ اب کراچی اور لاہور میں ادارہ معارف اسلامی کے دونوں مراکز داخلی طور پر خود مختارانہ اور مقصدی اور آئینی طور پر ہم آہنگی سے حسب ذیل مقاصد کے لیے کوشاں ہیں:

- تحقیق اور علمی جستجو کے بعد اسلامی تعلیمات کو جدید ترین اسلوب اظہار کے ذریعے پیش کرنا اور تمدن، تاریخ، قانون، معیشت اور دوسرے دائروں میں جو مسائل درپیش ہیں ان کا حل اسلام کی روشنی میں تلاش کرنا۔
- علمائے اسلام کے تحقیقی کارناموں کا ترجمہ، ترتیب نو، تشریح و توضیح اور اشاعت، اسی طرح قدیم علمی خزانوں تک آج کے طالب علموں کی رسائی ممکن بنانا۔
- عالم اسلام کے موجودہ مسائل اور مستقبل کے امکانات کے بارے میں صحیح اور حقیقت پسندانہ فہم پیدا کرنے کے لیے مسلم ممالک کے بارے میں بالعموم اور پاکستان کے بارے میں بالخصوص تحقیقی کام کرنا۔
- اسلامی موضوعات پر دورِ حاضر کے مسلم علما کے نمایاں کارناموں کی دنیا کی اہم زبانوں بالخصوص اردو، عربی، انگریزی، فرانسیسی، جرمن اور سواحلی میں تراجم اور اشاعت کا انتظام کرنا۔
- عام پڑھے لکھے لوگوں میں اسلامی تہذیب و تمدن، تاریخ اور مسلم دنیا کے موجودہ مسائل کا صحیح فہم پیدا کرنے کے لیے مناسب طرز کی عام فہم کتابوں کی تیاری اور اشاعت کا انتظام کرنا۔
- تعلیم کو مثبت اسلامی آہنگ دینے اور اسلامی بنیادوں پر تشکیل شدہ ایک نئے نظام تعلیم کی راہ ہموار کرنے کے لیے مختلف مراحل کی نصابی اور امدادی کتب کی تیاری اور اشاعت کا انتظام کرنا۔

Marfat.com

رسولِ رحمت ﷺ

تلواروں کے سائے میں

(جلد سوم)

DATA ENTERED
M. 30/420

حافظ محمد ادریس

ادارہ معارف اسلامی، منصورہ، لاہور

Marfat.com

297.9921
2 289P

140529

(جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں)

نام کتاب	:	رسول رحمتؐ تلواروں کے سائے میں (جلد سوم)
تصنیف	:	حافظ محمد ادریس
مطبع	:	حاجی حنیف پرنٹرز، لاہور
اشاعت اول	:	جون 2011ء (1100)
اشاعت دوم	:	مارچ 2013ء (1100)
اشاعت سوم	:	فروری 2016ء (1100)
صفحات	:	408
قیمت	:	-/370 روپے

باہتمام

ادارہ معارف اسلامی منصورہ، ملتان روڈ، لاہور۔ پوسٹ کوڈ: 54790

فون: 4-042-35252475-76,35419520، فیکس: 042-35252194

ای میل: imislami1979@gmail.com، ویب سائٹ: www.imislami.org

تقسیم کنندہ

مکتبہ معارف اسلامی، منصورہ، ملتان روڈ، لاہور

فون: 4-35419520, 042-35252419

Marfat.com

فہرست

پیش لفظ	سید منور حسن	۲۳
تقریظ	مولانا عبدالمالک	۲۷
تعارف	حافظ محمد ادریس	۳۵

باب اوّل: یہودِ مدینہ

اللہ کا آخری پیغام

جھوٹے خداؤں کے لیے پیغام موت	۳۸	بنی اسرائیل، معانی اور تاریخ	۴۱
غزوات و سرایا	۳۹	گمراہ کن تصورات	۴۱
محمد بن عبداللہ سے محمدؐ رسول اللہ تک	۳۹	اللہ کے سچے انبیا	۴۲
مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت	۴۰	یہودیت؟	۴۴
یہود، ایک شرانگیز گروہ	۴۰	گھناؤنی تاریخ	۴۵

بنی اسرائیل کی احسان فراموشیاں

یہود کی ایذا رسانیاں	۴۶	گوسالہ پرستی	۴۹
احسان فراموش قوم	۴۷	کج بحث قوم	۴۹
اللہ کا ساتھ	۴۷	عظیم حکمرانی، سنہرا دور	۵۰
صحرانوردی کے چالیس سال	۴۸	تفرقہ اور انحطاط	۵۱

Marfat.com

❁ حضرت مسیحؑ اور حضرت یحییٰؑ کے ساتھ سلوک ۵۱

□ مدینہ میں یہود و مسلم تعلقات

❁ یثرب کی آبادی ۵۳
❁ فسادات عظیم ۵۴
❁ پہلا فساد ۵۴
❁ دوسرا فساد ۵۵
❁ دیارِ عرب کا رخ ۵۵
❁ یہود کی فتنہ سامانیاں ۵۵
❁ حضورؐ کی دانش مندی اور دور اندیشی ۵۶
❁ میثاق مدینہ ۵۷
❁ گردونواح کے قبائل پر معاہدہ کی توسیع ۵۸

□ یہود کا بدنما چہرہ

❁ صلح جو، سلامتی کا داعیؐ ۶۰
❁ یہود و منافقین گٹھ جوڑ ۶۱
❁ یہودیوں کا دجل وفریب ۶۱
❁ اندر باہر سازشیں ۶۲
❁ اخوتِ اسلامی اور یہود ۶۳
❁ مشترکہ دفاعی معاہدے کی خلاف ورزی ۶۴
❁ کعب بن اشرف کی خباثتیں ۶۴
❁ شیطان کا قتل ۶۵

باب دوم: غزوہ بنوقینقاع

□ یہود کی خباثتیں

❁ فنِ آہن گری و زرگری ۶۸
❁ عزتوں کے لٹیرے ہنود و یہود ۶۸
❁ غیرت کا سوال ۷۰
❁ یہودی "راسپوٹین" کا قتل ۷۰
❁ خفیہ خباثتیں ۷۱
❁ ایک بنتِ اسلام کی توہین ۷۱
❁ فردِ جرم ۷۲
❁ لشکرِ اسلام کی چڑھائی ۷۲
❁ چند ہتھیار ۷۳
❁ خس کم جہاں پاک ۷۴

Marfat.com

باب سوم: غزوہ بنو نضیر

❑ یہودیوں کا مذہبی قبیلہ

❁ بنو نضیر، مدینہ میں ناسور ۷۶
❁ سورۃ بنی النضیر ۷۷
❁ خدا کے چہیتے؟ ۷۷
❁ کہانت و پاپائیت ۷۸
❁ راہِ حق سے روکنے والے ۷۸
❁ گستاخ اور فحش گو ۷۹
❁ اعتراض اور اس کی حقیقت ۷۹
❁ کعب بن اشرف کے قتل کی تفصیل ۸۱
❁ محمد بن مسلمہؓ، ذہانت و شجاعت کا مجسمہ ۸۲
❁ ابو نائلہؓ مخلص صحابی ۸۲

❑ بنو نضیر کے خلاف اعلانِ جنگ

❁ غلط فہمی کی بنا پر قتل ۸۴
❁ رسولِ رحمتؐ کے قتل کی سازش ۸۴
❁ اسلامی ریاست کی وارننگ ۸۵
❁ ابن ابی کی شرارت ۸۵
❁ بنو نضیر کا محاصرہ ۸۶
❁ پہلا ہلّہ ۸۷
❁ دوسرا ہلّہ ۸۷
❁ سید مودودیؒ کا تبصرہ ۸۷
❁ اللہ کے فیصلے اور ان کی شان ۸۸
❁ جاہل اور اجہل ۸۹
❁ درختوں کا کاٹنا ۸۹
❁ مفسرِ قرآن کے الفاظ میں ۹۰
❁ ضروریاتِ جنگ ۹۱
❁ طمانیتِ اہلِ ایمان ۹۱
❁ محدثین کی آرا ۹۲
❁ فقہا کا استدلال ۹۲
❁ ہر دو لعنت ۹۳
❁ منافقین، برادرانِ یہود ہیں ۹۴
❁ ربانی تعلق اور شیطانی یارانے ۹۵
❁ ترتیبِ نزولی اور تدوینی ۹۵

Marfat.com

□ مالِ فے اور اس کے مسائل

❀ غنیمت اور فے کی تقسیم کے مسائل	۹۷	❀ مزید وضاحت	۱۰۱
❀ آنے والی نسلوں کا خیال	۹۸	❀ زمینوں کی تقسیم	۱۰۲
❀ مال فے اور حضرت عمرؓ کی مجلس شوریٰ	۹۸	❀ ایک باوردی مردِ درویش	۱۰۲
❀ اطمینان بخش فیصلہ	۹۹	❀ استحقاق کا تعین واحترام	۱۰۳
❀ ملی وقومی ملکیت	۱۰۰	❀ حکیم الامت کا نالۂ دردناک	۱۰۴

باب چہارم: غزوہ بنوقریظہ

□ قبیلہ بنوقُریظہ

❀ جنگی ودفاعی پیش بندیاں	۱۰۸	❀ حُیَیّ بن اخطب کی شیطنت اور صحابہؓ کا تحمل	۱۱۱
❀ صائب رائے مسترد کردی گئی	۱۰۸	❀ حضرت سعدؓ اور عشقِ رسول	۱۱۲
❀ مخلص ناصح چلا گیا	۱۰۹	❀ قوتِ ایمانی اور تائیدِ ربانی	۱۱۲
❀ یہود ومشرکین کا گٹھ جوڑ	۱۱۰	❀ اللہ قوی وعزیز ہے	۱۱۳
❀ صحابہ کی سفارت	۱۱۱	❀ فرشتوں نے ہتھیار نہیں کھولے	۱۱۴

□ بنوقُریظہ کا محاصرہ

❀ جانشینی اور علم	۱۱۵	❀ یہود کی کہہ مکرنیاں	۱۱۷
❀ اخلاقی برتری، عسکری فتح	۱۱۵	❀ بددلی ومایوسی	۱۱۷
❀ رسول اللہ کا رعب	۱۱۶	❀ حکیمانہ رائے مسترد ہوگئی	۱۱۸
❀ حضورؐ کی سرزنش	۱۱۶	❀ عالمِ ربانی	۱۱۹

Marfat.com

❁ یہ عالمِ بے بسی	۱۱۹	❁ اللہ اور رسول کا سچا وفادار	۱۲۱
❁ ہتھیار ڈال دیے	۱۲۰	❁ حضرت سعدؓ کی آمد	۱۲۱
❁ اللہ کا حکم	۱۲۰		

☐ بنو قُرَیظہ کی قسمت کا فیصلہ

❁ حکمِ ربانی	۱۲۲	❁ عصبیتِ جاہلیہ کا کیا کام؟	۱۲۴
❁ تورات کے مطابق فیصلہ	۱۲۲	❁ حُیَیّ بن اخطب کا قتل	۱۲۵
❁ مدینہ واپسی	۱۲۳	❁ یہودی سردار کو خطاب کا موقع دیا گیا	۱۲۵
❁ سوئے مقتل	۱۲۴	❁ حضورؐ کا کعب یہودی سے مکالمہ	۱۲۶

☐ چند یہودی مقتولین کے آخری مکالمے

❁ قصاص میں خاتون کا قتل	۱۲۸	❁ مرنے کی تمنا	۱۳۰
❁ قاتلہ و مقتولہ	۱۲۸	❁ شیخینؓ کی رقتِ قلبی	۱۳۱
❁ زبیر بن باطا یہودی کا معاملہ	۱۲۹	❁ قبول اسلام کی دولت	۱۳۱

☐ جنگی قیدی اور مالِ غنیمت

❁ مابعد جنگ	۱۳۲	❁ خواتین کا مالِ غنیمت میں حصہ	۱۳۴
❁ منقولہ و غیر منقولہ جایدادیں	۱۳۲	❁ جنگی قیدیوں کا معاملہ	۱۳۴
❁ تقسیم غنائم	۱۳۳	❁ انسانی اقدار اور جذبات	۱۳۴

☐ شہدائے غزوہ اور مسلمانانِ بنی قریظہ

❁ دو شہدائے غزوہ	۱۳۶	❁ آزادیٔ انتخاب	۱۳۷
❁ ہجومِ غم سے راہِ نجات تک	۱۳۶	❁ زوجۂ مطہرہ	۱۳۸

Marfat.com

باب پنجم: مختلف مشرک قبائل کے خلاف جنگیں

❑ غزوہ بنولحیان

❁ شہدائے رجیع ۱۴۰
❁ غدر کرنے والوں کے خلاف لشکرکشی ۱۴۰
❁ حضورؐ صحابہ کی جائے شہادت پر ۱۴۱
❁ کُرَاعُ الغمیم ۱۴۱
❁ سفر کی دعائیں ۱۴۲
❁ حضورؐ اپنی والدہ کی قبر پر ۱۴۲
❁ ایک تاریخی پس منظر ۱۴۳
❁ اہل کفر کے لیے دعائے مغفرت کا ممنوع ہونا ۱۴۴

❑ سرایا محمد بن مَسلَمَہ انصاری

☆ (۱) سریہ القرطاء

❁ سریہ القرطاء ۱۴۵
❁ خصوصی ہدایت ۱۴۵
❁ جنگی قیدی ۱۴۶
❁ مسیلمہ کذاب کا فتنہ ۱۴۶
❁ دلوں کا فاتح ۱۴۷
❁ دلبر کا شہر ۱۴۸
❁ مدینہ سے مکہ ۱۴۹
❁ اہل مکہ کو غلّے کی بندش ۱۴۹
❁ سلام اُن پر، درود اُن پر ۱۵۰

☆ (۲) سریہ ذوالقصّہ

❁ سریہ ذوالقصّہ ۱۵۱
❁ دشمنوں کی جنگی چال ۱۵۱
❁ حکیمانہ تدبیر ۱۵۲
❁ دوسری مہم ۱۵۲
❁ دشمنوں کی بدحواسی اور مالِ غنیمت کا حصول ۱۵۲

❑ سرایا زید بن حارثہؓ

☆ (۱) مر الظهران کی مہم

❁ بنو سُلَیم کی سرکوبی ۱۵۴
❁ مخبر کی مدد ۱۵۴

Marfat.com

مدینہ میں کامیاب واپسی	۱۵۵		
☆ (۲) عیص کی مہم			
قریش کے تجارتی قافلے پر حملہ	۱۵۶	اہل سریہ کی رائے	۱۵۷
میرِ قافلہ ابوالعاص	۱۵۶	مال و دولتِ دنیا، متاعِ غرور	۱۵۸
حضرت زینب بنتِ محمدؐ کا اعلانِ معافی	۱۵۷	مکہ میں کلمۂ حق کا اعلان	۱۵۸
☆ (۳) سریہ الطَّرَف			
بنو ثعلبہ کی سرزنش	۱۶۰	مالِ غنیمت	۱۶۰
☆ (۴) سریہ حِسمیٰ			
صحابیِ رسول پر حملے کا بدلہ	۱۶۲	دربارِ رسالت میں مقدمہ	۱۶۴
راتوں کا سفر	۱۶۳	اطاعتِ رسول	۱۶۴
بنو ضُبیب کے مسلمان	۱۶۳		
☆ (۵) سریہ وادی القریٰ			
شیطان صفت چڑیل	۱۶۶		
☆ (۶) مدین کی مہم			
اسلام دشمنوں کی گوشمالی	۱۶۷	بچوں پر خصوصی شفقت	۱۶۷
□ سریہ عُکاشہ بن مِحصَن			
بنو اسد کی گوشمالی	۱۶۸	دشمن پر رعب	۱۶۸
□ سریہ دومۃ الجندل			
عیسائی قبائل	۱۷۰	اہم اخلاقی ہدایات	۱۷۱
علم اور عمامہ	۱۷۱	دعوت کا حکیمانہ انداز	۱۷۲

Marfat.com

❁ اسلامی اخوت اور انسانی برادری	۱۷۲	❁ ایک اہم فتویٰ	۱۷۳

□ سریۂ فدک

❁ یہود و مشرکین کا گٹھ جوڑ	۱۷۴	❁ مخبر کی درست اطلاع	۱۷۵
❁ سالارِ لشکر، شیرِ خدا	۱۷۴	❁ مالِ غنیمت	۱۷۵

□ سریۂ ابوبکر صدیقؓ

❁ بڑا قبیلہ اور احمق سردار	۱۷۶	❁ جاہلی معاشرے کی گندی روایات	۱۷۷
❁ سپہ سالار، یارِ غار	۱۷۶	❁ حضرت سلمہؓ اور حسین ترین عورت	۱۷۸
❁ شیطان صفت امّ قرفہ	۱۷۷	❁ ام قرفہ کا انجام؟	۱۷۹

□ سریۂ عمرو بن امیہ الضمریؓ

❁ ابوسفیان کی خطرناک چال	۱۸۰	❁ جوابی کارروائی	۱۸۲
❁ قاتل کی مدینہ آمد	۱۸۰	❁ ایک کافر کا قتل	۱۸۳
❁ دشمن کی چال ناکام ہوئی	۱۸۱	❁ مدینہ واپسی	۱۸۳
❁ رؤف و رحیم نبی رحمتؐ	۱۸۱		

□ سریۂ کُرز بن جابر الفہریؓ

❁ مدینہ کی آب و ہوا	۱۸۵	❁ مجرموں کا تعاقب	۱۸۶
❁ بدترین نمک حرامی	۱۸۵	❁ مجرموں کی سزا کا قرآنی حکم	۱۸۶

باب ششم: صلح حدیبیہ

□ فتح مبین

❁ بیت اللہ کی محبت	۱۹۰	❁ شوقِ سفر سے سفرِ شوق تک	۱۹۱
❁ آنحضورؐ کا خواب	۱۹۰	❁ غیر مسلح قافلۂ حق	۱۹۲

Marfat.com

ہدی اور قلادے	۱۹۳	حدودِ حرم پر قصویٰ بیٹھ گئی	۱۹۸
باخبر و ہوشیار	۱۹۳	ہمدرد مشرک سردار	۱۹۸
جامع اور درست رپورٹ	۱۹۴	ویلٌ لِقریش	۱۹۹
مشاورت	۱۹۴	دشمن کی چال اور حضورؐ کی فراست	۲۰۰
خطبۂ نبوی	۱۹۵	صبر و تحمل سے اشتعال انگیزی کا مقابلہ	۲۰۱
جانبِ مکہ سفر	۱۹۶	حدیبیہ میں آمد	۲۰۱
بے قمر رات کا روشن سفر	۱۹۶	صلوٰۃ الخوف اور دشمن کی مایوسی	۲۰۲
حفاظتِ ربانی اور مغفرتِ حق	۱۹۷	سفیر کا تقرر	۲۰۲

❑ قیامِ حدیبیہ (واقعات اور ماحصل)

اعصابی امتحان	۲۰۴	غیر ذمہ دارانہ گفتگو اور ردِ عمل	۲۰۷
معجزہ نبوی	۲۰۴	چچا اور بھتیجا	۲۰۸
سلسلۂ سفارت و مذاکرات	۲۰۵	از کفر تا اسلام	۲۰۹
بنو خزاعہ کا سردار	۲۰۶	دلوں پر حکومت، تاجدارِ نبوت کی امتیازی شان	۲۰۹
سردارِ بنو ثقیف	۲۰۷	اتحادی قبائل کے سردار کی آمد	۲۱۰

❑ حضرت عثمانؓ بطورِ سفیرِ نبی

ایک صحابی کی شہادت	۲۱۱	حقیقی نیکی اور عبادت	۲۱۳
حضرت عثمانؓ کا خاندانی مرتبہ	۲۱۱	مظلوموں کی دادرسی	۲۱۴
سردارِ مکہ سے ملاقات	۲۱۲	ایک شریر شخص کی آمد	۲۱۴

❑ بیعتِ رضوان

اصحاب الشجرہ	۲۱۶	نصیب اپنا اپنا	۲۱۷

Marfat.com

❁ دشمن پر اعصابی دباؤ	۲۱۷	❁ جنت کی بشارت	۲۱۸
❁ درجات کی بلندی	۲۱۸		

❑ صلح کا معاہدہ

❁ سہیل بن عمرو کی کامیاب سفارت	۲۱۹	❁ سید مودودیؒ کا جامع تبصرہ	۲۲۱
❁ صلح حدیبیہ کی دفعات	۲۲۰	❁ حضورؐ کی دلنشیں تشریح	۲۲۲
❁ گواہانِ معاہدہ	۲۲۰	❁ ابوجندلؓ	۲۲۲

❑ صلح کے مثبت پہلو

❁ اسلامی ریاست	۲۲۴	❁ معاہدے کی اصل عبارت	۲۲۶
❁ قریش کی نظری و عملی پسپائی	۲۲۴	❁ رحمان اور اس کا سچا رسول	۲۲۷
❁ اہلِ کفر کی ہزیمت	۲۲۵		

❑ ہدی کے جانوروں کی قربانی

❁ اونٹ کی ذہانت	۲۲۹	❁ مہری اونٹ کی قسمت	۲۳۰
❁ مشرکین کی ہٹ دھرمی اور تعصب	۲۲۹	☆ سہیل بن عمروؓ کا مختصر تعارف	۲۳۰

باب ہفتم: بادشاہوں کے نام خطوط

❑ عالمگیر دعوت

❁ انسانیت کا نجات دہندہ!	۲۳۶	❁ شہادتِ حق	۲۳۷
❁ بے مثال کارنامہ	۲۳۶	❁ فرصت کا درست استعمال	۲۳۸

❑ قیصرِ روم، ہرقل کے نام خط

❁ مکتوبِ نبوی کا متن	۲۳۹	❁ مہرِ نبوی	۲۳۹

Marfat.com

ابوسفیان سے قیصر کا مکالمہ	۲۴۰	اعترافِ حقیقت	۲۴۳

❑ کسریٰ کے نام آنحضورؐ کا نامہ مبارک

نام نہاد سپر طاقت	۲۴۴	جاں نثار صحابی، مہربان نبیؐ	۲۴۵
مشتعل مزاج حکمران	۲۴۴	سچی پیشن گوئیاں	۲۴۵

❑ شاہ حبشہ کے نام مکتوب

عادل حکمران، خوش حال عوام	۲۴۶	غائبانہ نمازِ جنازہ	۲۴۷
خوش بخت شاہِ حبشہ	۲۴۶		

❑ مکتوب نبوی بنام مُنذِر بن ساویٰ (شاہِ بحرین)

راعی اور رعایا کا قبولِ اسلام	۲۴۸	ذمیوں پر جزیہ	۲۴۸

❑ آنحضورؐ کا خط بنام مقوقس (شاہِ مصر)

کارِ اجر وثواب	۲۵۰	مقوقس کے تحائف	۲۵۲
خط کا متن	۲۵۱	حضرت ماریہؓ کے مناقب	۲۵۳
ایمان افروز مکالمہ	۲۵۱		

❑ مکتوبِ نبویؐ بنام والیانِ عمان

تجربہ کار سفیر	۲۵۴	تعلیماتِ اسلام	۲۵۶
کامیاب سفر	۲۵۴	سوال وجواب	۲۵۷
درسِ عبرت	۲۵۵	تجربہ کار سفیر	۲۵۷
ہرقل کی عقل مندی	۲۵۵		

❑ نبی رحمتؐ کا خط بنام شُرَحْبِیل بن عمرو غسانی

سفیر کی شہادت	۲۵۸	اتباعِ سنت کی اعلیٰ مثال	۲۵۹
حرمتِ مومن	۲۵۸	مظلوم کا قصاص	۲۶۰

Marfat.com

❑ حاکم یمامہ کے نام خط

۞ حکومت میں شراکت کا مطالبہ ۲۶۱ ۞ ترغیب جائز، دھونس مردود ۲۶۱

❑ پاپائے روم کے نام خط

۞ عالم مغرب کی سیاست ۲۶۳

❑ ذوالکلاع حِمیَری کے نام خط

۞ عظیم عمارت کے کھنڈرات ۲۶۵ ۞ واہ خوش نصیب انسان! ۲۶۵

❑ نامہ نبویؐ بنام حارث غسانی (حاکم دمشق)

۞ قبولِ اسلام باعث عزت اور ذریعہ نجات ۲۶۶ ۞ اشتعال ٹھنڈا ہو گیا ۲۶۷

۞ دھمکی ٹھس ہو گئی ۲۶۶

❑ نامہ نبوی بنام اُسقُف

باب ہشتم: یہودِ خیبر

❑ نبیِ مہربانؐ کی دور اندیشی

۞ خیبر اور اس کا ماحول ۲۷۲ ۞ اہلِ خیبر جنگ میں کود پڑے ۲۷۵

۞ جنگوں سے محفوظ آبادی ۲۷۲ ۞ فاسق اور فتنہ جُو ۲۷۶

۞ شیطان کی شاطرانہ چالیں ۲۷۳ ۞ وفد کی مہم اور نتائج ۲۷۶

۞ فتوحات کی بشارت ۲۷۴ ۞ مال یا جان؟ ۲۷۷

۞ فتحاً قریباً ۲۷۵

❑ غزوۂ خیبر کیوں؟

۞ ایک نیا گٹھ جوڑ ۲۷۸ ۞ دشمن کے عزائم سے واقفیت ۲۷۸

Marfat.com

- جاسوسی اور تخریب کاری ۲۷۹
- تائید ربانی ۲۸۰
- زبان وعمل کا تضاد ۲۸۱
- وعدۂ نصرت ۲۸۲
- شاطر دشمنوں کے مغالطے ۲۸۳

سوئے خیبر روانگی

- یہودیوں کی نئی قیادت ۲۸۵
- غدر اور اس کا انجام ۲۸۵
- ابن اُبی، مارِ آستین ۲۸۶
- فوجی علم ۲۸۶
- مشتبہ شخص ۲۸۷
- جاسوس ۲۸۸
- جان کی امان اور قبولِ اسلام ۲۸۸
- منظم ومربوط فوج ۲۸۹
- ایک صحابی کو سرزنش ۲۸۹
- نامہ وپیام ۲۹۰
- اعلیٰ سطحی سفارت ۲۹۱
- رعب ونصرت ۲۹۲

خیبر کا سفر

- حدی خوانی ۲۹۴
- شہادت کا اشارہ ۲۹۵
- مربیِ اعظم کا اندازِ تربیت ۲۹۵
- ادعیۃ الرسول ۲۹۷
- خیبر کی دعا ۲۹۷
- فتح اللہ کے ہاتھ میں ہے ۲۹۸
- حکیمانہ نصیحت ۲۹۸
- موقع محل کے مطابق طرزِ عمل ۲۹۹

خیبر کے قلعے

- قلعے اور ان کے نام ۳۰۱
- سپہ سالار کی شہادت ۳۰۲
- نیا کمانڈر اور اجتہادی رائے ۳۰۲
- اللہ اور رسول کا محبوب ۲۰۳
- شِفائے روح وبدن ۳۰۴
- یہودی مخبر ۳۰۴
- مناقبِ صحابہؓ ۳۰۵
- ایک چرواہے کا قبولِ اسلام ۳۰۵

Marfat.com

جنت مکین	۳۰۷	اخلاص وللّٰہیت	۳۰۷

□ قلعۂ ناعم کی فتح

دشمنِ اسلام، مرحب	۳۰۹	مقابلۂ یاسر وزبیر	۳۱۲
معجزۂ رسول	۳۰۹	حواریٔ رسول	۳۱۴
یہود کا زوردار حملہ	۳۱۰	یہود کی کمر ٹوٹ گئی	۳۱۴
شیرِ خدا میدان جنگ میں	۳۱۱	آنحضورؐ کی جنگ میں شرکت	۳۱۴
مرحب کا قتل	۳۱۲	مضبوط قلعہ سرنگوں ہوگیا	۳۱۵

□ قلعۂ صعب کا محاصرہ اور فتح

یہود کی دوسری دفاعی لائن	۳۱۶	شہ سوار رسولِ رحمتؐ	۳۱۹
یوشع کا قتل	۳۱۶	یہود کا ابوجہل	۳۲۰
بنوغِفار کا سپوت	۳۱۷	ذخیرہ اندوزی ممنوع ہے	۳۲۱
شوکتِ اسلام کا اظہار	۳۱۷	شراب کے بارے میں حکم	۳۲۱
پالتو گدھے کا گوشت؟	۳۱۸	دینِ اسلام کی وسعتِ نظر	۳۲۲
بکری کا گوشت	۳۱۹	تطہیر واستراحت	۳۲۲
آخری صحابی	۳۱۹		

□ قلعۂ زبیر کی فتح

ایک یہودی خدمتِ رسول میں	۳۲۳	یہود قلعہ سے باہر نکل آئے	۳۲۴
ایک اہم جنگی راز	۳۲۳	حق کی فتح، باطل کی شکست	۳۲۴

□ حصن اُبَیّ

قلعوں کے نام اور حقیقت	۳۲۵	احتیاطی تدابیر	۳۲۵

Marfat.com

❀ صاحب الرائے، صاحب السیف	۳۲۶	❀ سالارِ لشکر کی جرأت اور قلعہ کی فتح	۳۲۶

□ قلعہ نزار

❀ موت کا رقص	۳۲۸	❀ ایمان افروز واقعہ	۳۳۱
❀ یہود کا مبارزت سے گریز	۳۲۸	❀ یہود کی عبرت ناک شکست	۳۳۱
❀ منجنیقوں کی کارکردگی	۳۲۹	❀ چاند گود میں آ گیا	۳۳۲
❀ آخری مشکل قلعہ اور اس کی فتح	۳۲۹	❀ خوب صورت دلہن	۳۳۲
❀ بنت ہارونؑ	۳۳۰	❀ حضورؐ کی تادیبی سرزنش	۳۳۳
❀ مخلص صحابیہ	۳۳۰	❀ درسِ عبرت	۳۳۳

□ حصون الکتیبہ کی فتح

❀ قلعوں کا فاتح، دلوں کا فاتح	۳۳۴	❀ مالِ غنیمت میں غبن	۳۳۶
❀ دو عالم سے بیگانہ	۳۳۵	❀ باغی اور گناہ گار کا فرق	۳۳۶
❀ نبیِ مہربان کی گواہی	۳۳۵	❀ مالِ غنیمت کی تقسیم	۳۳۷

□ شہدائے خیبر

❀ سالارِ کارواں میرِ حجازؐ	۳۳۸	❀ سرزمینِ خیبر کے شہدا	۳۳۹
❀ شہدائے مہاجرین	۳۳۸	❀ شہدائے انصار	۳۴۰

□ مقتولینِ یہود

❀ سازش کا انجام	۳۴۳	❀ استراحت	۳۴۶
❀ نبی اکرمؐ کو زہر دینے کا واقعہ	۳۴۴	❀ مہاجرینِ حبشہ کی آمد	۳۴۶
❀ ایک صحابی کی شہادت	۳۴۴	❀ شہدا اور غازیوں کا مقام	۳۴۷
❀ حضور پاکؐ پر زہر کا اثر	۳۴۵	❀ ایک دلچسپ واقعہ	۳۴۷

Marfat.com

❁ نیک شگونی یا بدشگونی؟ ۳۴۸

□ فدک، وادی القریٰ اور تیما کی فتح

❁ یہود کے آخری گڑھ ۳۵۰ ❁ چار کمانڈروں کا تقرر ۳۵۲

❁ جنگ کے بغیر صلح ۳۵۰ ❁ جنگ کا آغاز ۳۵۲

❁ شرائطِ صلح ۳۵۱ ❁ فتح ۳۵۳

❁ وادی القریٰ ۳۵۱ ❁ تیما مسلمانوں کے قبضے میں ۳۵۳

❁ یہود کی عاجلانہ شرارت ۳۵۲

□ نبی اکرمؐ کی رواداری

❁ ایفائے عہد ۳۵۵ ❁ حقیقی تہذیب ۳۵۶

❁ کتب مقدسہ کا احترام ۳۵۵

□ فتحِ خیبر اور اہلِ مکہ

❁ غزوۂ خیبر سے اہلِ مکہ کی دلچسپی ۳۵۷ ❁ ایک مسلمان کی تدبیر ۳۶۳

❁ ایک وضاحت ۳۵۷ ❁ حجاج بن علاط کا توریہ ۳۶۴

❁ جنگ پر شرطیں لگانا ۳۵۹ ❁ حضرت عباسؓ کی کیفیتِ قلبی ۳۶۴

❁ ہجرت سے قبل کی قرآنی پیشین گوئی ۳۵۹ ❁ عمِ رسول کو خوش خبری ۳۶۵

❁ چچا کی طرح بھتیجا بھی ہار گیا ۳۶۲ ❁ مکہ میں اعلانِ فتح ۳۶۵

❁ ابوسفیان کی لاتعلقی ۳۶۲

باب نہم: عمرۃ القضا

□ رسولِ رحمتؐ کا سچا خواب

❁ سفرِ شوق ۳۶۹ ❁ زمزم، زندہ معجزہ ۳۶۹

Marfat.com

۞ رمل اور اصطباغ	۳۶۹	۞ ام المومنین میمونہ بنت حارثؓ حرم نبوی میں	۳۷۰
۞ اللہ والوں کا قافلہ	۳۶۸		

باب دہم: غزوۂ موتہ

☐ خوددار و بیدار قیادت

۞ نبی امیؐ کی عالمگیر دعوت	۳۷۴	۞ جنگی خطاب اور اہم ہدایات	۳۷۸
۞ سفیرِ رسول کی شہادت	۳۷۵	۞ عام لوگوں کی جان کا احترام	۳۷۹
۞ دعوت وقصاص	۳۷۵	۞ جہاد کے ہر لمحے کی فضیلت ہے	۳۷۹
۞ شہید سفیر کا لسان رسالت مآبؐ سے تذکرہ	۳۷۶	۞ ابنِ رواحہؓ کی درخواست	۳۸۰
۞ اسلام کی ابھرتی ہوئی قوت	۳۷۶	۞ ابن رواحہؓ کے اشعار	۳۸۱
۞ دشمن کا اعتراف	۳۷۷	۞ کثرت وقلت کا سوال	۳۸۱
۞ سپہ سالاروں کا انوکھا انتخاب	۳۷۷	۞ بھلائی ہی بھلائی	۳۸۲

☐ میدانِ معرکہ میں

۞ کامیابی کا معیار	۳۸۳	۞ منفرد جنگی منصوبہ	۳۸۷
۞ سالارِ اول کی شہادت	۳۸۳	۞ نو تلواریں ٹوٹنا	۳۸۸
۞ سالارِ ثانی کی شہادت	۳۸۴	۞ جنگ کا اعصابی محاذ	۳۸۸
۞ ایمان افروز اشعار	۳۸۴	۞ غیبی خبر	۳۸۹
۞ جنت کا عاشق جنت میں	۳۸۵	۞ اللہ کی تلوار	۳۸۹
۞ جھنڈا کس نے اٹھایا؟	۳۸۵	۞ باوقار حکمتِ عملی	۳۹۰
۞ ماہر جنگ جو	۳۸۶	۞ اہلِ مدینہ کا ردِ عمل	۳۹۱
۞ مشکل مرحلہ، کٹھن ذمہ داری	۳۸۶	۞ غازیو تمھاری عظمت کو سلام	۳۹۱

Marfat.com

□ مدینہ بعد از جنگِ موتہ

❁ آلِ جعفرؓ	۳۹۳	❁ شہید کے بچوں کا اکرام و اعزاز	۳۹۵
❁ غم اور صبر	۳۹۴	❁ بیتِ نبوی میں	۳۹۵
❁ جعفر طیارؓ	۳۹۴	❁ اظہارِ محبت اور برکت کی دعائیں	۳۹۶

باب یازدہم: غزوہ ذات السلاسل

□ جوہرِ قابل کی قدر

❁ جرأت مندانہ فیصلہ	۳۹۸	❁ فتح اور اتباعِ سنت	۴۰۲
❁ نومسلم سپہ سالار	۳۹۹	❁ سپہ سالار کے خلاف شکایات	۴۰۳
❁ سبک گام پیش قدمی	۴۰۰	❁ بارگاہِ نبوی میں سپہ سالار کا جواب	۴۰۳
❁ سخت فوجی ڈسپلن	۴۰۰	❁ عزیمت و رخصت	۴۰۴
❁ امین الامت کی عظمت	۴۰۱		

140539.

Marfat.com

پیش لفظ

آنحضرت ﷺ کی سیرت پاک ایک ایسا موضوع ہے جو کبھی پرانا نہیں ہوتا۔ لکھنے والے کم ہوتے ہیں نہ پڑھنے والوں میں کوئی کمی آتی ہے۔ ایک سدابہار موضوع ہے اور خالق کائنات نے ذکرِ مصطفیٰ ﷺ کی رفعت کا جو اعلان فرمایا تھا، ہر شخص اس کو بچشم سر دیکھ سکتا ہے۔ یہ سلسلہ تا ابد جاری رہے گا، ع

چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعت شانِ رفعنا لک ذکرک دیکھے

لوگوں نے تفصیل سے بھی لکھا ہے اور اختصار سے بھی کام لیا ہے مگر ہر ایک پھول کی خوشبو مشام جان کو معطر کر دیتی ہے۔ اس باب میں نثر و نظم کی بھی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ عقیدت ومحبت سے جو ذکر رسول اللہ ﷺ کیا جاتا ہے، وہ ''از دل خیزد بر دل ریزد'' کا مصداق بن جاتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ قرآن کی عملی تفسیر ہے۔ کسی نے قرآن کو چلتے پھرتے، انفرادی اور اجتماعی زندگی، جنگ اور امن، تونگری ونا داری، گھر کے اندر اور گھر کے باہر، رشتہ داروں اور ساتھیوں کے درمیان، غرض جس پہلو سے بھی دیکھنا ہو، سیرت النبی ﷺ میں اس کو دیکھ سکتا ہے۔ دین اور اس کے احکام انسان کو انفرادی اور اجتماعی زندگی بسر کرنے کا ڈھنگ

Marfat.com

سکھاتے ہیں اس میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جو غیر فطری ہو، آنحضرت ﷺ کی حیات مبارکہ اس کا ثبوت ہے کہ اسلام ہر پہلو سے رہنمائی بھی دیتا ہے اور قابل عمل بھی ہے۔ حضور ﷺ نے عبادات وغیرہ میں جو کام عام آدمی کی استطاعت سے بڑھ کر کیے ان سے عام لوگوں کو منع بھی فرمادیا۔ اس کی بہترین مثال یہ ہے کہ ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت حاضر ہوا اور پوچھا کہ اسلام کیا ہے تو آپ ﷺ نے ارکان اسلام کی تعلیم دی۔ اس شخص نے کہا کہ اتنا ہی عمل کرے گا اور اس سے زیادہ نہیں کرے گا اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر اس شخص نے یہ کام کرلیا تو یہ جنتی ہے۔

وہ لوگ جن کو حضور اکرم ﷺ کی صحبت کا شرف حاصل ہوا اور وہ اصحاب رسول ﷺ کہلائے۔ ان سے بہتر لوگ چشم فلک نے نہیں دیکھے مگر آنحضرت ﷺ نے بعد والوں کی دلجوئی کے لئے بشارت دی اور صحابہ کرام سے فرمایا کہ تم لوگ میرے صحابی ہو مگر میرے وہ اُمتی عظیم ہوں گے جو بعد میں آئیں گے اور جنہوں نے مجھے دیکھا نہیں ہوگا لیکن میرے ساتھ محبت کریں گے۔ اسی طرح دور فتن میں مردہ سنتوں کو زندہ کرنے کا ثواب بے پایاں ہے، روایت ہے کہ ایک سنت کو زندہ کرنے کا ثواب سو شہیدوں کے ثواب کے برابر ہے۔ آج دنیا کا جو حال ہے اس سے بآسانی یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ بہت سی بظاہر چھوٹی چھوٹی باتیں مثلاً جو اپنے لیے پسند کیا جائے دوسرے کے لیے بھی وہی پسند کیا جائے اور یہ بات اس کے برعکس بھی اتنی ہی صحیح ہے یعنی جو چیز اچھی نہیں لگتی اس کو اپنے بھائی کے لیے پسند نہ کرے۔ اس سے آگے احسان کا درجہ ہے۔ تکبر سے بچنا، سچ بولنا، انصاف کی بات کرنا خواہ اس کی زد اپنی ذات یا اپنے قریبی لوگوں پر پڑتی ہو۔ نمود و نمائش سے بچنا، ہمسایوں کا خیال رکھنا ہر اچھا کام صرف اللہ کی خوشنودی کے لیے کرنا اور اس کے بدلے کی توقع دنیا میں نہ رکھنا۔ ریاکاری سے بچنا، غرض اس طرح کی بہت ساری

Marfat.com

باتیں جن کے اپنانے میں سوائے اپنے نفس کے اور کوئی رکاوٹ نہیں ہے اگر اپنالی جائیں اور اپنے خاندان اور بچوں کی تربیت میں اس کا خیال رکھا جائے تو واقعہ یہ ہے کہ یہ دنیا امن وسکون کا گہوارہ بن جائے۔ اکیلا آدمی کچھ بھی نہیں کرسکتا۔ اس کی کوشش محدود ہے مخالف دھارا طاقتور ہے اس کے لیے انفرادی سطح سے آگے بڑھ کر اجتماعی کوششوں کی ضرورت ہے۔ یہی وہ طریقہ ہے جو آنحضرت ﷺ نے اختیار فرمایا اور ایک بہترین معاشرہ عملی شکل میں دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔ یہ اُمت اپنی تمام تر کمزوریوں کے باوجود رسول اکرم ﷺ پر اپنا سب کچھ قربان کرنے کو تیار رہتی ہے اور تاریخ کے ہر دور میں اس کا مظاہرہ بار بار ہو چکا ہے۔ ابھی حال ہی میں یہ بات از سرِنو ثابت ہو چکی ہے۔ جو لوگ اس ملک اور پھر پوری دنیا میں آپ کا نظام قائم کرنا چاہتے ہیں اُن کے لیے یہ بات ایک سرمایے سے کم نہیں ہونی چاہیے۔ وہ جہاں تک ممکن ہو اسوہ حسنہ ﷺ کی پیروی کر کے نمونہ بنیں اور اس کے بعد اُمت کو اتباع رسول ﷺ پر جمع کریں اور بالآخر دہر میں اسم محمد ﷺ سے اُجالا کر دیں۔

حافظ محمد ادریس صاحب ہمارے حلقے کے جانے پہچانے لکھنے والے ہیں اور اب تو ان کا شمار ان اہل قلم میں ہوتا ہے جنہوں نے کافی لکھا ہے اور حال اور مستقبل میں بھی ''مشق سخن'' پوری رفتار سے جاری رہنے کی توقع ہے۔ تاریخ و سیرت ان کا پسندیدہ موضوع ہے اس کے علاوہ ہمارے حلقے کے گزر جانے والے بزرگوں اور ساتھیوں کی زندگیوں پر بھی انہوں نے لکھا ہے اور انشاءاللہ لکھتے رہیں گے۔ ''رسولؐ رحمت تلواروں کے سائے میں'' ان کی شہرہ آفاق تصنیف ہے۔ انہوں نے بڑی محنت اور عقیدت کے ساتھ یہ خدمت سرانجام دی ہے۔ اس سے پہلے اس کی دو جلدیں چھپ کر قبول عام حاصل کر چکی ہیں۔ اب وہ اس کا تیسرا حصہ پیش کرنے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کی یہ کاوش ان کے لیے اور قارئین کے لیے ہر پہلو سے مفید بنے، اسوہ

Marfat.com

حسنہ ﷺ پر عمل کر کے وہ دنیا میں سرفرازی حاصل کریں اور آخرت میں کامیابی ان کے قدم چومے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق دے، ہماری دوڑ دھوپ کو اپنی راہ میں قبول فرمائے اور اپنے حکم کو غالب کر دے، ہماری غلطیوں اور کوتاہیوں سے درگزر فرمائے، جماعت کے سب ساتھیوں میں ویسی ہی محبت پیدا کر دے جو قرن اول کے بزرگوں کے درمیان پائی جاتی تھی۔ ہمارا رب ہم سے راضی ہو جائے اور ہمیں بخش دے، آمین۔

خاکسار

سید منور حسن

امیر جماعت اسلامی پاکستان

Marfat.com

تقریظ

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم۔ امابعد۔

اللہ تعالیٰ نے کائنات کو بلا مقصد پیدا نہیں کیا، انسان اور کائنات کا مقصد پیدائش اللہ تعالیٰ کی بندگی ہے۔ انسان کا فرض ہے کہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی بندگی میں تھکا کر بھی نہ تھکے اور شب وروز اللہ تعالیٰ کی بندگی میں مصروف رہے۔ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل میں وقف کر دینا ہی اصل کامیابی ہے۔ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی بندگی کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتے ہیں، ان کی زندگی جدوجہد اور بندگیٔ رب کی زندگی ہوتی ہے۔ اپنی انفرادی زندگی میں وہ ذکر وفکر میں مشغول رہتے ہیں اور اقامت دین کے لیے جدوجہد میں دن رات ایک کر دیتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دیتے ہیں اور اس عظیم کام کے لیے اپنے ساتھ انسانوں کا ایک بڑا گروہ میدان عمل میں لا کر کھڑا کر دیتے ہیں۔ یہ گروہ امت مسلمہ کہلاتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر جناب محمد رسول اللہ ﷺ تک جملہ انبیا نے اسی سنت کو اپنایا اور ہر ایک نے اپنی حمایت اور کام میں تعاون کے لیے عظیم امت کھڑی کی۔ سب انبیا کے آخر میں جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے ایک بے نظیر و بے مثال امت کو دین کے غلبہ کے لیے اپنے ساتھ کھڑا کیا جس نے آپؐ کی حیاۃ طیبہ میں آپؐ کے ساتھ اور آپؐ کے وصال کے بعد آپؐ کی ہدایات کی روشنی میں غلبۂ دین کے لیے بے مثال جدوجہد کی۔ صحابہ کرامؓ نے قیصر وکسریٰ کے تخت الٹ دیے اور دنیا پر قائم خدا کی باغی حکومتوں کو ختم کر کے اسلامی حکومت کے دائرہ کو ان تک وسیع کر دیا۔

نبی ﷺ نے اپنی مبارک زندگی میں ۱۳ سال مکہ مکرمہ اور دس سال مدینہ طیبہ میں جو جہاد کیا اس کے ذریعے سرزمین عرب کو اسلام کے لیے مسخر کر دیا۔ یہ ایک بے نظیر اور عظیم الشان مثال

Marfat.com

ہے کہ تیئس سال کی مختصر مدت میں دنیا میں جمے ہوئے نظام اور اقتدار کو ختم کر کے اس کی جگہ ایک نیا معاشرہ اور نئی دنیا اور نئی تہذیب جاری وساری کر دی جائے۔ جہاں قرآن پاک معجزہ ہے وہیں نبی ﷺ کی سیرت اور اس سیرت کے نتائج بھی معجزے کا درجہ رکھتے ہیں۔ نبی ﷺ کی تیئس سالہ زندگی کے ماہ وسال اور شب وروز کو مفسرین ومحدثین اور مؤرخین وسیرت نگاروں نے اس طرح قلم بند کیا ہے کہ آپؐ کی ہر ادا اور ہر حرکت وسکون نظروں کے سامنے آ جاتے ہیں۔ جناب حافظ محمد ادریس وہ خوش قسمت شخصیت ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے کتاب وسنت اور سیرتِ سرورِ عالمؐ و سیرت صحابہؓ کا علم عطا فرمایا اور اس کی نشرواشاعت کے لیے انھیں مصروف جہاد کر دیا۔ وہ تقریر و تحریر دونوں وسائل سے کام لے کر خدمت دین میں لگے ہوئے ہیں۔ خود بھی قیمتی سرمایہ فراہم کر رہے ہیں اور ادارہ معارف اسلامی جس کے وہ ڈائریکٹر ہیں، کے ذریعہ بھی عظیم علمی کارنامے سامنے آ رہے ہیں۔

حافظ محمد ادریس نے نبی ﷺ کے غزوات کو اپنا موضوع بنایا اور اس پر وقیع اور گراں قدر کتاب ''رسول رحمت تلواروں کے سائے میں'' تصنیف کی، جس کی دو جلدیں کئی سال قبل چھپ کر شائقین سیرت رسول ﷺ کے ذوقِ مطالعہ کی تسکین کا ذریعہ بنیں۔ اب یہ تیسری جلد منظرِ عام پر آ رہی ہے۔ اس تصنیف میں انھوں نے ہر گوشے کو پوری تفصیل سے پیش کیا اور نادر اور انوکھی تحقیقات سے اسے مزین کیا۔ نبی ﷺ کا جن قوموں اور گروہوں سے واسطہ پیش آیا، ان کو زیر بحث لاتے ہیں تو ان کا پورا تعارف کرواتے ہیں۔ ان کے اوصاف، اخلاق وعادات پر سیر حاصل تبصرہ کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کے رویہ کو واضح کر کے پیش کرتے ہیں جس کے نتیجہ میں حق وباطل کی کشمکش کے تاریخی مناظر سے دل ودماغ کے لیے سکون و اطمینان اور راہ نمائی کا سامان پیدا ہوتا ہے۔ ''یہود'' اور ان کے مختلف قبائل کے ساتھ معاملات کا باب آتا ہے تو یہود کا پورا تعارف پیش کرتے ہیں۔ ان کے مختلف قبائل، ان کے ساتھ نبی ﷺ کے معاہدات اور ان کی طرف سے نبی ﷺ اور اسلامی تحریک کے ساتھ رویوں کو پوری تفصیل

Marfat.com

سے بیان کرتے ہیں۔ اور ان واقعات سے جو احکام و ہدایات اور راہ نمائی ملتی ہے، اس کے تذکرے کے ساتھ ساتھ، دورِ حاضر میں یہود اور امت مسلمہ کے درمیان جو کشمکش جاری ہے اسے سامنے لاتے ہیں۔ اس سے کتاب کی قدر و قیمت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ کتاب کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمایئے:

''بنی اسرائیل اور یہودی دو معروف اصطلاحات ہیں جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ ان کے ساتھ آنحضور کی جنگوں کا حال بیان کرنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کا کچھ تعارف بھی قارئین کی خدمت میں پیش کر دیا جائے۔ بنی اسرائیل کا معنی اسرائیل کی اولاد ہے اور اسرائیل عبرانی زبان میں حضرت یعقوبؑ کا نام ہے جس کا معنی عبد اللہ یعنی اللہ کا بندہ ہے۔ سیدنا حضرت یعقوب کو یہ نام اور لقب اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کیا گیا تھا۔ سیدنا حضرت یعقوبؑ سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے پوتے اور سیدنا حضرت اسحقؑ کے بیٹے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت یعقوبؑ کو کافی اولاد بخشی۔ ان کی اولاد میں ان کے بارہ بیٹوں کا ذکر ملتا ہے، جو چار بیویوں کے بطن سے تھے۔ ان کے بیٹے حضرت یوسفؑ اللہ کے نبی بھی تھے اور وقت کے حکمران بھی۔ حضرت یوسفؑ کی سیرت اللہ کے ایک سچے بندے اور نبی کی حیثیت سے محفوظ کر دی گئی ہے جو ہر لحاظ سے عظمت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔ سیدنا حضرت یوسفؑ کا نام قرآن مجید میں کئی مقامات پر آیا ہے لیکن سورۂ یوسف تو پوری کی پوری انھی کی سیرت کا جامع بیان ہے۔'' (ص ۲۸)

یہودیت

جہاں تک یہودیت کا تعلق ہے تو اس کی ابتداء حضرت یعقوبؑ کے ایک بیٹے یہوداہ کی نسبت سے ہوئی اور وہی اس کی وجہ تسمیہ ہے۔ اس کے متعلق سید مودودیؒ تحریر فرماتے ہیں ''اصل دین جو حضرت موسیٰ اور ان سے پہلے اور بعد کے انبیاء لائے تھے وہ تو اسلام ہی تھا۔ ان انبیاء میں سے کوئی بھی یہودی نہ تھا نہ ان کے زمانے میں یہودیت پیدا ہوئی تھی۔ یہ مذہب اس نام کے ساتھ بہت بعد کی پیداوار ہے۔ یہ اس خاندان کی طرف منسوب ہے جو حضرت یعقوب علیہ السلام

Marfat.com

کے چوتھے بیٹے یہوداہ کی نسل سے تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد جب ان کی سلطنت دو ٹکڑوں میں تقسیم ہوگئی تو یہ خاندان اسی ریاست کا مالک ہوا جو یہودیہ کے نام سے موسوم ہوئی اور بنی اسرائیل کے دوسرے قبیلوں نے اپنی الگ ریاست قائم کرلی جو سامریہ کے نام سے مشہور ہوئی۔ پھر اسیریا نے نہ صرف یہ کہ سامریہ کو برباد کردیا بلکہ ان اسرائیلی قبیلوں کا بھی نام ونشان مٹا دیا جو اس ریاست کے بانی تھے۔ اس کے بعد صرف یہوداہ اور اس کے ساتھ بن یامین کی نسل کے اندر کاہنوں اور ربیوں اور احبار نے اپنے اپنے خیالات اور رجحانات کے مطابق عقائد ورسوم اور مذہبی ضوابط کا جو ڈھانچہ صدہا برس میں تیار کیا اس کا نام یہودیت ہے۔ یہ ڈھانچہ چوتھی صدی قبل مسیح سے بننا شروع ہوا اور پانچویں صدی بعد مسیح تک بنتا رہا۔ اللہ کے رسولوں کی لائی ہوئی ربانی ہدایت کا بہت تھوڑا ہی عنصر اس میں شامل ہے اور اس کا حلیہ بھی اچھا خاصا بگڑ چکا ہے، اسی بنا پر قرآن مجید میں اکثر مقامات پر ان کو ''الَّذِیْنَ ھَادُوْا'' کہہ کر خطاب کیا گیا ہے یعنی اے وہ لوگو جو یہودی بن کر رہ گئے ہو اور ان میں سب کے سب اسرائیلی ہی نہ تھے بلکہ وہ غیر اسرائیلی لوگ بھی تھے جنھوں نے یہودیت قبول کرلی تھی۔ قرآن میں جہاں بنی اسرائیل کو خطاب کیا گیا ہے وہاں بنی اسرائیل کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں اور جہاں مذہب یہود کے پیروؤں کو خطاب کیا گیا ہے وہاں الَّذِیْنَ ھَادُوْا کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔'' (رسول رحمتؐ صفحہ ۳۱-۳۲، بحوالہ یہودیت ونصرانیت)

اس کے بعد کتاب میں یہودیت کی گھناؤنی تاریخ، ان کی احسان فراموشیوں اور ان کی طرف سے اللہ کے رسولوں اور نیک بندوں کو ایذارسانیوں کا تذکرہ کرکے اس کے بدلے میں ان کی سزاؤں کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے، خصوصاً میدان تیہ کی صحرانوردی کے چالیس سال کا تذکرہ خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔ اسے پوری تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ مدینہ طیبہ میں یہودیوں کے مختلف قبیلوں بنوقینقاع، بنونضیر اور بنوقریظہ کے عبرت ناک انجام کا تذکرہ بڑے دل نشین اور دلآویز اسلوب میں کیا گیا ہے۔ اسی طرح خیبر اور اس کے مختلف قلعوں کے محاصرے سے لے کر

Marfat.com

ان کی فتح تک کے ایمان پرور واقعات بہت دل نشین انداز میں قلم بند کیے گئے ہیں۔ نبی اکرمؐ دشمن کے ارادوں سے باخبر رہنے کے لیے ہر ممکن ذریعہ استعمال میں لاتے تھے۔ جس طرح دشمنانِ اسلام نے جاسوسی کا ایک جال پھیلا رکھا تھا، اسی طرح آنحضور بھی ان کے عزائم اور ارادے معلوم کرنے کے لیے مخبروں کو اس خدمت پر بھیجتے رہتے تھے۔ بعض اوقات یہ خدمت آپؐ کے ساتھ دوستی کے معاہدے کرنے والے قبائل کے وہ لوگ بھی سرانجام دیتے تھے جو اگرچہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے مگر ان کی ہمدردیاں آنحضورؐ کے ساتھ تھیں۔ دراصل یہ لوگ آنحضورؐ کے اخلاقِ عالیہ کی وجہ سے ان کے گرویدہ ہو چکے تھے۔ سیرت النبی میں کئی واقعات ملتے ہیں کہ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے دشمن کے مخبروں یا ان کے لیے مخبری کرنے والے ایجنٹوں کو پکڑ لیا یا اللہ نے آپ کو بذریعہ وحی کسی مخبر کے بارے میں اطلاع دے اور آپؐ نے اسے گرفتار کرایا تو آپؐ کا طرزِ عمل اس معاملے میں بھی آپؐ کے حسنِ اخلاق کا مکمل ترجمان رہا۔ آپؐ مخبروں کو قتل کرنے یا ان پر سختی کرنے کے قائل نہ تھے۔ آپؐ ان سے نرمی سے معلومات حاصل کرتے اور اگر وہ درست معلومات دے دیتے تو آپؐ ان سے مزید حسنِ سلوک فرماتے۔ اگر کوئی مخبر درست خبر کو چھپانے کی کوشش کرتا تو آپؐ سختی کی اجازت بھی دیتے تھے مگر اس کے لیے بھی حد سے تجاوز کی اجازت نہ تھی۔ اس کے برعکس اہلِ کفر کا رویہ یہ تھا کہ مخبر تو مخبر، وہ آنحضورؐ کے سفیروں تک کو شہید کر دیا کرتے تھے۔ اس کے باوجود ردِّ عمل میں آپؐ نے کبھی اپنے مقامِ رفیع سے فروتر کوئی عمل نہ کیا۔ یاربّ صلّ و سلّم علیہ۔

مسلمانوں نے مختلف ممالک فتح کیے۔ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں مالِ فے کی تقسیم کا مسئلہ سامنے آیا تو حضرت عمرؓ نے اسی پر پورا ایک مہینہ مشاورت کی اور آخر میں قرآن پاک کی سورہ حشر میں مالِ فے کے تذکرے نے ان کے ذہن کو حقیقت تک رسائی دے دی۔ چنانچہ انھوں نے فرمایا کہ ان آیات میں ''وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ'' اور وہ لوگ جو مہاجرین و انصار کے بعد آئیں گے، کے لیے بھی حصہ ہے اور اس کی صورت یہی ہے کہ مفتوحہ زمینوں کو ان کے مالکوں

Marfat.com

کے پاس رہنے دیا جائے اور ان سے خراج لیا جائے، تاکہ بیت المال میں بعد میں آنے والوں کے لیے بھی حصہ محفوظ ہو جائے۔ اس عظیم الشان فیصلے کا نتیجہ یہ نکلا کہ اسلام میں جاگیرداری نظام کو وجود نہ ملا۔ محترم جناب حافظ محمد ادریس صاحب نے حضرت عمرؓ کے اس فیصلے کا تذکرہ کرنے کے بعد اپنے دور کے حکمرانوں کا حال بیان کیا ہے کہ انھوں نے انگریزوں سے جاگیریں لے کر ملت فروشی کا جرم کیا اور اپنے دور میں سرکاری زمینوں کو رشوت کے طور پر جاگیرداروں اور مراعات یافتہ طبقات میں تقسیم کیا۔ یوں جاگیرداروں کے نئے گروہ کو وجود بخشا۔ اس سلسلہ میں حافظ صاحب تحریر فرماتے ہیں: ''ہم محض اشاراتی انداز میں چند امور بالاختصار نذر قارئین کرنا چاہتے ہیں۔ آرمی کے پاس اپنی تربیت اور دیگر امور مثلاً ڈیری فارمنگ، زراعت وغیرہ کے لیے ستر ہزار ایکڑ رقبہ جبکہ فوجی افسران کی ذاتی ملکیت میں اڑسٹھ لاکھ ایکڑ اراضی ہے۔ فوج کے ادارے نے اسے باقاعدہ اپنا قانونی اور جائز حق دے رکھا ہے۔ فوجیوں کی ریٹائرمنٹ اور بعض اوقات سروس کے دوران یہ زمینیں ان کے نام الاٹ ہو جاتی ہیں اور دوران سروس حصہ نہ مل سکے تو ریٹائرمنٹ کے بعد انھیں ان کا یہ حق مل جاتا ہے لیکن اللہ کے ایک درویش صفت بندے، جماعت اسلامی سے منسلک [فوجی افسر] جنرل محمد حسین انصاری کو ایک وسیع رقبہ پیش کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ میں نے اپنی ملازمت کا معاوضہ لے لیا ہے، یہ زمین میرا استحقاق نہیں ہے لہٰذا میں اسے رد کرتا ہوں۔''

(ملاحظہ ہو ص ۸۱-۸۴)

اسلامی تہذیب

کتاب میں اسلامی اور غیر اسلامی تہذیب کا موازنہ کرتے ہوئے کہا گیا کہ نبی ﷺ نے اور صحابۂ کرام نے مقدسات اور مذاہب کی کتب اور عبادت خانوں کو کبھی بھی نقصان نہیں پہنچایا۔ چنانچہ خیبر کے مختلف قلعوں سے نبی اکرم ﷺ کو جو مال غنیمت ملا اس میں بڑی تعداد میں توراۃ کے نسخے بھی تھے۔ ہر چند کہ توراۃ تحریف شدہ کتاب ہے اور اس زمانہ میں بھی یہود کے پاس جو توراۃ تھی اس کا حقیقی توراۃ سے برائے نام ہی تعلق تھا۔ قرآن مجید میں بہت تفصیل سے بتایا گیا

Marfat.com

ہے کہ یہودیوں نے اللہ کے کلام کو خواہشات نفس کے تحت اس حد تک بدل دیا تھا کہ حقیقت مکمل طور پر خرافات میں کھو گئی، اس کے باوجود چونکہ توراۃ یہودیوں کے نزدیک ان کی کتاب مقدس ہے، اس لیے توراۃ کی کسی مسلمان نے کوئی بے حرمتی نہ کی۔ نبی اکرم سے یہودیوں نے درخواست کی کہ توراۃ کے تمام نسخے انھیں واپس دیے جائیں تو آپؐ نے ان کے مطالبے پر بلا تامل تمام نسخے ان کے حوالے کر دیے۔'' مسلمانوں کی پوری تاریخ میں کبھی کسی مذہب کے مقدسات اور عبادت خانوں کو کوئی نقصان نہ پہنچایا گیا۔ اس کے مقابلے میں دوسرے مذاہب کے پیروکاروں نے مقدسات اور عبادت خانوں کے علاوہ دیگر مذاہب کی کتب مقدسہ کی ہمیشہ بے حرمتی کی ہے۔ قرآن مجید پر تو آج بھی دشمنان اسلام مسلسل حملہ آور ہیں۔ حضور ختمی مرتبتؐ نے ہر جنگ کے موقع پر صحابہ کرام کو یہ تلقین فرمائی کہ مقدسات، یعنی کسی بھی مذہب کی عبادت گاہوں اور ان کی کتب اور ان کے تمام دینی شعائر کو جنگ کی دستبرد سے محفوظ رکھنا۔ فی الحقیقت انسانیت کو تہذیب تو ملی ہی انبیاء کرام سے ہے اور اس کی تکمیل نبوت کی تکمیل کی طرح محمد رسول اللہ پر ہوئی ہے۔ اس موقع پر جب '' گوانتانا موبے'' میں قرآن مجید کی بے حرمتی اور صلیبیوں اور صہیونیوں کی دیدہ دلیری پوری دنیا نے دیکھ لی ہے اور '' چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر'' کی تصویر کے ساتھ بزعم خود مہذب، یہ درندے ننگے ہو گئے ہیں۔ (ص ۳۳۲-۳۳۳)

ایک جانب یہ عظیم الشان اسوۂ نبوی و تعاملِ امتِ مسلمہ دیکھیں اور دوسری جانب آج کے یہود و ہنود اور صلیبی و صہیونی درندوں کی اسلام دشمنی، بالخصوص امریکہ کے شیطان صفت، ملعون پادری، ٹیری جونز کے قرآن مجید کو نذرِ آتش کرنے کی قبیح حرکت ملاحظہ فرمائیں۔ یہ دونوں نمونے آمنے سامنے ہیں۔ اب لوگ آسانی سے فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کس تہذیب کو باقی رہنا چاہیے اور کسے ختم ہو جانا چاہیے۔ دونوں تہذیبوں نے اپنے اپنے وجود کے بقا اور فنا کے دلائل عملاً عالمِ بشریت کے سامنے رکھ دیے ہیں۔ اسلام باقی رہنے والا دین اور تہذیب ہے اور یہودیت اور کفر و شرک فنا کے گھاٹ اتر جانے والے نظام اور تہذیبیں ہیں۔

Marfat.com

کتاب کے اس حصہ [سوم] میں غزوات بمقابلہ یہودِ مدینہ، صلح حدیبیہ، غزوۂ خیبر، غزوۂ موتہ اور دیگر چھوٹے بڑے غزوات اور سرایا بمقابلہ عرب مشرک وعرب مسیحی قبائل کا تفصیلی بیان ہے۔ ان غزوات اور سرایا سے جو احکام ومسائل مستنبط ہوتے ہیں ان کو بھی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ کتاب غزوات وسرایا کے باب میں سند کی حیثیت رکھتی ہے اور کتب احادیث میں مغازی کا جو تفصیلی ذکر کیا گیا ہے اس کی مستند تشریح بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس عظیم کاوش کو بابرکت اور بارآور فرمائے اور امت مسلمہ کو نبی ﷺ کی جہادی زندگی کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنے کی توفیق سے نوازے۔ ہماری یہ بھی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کی بدولت جناب حافظ محمد ادریس صاحب کو دنیا وآخرت میں اجرِ عظیم عطا فرمائے اور اس علمی کام کی بدولت ان کے علم وعمل میں اضافہ اور مزید چمک دمک پیدا فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

(مولانا) عبدالمالک

صدر جمعیت اتحاد العلماء، پاکستان

[شیخ القرآن والحدیث] جامعہ مرکز علوم اسلامیہ، منصورہ

(مورخہ ۶/اپریل ۲۰۱۱ء مطابق ۲/جمادی الاولیٰ ۱۴۳۲ھ)

Marfat.com

تعارف

سیرت رسولؐ ایسا موضوع ہے جو قیامت تک اپنی اہمیت اور ایمان افروز واقعات کی وجہ سے تروتازہ رہے گا۔ آنحضورؐ ہی کا یہ مقام و مرتبہ ہے کہ آپؐ پر یہ مصرع مکمل طور پر صادق آتا ہے

ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

آنحضورؐ حاصلِ کائنات اور تخلیقِ ربانی کا تاج ہیں۔ آپؐ کی سیرت پر اتنا کچھ لکھا گیا ہے کہ اس کا احاطہ و شمار ممکن نہیں۔ آپؐ کی زندگی اور بعثت کا مقصد قرآن مجید میں دینِ حق کا مکمل غلبہ اور نفاذِ اسلام کی تکمیل ہے۔ اظہارِ دین کا یہ حکم قرآن مجید میں تین مقامات پر آیا ہے۔

وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے پوری جنسِ دین پر غالب کر دے خواہ مشرکوں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔ (التوبہ ۹:۳۳، الصف ۶۱:۹)

وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اُس کو پوری جنسِ دین پر غالب کر دے اور اس حقیقت پر اللہ کی گواہی کافی ہے۔ (الفتح ۴۸:۲۸)

آپؐ نے زبان اور تلوار دونوں سے جہاد کر کے یہ کٹھن فرض ادا کر دیا۔ اسلام میں شعبہ قتال کا جہادی پہلو بالخصوص بہت نمایاں ہے۔ آپؐ نے اظہار دین کے لیے دعوت و تبلیغ کا حق بھی بطریق احسن ادا کیا مگر اس کے ساتھ جہاد کے میدانوں میں بھی عظیم کارنامے سرانجام دیے، جس کی کوئی مثال انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔ ختم الرسلؐ کی زندگی کا یہ پہلو اپنے اندر یہ سبق لیے ہوئے ہے کہ اسلام میں قتال کا مقصد قتل و غارت گری او ظلم و زیادتی نہیں بلکہ ظلم کا خاتمہ اور فتنہ و فساد کا انسداد ہی اس کا اصل مقصد ہے۔ اسی کے نتیجے میں دکھی انسانیت کو اس کے حقوق ملتے ہیں اور قوت کے بل بوتے پر انسانوں کو اپنا غلام بنانے والوں کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، ان کافروں سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین پورا کا پورا اللہ کے لیے ہو جائے۔ پھر اگر وہ فتنہ سے رُک جائیں تو ان کے اعمال کا دیکھنے والا اللہ ہے۔ (الانفال ۸:۳۹)

اس موضوع پر راقم کی کتاب رسول رحمتؐ تلواروں کے سائے میں ایک طالب علمانہ

Marfat.com

کاوش۔ میں اسے دربارِ رسالت مآب میں عقیدت کے پھول پیش کرنے کی ایک سعادت تصور کرتا ہوں۔ کتاب کا پہلا حصہ ۱۹۹۱ء میں چھپا تھا جبکہ دوسرا حصہ ۱۹۹۴ء میں منظر عام پر آیا۔ احباب نے اس سلسلے کو جو پذیرائی بخشی وہ محض اللہ کا کرم اور سیرتِ نبوی کی برکات ہیں۔ احباب بار بار اصرار کرتے تھے کہ تکمیل موضوع کے لیے یہ سلسلہ آگے بڑھانا چاہیے۔ عدیم الفرصتی اور دیگر مختلف وجوہات سے یہ کام مسلسل تاخیر کا شکار ہوتا رہا۔ اب کئی سالوں کے بعد اللہ نے اس موضوع پر کام کرنے کی توفیق دی ہے تو کتاب کا تیسرا حصہ پیشِ خدمت ہے۔ اس حصے میں یہود و نصاریٰ کے علاوہ بعض مشرک عرب قبائل کے مقابلے پر لڑی جانے والی غزوات و سرایا کا بھی تذکرہ ہے۔ کتاب کے چوتھے حصے پر جب بھی اللہ نے توفیق دی کام شروع کر دیا جائے گا۔ احباب سے مخلصانہ دعاؤں کی درخواست ہے۔

اس حصے کی تیاری میں ادارہ معارف اسلامی کے تمام رفقا نے بھرپور تعاون کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اس کا بہترین اجر دے۔ مولانا عبدالوکیل علوی صاحب، حامد علی فاروق صاحب، مولانا گل زادہ شیر پاؤ صاحب کے علاوہ ہمارے صاحبِ علم بھائی مولانا واسطی صاحب کے قیمتی مشورے بھی اس کتاب کی تالیف و تصنیف میں شامل رہے ہیں، فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔ اس حصے کا پیش لفظ محترم امیر جماعت سید منور حسن صاحب نے تحریر فرمایا ہے اور تقریظ استادِ محترم حضرت مولانا عبدالمالک دامت برکاتہ، کے رشحاتِ قلم کا ثمرہ ہے۔ دونوں بزرگوں کی محبت و سرپرستی ہمیشہ حاصل رہی ہے۔ میں ان کا خصوصی طور پر ممنون ہوں۔ قارئین بالخصوص اہل علم حضرات سے درخواست ہے کہ کتاب میں جہاں کہیں کوئی غلطی محسوس کریں تو اس کی نشان دہی فرما کر شکریے کا موقع دیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو رسول اللہ ﷺ کے نقشِ قدم پر چلنے کی سعادت بخشے۔

حافظ محمد ادریس

ڈائریکٹر ادارہ معارف اسلامی

منصورہ، لاہور

Marfat.com

باب اوّل

یہودِ مدینہ

Marfat.com

اللہ کا آخری پیغام

جھوٹے خداؤں کے لیے پیغامِ موت

نبی مہربان صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی زندگی میں مسلسل جدوجہد کرنا پڑی۔ آپؐ نے جزیرہ نمائے عرب اور اس کے گردونواح کی تمام قوتوں تک اپنی دعوت بھی پہنچائی اور انتہائی خیر خواہی کے ساتھ انھیں سلامتی کا راستہ اختیار کرنے کی ترغیب بھی دی۔ آپؐ کا پیغام محبت واخوت کا پیغام تھا اور باطل قوتوں نے اس پیغام کے بین السطور یہ حقیقت دیکھ لی تھی کہ یہ انسانیت کی آزادی کا ایک نعرہ ہے، انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نکالنے کا منشور ہے اور جمے جمائے تخت الٹا کر جھکلا ہوں کے سروں سے تاج الٹانے کا ڈول ڈالا جا رہا ہے۔ نیز خدمت گزار، بے کس، بے نوا اور جانوروں کی طرح سے ہانکے جانے والے عوام کو تخت نشینوں کے برابر مقام دینے کی نوید ہے، گویا اس بات کا اعلان ہے کہ

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آزری

ظاہر ہے کہ مراعات یافتہ اشرافیہ اور حکمرانی کا خناس دماغوں میں بٹھائے ہوئے طبقات کیسے اس بات کو قبول کرتے اور ٹھنڈے پیٹوں برداشت کرتے۔ اس کے نتیجے میں کشمکش کا برپا ہونا لازمی امر تھا۔ اس کشمکش کا ایک دور وہ تھا جب اہلِ حق کو حکم تھا کہ ''کُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ یعنی ظلم سہتے جاؤ مگر اپنے ہاتھ روکے رکھو'' (سورۃ النساء ۴:۷۷)۔ پھر وہ دور آیا جس میں ارشاد فرمایا: ''اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰي نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُۨ'' (سورۃ الحج ۲۲:۳۹) یعنی اجازت دے دی گئی ان لوگوں کو جن کے خلاف جنگ کی جا رہی ہے کیونکہ وہ مظلوم ہیں اور اللہ یقیناً اُن کی مدد پر قادر ہے''۔

Marfat.com

غزوات وسرایا

اس اذن کے بعد مسلسل جنگیں ہوئیں، خون بہا، دست و بازو بھی آزمائے گئے، قلب وجگر اور اعصاب کا بھی امتحان ہوا اور آخر یہ حقیقت واضح ہوتی چلی گئی کہ کسے باقی رہنا ہے اور کسے مٹ جانا ہے۔ حق کا مقدر بقا و دوام اور باطل کی قسمت تباہی و بربادی قرار پائی۔ آنحضورؐ کی سیرت کا یہ پہلو جس میں ضرب وحرب کی ایمان افروز داستانیں محفوظ ہیں، مغازی کہلاتا ہے اور یہ تاریخِ اسلام کا بہت اہم باب ہے۔ ہجرت مدینہ کے بعد آپؐ کے خلاف جنگ کا آغاز مشرکینِ مکہ نے کیا تھا لیکن اس کے بعد دیگر قوتیں بالخصوص یہودی قبائل بھی اس میدان میں کود پڑے۔ ہم اس سے قبل بعض دیگر جنگوں کا تذکرہ اس کتاب کی جلد اول و دوم میں کر چکے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب میں کچھ مشرک قبائل کے ساتھ ہونے والی جنگوں کا ذکر بھی آئے گا لیکن زیادہ تر اس میں اہلِ کتاب یہود ونصاریٰ کے ساتھ جنگوں کے حالات لکھنا مقصود ہے۔ اس کا پس منظر جاننے کے لیے اہلِ کتاب کے اس دور کے حالات وظروف کے تعارف کے ساتھ ان کی تاریخ کی چند جھلکیاں بھی ضروری ہیں۔

محمد بن عبداللہ سے محمدؐ رسول اللہ تک

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں اپنے ہم قبیلہ لوگوں کے درمیان تھے۔ ان لوگوں نے حضورؐ کی پوری زندگی از روزِ اول تا بعثت (بعمر چالیس سال) بہت قریب سے دیکھی تھی۔ وہ آنحضورؐ کی ذات وصفات کی جملہ خوبیوں اور محاسن سے بخوبی آگاہ تھے۔ وہ محمد بن عبداللہ پر مکمل اعتماد کرتے، ان سے محبت کرتے، ان کے فیصلوں کو خوش دلی سے قبول کرتے اور انھیں صادق وامین کہتے تھے۔ جوں ہی چالیس سال کی عمر میں حضور اکرمؐ کے سر پہ تاجِ نبوت رکھا گیا، پوری قوم میں ایک تہلکہ مچ گیا۔ بقول مولانا حالی مرحوم

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

Marfat.com

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی
عرب کی زمین جس نے ساری ہلادی

مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت

محمد بن عبداللہ جس قوم کا محبوب تھا، محمدؐ رسول اللہ اسی قوم کو گوارا نہ ہوئے۔ بہر حال مکی زندگی کے ۱۳ سالہ دورِ نبوت میں دعوت و تبلیغ کی بادِ صبا بھی چلتی رہی اور مخالفتوں کی بادِ سموم اور ظلم و ستم کے طوفانی جھکڑ بھی اپنا زور لگاتے رہے۔ سعید روحیں چھن چھن کر شمع رسالت کے گرد جمع ہوتی چلی گئیں اور قافلۂ حق ایک حقیقت کا روپ دھارنے لگا۔ ظلم کی چکی میں پستے ہوئے اہلِ حق کو حبشہ کی جانب بھی ہجرت کرنا پڑی اور پھر یثرب میں بھی پناہ لینا پڑی۔ یثرب کو مدینۃ النبیؐ بن جانے کا عظیم شرف حاصل ہو گیا۔ نبی مہربانؐ صحابہ کے بعد خود بھی یہاں تا ابد بسنے کے لیے تشریف لے آئے۔ مدینہ میں پہلی بار آپؐ کو اہلِ کتاب سے براہِ راست واسطہ پڑا اور کئی معاملات طے کرنا پڑے۔ آپؐ نے ان کے ساتھ معاہدے بھی کیے، جن کا تذکرہ آگے آئے گا۔ یہودِ مدینہ نے ان معاہدوں کا کبھی ذرا بھر پاس نہ کیا۔ ان کی خباثتیں ان جنگوں پر منتج ہوئیں جو ہماری اس کتاب کا موضوع ہیں۔

یہود، ایک شر انگیز گروہ

یہود کے مقابلے میں نبی اکرمؐ کے یہ غزوات سیرت کی کتابوں میں نقل ہوئے ہیں، کم و بیش ان تمام غزوات کا تذکرہ قرآن و سنت میں بھی ملتا ہے۔ ان جنگوں کا حال بیان کرنے سے قبل یہودیوں کا مختصر تاریخی تعارف نیز ان کے مدینہ اور حجاز میں آنے کا پس منظر بھی جاننا مفید رہے گا۔

بنی اسرائیل، حضرت موسیٰ کے دور میں بھی اپنی بدطینتی کی وجہ سے اللہ کی لعنت و پھٹکار کے مستحق قرار دیے گئے تھے۔ آنحضورؐ کے دور میں ان کی شیطنت اس وجہ سے دو آتشہ ہو گئی تھی کہ وہ اپنے زعمِ باطل میں یہ سمجھتے تھے کہ جس نبی کی بشارتیں دی گئی ہیں اور جس کی آمد متوقع ہے، وہ ان کی قوم یعنی بنی اسرائیل میں سے ہوگا۔ جب آخری نبی بنو اسماعیل میں سے مبعوث ہوئے تو ہر وقت آمادۂ شر رہنے والی یہ قوم سیخ پا ہو گئی۔ اس کے باوجود نبی رحمتؐ نے ان کے ساتھ آخری حد تک افہام

Marfat.com

وتفہیم، عفوو درگزر اور بقائے باہمی کی فضا پیدا کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اس کے جواب میں ان کی طرف سے کبھی کوئی خیر برآمد نہ ہوا۔ یہ شر کے علم بردار تھے، اس لیے ہر آئے دن ان کے شر سے اہلِ ایمان کو اور سب سے زیادہ نبیِ مہربانؐ کو سابقہ پیش آتا رہتا تھا۔ ان کے مقابلے پر جتنی جنگیں ہوئیں، سب انھی کی شرارتوں کے سبب ہوئیں۔ ان سب جنگوں میں ان کی شیخی خاک میں ملی اور یہ رسوا اور ذلیل ہوئے۔ اللہ کا ارشاد ہے: ''یقیناً ذلیل ترین مخلوقات میں سے ہیں وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ کرتے ہیں''۔ (سورۃ المجادلہ ۵۸:۲۰)

بنی اسرائیل، معانی اور تاریخ

بنی اسرائیل اور یہودی دو معروف اصطلاحات ہیں۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے، ان کے ساتھ آنحضورؐ کی جنگوں کا حال بیان کرنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کا کچھ تعارف بھی قارئین کی خدمت میں پیش کر دیا جائے۔ بنی اسرائیل کا معنی اسرائیل کی اولاد ہے اور اسرائیل عبرانی زبان میں حضرت یعقوبؑ کا نام ہے، جس کا معنی ہے عبداللہ یعنی اللہ کا بندہ۔ سیدنا یعقوبؑ کو یہ نام بطور لقب اللہ کی طرف سے عطا کیا گیا تھا۔ حضرت یعقوبؑ سیدنا ابراہیمؑ خلیل اللہ کے پوتے اور حضرت اسحاقؑ کے بیٹے تھے۔ اللہ نے سیدنا یعقوبؑ کو کافی اولاد بخشی۔ ان کی اولاد میں ان کے بارہ بیٹوں کا ذکر ملتا ہے جو چار بیویوں کے بطن سے تھے۔ ان کے نامور بیٹے حضرت یوسفؑ نبی بھی تھے اور اپنے وقت کے حکمران بھی۔ حضرت یوسفؑ کی سیرت قرآن مجید میں اللہ کے ایک مثالی بندے اور سچے نبی کی حیثیت سے محفوظ کر دی گئی ہے جو ہر لحاظ سے عظمت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔ سیدنا یوسفؑ کا نام تو قرآن مجید میں کئی مقامات پر آیا ہے لیکن سورۃ یوسف تو پوری کی پوری انھی کی سیرت کا جامع بیان ہے۔

گمراہ کن تصورات

حضرت یوسفؑ کی سیرت کو پڑھتے ہوئے آپؑ کے تمام بھائیوں کا کردار بھی سامنے آتا ہے جو نہ صرف یہ کہ قابلِ رشک نہیں بلکہ انتہائی مذموم ہے۔ تعجب ہوتا ہے کہ کس گھرانے میں انھوں نے آنکھ

Marfat.com

کھولی اور کیسا طرزِ عمل اپنایا۔ بہرحال یہ قانونِ فطرت ہے کہ انسانی نسل میں عظیم لوگوں کے ہاں بعض اوقات انتہائی پستی میں گر جانے والی اولاد جنم لیتی ہے اور بعض اوقات انتہائی پستی میں گرے ہوئے لوگوں کے ہاں اعلیٰ ترین مدارج پر فائز ہونے والی شخصیات آنکھ کھولتی ہیں۔ حضرت نوحؑ اور ان کے بیٹے کا واقعہ، سیدنا ابراہیمؑ اور ان کے باپ کا قصہ، اس کی نمایاں مثالیں ہیں۔ جناب یعقوبؑ کا لقب، اللہ کا بندہ ہے لیکن یہودیوں کی گستاخانہ ذہنیت اور گمراہ کن تصورات ملاحظہ فرمائیے کہ وہ لکھتے ہیں ''اسرائیل یعنی خدا سے زور آزمائی کرنے والا''۔ ان کی بے ہودہ خرافات میں بیان کیا گیا ہے کہ یعقوبؑ نے اللہ سے بھی کشتی لڑی اور مغلوب نہ ہوئے، پھر فرشتے سے کشتی لڑی اور اسے چت کر دیا۔ یہ ساری باتیں یہودیوں اور عیسائیوں کی کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو یہودیت و نصرانیت از مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ صفحہ ۲۰، مطبوعہ اسلامک پبلشرز، طباعت نومبر ۱۹۷۶ء)

اللہ کے سچے انبیا

جس قوم کے ہاں اللہ اور فرشتوں کے بارے میں یہ تصورات ہوں، اس کے اخلاق و کردار کو جاننے کے لیے کسی لمبے چوڑے مطالعے اور تحقیق کی ضرورت نہیں رہتی۔ آیئے اس کے مقابلے میں دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید نے حضرت یعقوبؑ کا کیا تعارف کرایا ہے۔ یوں تو کئی مقامات ان کی عظیم شخصیت کی وضاحت کرتے ہیں مگر سورۃ البقرہ میں موت کے وقت ان کی وصیت پر ایک نظر ڈالیں تو پتہ چلتا ہے کہ اللہ کا نبی اپنی شان اور مقام و مرتبے کے مطابق کتنی عظیم وصیت فرما رہا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے: يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ ۭ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝ (سورۃ البقرۃ ۲: ۱۳۲-۱۳۳) ''اس [یعقوبؑ] نے کہا تھا کہ میرے بچو، اللہ نے تمہارے لیے یہی دین پسند کیا ہے۔ لہٰذا مرتے دم تک مسلم ہی رہنا۔ پھر کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوبؑ اس دنیا سے رخصت ہو رہا تھا؟ اس نے مرتے وقت اپنے بیٹوں سے پوچھا: بچو، میرے بعد تم کس کی

Marfat.com

بندگی کرو گے؟ ان سب نے جواب دیا: ہم اسی ایک خدا کی بندگی کریں گے جسے آپؑ نے، آپؑ کے بزرگوں ابراہیمؑ، اسماعیلؑ اور اسحاقؑ نے خدا مانا ہے، اور ہم اُسی کے مسلم ہیں''۔

اسی طرح حضرت یعقوبؑ بندے اور خدا کا تعلق واضح کرتے ہوئے اپنے لختِ جگر یوسفؑ کی گم شدگی کے وقت غم کی اتھاہ گہرائیوں میں بھی تعلق باللہ میں کوئی کمزوری نہیں آنے دیتے۔ برادرانِ یوسف کی طرف سے جھوٹا قصہ گھڑ لینے پر کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا ہے اور یہ رہا اس کا خون آلود قمیص، انھوں نے ان کے جھوٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا '' بلکہ تمھارے نفس نے تمھارے لیے ایک بڑے کام کو آسان بنا دیا۔ اچھا میں صبر کروں گا اور صبر جمیل، جو بات تم بنا رہے ہو اس پر اللہ ہی سے مدد مانگی جاسکتی ہے''۔ (سورۃ یوسف ۱۲:۱۸)

ایک اور موقع پر برادرانِ یوسف جب بن یامین کو اپنے ساتھ مصر لے جانے اور غلہ حاصل کرنے کے لیے سیدنا یعقوبؑ سے بات کرتے ہیں اور حضرت یعقوبؑ ان سے عہد لیتے ہیں تو فرماتے ہیں'' دیکھو! ہمارے اس قول پر اللہ نگہبان ہے''۔ پھر ان سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں '' میرے بچو! مصر کے دارالسلطنت میں ایک دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ مختلف دروازوں سے جانا۔ مگر میں اللہ کی مشیت سے تم کو نہیں بچا سکتا، حکم اس کے سوا کسی کا بھی نہیں چلتا، اسی پر میں نے بھروسہ کیا، اور جس کو بھی بھروسہ کرنا ہو اسی پر کرے'' (سورہ یوسف ۱۲:۶۷)۔ جب بن یامین کے مصر میں گرفتار کر لیے جانے کی خبر ملتی ہے تو اس وقت بوڑھے غم زدہ یعقوبؑ کی زبان پر پھر بے ساختہ یہ الفاظ آ جاتے ہیں۔'' میں اپنی پریشانی اور اپنے غم کی فریاد اللہ کے سوا کسی سے نہیں کرتا' اور اللہ سے جیسا میں واقف ہوں تم نہیں ہو''۔ (سورہ یوسف ۱۲:۸۶)

قرآن جس یعقوبؑ سے قارئین کو واقف کراتا ہے وہ تو واقعی اللہ کے برگزیدہ نبی کی حیثیت سے سامنے آتے ہیں جبکہ اسرائیلی خرافات میں جو کچھ بھی کہا گیا ہے، وہ انتہائی لچر، توہین آمیز اور حقائق کو مسخ کر دینے کی بدترین جسارت ہی کہلا سکتی ہے۔ حضرت یعقوبؑ کے لقب اسرائیل کی وجہ سے ان کی اولاد کو بنی اسرائیل کہا گیا اور یہ ان کے بارہ بیٹوں کی اولاد تھی، جن کی

Marfat.com

نسبت سے حضرت موسیٰ کے عہد میں مصر کے دورِ غلامی سے نکلنے کے وقت سمندر میں بارہ راستے بنا دیے گئے۔ صحرائے سینا میں پیاس سے بچنے کے لیے معجزانہ طور پر بارہ چشمے چٹان سے جاری کر دیے گئے اور دیگر بہت سارے معجزات رونما ہوئے۔

یہودیت؟

جہاں تک یہودیت کا تعلق ہے تو اس کی ابتدا حضرت یعقوبؑ کے ایک بیٹے یہوداہ کی نسبت سے ہوئی اور وہی اس کی وجہِ تسمیہ ہے۔ اس کے متعلق سید مودودیؒ تحریر فرماتے ہیں:

اصل دین جو حضرت موسیٰ اور ان سے پہلے اور بعد کے انبیاؑ لائے تھے وہ تو اسلام ہی تھا۔ ان انبیاؑ میں سے کوئی بھی یہودی نہ تھا اور نہ ان کے زمانے میں یہودیت پیدا ہوئی تھی۔ یہ مذہب اس نام کے ساتھ بہت بعد کی پیداوار ہے۔ یہ اُس خاندان کی طرف منسوب ہے جو حضرت یعقوب علیہ السلام کے چوتھے بیٹے یہوداہ کی نسل سے تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد جب ان کی سلطنت دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئی تو یہ خاندان اُس ریاست کا مالک ہوا جو یہودیہ کے نام سے موسوم ہوئی، اور بنی اسرائیل کے دوسرے قبیلوں نے اپنی الگ ریاست قائم کر لی جو سامریہ کے نام سے مشہور ہوئی۔ پھر اسیریا نے نہ صرف یہ کہ سامریہ کو برباد کر دیا بلکہ ان اسرائیلی قبیلوں کا بھی نام و نشان مٹا دیا جو اس ریاست کے بانی تھے۔ اس کے بعد صرف یہوداہ اور اس کے ساتھ بن یامین کی نسل ہی باقی رہ گئی جس پر یہوداہ کی نسل کے غلبے کی وجہ سے یہود کے لفظ کا اطلاق ہونے لگا۔ اس نسل کے اندر کاہنوں اور ربیوں اور احبار نے اپنے اپنے خیالات اور رجحانات کے مطابق عقائد و رسوم اور مذہبی ضوابط کا جو ڈھانچہ صد ہا برس میں تیار کیا اس کا نام یہودیت ہے۔ یہ ڈھانچہ چوتھی صدی قبل مسیح سے بننا شروع ہوا اور پانچویں صدی بعد مسیح تک بنتا رہا۔ اللہ کے رسولوں کی لائی ہوئی ربانی ہدایت کا بہت تھوڑا ہی عنصر اس میں شامل ہے، اور اس کا حلیہ بھی اچھا خاصا بگڑ چکا ہے۔ اسی بنا پر قرآن مجید میں اکثر مقامات پر ان کو اَلَّذِیْنَ هَادُوْا کہہ کر خطاب کیا گیا ہے، یعنی اے وہ لوگو جو یہودی بن کر رہ گئے ہو۔ ان میں سب کے سب اسرائیلی ہی نہ تھے بلکہ وہ غیر اسرائیلی لوگ بھی تھے، جنھوں نے یہودیت قبول کر لی تھی۔ قرآن میں

Marfat.com

جہاں بنی اسرائیل کو خطاب کیا گیا ہے، وہاں بنی اسرائیل کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور جہاں مذہب یہود کے پیروؤں کو خطاب کیا گیا ہے وہاں ''اَلَّذِیْنَ هَادُوْا'' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

(بحوالہ یہودیت و نصرانیت ص ۲۱۔۲۲)

گھناؤنی تاریخ

یہود کی تاریخ بہت طویل بھی ہے اور انتہائی گھناؤنی بھی۔ صرف قرآن مجید کے متعلقہ مقامات جہاں بنی اسرائیل کا اپنے انبیاؑ کے ساتھ طرزِ عمل بیان کیا گیا ہے، وہاں ان کے ظلم وستم اور اللہ کے احکام کے خلاف بغاوت، انبیا کو اذیتیں پہنچانا اور قتل تک کر دینا ایسے قبیح جرائم ہیں جن کا کسی شریف قوم سے صدور تصور میں بھی نہیں لایا جاسکتا۔ پھر خود یہودیوں کی اپنی کتابوں کے اندر انبیائے کرام کی توہین پر مشتمل جو طویل تحریریں موجود ہیں، جن میں انبیا پر نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ بدکاری تک کے الزامات لگائے گئے ہیں، ان کی موجودگی میں کون یہ توقع کرسکتا ہے کہ اس قوم سے کبھی خیر برآمد ہوگا۔ انسانی اقدار سے مکمل طور پر عاری یہ قوم ہمیشہ نوعِ انسانی کے لیے باعثِ عذاب وشر ہی ثابت ہوئی ہے۔ آج بھی پوری دنیا صیہونی ریاست کے مظالم اور شرپسندی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے مگر المیہ یہ ہے کہ کسی میں ہمت نہیں جو ان کا ہاتھ روک سکے۔

نبی مہربانؐ نے اپنے دور میں انھیں اہلِ کتاب کی حیثیت سے ہمیشہ مراعات دیں مگر جواب میں سانپ اور بچھو کی طرح ان سے خیر کی بجائے شر ہی برآمد ہوا۔ ان کے مقابلے پر لڑی گئی جنگوں میں سے ہر ایک کا تاریخی پس منظر دیکھ کر کوئی غیر جانب دار اور غیر متعصب انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان حالات وظروف میں ان شرپسندوں کو مزید برداشت کرنا ممکن تھا۔

......❀❀❀......

Marfat.com

بنی اسرائیل کی احسان فراموشیاں

یہود کی ایذارسانیاں

نبی اکرم ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ کو یہودیوں نے اذیتیں پہنچائیں تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو تسلی دی کہ اس طرزِ عمل کا صدور اس بدبخت قوم کی طرف سے پہلی بار نہیں ہو رہا بلکہ ہر دور میں ان کی سرشت ایسی ہی رہی ہے۔ بنی اسرائیل کے سب سے بڑے محسن موسیٰ علیہ السلام ہیں، جنھوں نے انھیں غلامی کی دلدل سے نکالا اور قدم قدم پر اللہ کے عطا کردہ معجزات کے ذریعے ان کی مشکلات حل کرنے کی سبیل نکالی لیکن انھوں نے حضرت موسیٰؑ پر ایمان لانے سے گریز کیا۔قرآن مجید میں ارشاد ہے: ''(پھر دیکھو کہ) موسیٰؑ کو اس کی قوم میں سے چند نوجوانوں کے سوا کسی نے نہ مانا، فرعون کے ڈر سے اور خود اپنی قوم کے سر برآوردہ لوگوں کے ڈر سے (جنھیں خوف تھا کہ) فرعون اُن کو عذاب میں مبتلا کرے گا اور واقعہ یہ ہے کہ فرعون زمین میں غلبہ رکھتا تھا اور وہ ان لوگوں میں سے تھا جو کسی حد پر رکتے نہیں ہیں'' (سورۃ یونس ۱۰: ۸۳)۔سورۂ نساء میں ارشاد فرمایا: ''اے نبیؐ یہ اہلِ کتاب اگر آج تم سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ تم آسمان سے کوئی تحریر ان پر نازل کراؤ تو اس سے بڑھ چڑھ کر مجرمانہ مطالبے یہ پہلے موسیٰؑ سے کر چکے ہیں۔اس سے تو انھوں نے کہا تھا کہ خدا کو علانیہ دکھا دو اور اسی سرکشی کی وجہ سے یکایک ان پر بجلی ٹوٹ پڑی تھی۔ پھر انھوں نے بچھڑے کو اپنا معبود بنا لیا، حالانکہ یہ کھلی کھلی نشانیاں دیکھ چکے تھے۔اس پر بھی ہم نے ان سے درگزر کیا۔ہم نے موسیٰؑ کو صریح فرمان عطا کیا''۔(سورۃ النساء ۴: ۱۵۳)

سورۂ احزاب میں اہل ایمان کو متنبہ کرتے ہوئے حکم دیا گیا ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، ان لوگوں کی طرح نہ بن جاؤ جنھوں نے موسیٰؑ کو اذیتیں دی تھیں، پھر اللہ نے ان کی بنائی ہوئی

Marfat.com

باتوں سے اس کی برأت فرمائی اور وہ اللہ کے نزدیک باعزت تھا۔'' (سورۂ احزاب ۳۳:۶۹)۔
اس قوم کی نمک حرامیوں اور محسن کش طرزِ عمل سے دل برداشتہ ہو کر سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ایک باران سے جو خطاب فرمایا اس کے الفاظ ہیں: ''اور یاد کرو موسیٰ کی وہ بات جو اس نے اپنی قوم سے کہی تھی کہ اے میری قوم کے لوگو! تم کیوں مجھے اذیت دیتے ہو حالاں کہ تم خوب جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں؟ پھر جب انھوں نے ٹیڑھ اختیار کی تو اللہ نے بھی ان کے دل ٹیڑھے کر دیے، اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا''۔ (سورۂ صف ۶۱:۵)

احسان فراموش قوم

قرآن مجید کے اس بیان کے ساتھ بائبل کی ایک عبارت ملاحظہ فرمایئے: ''جب وہ فرعون کے پاس سے نکلے آرہے تھے تو ان کو موسیٰؑ اور ہارونؑ ملاقات کے لیے راستہ پر کھڑے ملے۔ تب انھوں نے ان سے کہا کہ خداوند ہی دیکھے اور تمھارا انصاف کرے، تم نے تو ہم کو فرعون اور اس کے خادموں کی نگاہ میں ایسا گھنونا کیا ہے کہ ہمارے قتل کے لیے ان کے ہاتھ میں تلوار دے دی ہے'' (بحوالہ یہودیت و نصرانیت، صفحہ ۳۴)۔ تلمود میں بھی اس احسان فراموش اور بد طینت گروہ کا حال بیان ہوا ہے جس کے مطابق بنی اسرائیل نے سیدنا موسیٰؑ اور سیدنا ہارونؑ کا تذکرہ یوں کیا: ''ہماری مثال تو ایسی ہے جیسے ایک بھیڑیے نے بکری کو پکڑا اور چرواہے نے آکر اس کو بچانے کی کوشش کی اور دونوں کی کش مکش میں بکری کے ٹکڑے اڑ گئے۔ پس اسی طرح تمھاری اور فرعون کی کھینچ تان میں ہمارا کام تمام ہو کر رہے گا''۔ (بحوالہ ایضاً، صفحہ ۳۵)

اللہ کا ساتھ

حضرت موسیٰؑ نے فرعون کے ساتھ سخت حالات میں کمال جرأت اور مضبوط اعصاب کے ساتھ مقابلہ کیا۔ وہ آپؑ کو قتل کرنے کی دھمکیاں دیتا تھا تو جواب میں آپؑ خود کو اللہ کی پناہ میں دے دیتے تھے اور اس ظالم کے مقابلے میں اللہ نے ان کی جس طرح حفاظت کی، وہ تاریخ کا بہت ہی ایمان افروز باب ہے۔ اس طویل جدوجہد کے بعد موسیٰؑ جب اپنی قوم کو ساتھ لے کر مصر

Marfat.com

سے نکلے اور بحرِ احمر کو عبور کرنے کا مرحلہ پیش آیا تو اس دوران فرعون اپنے لاؤ لشکر سمیت تعاقب کرتا ہوا ان کے پیچھے آ دھمکا۔ اب منظر یہ تھا کہ سامنے سمندر اور پیچھے دشمن کا لشکر! اب پھر بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ کو کوسنا شروع کر دیا کہ تم نے ہمیں مروا دیا۔ ہم پکڑے گئے ہیں نہ آگے جا سکتے ہیں نہ پیچھے پلٹ سکتے ہیں۔ اس کے جواب میں سیدنا موسیٰ نے بڑے اطمینان سے کہا: ''ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ میرے ساتھ میرا رب ہے۔ وہ ضرور میری راہ نمائی فرمائے گا''۔ اس موقع پر وحی کے ذریعے اللہ نے حضرت موسیٰ کو حکم دیا کہ اپنا عصا سمندر پر ماریں۔ پھر یہ عظیم معجزہ رونما ہوا کہ سمندر میں بارہ خشک راستے بن گئے اور سمندر کا پانی پہاڑ کی طرح اوپر معلق ہو گیا۔ بعد میں جب فرعون اور اس کا لشکر اس مقام پر پہنچے تو انھوں نے بھی اپنے گھوڑے خشک راستوں پر ڈال دیے۔ اس دوران بنی اسرائیل کا آخری آدمی بھی سمندر عبور کر کے خشکی پر پہنچ چکا تھا۔ اب پانی کو حکم ہوا کہ اپنی اصلی حالت پر چلا جائے اور یوں فرعون اور اس کی تمام فوجیں غرقِ آب ہو گئیں۔ (تفصیلات کے لیے دیکھیے سورۃ الشعراء ۲۶:۶۶-۵۲)

صحرا نوردی کے چالیس سال

اب اتنے بڑے ایمان افروز منظر کو آنکھوں سے دیکھ لینے کے بعد تو کوئی انتہائی بدبخت اور کوئی کافر ہی اپنی ہٹ دھرمی اور انکار پر جما رہ سکتا تھا۔ یہ کھلا معجزہ دیکھ لینے کے بعد بھی اس قوم کا حال یہ تھا کہ جب حضرت موسیٰ نے انھیں ارضِ مقدسہ میں داخل ہونے کے لیے ساتھ چلنے کی دعوت دی تو وہاں قابض بنو عمالقہ کا خوف ان پر مسلط ہو گیا اور انھوں نے پوری ڈھٹائی کے ساتھ اللہ کے نبی کا حکم ماننے سے انکار کر دیا بلکہ یہاں تک کہا ''تم اور تمھارا رب دونوں جاؤ اور دشمن سے لڑو ہم یہاں بیٹھے رہیں گے''۔ ان کے اسی جرم کی پاداش میں انھیں چالیس سال تک وادی تیِہ میں ذلت و رسوائی کے ساتھ ٹھوکریں کھانے کے لیے چھوڑ دیا گیا (تفصیلات کے لیے دیکھیے سورۃ المائدہ ۵:۲۶-۲۰)۔ چونکہ اللہ کے نبی ان کے درمیان موجود تھے اور چند مخلص اہلِ ایمان بھی اس گروہ میں پائے جاتے تھے، اس لیے ایسی صریح نافرمانی کے باوجود اللہ نے اس دشت نوردی کے زمانے میں ان پر من و

Marfat.com

سلوٰی نازل کیا اور پیاس بجھانے کے لیے معجزانہ طور پر چٹان سے بارہ چشمے جاری کر دیے لیکن ان کے نخرے دیکھیے کہ انھوں نے سیدنا موسیٰ کو زچ کرنے کے لیے کہا کہ ہم ایک ہی طرز کا کھانا کھاتے کھاتے تنگ آ گئے ہیں۔ ہم مزید یہ نہیں کھا سکتے، ہمیں سبزیاں، ترکاریاں، کھیرا، ککڑی، ساگ، گیہوں، لہسن، پیاز اور دال فراہم کیجیے۔ حضرت موسیٰ نے ان کے اس طرزِ عمل پر اظہارِ افسوس کیا اور اللہ فرماتا ہے کہ ذلت وخواری اور پستی و بدحالی [ان کی بغاوت کی وجہ سے] ان پر مسلط ہوگئی اور وہ اللہ کے غضب میں گھر گئے۔ (تفصیلات کے لیے دیکھیے سورۃ البقرۃ ۲:۶۱-۶۰)

گوسالہ پرستی

یہیں تک بس نہیں، پے در پے انبیاؑ مبعوث ہونے کے باوجود اس قوم کی اخلاقی، اعتقادی اور عملی پستی کا یہ عالم ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ اللہ کے حکم سے کوہِ طور پر تشریف لے گئے اور وہاں چالیس دن رات گزارے تو پیچھے اس قوم نے فتنۂ سامری میں مبتلا ہو کر بچھڑے کی پرستش شروع کر دی۔ شاید آج کے دور میں یہود و ہنود کے درمیان باہمی محبت اور دوستی کا ایک مشترک سبب گائے اور بچھڑے کی پرستش بھی ہو۔ ان کی گوسالہ پرستی کا ذکر قرآن مجید میں سورۃ البقرہ آیت نمبر ۵۱، سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۴۸۔ ۱۵۰ اور سورۃ طٰہٰ آیت ۸۳۔ ۹۷ میں تفصیلاً آیا ہے۔ یہ اس قدر نمک حرام قوم تھی کہ جناب موسیٰؑ کے پیچھے ان کے بھائی اور وقت کے نبی حضرت ہارونؑ ان کے درمیان موجود تھے مگر ان کے گوسالہ پرستی سے منع کرنے پر یہ لوگ انھیں قتل کرنے پر تل گئے تھے۔ (سورۃ الاعراف ۷:۱۵۰)

کج بحث قوم

بنی اسرائیل ایک ٹیڑھی، بدمزاج اور کٹ حجت قوم تھی۔ حضرت موسیٰؑ سے یہ مطالبہ کہ ہم اللہ کو کھلی آنکھوں سے دیکھنا چاہتے ہیں نیز جب انھیں گائے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تو اس پر مسلسل کج بحثی کا طرزِ عمل ان کے بہت سے جرائم میں سے چند ایک ہیں۔ قرآن مجید میں تو ان کے جرائم کی اس سے کہیں زیادہ تفصیلات موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نبی اکرمؐ کو تسلی دیتے ہوئے فرماتا

Marfat.com

ہے کہ "بلاشبہ یہ آپ کو اذیتیں پہنچاتے ہیں۔ الٹے سیدھے سوال کرتے رہتے ہیں مگر اس سے قبل یہ موسیٰؑ سے اس سے بھی بڑھ چڑھ کر مجرمانہ مطالبات کرتے رہے ہیں اور ان کے جرائم میں یہ جرم بھی کچھ کم نہیں کہ انھوں نے پاک دامن مریم پر بہت بڑا بہتان لگایا اور کفر میں اس حد تک بڑھ گئے کہ بڑے دھڑلے سے اپنے سینے پر ہاتھ مار کر کہنے لگے، ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم، اللہ کے رسول کو قتل کر دیا ہے" (تفصیلات کے لیے دیکھیے سورۃ النساء ۴:۱۵۷-۱۵۳)۔ نبی اکرمؐ کا دل بڑا اور ظرف اعلیٰ تھا۔ آپؐ نے ان لوگوں کی اذیتیں بڑے حوصلے سے برداشت کیں لیکن جب اللہ نے خود فیصلہ فرما دیا کہ اب اس شجرِ خبیثہ کو جڑ سے اکھاڑ دیا جائے تو پھر آنحضورؐ نے ان کے خلاف اقدام کیا۔

عظیم حکمرانی، سنہرا دور

بنی اسرائیل کے درمیان بڑے بڑے طاقتور حکمران بھی پیدا ہوئے، جنھوں نے کافی وسیع خلافت قائم کی لیکن بحیثیت مجموعی اس قوم پر ادبار و غلامی ہی مسلط رہی۔ ان کے حکمرانوں میں حضرت یوسفؑ کے بعد طالوت اور داؤد و سلیمان علیہما السلام کی حکومتیں قابلِ ذکر ہیں۔ اس عرصے کو سنہری دور کہا جا سکتا ہے جس کے دوران پورے خطے میں ان صالح حکمرانوں کی پاک بازی، انصاف اور حکومتِ الٰہیہ کے قیام کی برکات سے پوری انسانیت نے فائدہ اٹھایا مگر سچی بات یہ ہے کہ خود بنی اسرائیل کی سرشت میں اس عظیم نعمت کی برکات سرایت نہ کر سکیں۔ اللہ کے احکام کی خلاف ورزی اور انبیائے کرام سے گستاخیاں انھیں لے ڈوبیں۔ بنی اسرائیل کا افتراق و اختلاف بھی ان کے زوال کا بنیادی سبب تھا۔ قانونِ الٰہی کی علانیہ خلاف ورزی، یوم سبت کی بے حرمتی کے لیے حیلے اور کتاب اللہ کے اندر تحریف ان کے بڑے بڑے جرائم ہیں۔ مختلف ادوار میں انبیائے کرام ان کو ان بری حرکتوں پر ٹوکتے رہے مگر ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ حضرت حزقی ایل (۵۹۵ تا ۵۳۶ ق۔م)، حضرت الیاس (۸۷۵ تا ۸۵۰ق۔م) اور حضرت سموئیل (۱۰۰۰ق۔م)، سبھی کو یہودیوں نے بہت ستایا۔ ان کے تذکرے یہودیوں کی کتابوں میں اب

Marfat.com

بھی موجود ہیں۔ حضرت سموئیل کا ذکر قرآن مجید کی سورۃ البقرہ میں ہے مگران کا نام بیان نہیں کیا گیا جب کہ حضرت الیاس کا نام کئی جگہوں پر آیا ہے اور قدرے تفصیلی تعارف سورۃ الصّٰفّٰت کی آیات ۱۲۳ تا ۱۳۲ میں ہے۔

تفرقہ اور انحطاط

داوٗدؑ (۱۰۰۴ تا ۹۶۵ ق۔م) اور سلیمانؑ (۹۶۵ تا ۹۲۶ ق۔م) کا سنہری دور بیت گیا تو یہ سلطنت دو ٹکڑوں میں بٹ گئی۔ ایک کا نام اسرائیل تھا جس کا پایۂ تخت سامریہ قرار پایا اور دوسری کا نام یہودیہ تھا جس کا پایۂ تخت یروشلم تھا۔ دونوں ریاستیں اخلاق و کردار کے لحاظ سے اس حد تک گریں کہ زنا اور شراب کے ساتھ ساتھ بت پرستی بھی عام ہوگئی۔ اس کے نتیجے میں گرد و نواح کے حکمرانوں نے ان ریاستوں پر حملے شروع کر دیے۔ اشور کے بادشاہ صاربون نے سامریہ کو ۷۲۱ ق۔م میں فتح کر کے ہزاروں اسرائیلیوں کو موت کے گھاٹ اتارا اور کئی ہزار کو غلامی کا طوق پہنایا۔ دوسری ریاست یہودیہ کے حکمرانوں کے بھی ایسے ہی لچھن تھے چنانچہ ان کو بابل کے بادشاہ بُخت نَصَّر نے ۵۹۸ ق۔م میں پے در پے شکستیں دے کر ملیامیٹ کر دیا۔ اسی حملے میں یروشلم کھنڈرات میں تبدیل ہوا۔ ہیکل سلیمانی کو پیوندِ خاک کر دیا گیا اور بنی اسرائیل عبرت کا نشان بن کر رہ گئے۔

حضرت مسیحؑ اور حضرت یحییٰؑ کے ساتھ سلوک

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بعد میں یہ لوگ مجتمع ہوئے اور کہیں کہیں ان کی حکومتیں قائم ہوئیں۔ حضرت عیسیٰ اور یحییٰ علیہما السلام کے دور میں یہودیوں کی بدعنوان و بدکردار حکومتیں ان دونوں انبیاؑ کی جان کے درپے ہوئیں اور حضرت عیسیٰؑ کو انھوں نے بزعم خویش پھانسی لگا یا جنھیں فی الحقیقت اللہ نے معجزانہ طور پر آسمان پر زندہ اٹھالیا۔ حضرت یحییٰؑ کو یہودی فرمانروا ہیرو دانیٹی پاس نے شہید کروایا۔ ان کی شہادت کا واقعہ مختلف انجیلوں میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس واقعہ کو سید مودودیؒ نے بھی تفہیم القرآن جلد سوم سورۃ مریم، حاشیہ نمبر ۱۲، صفحہ ۶۲۔ ۶۱ پر تحریر فرمایا ہے۔ ہم

Marfat.com

مولانا ہی کی کتاب یہودیت و نصرانیت سے مختصر طور پر یہ واقعہ نذرِ قارئین کر رہے ہیں:

ان [حضرت یحییٰؑ] کے عہد کا یہودی فرمانروا، ہیرو دانٹی پاس، جس کی ریاست میں وہ دعوتِ حق کی خدمت انجام دیتے تھے، سرتاپا رومی تہذیب میں غرق تھا اور اس کی وجہ سے سارے ملک میں فسق و فجور پھیل رہا تھا، اس نے خود اپنے بھائی فلپ کی بیوی ہیرو دیاس کو اپنے گھر میں ڈال رکھا تھا۔ حضرت یحییٰ نے اس پر ہیرود کو ملامت کی اور اس کی فاسقانہ حرکات کے خلاف آواز اٹھائی۔ اس جرم میں ہیرود نے ان کو گرفتار کر کے جیل بھیج دیا۔ تاہم وہ ان کو ایک مقدس اور راستباز آدمی سمجھ کر ان کا احترام بھی کرتا تھا اور پبلک میں ان کے غیر معمولی اثر سے ڈرتا بھی تھا لیکن ہیرو دیاس یہ سمجھتی تھی کہ یحییٰ علیہ السلام جو اخلاقی روح قوم میں پھونک رہے ہیں وہ لوگوں کی نگاہ میں اس جیسی عورتوں کو ذلیل کیے دے رہی ہے۔ اس لیے وہ ان کی جان کے درپے ہوگئی۔ آخر کار ہیرو دیاس کی سالگرہ کے جشن میں اس نے وہ موقع پالیا جس کی وہ تاک میں تھی۔ جشن کے دربار میں اس کی بیٹی نے خوب رقص کیا، جس پر خوش ہو کر ہیرود نے کہا۔ ''مانگ کیا مانگتی ہے''؟ بیٹی نے اپنی فاحشہ ماں سے پوچھا کیا مانگوں؟ ماں نے کہا کہ یحییٰ کا سر مانگ لے۔ چنانچہ اس نے ہیرود کے سامنے ہاتھ باندھ کر عرض کیا مجھے یوحنا بپتسمہ دینے والے کا سر ایک تھال میں رکھوا کر ابھی منگوا دیجیے۔ ہیرود یہ سن کر بہت غمگین ہوا، مگر محبوبہ کی بیٹی کا تقاضا کیسے رد کر سکتا تھا۔ اس نے فوراً قید خانے سے یحییٰ علیہ السلام کا سر کٹوا کر منگوایا اور ایک تھال میں رکھوا کر رقاصہ کی نذر کر دیا۔ (بحوالہ یہودیت و نصرانیت صفحہ ۱۵۹)

اب ہر شخص بخوبی اندازہ کر سکتا ہے کہ اس قماش اور بود و باش کے لوگوں سے کسی مروت، انسانیت، اخلاق و کردار اور عدل و انصاف کی توقع کیسے کی جاسکتی ہے۔ ایسے لوگوں سے حضور نبی پاک کو مدینہ میں واسطہ پڑا تھا۔ ان بدبختوں کا بس چلتا تو اللہ کے آخری نبیؐ کے ساتھ بھی حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ جیسا سلوک کرتے مگر اللہ نے اپنے نبی کو ان کے شر سے محفوظ فرمایا اور انھیں رسوا کر کے تاریخ میں عبرت کا نشان بنا کر رکھ دیا۔

Marfat.com

مدینہ میں یہود و مسلم تعلقات

یثرب کی آبادی

یثرب سرسبز و شاداب علاقہ ہے جو بالخصوص کھجور کے باغات کے لیے مشہور رہا ہے۔ اس علاقے میں بسنے والے عرب بھی زمانہ قدیم میں مختلف علاقوں سے یہاں منتقل ہوئے تھے اور یہودی بھی یہاں کی اصلی آبادی نہیں بلکہ مختلف حادثات اور تاریخی سانحات کے نتیجے میں وہ وقتاً فوقتاً یہاں آتے رہے۔ زمانۂ جاہلیت میں ان دونوں کے باہمی تعلقات کبھی دوستی اور کبھی دشمنی میں ڈھلتے رہے۔ یہ علاقہ کثیر القومیت اور کثیر المذاہب خطہ تھا۔ آنحضورؐ کی بعثت کے چند سال بعد اسلام کا پیغام اور روشنی یثرب تک پہنچ گئی۔ آہستہ آہستہ یہاں کے دونوں قبائل اوس اور خزرج کے لوگ اسلام میں داخل ہوتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ ان لوگوں نے تمام خطرات کو نظر انداز کرتے ہوئے نبی مہربانؐ اور ان کے صحابہؓ کو اس شہر میں آنے اور مستقل مقیم ہو جانے کی دعوت دی۔ آنحضورؐ اور صحابہؓ کی ہجرت تاریخِ اسلام کا ایک نمایاں واقعہ ہے۔ اسی سے ہماری ہجری تقویم شروع ہوئی اور یہ واقعہ کم و بیش ہر مسلمان کے ذہن میں مستحضر ہے۔

ہجرتِ نبوی کے بعد مدینہ مختلف اقوام و مذاہب کا مسکن بنا اور آنحضورؐ کی موثر قیادت میں اس نے ایک منظّم معاشرے اور ریاست کی شکل اختیار کی۔ یوں مدینہ میں تمام معاشرتی، مذہبی اور قومیتی اکائیوں کے درمیان ایک تحالف کی فضا پیدا ہوئی۔ اس فضا کو اگر قائم رکھا جاتا تو یہودی امن سے رہتے مگر وہ اپنی سرشت کے مطابق امن و سلامتی کے بجائے فتنہ و فساد کی تلاش میں رہا کرتے تھے۔ یہودیوں کی اس علاقے میں آمد کے پیچھے بھی مختلف تاریخی واقعات کارفرما ہیں۔ ذیل کی سطور میں ہم اس کا مختصر تاریخی پس منظر بیان کریں گے۔ قرآن مجید میں یہودیوں کی تاریخ

Marfat.com

پر بہت جامع تبصرے فرمائے گئے ہیں۔

فسادات عظیم

قرآن مجید میں یہودیوں کے دو فسادات عظیم کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ قرآن کے الفاظ میں اس کا نقشہ ملاحظہ فرمائیں: ''آخر کار جب ان میں سے پہلی سرکشی کا موقع پیش آیا، تو اے بنی اسرائیل، ہم نے تمھارے مقابلے پر اپنے ایسے بندے اٹھائے جو نہایت زور آور تھے۔ اس کے بعد ہم نے تمھیں ان پر غلبے کا موقع دے دیا اور تمھیں مال اور اولاد سے مدد دی اور تمھاری تعداد پہلے سے بڑھا دی۔ دیکھو! تم نے بھلائی کی تو وہ تمھارے اپنے ہی لیے بھلائی تھی اور برائی کی تو وہ تمھاری اپنی ذات کے لیے برائی ثابت ہوئی۔ پھر جب دوسرے وعدے کا وقت آیا تو ہم نے دوسرے دشمنوں کو تم پر مسلط کیا تاکہ وہ تمھارے چہرے بگاڑ دیں اور مسجد (بیت المقدس) میں اسی طرح گھس جائیں جس طرح پہلے دشمن گھسے تھے اور جس چیز پر ان کا ہاتھ پڑے اسے تباہ کر کے رکھ دیں (سورۂ بنی اسرائیل ۱۷: ۴ تا ۸)۔

پہلا فساد

پہلا تو بخت نصر کے دور میں رونما ہوا اور دوسرا ۶۴۱ء میں وقوع پذیر ہوا، جس میں رومی سلطنت کے ایک سخت گیر حکمران نے انھیں کچلنے کا حکم دیا اور ۷۵ء میں یروشلم کو فتح کر کے تباہی مچا دی۔ ایک لاکھ تینتیس ہزار افراد مارے گئے، سڑسٹھ ہزار کو گرفتار کر کے غلام بنا لیا گیا۔ ان کے علاوہ بھی ہزاروں لوگوں کو مختلف بااثر لوگوں کی غلامی و تحویل میں دیا گیا، اس مرتبہ بھی ہیکل سلیمانی کو مسمار کیا گیا۔ واضح رہے کہ یہ ہیکل سلیمانی بخت نصر کے ہاتھوں پہلی تباہی کے بعد ذوالقرنین نے دوبارہ تعمیر کروایا تھا۔ اس نیک دل بادشاہ کا تذکرہ قرآن مجید کی سورۃ الکہف کی آیات نمبر ۸۳ سے ۱۰۱ تک ملتا ہے۔ تاریخ میں اس جیسے عادل حکمران چند ایک ہی ہوئے ہیں۔ یہ بڑا خداترس حاکم تھا جس کا دورِ حکمرانی ۵۴۵ ق۔م سے لے کر ۵۳۰ ق۔م تک پھیلا ہوا ہے۔ اسی نے بابل کی حکومت کو پے در پے شکستیں دے کر ملیامیٹ کر دیا اور پھر یروشلم کو آزادی دلوانے کے بعد اپنے خرچ پر ہیکل سلیمانی کی تعمیر کا حکم دیا۔ گویا اس پہلے فساد کو ذوالقرنین نے فرو کیا۔

Marfat.com

دوسرا فساد

دوسرا فساد رومی سلطنت کے ہاتھوں ۶۳ء میں نمودار ہوا اور ان حملہ آوروں نے بنی اسرائیل کو مار مار کر اس علاقے سے یوں بھگا دیا کہ وہ ساری دنیا میں صدیوں تک در بدر ٹھوکریں کھاتے رہے۔ دوسرے فساد کے بعد یہودی مسلسل دو ہزار سال تک کہیں بھی سر نہ اٹھا سکے اور یہ ہیکل مقدس اس کے بعد تعمیر ہی نہ ہو پایا۔ گزشتہ صدی کے آغاز سے عالمی صہیونی تنظیمیں اور سود خور یہودی لابی ارض فلسطین پر قبضہ کرنے کے لیے مسلسل جوڑ توڑ کر رہی تھیں۔ امریکہ، برطانیہ اور دیگر مغربی قوتوں کی مشترکہ کوشش اور سازش سے بالآخر یہ منصوبہ گزشتہ صدی کے وسط میں کامیاب ہو گیا اور عالمِ اسلام کے دل میں اسرائیل کا سرطان پیوست کر دیا گیا۔ ہیکل سلیمانی جو تاریخ کی تہوں میں دفن تھا، اب یہودی اسے تعمیر کرنے کے لیے مسجد اقصیٰ اور دوسری مساجد و مقدسات کو ڈھانے پر تلے ہوئے ہیں۔

دیارِ عرب کا رخ

جس دوسرے فساد اور قتل عام کا اوپر تذکرہ ہوا ہے، اس کے بعد یہودی مختلف علاقوں کی طرف تتر بتر ہو گئے۔ انھیں جس علاقے نے اپنے دامن میں پناہ دی، یہ عمومی طور پر بنو اسماعیل اور بنو قحطان کا علاقہ تھا یعنی حجاز مقدس اور جزیرہ نمائے عرب۔ یہاں آ کر بھی ان لوگوں نے جو گل کھلائے وہ یہ ہیں کہ اپنے محسنین کے خلاف مسلسل سازشیں کیں، انھیں آباد، سرسبز و شاداب اور چشموں کے ساتھ واقع زمینوں سے عجیب و غریب سازشوں کے ذریعے محروم کیا۔ اپنے سودی مالیاتی نظام کے ذریعے ان لوگوں کو ترغیب دے کر اپنے جال میں پھانس لیا اور پھر معاشی برتری حاصل کر لینے کے بعد ہر معاملے میں اپنا تسلط اور چودھراہٹ قائم کر لی۔ آج بھی دنیا پر یہودی معمولی اقلیت ہونے کے باوجود اپنی سازشوں، جوڑ توڑ، میڈیا اور سودی مالیاتی نظام کی بدولت قابض ہیں۔

یہود کی فتنہ سامانیاں

سرزمین عرب پر بسنے والے یہودی قبائل کی ایک دوسری انتہائی خطرناک اور شاطرانہ چال یہ تھی کہ وہ مختلف عرب قبائل کو آپس میں جدال و جدال اور قتل و قتال میں دھکیل دیتے تھے۔ عربوں

Marfat.com

کی سادہ لوحی کہیے یا عاقبت نااندیشی کہ وہ یہودیوں کے معاشی و عسکری ہتھکنڈوں کو ناکام بنانے کے بجائے بری طرح ان کا شکار ہوگئے۔ جو یہودی قبائل ان علاقوں میں آئے تھے، ان میں بنوقُرَیظہ، بنونَضِیر، بنوقینُقاع اور بنوبہَدَل خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ قبائل یثرب اور اس کے آس پاس کے علاقے میں آباد ہوئے اور عملاً تمام معاملات کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اس کے علاوہ تبوک، تیماء، وادی القریٰ، فدک اور خیبر بھی انھی کے زیر تسلط تھے۔ ان قبائل میں سے بنوقینقاع، بنونضیر اور بنوقریظہ کے ساتھ یکے بعد دیگرے مسلمانوں کی لڑائیاں ہوئیں اور ہر لڑائی میں ذلت و رسوائی اور شکست یہودیوں کا مقدر ٹھہری۔ یہودیوں نے یہاں اپنی قیادت و سیادت کے جو جھنڈے گاڑ رکھے تھے وہ اسلام کی آمد کے ساتھ ہی متزلزل ہوگئے۔ جب یثرب کے لوگ اسلام کی دعوت سن کر اس کی طرف مائل ہوئے تو یہودیوں کے کان کھڑے ہوگئے۔ وہ بہت تلملائے اور ہزار جتن کیے مگر اسلام کی دعوت دلوں کو مسخر کرتی چلی گئی تا آنکہ اہلِ یثرب نے پیغمبرِ اسلام اور ان کے ساتھیوں کے لیے اپنے شہر اور دل کے دروازے کھول دیے۔

حضورؐ کی دانش مندی اور دور اندیشی

آنحضورؐ کی مکہ سے ہجرت اور مدینہ آمد سے یہودیوں کے ہاں صفِ ماتم بچھ گئی۔ وہ آنحضورؐ کو بخوبی جانتے اور پہچانتے تھے مگر ان بدبختوں نے آپؐ کو تسلیم کرنے کے بجائے آپؐ کے خلاف معاندانہ محاذ بنانے اور آپؐ کو ناکام بنانے کی مہلک روش اپنائی۔ اس کے نتیجے میں یہ اپنے جال میں خود ہی پھنس گئے اور ہر آنے والا دن ان کے لیے ناکامی، مایوسی اور ذلت واد بار کا پیغام لاتا رہا۔ نبی اکرمؐ نرم دلی، عفو و درگزر اور وسیع الظرفی کا اعلیٰ نمونہ تھے، آپ محسنِ انسانیت ہیں۔ اس کے ساتھ آپؐ اللہ رب العزت کی عطا کردہ روشنی اور وحی ربانی سے مالا مال تھے۔ آپؐ امت کے راہ بر کی حیثیت سے انتہائی بیدار مغز اور دور اندیش مدبر تھے۔ جب آپؐ مدینہ پہنچے تو آپؐ نے دو عظیم الشان کام کیے۔ ایک ملتِ اسلامیہ کے درمیان مواخات یعنی بھائی چارے کا قیام جس میں انصار و مہاجرین آپس میں بھائی بنے اور سچی بات یہ ہے کہ خونی رشتے داریوں اور

Marfat.com

حقیقی بھائیوں سے بھی زیادہ اس تعلق کو احترام و تقدس حاصل ہوا۔ یہ اسلام کی برکات تھیں جس نے اس خودغرض اور اخلاق سے عاری قوم کو اتنی بلندی اور رفعت عطا کر دی تھی۔ دوسرا مدینہ اور اس کے گرد و نواح کی بستیوں کے تمام باشندوں کے درمیان معاہدہ تھا قطع نظر اس کے کہ ان کا مذہب اور قبیلہ کیا ہے۔ یہ باقاعدہ ایک تحریری دستاویز تھی جسے میثاقِ مدینہ کا نام دیا گیا۔ یہ دونوں کام انتہائی اعلیٰ درجے کی قائدانہ صلاحیتوں کا بہترین مظہر ہیں۔

میثاقِ مدینہ

میثاقِ مدینہ کا مطالعہ یہ بتانے کے لیے کافی ہے کہ اس نوزائیدہ ریاست کے قیام کے وقت پر عمرانی معاہدہ پوری آبادی کی متفقہ دستاویز تھی۔ یہ مکمل رضا کارانہ معاہدہ تھا جس میں کسی قسم کا جبر و اکراہ عمل پذیر نہ تھا۔ اس معاہدے کا متن پیش کرتے ہوئے قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری تحریر فرماتے ہیں:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے پہنچ کر ہجرت کے پہلے ہی سال یہ مناسب خیال فرمایا کہ جملہ اقوام سے ایک معاہدہ بین الاقوامی اصول پر کر لیا جائے تاکہ نسل اور مذہب کے اختلاف میں بھی قومیت کی وحدت قائم رہے اور سب کو تمدن و تہذیب میں ایک دوسرے سے مدد و اعانت ملتی رہے"۔

اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔ "اس معاہدہ کے جستہ جستہ فقرات درج کیے جاتے ہیں:

۱۔ یہ معاہدہ ہے محمد النبیؐ کی جانب سے مسلمانوں کے درمیان جو قریشی یا یثرب کے باشندہ ہیں اور ان لوگوں کے درمیان جو مسلمانوں کے ساتھ ملے ہوئے اور کاروبار میں ان کے ساتھ شامل ہیں۔ [یعنی یہود و مشرکین]

۲۔ کہ یہ سب لوگ ایک ہی قوم سمجھے جائیں گے۔

۳۔ بنی عوف کے یہودی مسلمانوں کے ساتھ ایک قوم ہیں۔

۴۔ اور جو کوئی اس معاہدہ کرنے والی قوموں کے ساتھ جنگ کرے گا تو اس کے خلاف سب کے سب مل کر کام کریں گے۔ مسلمان اس کی نصرت کریں گے۔

Marfat.com

۵۔ معاہد اقوام کے باہمی تعلقات، باہمی خیر خواہی، خیر اندیشی اور فائدہ رسانی کے ہوں گے، ضرر اور گناہ کے نہ ہوں گے۔

۶۔ جنگ کے دنوں میں یہودی مسلمانوں کے ساتھ [جنگی] مصارف میں شامل رہیں گے۔

۷۔ یہودیوں کی دوست دار قوموں کے حقوق یہودیوں کے برابر سمجھے جائیں گے۔

۸۔ کوئی شخص اپنے معاہدے کے ساتھ مخالفانہ کارروائی نہ کرے گا۔

۹۔ مظلوم کی مدد و نصرت کی جائے گی۔

۱۰۔ مدینے کے اندر کشت و خون کرنا اس معاہدہ کرنے والی سب قوموں پر حرام ہوگا۔

۱۱۔ زنہاری [ان فریقوں کے پڑوس اور امان میں مقیم لوگ] بھی معاہد قوموں جیسے سمجھے جائیں گے۔

۱۲۔ اس معاہدہ کی قوموں کے اندر اگر کوئی ایسی نئی بات یا جھگڑا پیدا ہو جائے جس میں فساد کا خوف ہو تو اس کا فیصلہ خدا اور اس کے رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سمجھا جائے گا''۔

(بحوالہ رحمۃٌ لِّلعَالَمین از قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری، جلد اول، صفحہ ۱۲۹۔۱۲۸)

قاضی سلمان منصور پوری اپنی کتاب میں میثاق مدینہ کا متن درج کرنے کے بعد دیگر قبائل سے کیے گئے معاہدوں کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں:

گرد و نواح کے قبائل پر معاہدہ کی توسیع

''اس معاہدہ پر مدینے کی تمام آباد قوموں کے دستخط ہو گئے۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چاہا کہ گرد و نواح کے قبیلوں کو بھی اسی معاہدہ میں شامل کر لیا جائے۔ اس سے دو فائدے ہوں گے۔

۱۔ جو خانہ جنگی قبائل کے درمیان ہمیشہ جاری رہتی اور خلقِ خدا کے خون سے خدا کی زمین کو رنگین کرتی رہتی ہے۔ اس کا انسداد ہو جائے۔

۲۔ قریش مکہ ان لوگوں کو جن سے معاہدہ ہو جائے گا، مسلمانوں کے خلاف برانگیختہ نہ کر سکیں گے۔

الف: اس مبارک اور امن بخش ارادہ سے نبیؐ نے ہجرت کے پہلے ہی سال وڈان تک (جو مکہ اور

Marfat.com

مدینے کے درمیان ہے) سفر فرمایا اور قبیلہ بنی حمزہ بن بکر بن عبد مناف کو اس معاہدہ میں شریک کر لیا۔ اس عہد نامہ پر عمرو بن فحشی الضمری نے دستخط کیے تھے۔

ب۔ اسی ارادہ سے بماہ ربیع الاول ۲ھ خدا کا نبیؐ رضوی کی طرف گیا اور کوہ بواط کے لوگوں کو شریک معاہدہ کر لیا۔

ج۔ اسی سنہ میں بماہ جمادی الآخری آنحضرتؐ ذی العشیرہ تشریف لے گئے۔ یہ مقام ینبوع اور مدینے کے درمیان ہے اور بنو مدلج سے معاہدہ فرما کر مدینے تشریف لائے۔

اس مبارک ارادے کی تکمیل کے لیے اگر کافی وقت مل جاتا تو دنیا پر آشکارا ہو جاتا کہ رحمۃ للعالمین دنیا میں تلوار چلانے کو نہیں، بلکہ صلح پھیلانے اور امن قائم کرنے کے لیے آیا ہے"۔ (ایضاً، صفحہ ۱۳۰)

یہ معاہدہ نہایت متوازن، مبنی بر انصاف اور ساری آبادی کے لیے یکساں تحفظ کا ضامن ہے۔ اس معاہدے کی خلاف ورزی کا یہودیوں کے پاس کوئی جواز نہ تھا مگر "خوئے بدرا بہانہ ہائے بسیار" کے مصداق ان بدبختوں نے پر امن ماحول کو پراگندہ کیا، سارے معاشرے کو مصائب میں جھونکا اور اپنی ذلت و رسوائی کو خود دعوت دی۔ ان پر آنے والے وقتوں میں جو عذاب پے در پے مسلط ہوتے رہے اس کے ذمہ دار یہ خود ہی تھے۔ ان کا انجام دیکھ کر یہی کہا جا سکتا ہے "فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ"!

......❀❀❀......

Marfat.com

یہود کا بدنما چہرہ

صلح جو، سلامتی کا داعیؐ

نبی اکرمؐ کو یہودیوں سے براہ راست سابقہ تو ہجرتِ مدینہ کے بعد ہی پیش آیا مگر بالواسطہ ان کی شرارتیں مکی دور میں بھی منظرعام پر آتی رہیں۔ معتبر روایات کے مطابق مشرکینِ مکہ کو یہودیوں نے کئی مرتبہ آنحضورؐ کے خلاف مختلف حربے استعمال کرنے کے لیے انگیخت کیا۔ سورہ یوسف کے شانِ نزول میں مفسرین نے بیان کیا ہے کہ اہلِ کتاب نے کفارِ مکہ کو مشورہ دیا کہ وہ آنحضورؐ سے یہ سوال کریں کہ بنی اسرائیل کا تم ذکر کرتے ہو کہ وہ مصر میں تھے، مصر میں کیسے چلے گئے وہ تو ان کا وطن نہیں ہے۔ ان کا خیال تھا کہ آنحضورؐ لاجواب ہو جائیں گے یا کسی سے پوچھنے کی کوشش کریں گے اور ان کا بھانڈا پھوٹ جائے گا مگر اللہ نے سورہ یوسف میں نہ صرف اس سوال کا جواب دیا بلکہ سوال پوچھنے اور انھیں اس پر آمادہ کرنے والوں سب منکرین کو بے نقاب بھی کر دیا۔ آیت نمبر ۷ میں ارشاد فرمایا: ''حقیقت یہ ہے کہ یوسفؑ اور اس کے بھائیوں کے قصہ میں ان پوچھنے والوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں''۔ پھر پورا واقعہ جس شان سے بیان کیا گیا ہے اس سے نہ صرف یہ معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل مصر میں کیسے گئے تھے بلکہ بنی اسرائیل اور کفارِ مکہ کو عبرت ناک انجام سے بھی متنبہ کر دیا۔

اسی طرح اہلِ کتاب نے قریشِ مکہ کو ایک موقع پر آنحضورؐ کا امتحان لینے کے لیے تین سوال سکھائے تھے:

۱۔ اصحاب کہف کون ہیں اور ان کی کیا حقیقت ہے؟

۲۔ واقعہ موسیٰ و خضر کیا ہے؟

Marfat.com

۳۔ ذوالقرنین کون تھا؟

اس پر بھی اللہ تعالیٰ نے سورہ کہف میں تینوں سوالوں کے شافی جواب بھی دیے اور ہر دو منکرین حق طبقات کو آئینہ بھی دکھا دیا۔ حضور پاک مصلح جو تھے اور اسلام کا تو معنی ہی سلامتی ہے۔ یہودیوں کی ان تمام اوچھی حرکتوں کے باوجود نبی اکرمؐ نے مدینہ آمد کے بعد ماحول کو پر امن بنانے کے لیے ان سے معاہدے کیے، جن میں سب سے اہم میثاقِ مدینہ ہے۔

یہود و منافقین گٹھ جوڑ

میثاقِ مدینہ ایک نہایت متوازن اور مبنی بر انصاف دستاویز تھی جو معاہدے میں شامل تمام فریقوں کے لیے باعثِ خیر و برکت اور سلامتی کی ضامن بھی تھی۔ یہودی یہ معاہدہ کر تو بیٹھے لیکن معاہدے کی سیاہی بھی خشک نہ ہوئی تھی کہ انھوں نے اپنی خباثتوں اور شرارتوں کا سلسلہ شروع کر دیا، آپس میں ایک دوسرے سے ملتے تو کہتے کہ کوئی راستہ ایسا نکالا جائے کہ ایمان لانے والوں کو ایمان سے برگشتہ کر سکیں۔ اس سلسلے میں سادہ دل اہلِ ایمان کو تو مختلف مذہبی روایات کے ذریعے پریشان کرتے مگر بھی مخلص اہلِ ایمان ان کی سازشوں کے باوجود اپنی ایمان کی روش کو ایک لمحہ چھوڑنے کے لیے تیار نہ ہوئے۔ البتہ منافقین کی صورت میں یہود کو ایک مضبوط جتھہ میسر آ گیا جو ظاہراً اسلام کا دم بھرتا تھا مگر عملاً ان کی تمام ہمدردیاں اسلام مخالف قوتوں کے ساتھ تھیں اور ان کے دلوں میں اسلام، اہلِ اسلام اور بالخصوص پیغمبر اسلام کے خلاف بغض و حسد کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ وقتاً فوقتاً ان کی زبان اور عمل سے اس کا اظہار بھی ہو جاتا تھا مگر پھر وہ اپنی جھوٹی قسموں کے ذریعے ایمان کا لبادہ اوڑھنے کی کوشش کرتے۔

یہودیوں کا دجل و فریب

یوں تو قرآن عظیم الشان میں کئی مقامات پر یہودیوں کی اسلام دشمن حرکات اور ان حرکات کو مذہبی رنگ دینے کا تذکرہ آیا ہے مگر ہم یہاں ایک آدھ مقام سے چند اقتباسات پیش کر رہے ہیں۔

Marfat.com

اہلِ کتاب میں سے ایک گروہ کہتا ہے کہ اس نبی کے ماننے والوں پر جو کچھ نازل ہوا ہے اس پر صبح ایمان لاؤ اور شام کو اس سے انکار کر دو، شاید اس ترکیب سے یہ لوگ اپنے ایمان سے پھر جائیں۔ نیز یہ لوگ آپس میں کہتے ہیں کہ اپنے مذہب والے کے سوا کسی کی بات نہ مانو۔ اے نبیؐ، ان سے کہہ دو کہ ''اصل میں ہدایت تو اللہ کی ہدایت ہے اور یہ اُسی کی دین ہے کہ کسی کو وہی کچھ دے دیا جائے جو کبھی تم کو دیا گیا تھا۔ یا یہ کہ دوسروں کو تمھارے رب کے حضور پیش کرنے کے لیے تمھارے خلاف قوی حجت مل جائے''۔ اے نبیؐ، ان سے کہو ''فضل و شرف اللہ کے اختیار میں ہے، جسے چاہے عطا فرمائے۔ وہ وسیع النظر ہے اور سب کچھ جانتا ہے، اپنی رحمت کے لیے جس کو چاہتا ہے مخصوص کر لیتا ہے اور اس کا فضل بہت بڑا ہے''۔ (سورہ آل عمران ۳: ۷۲-۷۴)

تم نے ان لوگوں کو بھی دیکھا جنھیں کتاب کے علم کا کچھ حصہ دیا گیا ہے؟ وہ خود ضلالت کے خریدار بنے ہوئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم بھی راہ گم کر دو۔ اللہ تمھارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے اور تمھاری حمایت و مددگاری کے لیے اللہ ہی کافی ہے۔ (سورہ النساء ۴: ۴۴-۴۵)

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھیں کتاب کے علم میں سے کچھ حصہ دیا گیا ہے اور ان کا حال یہ ہے کہ جبت اور طاغوت کو مانتے ہیں اور کافروں کے متعلق کہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں سے تو یہی زیادہ صحیح راستے پر ہیں۔ ایسے ہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور جس پر اللہ لعنت کر دے پھر تم اس کا کوئی مددگار نہیں پاؤ گے۔ کیا حکومت میں ان کا کوئی حصہ ہے؟ اگر ایسا ہوتا تو یہ دوسروں کو ایک پھوٹی کوڑی تک نہ دیتے۔ (سورہ النساء ۴: ۵۱-۵۳)

اندر باہر سازشیں

آخر ان اندر اور باہر کے دشمنوں نے اپنی ریشہ دوانیوں کے ذریعے اس معاہدے کو سبوتاژ کرنے کی خفیہ سازشیں شروع کر دیں۔ یہودیوں کی کئی مجلسوں میں ان کے سرغنے سر جوڑ کر بیٹھے تو ایک دوسرے کو ملامت کرتے ہوئے ہمیشہ یہی کہا کہ یہ معاہدہ کر کے ہم نے بڑی غلطی کی ہے۔ جس شخص کے ساتھ ہم نے معاہدہ کیا ہے وہ دیگر سرداروں اور قبائل کے سربراہوں سے بالکل مختلف ہے۔ وہ خود کو نبی کہلواتا ہے، جس سے اسے ایک تقدس حاصل ہو جاتا ہے۔ اس وجہ سے

Marfat.com

اس کی شخصیت کے سامنے کسی کا چراغ نہیں جل سکے گا اور عملاً ہم دوسرے درجے کے شہری بن کر رہ جائیں گے۔ ان کے نزدیک اس نئی قوت کو ختم کرنا بہت بڑی نیکی اور تاریخی کارنامہ تھا۔ ان لوگوں کو معلوم تھا کہ اسلام اور پیغمبر اسلام کو وہ اپنے بل بوتے پر ختم نہیں کر سکتے۔ ان کے نزدیک یہ کام مسلمانوں کے اندر رخنہ ڈالنے اور باہر سے کفر کی طاقتوں کو اسلام کے خلاف بھڑکانے ہی سے ممکن تھا۔ چنانچہ انھوں نے ہر دو محاذوں پر کام جاری رکھا۔

اخوتِ اسلامی اور یہود

یہودیوں نے اسلام کی آمد سے قبل ہمیشہ عرب قبائل بالخصوص مدینہ کے باشندوں اوس و خزرج کو باہمی جنگ و جدال میں الجھائے رکھا کہ یہی یہودیوں کی قوت اور عربوں کی کمزوری کا سب سے بڑا راز تھا۔ اب وہ دیکھ رہے تھے کہ اس نئے دین اور اس کے داعی کے طفیل متحارب گروہ آپس میں بھائی بھائی بن گئے ہیں، اس منظر نے خبیث یہودیوں کی نیندیں اڑا دی تھیں۔ انھوں نے وقتاً فوقتاً کئی مجالس میں پرانی جنگوں کے واقعات اور دونوں جانب کے شعرا کے انتہائی جذباتی اشعار کا تذکرہ کر کے اوس و خزرج کو پھاڑنے کی سبیلیں بھی نکالیں لیکن ایسے ہر موقع پر نبی اکرمؐ نے حالات کو سنبھالا دیا اور اللہ تعالیٰ بھی قرآن مجید میں ایسے ہر موقع پر اپنی آیات کے ذریعے اہلِ ایمان کی تذکیر کا سامان فراہم کرتا رہا۔ ایسے ہی ایک موقع کی کیفیت کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ''اے لوگو، جو ایمان لائے ہو، اگر تم نے ان اہلِ کتاب میں سے ایک گروہ کی بات مانی تو یہ تمھیں ایمان سے پھر کفر کی طرف پھیر لے جائیں گے۔ تمھارے لیے کفر کی طرف جانے کا اب کیا موقع باقی ہے جب کہ تم کو اللہ کی آیات سنائی جا رہی ہیں اور تمھارے درمیان اس کا رسولؐ موجود ہے؟ جو اللہ کا دامن مضبوطی کے ساتھ تھامے گا وہ ضرور راہِ راست پالے گا۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ تم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔ سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔ اللہ کے اس احسان کو یاد رکھو جو اس نے تم پر کیا ہے۔ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، اس نے تمھارے دل جوڑ دیے اور اس کے فضل و کرم سے تم بھائی بھائی بن گئے۔ تم آگ سے بھرے ہوئے ایک گڑھے کے کنارے کھڑے

Marfat.com

تھے، اللہ نے تم کو اس سے بچا لیا۔ اس طرح اللہ اپنی نشانیاں تمھارے سامنے روشن کرتا ہے شاید کہ ان علامتوں سے تمھیں اپنی فلاح کا سیدھا راستہ نظر آ جائے''۔ (سورۃ آل عمران ۳: ۱۰۳-۱۰۰)

مشترکہ دفاعی معاہدے کی خلاف ورزی

مسلمان یہودیوں کی سازشوں کو سمجھ چکے تھے لیکن اس کے باوجود شاطر یہود اس وقت تک اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے جب تک ان کی جڑ نہیں کاٹ دی گئی۔ یہودی چونکہ اپنی برتری سودی نظام کی بدولت قائم رکھے ہوئے تھے اور اب اسلام کے معاشی نظام کی شروعات کو دیکھ کر انھیں یقین ہو گیا تھا کہ سود کا مٹھ مار دیا جائے گا۔ اسی وجہ سے یہودیوں نے سوچا کہ ایک جانب اندر سے مسلمان معاشرے کو کھوکھلا کیا جائے اور دوسری جانب ہر چہار سمت میں پھیلی ہوئی اسلام دشمن قوتوں کو سلہ کرنے کی ترغیب دی جائے۔ چنانچہ انھوں نے مسلسل کئی ایسی حرکتیں کیں کہ عملاً اس معاہدے کو انھوں نے توڑ دیا۔ اس معاہدے میں واضح طور پر مدینہ کے مشترکہ دفاع کی شق شامل کی گئی تھی مگر جنگِ بدر میں یہودیوں کی نہ صرف ہمدردیاں قریش کے ساتھ تھیں بلکہ ان کے شعرا نے کھلم کھلا کفر کی حمایت اور اہل اسلام کی مذمت و ہجو میں اشعار لکھے۔ جنگِ بدر کے حالات ہم اپنی اس کتاب کی جلد اول میں تفصیلاً بیان کر چکے ہیں۔

کعب بن اشرف کی خباثتیں

بنونضیر کے سردار کعب بن اشرف نے اہل اسلام کی فتح اور کفار کی شکست پر شدتِ الم و غضب سے جل بھن کر کہا تھا کہ عرب کے اشراف قتل ہو گئے اور بے حیثیت لوگ فتح پا گئے اب زندگی کا کیا لطف ہے۔ خدا کی قسم اب تو زمین کا پیٹ ہمارے لیے اس کی پیٹھ سے بہتر ہے۔ پھر یہ فوراً مکے روانہ ہوا اور کئی دنوں تک وہاں نہایت زہریلے اشعار اور اشتعال انگیز مرثیے پڑھ پڑھ کر اہلِ مکہ کے جوشِ انتقام کو بھڑکاتا رہا۔ یہیں تک نہیں، اس نے اور دیگر یہودی شعرا نے اپنے اشعار میں عفت مآب مسلم خواتین کے ساتھ اپنے جھوٹے عشق اور ان کی عصمت دری کے فرضی تذکروں پر مشتمل شیطانی نظمیں کہنا شروع کر دیں۔ گویا یہ سب کچھ معاہدے کی خلاف ورزی بھی تھی اور عام انسانی و معاشرتی اخلاق کی دھجیاں بکھیرنے کی مذموم حرکت بھی۔ اس کے

Marfat.com

بعد کوئی گنجایش نہیں رہ گئی تھی کہ ان بدبختوں کو برداشت کیا جائے لیکن پھر بھی نبی اکرمؐ اپنی بستی اور نئی وجود میں آنے والی چھوٹی سی ریاست کو اندرونی شورش سے محفوظ رکھنے کے لیے صبر وتحمل اور نصیحت وتذکیر اور بعض اوقات زجر ونکیر تک خود کو محدود رکھے ہوئے تھے۔ یہودیوں نے اسے مسلمانوں کی کمزوری گردانا اور ساتھ ہی ان کے دلوں میں یہ جھوٹا پندار تھا کہ شاید مشرکینِ مکہ فنونِ حرب وضرب کے ماہر نہیں تھے، اس لیے بدر میں شکست کھا گئے ہم ان کے مقابلے میں زیادہ کامیاب جنگ جو ہیں۔ اپنے اس زعمِ باطل کی وجہ سے وہ کہیں رکنے کے بجائے مسلسل شرارتوں اور خباثتوں کا سلسلہ آگے بڑھاتے چلے گئے۔ (سنن ابی داؤد ۳/ ۴۰۲۔ امام بیہقی دلائل النبوۃ ۳/ ۱۹۷)

شیطان کا قتل

آخر حالات اس ڈگر پر آ گئے کہ آنحضورؐ نے اپنے جاں نثار محمد بن مسلمہ انصاریؓ کو حکم دیا کہ امت کی عفت مآب بیٹیوں کے بارے میں فحش نگاری کرنے والے اور اللہ کے نبی کو اذیتیں پہنچانے والے کعب بن اشرف کو کیفرِ کردار تک پہنچا دیا جائے تو انھوں نے ربیع الاول ۳ھ میں اس حکم کی تعمیل کر دی۔ اسی طرح معاہدے کو علی الاعلان توڑنے کی پہلی شرارت قبیلہ بنوقینقاع نے کی تو آپؐ نے ان کو باقاعدہ نوٹس دینے کے بعد شوال ۲ھ میں یعنی جنگِ بدر کے فوراً بعد ان کا محاصرہ کر لیا۔ واقدی نے مغازی ج۱، ص ۱۸۴ پر اس کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ صحیح بخاری میں بھی اس کا تذکرہ ملتا ہے۔ کعب بن اشرف کے قتل اور غزوہ بنوقینقاع کے حالات جو سیرت کی کتابوں میں منقول ہیں، ان کا مختصر تذکرہ اگلے صفحات میں پیشِ خدمت ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

باب دوم

غزوۂ بنو قینُقَاع

(شوال ۲ھ)

Marfat.com

یہود کی خباثتیں

فنِ آہن گری وزرگری

بنوقینقاع یہود کے تین بڑے قبائل (بنوقینقاع، بنونضیر اور بنوقریظہ) میں سے ایک تھا۔ یہ قبیلہ دولحاظ سے بڑی اہمیت کا حامل سمجھا جاتا تھا۔ ایک تو ان کے پاس صنعت وحرفت تھی، دوسرے زرخیز زمینیں اور سرسبز باغات۔ ان لوگوں کی صنعت، زرگری اور آہن گری تھی۔ گویا سنار کا نفع بخش پیشہ اور من مانا نفع ان کو مال دار بنانے کا ذریعہ تھا نیز زیورسازی کی وجہ سے اکثر وبیش تر خواتین ان کی دکانوں اور زرگری کے مراکز پر آتیں اور یہ اپنی فطری خباثت کے مطابق ان کے بارے میں بہت عجیب وغریب، بعض اوقات تکلیف دہ تبصرے کرتے۔ اس کے ساتھ آہن گر ہونے کی وجہ سے ہر طرح کا اسلحہ بنانے میں انھوں نے مہارت حاصل کی۔ اس کے نتیجے میں وہ ہر قبائلی جنگ کے موقع پر اپنے اسلحے کی من مانی قیمت وصول کرتے اور اپنی تجوریاں بھر لیتے۔ ساتھ ہی انھوں نے پورے عرب میں اپنی دھاک یہ کہہ کر بٹھا رکھی تھی کہ ہم اپنے دشمنوں سے نمٹنے کے لیے اپنے پاس ایسا اسلحہ رکھتے ہیں جس کی نظیر کہیں نہیں ملتی۔ آمدنی اور نفع کے یہ دو ذرائع تو تھے ہی، اس کے ساتھ اس قبیلے کو اپنی زمینوں سے بھی اچھی خاصی پیداوار مل جاتی تھی اور پھر سب سے بڑا [اور تمام یہودیوں کا مشترکہ] ذریعہ سودی کاروبار تھا۔

عزتوں کے لٹیرے ہنود و یہود

ان تمام اسباب کی وجہ سے بنوقینقاع کے ذہنوں میں یہ خناس سما گیا تھا کہ کوئی قوت ان کا بال بیکا نہیں کرسکتی اور اگر کوئی ان سے ٹکرائے گا تو پاش پاش ہوجائے گا۔ اسلام کی آمد سے قبل ان ظالموں کی تاریخ میں ایسے واقعات بھی ملتے ہیں جب کسی مقروض نے قرض اور سود کی رقم بروقت

Marfat.com

ادا نہ کی تو ان ظالموں نے ان کی خواتین اور بچوں تک کو رہن رکھ لیا۔ ہندو ساہوکاروں کے بھی یہی لچھن تھے بلکہ آج کل بھی ایسی خبریں منظر عام پر آتی رہتی ہیں۔

ہنود اور یہود آپس میں ایک دوسرے کے ہمدرد اور ہم پیالہ و ہم نوالہ ہیں۔ اسلام دشمنی، سود خوری اور مکر و فریب دونوں کی مشترک اقدار ہیں۔ دورِ جدید میں ذرائع ابلاغ نے ایک جانب انسانوں کو اپنے مخصوص مقاصد کے لیے گمراہ بھی کیا ہے لیکن دوسری طرف معلومات تک رسائی کو آسان بھی کر دیا ہے۔ اے ایف پی نے ۹ رستمبر ۲۰۰۹ء کو لکھنؤ سے ایک رپورٹ دی ہے، جس کے مطابق شمالی بھارت کے علاقے بندیل کھنڈ میں غریب کاشت کاروں نے ہندو ساہوکاروں کا قرض اور سود ادا کرنے میں ناکامی پر مجبوراً اپنی بیویاں ان کے ہاں گروی رکھ دی ہیں۔ یہ خبر روزنامہ ڈان ۹ رستمبر کی اشاعت میں چھپی ہے، جس کے مطابق ایک سوشل ورکر منوج کمار نے بتایا کہ انڈیا میں چھوٹے درجے کے کاشت کاروں کو بنک نہ تو قرضے دیتے ہیں، نہ ان کے اکاؤنٹ کھولتے ہیں۔ یہ لوگ مجبوراً پرائیویٹ ہندو ساہوکاروں سے رجوع کرتے ہیں اور وہ انھیں اپنی من مانی شرائط پر پیسے دیتے ہیں۔ گزشتہ چند سالوں سے اس علاقے میں قحط کی کیفیت رہی ہے، اس کے نتیجے میں کاشت کاروں کے پاس اب اور کوئی چارۂ کار نہیں رہ گیا تھا کہ وہ دمڑی کے بدلے چمڑی پیش کر دیں۔ اس کے نتیجے میں یہ ننگِ انسانیت عمل جاری و ساری ہے کہ غریب کاشت کاروں کی بیویاں [بعض اوقات جوان بیٹیاں] ان ساہوکاروں کے قبضے میں چلی جاتی ہیں۔

یثرب کے یہودیوں کے متعلق قبل اسلام کے تاریخی واقعات میں سے ایک واقعہ مؤرخ ابن ہشام نے لکھا ہے، جسے پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ یہودیوں نے اس حد تک اپنا تسلط قائم کر رکھا تھا کہ ان سرداروں میں سے ایک سردار فطیون کو بادشاہوں جیسا رعب اور دبدبہ حاصل تھا۔ وفاء الوفاج ا، ص ۱۹۷ میں بیان کیا گیا ہے کہ فطیون کی خباثتیں اس حد تک پہنچ گئیں کہ جب بھی کسی لڑکی کی شادی ہوتی تو وہ اس وقت تک اپنے خاوند کے پاس نہیں جا سکتی تھی جب تک فطیون سے تخلیہ نہ ہو جائے۔

Marfat.com

غیرت کا سوال

یثرب کے عرب قبائل میں سے اوس اور خزرج ہی دو مشہور قبیلے تھے۔ ایک عرب سردار مالک بن عجلان یمانی السُّلَمِی کی ہمشیرہ کی جب شادی ہوئی اور فطیون کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے اپنے ہرکارے بھیجے کہ اس خاتون کو میرے پاس لایا جائے۔ اتفاق سے مالک بن عجلان اس وقت گھر پر موجود نہیں تھا، وہ کسی مجلس میں بیٹھا تھا۔ اس کی بہن جس حال میں تھی، اسی حال میں گھر سے بھاگی اور اسے تلاش کرتی ہوئی اس کے پاس پہنچ گئی۔ وہاں اس نے اپنے بھائی کو آواز دی تو اس نے اپنی بہن کو یوں گھر سے نکلنے اور بھاگتے ہوئے مجلس کی طرف آنے پر سخت سست کہا۔ اس کے الفاظ تھے کہ اے بے وقوف تیری حیا کو کیا ہوا، جواب میں اس نے کہا کہ یوں گھر سے نکل کے آنا تو کیا برا ہے، اس سے بھی بری صورت حال سے بھاگ کر آئی ہوں اور پھر بتایا کہ فطیون نے اسے اپنے پاس بلا بھیجا ہے۔ بہن کی بات سن کر مالک بن عجلان کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اس کا چہرہ غیرت وحمیت سے تمتما اٹھا۔ اس نے اپنی بہن کو تسلی دی کہ وہ ہرگز نہ گھبرائے، جلد ہی اس شیطان کا کام تمام ہو جائے گا۔ اس نے کہا بھائی جان یہ کیسے ہوگا۔ وہ بڑا ظالم ہے اور اس کے پاس بڑی قوت بھی ہے۔ بھائی نے جواب دیا کوئی فکر نہ کر میں نسوانی لباس میں تیرے ساتھ جاؤں گا۔

یہودی ''راسپوٹین'' کا قتل

مالک بن عجلان نسوانی لباس پہن کر اپنی بہن کے ساتھ فطیون کے محل میں داخل ہوا اور جونہی فطیون آگے کی طرف بڑھا، مالک بن عجلان نے پھرتی سے اس پر حملہ کر کے اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ پھر اپنی بہن کے ساتھ وہاں سے اپنے قبیلے کی طرف بھاگ گیا۔ اس قتل سے یہودی ایک جانب تو سکتے میں آ گئے، چونکہ یہ وقت کے فرعون کا قتل تھا لیکن دوسری جانب ان کی عصبیتِ جاہلیہ نے انھیں انتقام پر بھی ابھارا۔ مالک بن عجلان اس بدکردار شخص کو قتل کرنے کے بعد تیز رفتار سواری سے شام پہنچ گیا۔ وہاں اپنے ہم قوم غسانی حکمران کے سامنے جا کر ساری داستان سنائی۔

Marfat.com

چنانچہ غسانی حکمران ابوجُبَیْلَہ بھی یہ تفصیل سن کر آگ بگولا ہو گیا اس نے اسی وقت ایک لشکر کے ساتھ مالک بن عجلان کے ہمراہ یثرب کی راہ لی۔ اس لشکر نے یہودی قبائل پر حملہ کیا۔ انھیں بری طرح سے کچلا، ان کے بڑے بڑے سردار اور زعما موت کے گھاٹ اتر گئے اور اوس وخزرج کی نہ صرف عزت بحال ہوئی بلکہ ان کی دھاک بیٹھ گئی۔

خفیہ خباثتیں

اس غسانی حملے کے بعد یہودیوں کو کھل کر اس طرح کی حرکت کرنے کی کبھی جرأت نہ ہوئی تاہم کاروباری مراکز بالخصوص زیورات کی صنعت اور تجارت پر اجارہ داری ہونے کی وجہ سے خفیہ طور پر یہ ایسی حرکتیں کرتے رہتے تھے جو ننگِ انسانیت شمار ہوتی ہیں۔ اسلام کی آمد کے بعد یہودیوں کو اب اس طرح کی حرکتیں خفیہ طور پر بھی کرنے کی جرأت نہ رہی۔ جب کبھی ایسی حرکت کا ارتکاب ہوا تو حمیتِ اسلامی حرکت میں آ گئی۔ ان لوگوں کے خلاف جو جنگیں ہوئیں اور جن کے نتیجے میں یہ رسوا اور ذلیل ہوئے، ان پر ان سے اظہارِ ہمدردی کرنے والے عناصر یا تو پوری تاریخ سے واقف نہیں یا ان کی انسانی حس اور اخلاقی جوہر بالکل مردہ ہو چکا ہے۔ کوئی باضمیر انسان معاشرے کے ایسے عناصر کے ساتھ ہمدردی کا اظہار نہیں کر سکتا۔

ایک بنتِ اسلام کی توہین

تمام مورخین نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے کہ ۲ھ کے ماہِ شوال میں ایک مسلمان خاتون ایک یہودی کی دکان پر کوئی سودا سلف خریدنے گئیں۔ کچھ یہودی اوباش نوجوان اس موقع پر جمع ہو گئے اور اس بنتِ اسلام کی عزت پر حملہ کرنا چاہا۔ اس نے مزاحمت کی تو اس کے کپڑے پھاڑ دیے اور وہ بازار میں نیم عریاں ہو گئی۔ ایک مسلمان اتفاق سے اس وقت بازار میں موجود تھا۔ اس کی غیرت ایمانی کو گوارا نہ ہوا کہ اس کی ایک بہن کی عزت پر حملہ ہو اور وہ اس واقعہ کی رپورٹ کرنے کے لیے خاموشی سے چلا جائے۔ اگرچہ وہ تنہا تھا مگر اس نے اس دکان دار پر، جو اس وقوعہ کا اصلی کردار تھا، حملہ کر کے اسے جہنم واصل کر دیا۔ اس واقعہ کو دیکھتے ہی تمام یہودی اس مسلمان پر پل پڑے مگر اس

Marfat.com

نے ہتھیار نہیں ڈالے۔ نتیجتاً اسے جامِ شہادت نوش کرنا پڑا۔ یہ بہت بڑا واقعہ تھا۔ اس میں ہر لحاظ سے زیادتی یہودیوں کی تھی۔ وہ جرم پر جرم کیے چلے جا رہے تھے، اس کے باوجود نبی اکرمؐ نے بڑے صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا اور اس مسئلے کو نمٹانے کے لیے آپؐ چند صحابہؓ کے ساتھ خود چل کر یہودیوں کے اس محلے میں گئے۔ ظاہر ہے جو کیس وقوع پذیر ہو گیا تھا اس کا فیصلہ تو ہونا ہی تھا مگر مزید قتل و غارت گری اور خون خرابے سے روکنے کے لیے آپؐ نے انھیں پر امن رہنے کی تلقین بھی فرمائی۔ اپنے جرم پر نادم ہونے کے بجائے وہ بد بخت آنحضورؐ کی شان میں بھی گستاخی اور بدزبانی کے مرتکب ہوئے۔ اب نبی اکرمؐ نے باقاعدہ اعلان کر کے ان پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔

فردِ جرم

جب بنو قینقاع نے مسلسل اپنی خباثتوں کے مظاہرے کیے، جن کا تذکرہ پیچھے ہو چکا ہے، تو کوئی چارہ کار باقی نہ رہ گیا الّا یہ کہ ان کو الٹی میٹم دے دیا جائے۔ غزوۂ بدر کے بعد نبی اکرمؐ نے انھیں نوٹس دیا جس میں مسلمان خاتون کی بے حرمتی، ایک مسلمان کا قتل اور پھر آنحضورؐ کی مصالحانہ کاوشوں کے جواب میں الٹا یہود کی بدکلامی و بدتمیزی، ان کی فردِ جرم کے اہم حصے تھے۔ اس فردِ جرم کو بھی سنجیدگی سے لینے کے بجائے یہودیوں نے مذاق میں اڑا دیا۔ پس نبی اکرمؐ نے ۱۵ رشوال ۲ھ کو یعنی جنگ بدر کے ایک ماہ بعد فیصلہ فرما دیا کہ اب اس ناسور کا کام تمام کر دیا جائے۔ جب ان لوگوں کو اس کا علم ہوا تو انھوں نے اپنے تئیں بڑی تیاریاں کیں اور یہ بڑ بھی ہانکی کہ عرب کے مشرک قبائل تو جنگ لڑنا جانتے نہیں تھے۔ ہمارے مقابلے پر یہ لوگ آئیں گے تو انھیں پتہ چلے گا کہ مردانِ میدان کس طرح جنگ کا حق ادا کرتے ہیں۔

لشکرِ اسلام کی چڑھائی

نبی اکرمؐ نے حضرت ابولبابہؓ بن عبدالمنذر انصاری کو مدینہ میں اپنا قائم مقام مقرر فرمایا، انھیں ضروری ہدایات دیں اور صحابہؓ کی ایک فوج لے کر قبیلہ بنو قینقاع کے محلے کی طرف پیش قدمی کی۔ حضرت حمزہؓ کے ہاتھ میں علمِ نبوی تھا۔ یہودیوں نے جب یہ علم اور مجاہدین کا دستہ

Marfat.com

دیکھا تو ان کی ساری ڈینگیں کافور ہوگئیں۔ چھتوں پر کھڑی عورتیں بھی خوف زدہ ہوگئیں اور جنگی سورماؤں کی بھی ہوا اکھڑ گئی۔ یہ ایسی جنگ ہے کہ جس کا فیصلہ بھی قتل و مقاتلے کے بغیر ہوا اور جس کے واقعات بھی تاریخ میں بہت مختصر ہیں۔ اگرچہ بعض یہودیوں نے اپنے قبیلے کے سرداروں کو ناصحانہ مشورہ دیا کہ جنگ ان کے بس میں نہیں لیکن سرکش سرداروں نے مقابلے کی ٹھانی۔ آنحضورؐ نے حکم دیا کہ ان کے محلے کا محاصرہ کرلیا جائے۔ یہ محاصرہ کم و بیش دو ہفتے جاری رہا۔ اب یہودیوں کو احساس ہوا کہ وہ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن کی صورتِ حال سے دوچار ہوگئے ہیں تو انھوں نے آنحضورؐ کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔ ان کا خیال تھا کہ اب ان سے سخت انتقام لیا جائے گا۔ چنانچہ انھوں نے ہتھیار ڈالتے ہوئے آنحضورؐ کے سامنے درخواست پیش کی کہ آپ ہمارے مال و جایداد میں سے جو چیز چاہیں، اپنے قبضے میں لے لیں اور ہماری اور ہمارے بال بچوں کی جان بخشی کردیں۔ ہم رضاکارانہ طور پر یہاں سے نقل مکانی کرنے کے لیے تیار ہیں۔ اگرچہ یہ یہودی اپنے جرائم کی وجہ سے اور تورات کے جنگی احکام کی رو سے عام معافی کے مستحق نہیں تھے مگر آنحضورؐ نے اپنی دائمی رحمت اور عفو و درگزر کی وسعت کے عین مطابق انھیں معاف فرمادیا۔

چند ہتھیار

آپؐ نے ان یہودیوں کے مال میں سے بھی کچھ زیادہ نہیں لیا بلکہ روایات میں یہ آتا ہے کہ آنحضورؐ نے ان کی نقدی، زیورات اور منقولہ جایداد وغیرہ میں سے کوئی چیز طلب نہ فرمائی۔ آپؐ نے جو محدود اشیا ان سے لیں وہ بھی چند آلاتِ حرب تھے۔ مورخین نے ان اشیا کی فہرست بھی لکھ دی ہے۔ اس سامان میں چار چیزیں تھیں یعنی تین کمانیں، تین تلواریں، تین نیزے اور دو زرہیں، کل گیارہ نگ۔ ان ہتھیاروں کے خصوصی نام بھی تاریخ میں مذکور ہیں۔ کمانیں کتوم، روحاء اور بیضاء کے نام سے معروف ہیں جبکہ تلواروں میں سے دو کے نام قلعی اور بتار بیان ہوئے ہیں۔ زرہوں میں سے ایک صغدیہ اور دوسری فضہ کے نام سے معروف ہوئیں۔

Marfat.com

خس کم جہاں پاک

یہودیوں کو جان بخشی کی خوشی بھی تھی لیکن ساتھ ہی اپنے گھر، دکانیں، باغات اور زمینیں چھوڑ کر چلے جانے کا غم بھی تھا۔ یہ لوگ اس لحاظ سے عجیب افراتفری کے عالم میں وہاں سے نکلے کہ ہر شخص دوسرے پر الزام دھر رہا تھا، یہاں تک کہ عورتیں اپنے خاوندوں کو اور خاوند اپنی بیویوں کو برا بھلا کہہ رہے تھے۔ اس جنگ کے عجیب ڈراپ سین کے بعد ان بدبختوں سے مدینہ پاک ہو گیا۔ یہ یہودی یہاں سے نکل کر مختلف مقامات کی طرف روانہ ہو گئے، جہاں پہلے سے ان کے یہودی رشتہ دار اور بھائی بند پائے جاتے تھے۔ ان کی زیادہ تر تعداد تین مقامات پر جا کر آباد ہوئی۔ مدینہ سے جانب شمال تقریباً ڈیڑھ سو کلومیٹر کے فاصلے پر واقع قصبہ خیبر جو یہودیوں ہی کی بستی تھی، زیادہ تر یہود بنو قینقاع یہاں آباد ہوئے۔ کچھ لوگ اس سے بھی آگے مزید شمال کی طرف گئے اور فدک کی بستی کو اپنا مسکن بنا لیا۔ چند خاندان ان سے بھی آگے ایک اور بستی تیماء میں بس گئے جس کا فاصلہ مدینہ سے تین سو کلومیٹر سے زاید ہے جبکہ کچھ لوگوں نے اس تمام خطے میں اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھا اور وہ مزید شمال کی طرف سفر کرتے ہوئے حدودِ شام میں داخل ہو گئے۔

......❀❀❀......

Marfat.com

باب سوم

غزوہ بنو نضیر

(۴ھ)

Marfat.com

یہودیوں کا مذہبی قبیلہ

بنونضیر، مدینہ میں ناسور

گزشتہ صفحات میں عرض کیا جاچکا ہے کہ نبی اکرمؐ کو غزوۂ بدر کے بعد فوری طور پر یہودی قبیلے بنوقینقاع کی طرف پیش قدمی کرنا پڑی تھی۔ اس قبیلے کا قصہ پاک کرنے کے بعد آنحضورؐ واپس مدینہ تشریف لے گئے۔ بنوقینقاع کی جلاوطنی کے باوجود بنونضیر اور ان کا سردار حُیَی بن اخطب مدینہ میں ناسور بن چکے تھے۔ امام زہری فرماتے ہیں کہ جنگ احد کے چھے مہینے بعد آنحضورؐ کو یہودیوں کے دوسرے قبیلے بنونضیر کی شرارتوں کو ختم کرنے کے لیے ان پر چڑھائی کرنا پڑی۔ امام زہری کے برعکس سیرت ابن ہشام اور طبقات ابنِ سعد میں غزوہ بنونضیر کا وقوع ۴ھ کے آغاز میں بیان کیا گیا ہے۔ مورخ بلاذری اور حلبی بھی اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس امر پر سبھی مورخین کا اتفاق ہے کہ غزوۂ احزاب (۵ھ) سے قبل مدینہ سے بنونضیر کا اخراج ہو چکا تھا۔ اس جنگ کے وقت مدینہ میں ایک ہی یہودی قبیلہ یعنی بنوقریظہ رہ گیا تھا۔

ہمارے خیال میں امام زہری کی رائے بھی وقیع ہے۔ مشرکین سے ہر بڑی جنگ کے بعد یہودیوں سے بھی جنگ ہوئی ہے۔ بدر کے بعد بنوقینقاع، احد کے بعد بنونضیر اور احزاب کے بعد بنوقریظہ سے مقابلہ ہوا۔ بہر حال حقیقی صورتِ حال جو بھی رہی ہو، یہ امر متفق علیہ ہے کہ غزوۂ احزاب کے وقت بنونضیر مدینہ میں نہ تھے۔ وہ خیبر اور دیگر علاقوں میں جا بسے تھے البتہ ان کا شیطان صفت سردار حُیَی بن اخطب اس جنگ کے وقت خیبر سے مدینے میں آ گیا تھا اور اس نے اس جنگ میں انتہائی گھٹیا درجے کا کردار ادا کیا۔ بنوقریظہ مسلمانوں کے ساتھ اپنے معاہدے کی پابندی کرنا چاہتے تھے مگر اس نے اپنی شاطرانہ چالوں سے انھیں معاہدہ توڑنے پر آمادہ کرلیا۔

Marfat.com

سورۃ بنی النضیر

قرآن مجید میں مختلف غزوات کا ذکر ملتا ہے اور اس حوالے سے بعض سورتیں ان غزوات کے بارے میں اتنی تفصیلات بیان کرتی ہیں کہ مورخین و مفسرین نے ان قرآنی سورتوں کو ان غزوات ہی سے منسوب کیا ہے۔ مثلاً سورۃ الانفال میں غزوۂ بدر کی مکمل نقشہ گری ہے جبکہ سورۃ آل عمران میں غزوۂ احد کی پوری تصویر پیش کی گئی ہے، اسی طرح سورۃ الاحزاب میں غزوۂ خندق اور غزوۂ بنو قریظہ کا ذکر ملتا ہے۔ اول الذکر کا تفصیلاً اور آخر الذکر کا مختصر۔ صلح حدیبیہ کی تفصیلات سورۃ الفتح میں جبکہ غزوۂ تبوک اور غزوۂ حنین کی طرف جامع اشارات سورۃ التوبہ میں اور فتح مکہ کی طرف مختلف سورتوں بالخصوص سورہ الممتحنہ اور سورۃ النصر میں اشارات ملتے ہیں۔ جہاں تک غزوہ بنونضیر کا تعلق ہے، اس کی پوری تفصیل سورۃ الحشر میں بیان کی گئی ہے، مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ تو اس سورۃ کو سورۃ الحشر کے علاوہ سورۃ النضیر کے نام سے بھی پکارا کرتے تھے۔

خدا کے چہیتے؟

مدینہ اور گردونواح میں بسنے والے یہودی قبائل عربوں کی طرح فخر و مباہات کی بیماری میں مبتلا تھے۔ ایک قبیلہ کسی دوسرے کو خاطر میں نہیں لاتا تھا۔ بنونضیر کو یہود کے درمیان ممتاز مقام حاصل تھا۔ ان کا دعویٰ تھا کہ وہ حضرت ہارونؑ کی نسل سے ہیں اور اس نسل کو یہودیوں کی پوری آبادی میں مذہبی تقدس کا درجہ حاصل تھا۔ یہ قبیلہ مدینہ سے جلاوطن ہو کر خیبر میں جا کر بسا تو وہاں بھی قیادت انھوں نے سنبھال لی۔ ان کے سردار حُیَی بن اخطب کو بڑی عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ وہ اپنے دور کا بہت بڑا شیطان تھا۔ بحیثیت مجموعی تمام یہودی اپنے آپ کو ایک تو اللہ کی چیدہ و پسندیدہ قوم قرار دیتے تھے۔ دوسرے علم اور دولت کے پندار میں بھی مبتلا تھے۔ قرآن کے الفاظ میں "[وہ کہتے تھے] کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے چہیتے ہیں" (سورۃ المائدہ ۵: ۱۸)۔ اس کے علاوہ وہ اپنے آپ کو دوزخ کی آگ اور آخرت کے عذاب سے مستثنیٰ قرار دیتے تھے۔ "وہ کہتے ہیں کہ دوزخ کی آگ ہمیں ہرگز چھونے والی نہیں۔ الا یہ کہ چند روز کی سزا مل

Marfat.com

جائے تو مل جائے‘‘ (سورۃ البقرہ ۲: ۸۰)۔ تیسرا ان کا عقیدہ تھا کہ وہ غیر یہودی لوگوں کے ساتھ جو بھی معاملہ کریں، ان کا خون گرائیں یا ان کا مال کھا جائیں، ان پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔ (سورۃ آل عمران ۳: ۷۵)

کہانت و پاپائیت

اس زعمِ باطل نے ان کو اس قدر خود سر بنا دیا تھا کہ جن لوگوں کو ان کے ساتھ معاملہ پڑتا تھا وہی جان سکتے تھے کہ یہ لوگ کس قدر رعونت اور انانیت کے بت بنے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ اپنی مالی برتری اور غربت و افلاس زدہ عرب معاشرے میں اپنے سودی مالیاتی شکنجے کی وجہ سے یہ لوگ بڑے بااثر اور طاقت ور تھے۔ کافی عرصہ ان لوگوں نے اپنے اس جھوٹے پندار کے بت کو پوجا۔ اب اللہ رب العالمین کی طرف سے یہ فیصلہ ہو گیا تھا کہ اس زہریلے سانپ کا سر کچل دیا جائے۔ بنونضیر میں تو بنو قریظہ کی طرح بلکہ ہارونی ہونے کی وجہ سے ان سے بھی زیادہ کہانت اور مذہبی پاپائیت بھی پائی جاتی تھی، جس کی بدولت انھیں مادی قوت کے علاوہ ایک طرح کی روحانی برتری بھی حاصل تھی۔ مدینہ میں یہ لوگ سرسبز و شاداب زمینوں پر قابض تھے۔ زمانہ جاہلیت میں بھی وقتاً فوقتاً عرب سرداروں نے ان کی سرکوبی کی۔ تاریخ میں اوس وخزرج کے جدامجد کا شام میں اپنے ہم قبیلہ غسانی حکمرانوں سے امداد لے کر ان کو شکست سے دوچار کرنا اور ان سے بعض زرخیز زمینیں واگزار کرانا بیان ہوا ہے [جس کا تذکرہ پہلے بھی ہوا ہے] مگر یہ واقعات ان کے لیے جزوی ضرب کی حیثیت رکھتے تھے۔ فیصلہ کن ضرب اسلام ہی نے ان پر لگائی۔

راہِ حق سے روکنے والے

نبی اکرمؐ نے میثاقِ مدینہ کے ذریعے پوری آبادی کو ایک قوم (ملت نہیں قوم) کی حیثیت دے دی تھی۔ اس کے مطابق تو مدینے کا دفاع سب کی مشترکہ ذمہ داری قرار پائی تھی۔ اب ان یہودیوں نے مسلسل اس معاہدے کی خلاف ورزی کی۔ اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف زہر اگلتے رہے۔ آپؐ کے خلاف مشرکین مکہ سے بھی زیادہ زہریلا اور خلاف حقیقت پراپیگنڈا شروع کر

Marfat.com

دیا۔ یہودیوں نے اسلام کو زک پہنچانے کے لیے ایک طریقہ یہ بھی اختیار کیا کہ قبولِ اسلام کا اعلان کرتے اور پھر جلد ہی ترک اسلام کر کے دیگر لوگوں کو بھی ارتداد کا راستہ دکھاتے۔ ایک اور زیادتی یہ شروع کر دی کہ کسی مسلمان کی رقم ان کے پاس ہوتی تو وہ پوری رذالت کے ساتھ یہ کہتے ہوئے اسے دبا لیتے کہ جب ہم نے تم سے معاملہ کیا تھا، اس وقت تمھارا دین کچھ اور تھا، اب تم نے اپنا دین بدل لیا ہے اس لیے تمھارا وہ حق خود بخود ساقط ہو گیا ہے۔ ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ یہ دلیل کس قدر مضحکہ خیز، مبنی بر شیطنت اور عدل و انصاف کے تقاضوں سے کوسوں دور ہے مگر یہودی یہ بات کہتے ہوئے کوئی عار محسوس نہیں کرتے تھے۔

گستاخ اور فحش گو

بنو نضیر کا سردار کعب بن اشرف بھی ان کے رئیس اعظم حُیَیّ بن اخطب کی طرح تمام یہودیوں میں نمایاں تھا۔ وہ جنگ بدر کے بعد مسلمانوں کی کامیابی اور کفار کی شکست پر مقتولینِ مکہ کا ماتم کرتا ہوا مکہ پہنچا۔ اس کا تذکرہ پہلے بھی آیا ہے۔ نبی اکرمؐ نے بنو نضیر کے اس خبیث سردار کی ہر حرکت پر صبر کیا۔ اس نے آنحضورؐ کی بدترین ہجو لکھی لیکن اس سے بھی آگے بڑھ کر جب اس نے عفت مآب خواتین اسلام کے ساتھ اپنے جھوٹ موٹ عشقیہ واقعات پر مشتمل غزلیں کہنا شروع کیں تو پھر آنحضورؐ نے اس کے قتل کا فیصلہ کر لیا۔ اس کے قتل کے واقعات تاریخ میں بیان کیے گئے ہیں، جن کا خلاصہ ہم ذیل کی سطور میں درج کر رہے ہیں۔ کعب بن اشرف کی خباثتیں تو حدیث کے علاوہ تمام مستند تواریخ کے اندر بھی تفصیلاً بیان ہوئی ہیں۔ نبی اکرمؐ نے اس کے قتل کا فیصلہ کیا تو بقول سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اس کی بہت معقول وجوہات تھیں۔ وہ فرماتے ہیں:

اعتراض اور اس کی حقیقت

''عہدِ رسالت کا ایک واقعہ جس پر سخت اعتراضات کیے جاتے ہیں، یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے اپنے ایک دشمن کعب بن اشرف کو خفیہ طریقہ سے قتل کرا دیا۔ مخالفین کا اعتراض یہ ہے کہ یہ وہی جاہلیت کا ''فتک'' تھا اور بزدلی کے علاوہ آدابِ جنگ کے بھی خلاف تھا لیکن اس واقعہ کے چند مخصوص اسباب تھے جن کو

Marfat.com

معترضین نے نظر انداز کر دیا ہے۔

مولانا اگلے صفحے پر لکھتے ہیں:

وہ (کعب بن اشرف) اپنے جذبۂ عناد میں یہاں تک پہنچا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جان تک لینے کا تہیہ کرلیا۔ اس نے ایک سازش کی تیاری کی جس کا مقصد آپ کو دھوکے سے قتل کرنا تھا۔ علامہ ابن اثیر نے ابو مالک کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اس نے ایک جماعت کے ساتھ مل کر یہ انتظام کیا تھا کہ آنحضرت کو اپنے گھر بلائے اور چپکے سے قتل کرادے۔ چنانچہ اسی پر یہ آیت نازل ہوئی تھی کہ:

إِذْ هَمَّ قَوْمٌ أَنْ يَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ۔ (المائدہ ۵:۱۱)

ترجمہ: ”جب کہ ایک جماعت نے تم پر دست درازی کا ارادہ کرلیا تھا مگر اللہ نے ان کے ہاتھ تم پر اٹھنے سے روک دیے“۔

ابن حجرؒ بھی اس روایت کو فتح الباری میں لائے ہیں مگر جس طریق سے انھوں نے اسے لیا ہے وہ ضعیف ہے۔ تاہم یعقوبی نے جو ایک بڑا مورخ ہے، بنو نضیر کا حال بیان کرتے ہوئے صاف لکھا ہے کہ:

اراد ان یمکر برسول اللہ۔

ترجمہ: ”اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکہ سے قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا“۔

ان تمام بیانات سے اس واقعہ کی صداقت مسلّم ہو جاتی ہے کہ اس کے جرائم کی فہرست کو اس سازشِ قتل نے مکمل کر دیا ہے اور اس کے بعد اس کے کشتنی ہونے کے لیے کسی اور چیز کی ضرورت نہیں رہتی۔ ایک شخص معاہدہ کو توڑتا ہے، مسلمانوں کے دشمنوں سے ساز باز کرتا ہے، مسلمانوں کے خلاف جنگ کی آگ بھڑکاتا ہے اور مسلمانوں کے امام کو قتل کرنے کی خفیہ سازشیں کرتا ہے۔ ایسے شخص کی سزا بجز قتل کے اور کیا ہو سکتی ہے؟ تنہا اس کے فعل کی بنا پر اس کی قوم کے خلاف تو اعلانِ جنگ نہیں کیا جا سکتا تھا کہ کھلے میدان میں اس سے مقابلہ ہوتا اور اسے قتل کیا جاتا۔ خود اس کی قوم سے بھی یہ امید رکھنی فضول تھی کہ وہ اس کو ان حرکات سے روکے گی کیونکہ ساری قوم کا رویہ اس کی طرح عداوت و بغض سے بھرا ہوا تھا۔ پھر وہ دوسرے اعدائے اسلام کے ساتھ مل کر بھی کبھی کھلے میدان میں لڑنے کے لیے نہیں آیا بلکہ

Marfat.com

ہمیشہ پردہ کے پیچھے بیٹھ کر ہی سازشیں کرتا رہا۔ اس لیے اس کے شر کے استیصال کی صرف یہی ایک صورت باقی رہ گئی تھی کہ پردہ کے پیچھے ہی اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیا جاتا۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے مجبوراً اسی آخری تدبیر کو اختیار کیا اور محمد بن مَسلمہؓ کو بھیج کر اسے قتل کرادیا۔''

حاشیے میں مولانا رقمطراز ہیں:

اس واقعہ سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح نہیں ہے کہ خفیہ طریقہ سے دشمن کے سرداروں کو قتل کرادینا اسلام کے قانونِ جنگ کی کوئی مستقل دفعہ ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو یقیناً آنحضرتؐ سب سے پہلے ابوجہل اور ابوسفیان جیسے دشمنوں کو قتل کراتے اور صحابہؓ میں ایسے فدائیوں کی کمی نہ تھی جو اس قسم کے تمام دشمنوں کو ایک ایک کر کے قتل کر سکتے تھے لیکن عہدِ رسالت وعہدِ صحابہؓ کی پوری تاریخ میں ہم کو کعب بن اشرف اور ابورافع کے سوا کسی اور شخص کا نام نہیں ملتا جسے اس طرح خفیہ طریقہ سے قتل کیا گیا ہو، حالانکہ آپؐ کے دشمن صرف یہی دو شخص نہ تھے۔ پس یہ واقعہ خود اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ خفیہ طریقہ سے دشمن کو قتل کرنا اسلام کی کوئی مستقل جنگی پالیسی نہیں ہے، بلکہ ایسے مخصوص حالات میں اس کی اجازت ہے جبکہ دشمن خود سامنے نہ آتا ہو اور پردے کے پیچھے بیٹھ کر خفیہ سازشیں کیا کرتا ہو''۔ (بحوالہ یہودیت و نصرانیت مطبوعہ اسلامک بک پبلشرز، صفحہ: ۲۶۳ تا ۲۶۵)

کعب ابن اشرف کے قتل کی تفصیل

صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن ابوداؤد میں آنحضورؐ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ ایک دن آپؐ نے اپنے صحابہؓ سے کہا:

''من لکعب ابن اشرف فانه اذی الله و رسوله'' یعنی کعب بن اشرف سے کون نمٹے گا؟ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو بہت ایذا پہنچائی ہے۔ (صحیح بخاری ۸/۴۲۷، صحیح مسلم ۹/۲۸۸، سنن أبی داؤد ۷/۴۱۴)

یہ بات سن کر حضرت محمد بن مَسلمہؓ نے اس یہودی سرغنے کو قتل کرنے کی اجازت چاہی جو آپؐ نے دے دی۔

Marfat.com

محمد بن مسلمہؓ ذہانت وشجاعت کا مجسمہ

حضرت محمدؓ بن مَسلمہ قبیلہ اوس کے سپوت تھے اور آنحضورؐ کے جاں نثاروں میں ان کو ممتاز مقام حاصل تھا۔ آنحضورؐ سے اذن مل جانے کے بعد انھوں نے کعب بن اشرف کے پاس جا کر اس سے بات چیت کی۔ انھوں نے کہا ''اس شخص (حضور پاکؐ) نے ہم سے صدقہ کا مطالبہ کیا ہے اور ہمیں بہت مجبور کیا ہے، آپ اس سلسلے میں ہماری مدد کریں''۔ اس نے کہا ''تم اس شخص سے پیچھا کیوں نہیں چھڑاتے؟'' انھوں نے جواب دیا ''دراصل ہم اس شخص کے معاملے کا انتظار کر رہے ہیں کہ حالات کیا رخ اختیار کرتے ہیں اس لیے ہم مصلحتاً اسے چھوڑنا نہیں چاہتے''۔ کعب نے کہا ''اچھا آپ اپنی عورتوں کو ہمارے پاس رہن رکھ دیں''۔ محمد بن مسلمہؓ نے کہا ''ہم یہ خطرہ کیسے مول لیں جب کہ آپ عرب کے جمیل ترین آدمی ہیں''۔ اس نے کہا ''اچھا پھر اپنے بچوں کو ہمارے حوالے کر دو''۔ انھوں نے کہا ''نہیں کل کو ہمارے بچوں کو کوئی طعنہ دے گا کہ تم ایک یا دو وسق کے بدلے میں رہن رہے ہو''۔ اس نے کہا ''پھر تم کیا چیز ہمیں دو گے''۔ آپ نے جواب دیا ''ہم تمھارے پاس اسلحہ رکھ دیں گے''۔ پس آپ نے وعدہ کیا کہ وہ رات کے وقت اس کے پاس آئیں گے۔

ابونائلہؓ مخلص صحابی

جب رات ہوئی تو محمد بن مَسلمہؓ ابونائلہؓ کے ساتھ کعب بن اشرف کی طرف آئے۔ ابونائلہؓ سچے مومن اور مخلص صحابیِ رسول تھے۔ وہ کعب کے رضاعی بھائی تھے، انھوں نے کعب بن اشرف کو آواز دی۔ وہ گھر سے نکلنے لگا تو اس کی بیوی نے چلا کر کہا اس وقت کہاں جانا چاہتے ہو؟ اس نے کہا دیکھو محمدؓ بن مَسلمہ اور میرا بھائی ابونائلہ مجھے بلا رہے ہیں کیوں نہ جاؤں؟ اس نے پھر کہا: ''اسمع صوتا یقطر منه الدم'' میں ایسی آواز سن رہی ہوں جس سے خون کے قطرات ٹپک رہے ہیں۔

اس نے کہا مجھے کوئی پروا نہیں۔ اس کے بعد جب وہ محمدؓ بن مَسلمہ کے پاس آیا تو محمدؓ بن مَسلمہ نے کہا کہ آپ عرب میں سب سے زیادہ [نفیس] خوشبو استعمال کرنے والے ہیں۔ کیا میں آپ کے سر کے بالوں سے خوشبو سونگھ کر متمتع ہو سکتا ہوں؟ اس نے کہا، ہاں۔ آپؓ نے خوشبو

Marfat.com

سونگھتے ہوئے اسے قابو کر لیا اور اپنے دوست سے کہا اسے قتل کر دیں چنانچہ ان کے ساتھی نے [پھرتی کے ساتھ] اسے قتل کر دیا۔ یہ سارا واقعہ صحیح بخاری میں تفصیلاً مذکور ہے۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی باب قتل کعب بن الأشرف حدیث نمبر ۳۷۳۱۔ ج ۱۲ ص ۴۲۹)

کعب بن اشرف کے قتل پر حضور اکرمؐ اور صحابہؓ نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ محمدؓ بن مَسلمہ کی تدبیر اور فراست کے ساتھ مستعدی، پھرتی اور جاں نثاری نے ایک دشمن اسلام کا قلع قمع کر دیا تھا۔

......❀❀❀......

Marfat.com

بنو نضیر کے خلاف اعلانِ جنگ

غلط فہمی کی بنا پر قتل

بنو نضیر کے ساتھ جنگ کے واقعات میں مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ اپنے سردار کعب بن اشرف کی طرح بنو نضیر کے تمام لوگ اسلام دشمن فوجوں کے ساتھ ہمدردی اور پیغمبرِ اسلام اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ بدترین عناد کا مظاہرہ کرتے تھے۔ بئر معونہ کا واقعہ ہم اس سے قبل رسولِ رحمت جلد دوم میں بیان کر چکے ہیں۔ یہ ۴ھ میں پیش آیا تھا۔ بنو عامر کے لوگوں نے صحابہ کرامؓ کو دھوکے اور ظلم سے شہید کیا تھا۔ حمیتِ اسلامی کے تحت حضرت عمروؓ بن امیہ ضمری نے بنی عامر کے دو آدمیوں کو دشمن سمجھ کر قتل کر دیا حالانکہ وہ بنی عامر کی ایک ایسی شاخ سے تعلق رکھتے تھے جو میثاقِ مدینہ کے معاہدے میں شامل تھی۔ اب اس غلطی کی وجہ سے مقتولین کا خون بہا حضرت عمروؓ بن امیہ ضمری اور اسلامی ریاست کے سر آ گیا۔ نبی اکرمؐ نے اس کا انکار نہ کیا بلکہ آپؐ اپنے چند صحابہؓ کے ساتھ بنو نضیر کے ہاں تشریف لے گئے اور خون بہا کی ادائیگی میں ان کو بھی شرکت کی دعوت دی (ابن اسحاق ۳/۱۹۱)۔ چونکہ مقتولین کا قبیلہ جب معاہدے میں شامل ہوا تو اس سے پہلے مسلمان اور بنو نضیر اس معاہدے کا حصہ تھے اور انھوں نے اس عمرانی اجتماعیت کے ساتھ معاہدہ کیا تھا۔

رسولِ رحمتؐ کے قتل کی سازش

اب بنو نضیر کے لیے ایک راستہ تو یہ ہو سکتا تھا کہ وہ کہتے ہم اس خون بہا میں شرکت سے معذرت خواہ ہیں۔ دوسرا یہ کہ معروف طریقہ کے مطابق اپنا حصہ ادا کر دیتے۔ انھوں نے نہ تو انکار کیا اور نہ اقرار۔ نبی پاکؐ کو چکنی چپڑی باتوں میں لگایا اور خفیہ سازشیں کیں کہ اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے آپؐ کو قتل کر دیا جائے۔ سکیم یوں بنائی گئی تھی کہ آنحضورؐ جس پنچایت میں بیٹھے تھے، وہ ایک

Marfat.com

اونچی دیوار کے سائے میں منعقد تھی اور آنحضورؐ دیوار کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ یہودیوں نے آپس میں ساز باز کی۔ ایک بھاری پتھر چھت پر پہنچایا اور ایک شخص کی ذمہ داری لگائی کہ وہ آپؐ کے اوپر اس پتھر کو یک بارگی گرا دے۔ ان بدبختوں کا خیال تھا کہ اب آنحضورؐ ان کے جال سے بچ کر نہ جاسکیں گے۔ مگر اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ وہ انسانوں کے مقابلے پر آپؐ کا محافظ ہے وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جبریلؑ کے ذریعے خود آپؐ کو خبردار کر دیا اور قبل اس کے کہ یہودی اس شیطانی منصوبے کو عملی جامہ پہناتے، آپؐ اپنے صحابہؓ کے ساتھ مجلس برخواست کر کے فی الفور اٹھ کھڑے ہوئے اور واپس مدینہ تشریف لے آئے۔ (مصنف عبدالرزاق ج۵، ص ۳۵۹-۳۶۰)

اسلامی ریاست کی وارننگ

اب یہ سارا شیطانی منصوبہ طشت از بام ہو چکا تھا۔ ایسا غدر اسلام تو کیا اس معاشرے کے عام عرف کے اندر بھی ناقابلِ معافی تھا۔ آنحضورؐ نے مدینہ پہنچتے ہی ان غداروں کو الٹی میٹم بھیجا کہ تمھاری چال کو اللہ نے ناکام بنا دیا، تمھارے منصوبے سے اللہ نے مجھے خبردار کیا، اب تمھیں نوٹس دیا جاتا ہے کہ سیدھے سبھاؤ دس دن کے اندر مدینہ سے نکل جاؤ۔ بصورتِ دیگر نتائج و عواقب بھگتنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اسلامی ریاست کی طرف سے دیے گئے دس دن بڑی معقول مہلت تھی۔ آپؐ نے اپنے حکم میں یہ بھی کہا تھا کہ اس میعاد کے گزر جانے کے بعد جو یہودی یہاں پایا گیا، اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔

ابنِ اُبی کی شرارت

یہودیوں نے آنحضورؐ کی تنبیہ اور فیصلے پر سنجیدگی سے غور کرنے کے بجائے الٹا یہ کہا کہ کون ہے ہماری گردن اڑانے والا۔ اسی دوران ان کے حلیف عبداللہ بن ابی نے ان کو پیغام بھیجا کہ میں دو ہزار آدمیوں کی کمک لے کر تمھاری مدد کو آ جاؤں گا۔ تم اپنے آپ کو تنہا نہ سمجھو۔ بنوقریظہ اور بنوغطفان بھی اس جنگ میں تمھاری پشت پر ہوں گے۔ تم اپنی بستی میں ڈٹے رہو کوئی جلاوطنی قبول نہ کرو۔ ابنِ اُبی اسلام کی مخالفت کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتا تھا۔ یہ بدترین مارِ آستین تھا۔

Marfat.com

حضور پاک کا کمال ہے کہ اسے بھی آخر دم تک برداشت کرتے رہے۔ عبداللہ بن ابی کا پیغام ملنے کے بعد یہودیوں کے حوصلے اور بڑھ گئے اور انھوں نے آنحضورؐ کے نوٹس کا یہ جواب دیا کہ آپ کو جو کچھ کرنا ہو کر لیجیے۔ ہم اپنی بستی سے ہرگز نہیں نکلیں گے۔ اس پر ربیع الاول ۴ھ میں آنحضورؐ نے ان پر فوج کشی کا حکم دیا اور صحابہ کرامؓ کو ساتھ لے کر ان کا محاصرہ کر لیا۔ سورۃ الحشر میں اللہ نے یہود ومنافقین کے یہ تمام واقعات بیان کیے ہیں۔

بنونضیر کا محاصرہ

بنو قینقاع نے تو پندرہ دن میں ہتھیار ڈالے تھے۔ بنونضیر نے چھ سات دن ہی میں ہاتھ کھڑے کر دیے۔ انھوں نے آنحضورؐ سے کہا کہ ہم آپ سے جنگ نہیں کرنا چاہتے۔ آپ ہمیں امان دے دیں۔ ہم ہتھیار ڈال دیتے ہیں۔ آنحضورؐ کے سامنے انھوں نے جن شرائط پر ہتھیار ڈالے وہ یہ تھیں کہ اسلحے کی قبیل کی کوئی چیز وہ اپنے ساتھ نہیں لے جائیں گے۔ اس کے علاوہ جتنا سامان وہ اپنے اونٹوں پر لاد کر لے جا سکتے ہیں، وہ لے جائیں۔ ظاہر ہے کہ چاہنے کے باوجود سارا سامان تو اونٹوں پر نہ لاد سکے البتہ جس قدر لاد سکے وہ لاد ا اور اپنی ناکامی کا ماتم کرتے ہوئے حسرت بھری نگاہوں سے رسوائیاں سمیٹ کر یہاں سے نکل گئے۔ خیبر پہنچ کر حُیَی بن اخطب نے لوگوں کو تسلی دی کہ اگر وہاں ہم نے کھجوروں کے باغات ونخلستان چھوڑے تھے تو یہاں بھی ویسے ہی نخلستان موجود ہیں۔ پھر اس نے اپنی دولت اور اشرفیوں کے انبار کو اچھالتے ہوئے کہا کہ ہمیں کسی چیز کا غم نہیں نہ ہمارے پاس وسائل کی کوئی کمی ہے۔

بنونضیر بھی بنو قینقاع کی طرح خیبر، تبوک اور شام کے مختلف علاقوں میں جا بسے۔ اللہ اور اللہ کے رسولؐ سے جنگ لڑنے والے کب کامیاب ہو سکتے ہیں۔ روایات میں آتا ہے کہ بنونضیر میں سے صرف دو آدمی مسلمان ہوئے جو یہاں ٹھہر گئے اور صحابہؓ کی جماعت میں شامل ہو گئے۔ یہ تو تھا اس جنگ کا مختصر خلاصہ، اب قرآن مجید کا اس پر تبصرہ اور اس حوالے سے مستنبط عسکری، معاشی، معاشرتی اور سیاسی مسائل کا ایک خلاصہ بھی پیشِ خدمت ہے۔

Marfat.com

پہلا ہلّہ

یہودانِ بنونضیر کے متعلق سورۃ الحشر کی دوسری آیت میں اللہ نے ارشاد فرمایا ''وہی ہے جس نے اہلِ کتاب کافروں کو پہلے ہی ہلّے میں ان کے گھروں سے نکال باہر کیا۔ تمھیں ہرگز یہ گمان نہ تھا کہ وہ نکل جائیں گے، اور وہ بھی یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ ان کی گڑھیاں انھیں اللہ سے بچا لیں گی۔ مگر اللہ ایسے رخ سے اُن پر آیا جدھر ان کا خیال بھی نہ گیا۔ اس نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خود اپنے ہاتھوں سے بھی اپنے گھروں کو برباد کر رہے تھے اور مومنوں کے ہاتھوں بھی برباد کروا رہے تھے پس عبرت حاصل کرو اے دیدۂ بینا رکھنے والو!''

دوسرا ہلّہ

''پہلے ہی ہلے'' کے لیے قرآنی الفاظ ہیں اول الحشر، حشر کا لفظی معنی تو بکھرے ہوئے لوگوں یا اشیا کو ایک جگہ پر جمع کرنا ہے مگر یہاں حشر سے مراد بنونضیر کا سمٹ سمٹا کر اپنے قلعے میں بند ہو جانا ہے۔ یہ اول الحشر بنونضیر سے متعلق ہے اور ثانی الحشر یعنی دوسرا اکٹھ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں وقوع پذیر ہوا جب اللہ اور اس کے رسول کے اس حکم کو عملی جامہ پہنایا گیا کہ یہود و نصاریٰ کو جزیرہ نمائے عرب سے نکال دیا جائے۔ چنانچہ اس دور میں انھیں مسلم ریاست کے شہریوں کی حیثیت سے دوسرے علاقوں میں رہنے، اپنا کاروبار چلانے اور اپنے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی دی گئی تھی۔ البتہ جزیرہ نمائے عرب میں ان کی سکونت ممنوع قرار پائی نیز قرآن مجید کی سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۲۹ کے مطابق ان پر جزیہ عاید تھا جو انھیں ادا کرنا پڑتا تھا۔

سید مودودیؒ کا تبصرہ

سید مودودیؒ ان واقعات کا ایمان افروز انداز میں تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ پہلا اور دوسرا حشر تو واقع ہو چکا۔ آخری حشر قیامت کے روز ہوگا۔ انھی کے قلم معجز بیان سے یہ تاریخی واقعات ملاحظہ فرمایئے:

''اصل الفاظ ہیں لِاَوَّلِ الْحَشْر۔ حشر کے معنی ہیں منتشر افراد کو اکٹھا کرنا، یا بکھرے ہوئے اشخاص کو جمع

Marfat.com

کر کے نکالنا۔ اور لِاَوَّلِ الْحَشْرِ کے معنی ہیں پہلے حشر کے ساتھ یا پہلے حشر کے موقع پر۔ اب رہا یہ سوال کہ اس جگہ اولِ حشر سے مراد کیا ہے، تو اس میں مفسرین کے درمیان اختلاف ہے۔ ایک گروہ کے نزدیک اس سے مراد بنی نضیر کا مدینہ سے اخراج ہے، اور اس کو ان کا پہلا حشر اس معنی میں کہا گیا ہے کہ ان کا دوسرا حشر حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ہوا جب یہود و نصاریٰ کو جزیرۃ العرب سے نکالا گیا اور آخری حشر قیامت کے روز ہوگا۔ دوسرے گروہ کے نزدیک اس سے مراد مسلمانوں کی فوج کا اجتماع ہے جو بنی نضیر سے جنگ کرنے کے لیے ہوا تھا۔ اور لِاَوَّلِ الْحَشْرِ کے معنی یہ ہیں کہ ابھی مسلمان ان سے لڑنے کے لیے جمع ہی ہوئے تھے اور کشت و خون کی نوبت بھی نہ آئی تھی کہ اللہ کی قدرت سے وہ جلاوطنی کے لیے تیار ہو گئے۔ بالفاظ دیگر یہاں یہ الفاظ باوّلِ وہلہ کے معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے اس کا ترجمہ کیا ''دراوّل جمع کردنِ لشکر''۔ اور شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ ہے ''پہلے ہی بھیڑ ہوتے''۔ ہمارے نزدیک یہ دوسرا مفہوم ہی ان الفاظ کا متبادر مفہوم ہے''۔ (بحوالہ تفہیم القرآن جلد ۵، تفسیر سورۃ الحشر، حاشیہ ۲)

اللہ کے فیصلے اور ان کی شان

اللہ رب العالمین کا یہ ارشاد بالکل واضح ہے کہ بنو نضیر اپنے ہتھیاروں کی کاٹ اور قلعوں کی مضبوطی پر تکیہ کیے ہوئے تھے لیکن اللہ نے انھیں ایسے پکڑا کہ ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ آنحضورؐ نے جب ان کا محاصرہ کیا تو عام صحابہ کرامؓ اپنی کامیابی کے بارے میں پُر یقین تو تھے لیکن یہ ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ڈینگیں مارنے والے یہ سورما بغیر کسی لڑائی اور ایک بھی تیر چلائے بنا ڈھیر ہو جائیں گے۔ اگر ان بدبختوں کو عقل ہوتی تو آنحضورؐ کا نوٹس ملتے ہی یہ فیصلہ کر لیتے مگر وہ خود پسندی اور منافقین کی طفل تسلیوں پر تکیہ کیے رہے۔ ابوجہل نے بدر کی جنگ سے پہلے یہ کہا تھا کہ ہمارا مقابلہ دنیا کی کوئی فوج نہیں کر سکتی مگر محمد کا خیال ہے کہ اللہ اس کے ساتھ ہے، اگر اللہ سے مقابلہ ہوا تو مشکل پیش آئے گی۔ اپنے اس قول کے باوجود ابوجہل کے خیال میں تھا کہ اللہ تعالیٰ خانہ کعبہ کے مجاوروں کا ساتھ دے گا۔ ابوجہل تو الہامی ہدایت سے محروم تھا جبکہ بدبخت یہودیوں کے پاس الہامی کتاب موجود تھی، اگرچہ تحریف شدہ تھی۔ پھر بھی اللہ اور اس کے

Marfat.com

رسول کا مکمل تعارف کراتی تھی۔ انھیں اس بات کا علم ہونا چاہیے تھا کہ یہ جنگ محض محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے درمیان نہیں بلکہ اللہ اور ان کے درمیان ہے۔

اللہ نے جنگ بدر پر تبصرہ کرتے ہوئے اس حقیقت کو جن الفاظ میں بیان کیا ہے، کم و بیش وہی الفاظ غزوۂ بنو نضیر پر تبصرہ میں بھی بیان ہوئے ہیں۔ جنگ بدر کے بارے میں سورۃ الانفال کی آیت ۱۳ میں فرمایا: ''یہ اس لیے کہ ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ کیا اور جو اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ کرے اللہ اس کے لیے نہایت سخت گیر ہے''۔ اسی طرح غزوہ بنو نضیر پر سورۃ الحشر کی آیت ۴ کے الفاظ ملاحظہ فرمایئے: ''یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کا مقابلہ کیا اور جو بھی اللہ کا مقابلہ کرے اللہ اس کو سزا دینے میں بہت سخت ہے''۔

جاہل اور اجہل

قریش بلاشبہ بت پرست، مشرک اور ہدایت ربانی سے محروم تھے مگر اس دور کی تاریخ کا غیر جانب دارانہ مطالعہ کرتے ہوئے جگہ جگہ یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ اہلِ کتاب حاملینِ کتاب ہونے کا دعویٰ تو کرتے تھے مگر وہ ان مشرکین سے بھی گئے گزرے اور زیادہ پستیوں میں مبتلا تھے۔ مشرکینِ عرب کا کفر جہالت پر مبنی تھا جب کہ اہلِ کتاب کا کفر، ضد، عناد اور ہٹ دھرمی کے سبب تھا۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ جاہل تھے اور یہ اجہل۔ کفار پر جوں جوں حقیقت کھلتی چلی گئی وہ راہِ راست پر آتے رہے لیکن اہلِ کتاب میں ایسے لوگوں کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے اور اس کی وجہ بالکل واضح ہے کہ سوئے ہوئے کو تو جگایا جاسکتا ہے، جاگتے کو کیسے جگایا جائے۔ بنو نضیر کی جلا وطنی ان کا مقدر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی حوالے سے فرمایا: ''اگر اللہ نے جلاوطنی کے بجائے انھیں جنگ میں دھکیلنے کا فیصلہ کیا ہوتا تو آخرت کے عذاب کے ساتھ دنیا کا عذاب بھی ان کا مقدر بنتا''۔ (سورۃ الحشر ۵۹: ۳)

درختوں کا کاٹنا

واضح ہے کہ لڑائی کی صورت میں ان کے مردانِ جنگی مارے جاتے۔ عورتیں اور بچے لونڈی اور غلام بنا لیے جاتے اور اس جنگ میں چونکہ وہ قلعے کے اندر بند تھے، اس لیے ان کی کوئی قابلِ

Marfat.com

ذکر آبادی قتل سے نہ بچ سکتی اور یوں ان کے جنگی قیدیوں کا فدیہ دینے والا بھی کوئی نہ ہوتا۔ اس جنگ کے دوران میں مسلمانوں نے جنگی حکمتِ عملی کے تحت یہودیوں کے قلعے کو ڈھال فراہم کرنے والے درختوں کو کاٹ ڈالا حالانکہ آنحضورؐ کی عمومی ہدایات میں درختوں کو کاٹنے اور فصلوں کو اجاڑنے سے سختی سے منع کیا جاتا تھا۔ بعض اسلام دشمنوں نے اس عمل کو ہدفِ تنقید بنایا اور اپنے روایتی پراپیگنڈے کے ذریعے اسلام اور پیغمبرِ اسلام کی تصویر مسخ کرنا چاہی، اس پر اللہ رب العالمین نے سورۃ الحشر کی آیت ۵ میں ارشاد فرمایا: ''تم لوگوں نے کھجوروں کے جو درخت کاٹے یا جن کو اپنی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا، یہ سب اللہ ہی کے اِذن سے تھا۔ اور (اللہ نے یہ اذن اس لیے دیا) تاکہ فاسقوں کو ذلیل وخوار کرے''۔

اس آیت میں اللہ رب العالمین نے درختوں کے کاٹنے کو اپنے اذن سے جائز قرار دے دیا ہے اور اس کی غایت یہ بتائی ہے کہ فاسقوں کو ذلیل وخوار کرنا مطلوب ہے۔ سید مودودیؒ نے اس آیت کی تشریح میں بہت سے اہم جنگی نکات اور فقہی معاملات پر بحث کی ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم مفسرِ قرآن کی زبانی اس پورے پس منظر کو اسلام کے صحیح تناظر میں سمجھ لیں۔ وہ لکھتے ہیں:

مفسرِ قرآن کے الفاظ میں

''مسلمانوں نے جب محاصرہ شروع کیا تو بنی نضیر کی بستی کے اطراف میں جو نخلستان واقع تھے ان کے بہت سے درختوں کو انھوں نے کاٹ ڈالا یا جلا دیا تاکہ محاصرہ بآسانی کیا جاسکے، اور جو درخت فوجی نقل وحرکت میں حائل نہ تھے ان کو کھڑا رہنے دیا۔ اس پر مدینہ کے منافقین اور بنی قریظہ اور خود بنی نضیر نے شور مچا دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو فساد فی الارض سے منع کرتے ہیں، مگر یہ دیکھو، ہرے بھرے پھل دار درخت کاٹے جارہے ہیں، یہ آخر فساد فی الارض نہیں تو کیا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا کہ تم لوگوں نے جو درخت کاٹے اور جن کو کھڑا رہنے دیا، ان میں سے کوئی فعل بھی ناجائز نہیں ہے، بلکہ دونوں کو اللہ کا اذن حاصل ہے۔

Marfat.com

ضروریاتِ جنگ

اس سے یہ شرعی مسئلہ نکلتا ہے کہ جنگی ضروریات کے لیے جو تخریبی کارروائی ناگزیر ہو وہ فساد فی الارض کی تعریف میں نہیں آتی بلکہ فساد فی الارض یہ ہے کہ کسی فوج پر جنگ کا بھوت سوار ہو جائے اور وہ دشمن کے ملک میں گھس کر کھیت، مویشی، باغات، عمارات، ہر چیز کو خواہ مخواہ تباہ و برباد کرتی پھرے۔ اس معاملہ میں عام حکم تو وہی ہے جو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فوجوں کو شام کی طرف روانہ کرتے وقت دیا تھا کہ پھل دار درختوں کو نہ کاٹنا، فصلوں کو خراب نہ کرنا، اور بستیوں کو ویران نہ کرنا۔ یہ قرآن مجید کی اس تعلیم کے عین مطابق تھا کہ اس نے مفسد انسانوں کی مذمت کرتے ہوئے ان کے اس فعل پر زجر و توبیخ کی ہے کہ "جب وہ اقتدار پا لیتے ہیں تو فصلوں اور نسلوں کو تباہ کرتے پھرتے ہیں" (البقرہ ۲:۲۰۵) لیکن جنگی ضروریات کے لیے خاص حکم یہ ہے کہ اگر دشمن کے خلاف لڑائی کو کامیاب کرنے کی خاطر کوئی تخریب ناگزیر ہو تو وہ کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے یہ وضاحت فرما دی ہے کہ قطعوا منها ما كان موضعاً للقتال، "مسلمانوں نے بنی نضیر کے درختوں میں سے صرف وہ درخت کاٹے تھے جو جنگ کے مقام پر واقع تھے" (تفسیر نیسا بوری)۔ فقہائے اسلام میں سے بعض نے معاملہ کے اس پہلو کو نظر انداز کر کے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ بنی نضیر کے درخت کاٹنے کا جواز صرف اسی واقعہ کی حد تک مخصوص تھا، اس سے یہ عام جواز نہیں نکلتا کہ جب کبھی جنگی ضروریات داعی ہوں، دشمن کے درختوں کو کاٹا اور جلایا جاسکے۔ امام اوزاعی، لیث اور ابوثور اسی طرف گئے ہیں لیکن جمہور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ اہم جنگی ضروریات کے لیے ایسا کرنا جائز ہے، البتہ محض تخریب و غارت گری کے لیے یہ فعل جائز نہیں ہے۔

طمانیتِ اہلِ ایمان

ایک شخص یہ سوال کر سکتا ہے کہ قرآن مجید کی یہ آیت مسلمانوں کو تو مطمئن کر سکتی تھی، لیکن جو لوگ قرآن کو کلام اللہ نہیں مانتے تھے انھیں اپنے اعتراض کے جواب میں یہ سن کر کیا اطمینان ہو سکتا

Marfat.com

تھا کہ یہ دونوں فعل اللہ کے اذن کی بنا پر جائز ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کی یہ آیت مسلمانوں ہی کو مطمئن کرنے کے لیے نازل ہوئی ہے، کفار کو مطمئن کرنا سرے سے اس کا مقصود ہی نہیں ہے۔ چونکہ یہود اور منافقین کے اعتراض کی وجہ سے، یا بطورِ خود، مسلمانوں کے دلوں میں یہ خلش پیدا ہوگئی تھی کہ کہیں ہم فساد فی الارض کے مرتکب تو نہیں ہوگئے ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو اطمینان دلا دیا کہ محاصرے کی ضرورت کے لیے کچھ درختوں کو کاٹنا، اور جو درخت محاصرے میں حائل نہ تھے ان کو نہ کاٹنا، یہ دونوں ہی فعل قانونِ الٰہی کے مطابق درست تھے۔

محدثین کی آرا

محدثین کی نقل کردہ روایات میں اس امر پر اختلاف ہے کہ آیا ان درختوں کے کاٹنے اور جلانے کا حکم خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا، یا مسلمانوں نے بطور خود یہ کام کیا اور بعد میں اس کا شرعی مسئلہ حضورؐ سے دریافت کیا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت یہ ہے کہ حضورؐ نے خود اس کا حکم دیا تھا (بخاری، مسلم، مسند احمد، ابن جریر)۔ یہی یزید بن رومان کی روایت بھی ہے (ابن جریر)۔ بخلاف اس کے مجاہد اور قتادہ کی روایت یہ ہے کہ مسلمانوں نے بطور خود یہ درخت کاٹے تھے، پھر ان میں اس مسئلے پر اختلاف ہوا کہ یہ کام کرنا چاہیے یا نہیں۔ بعض اس کے جواز کے قائل ہوئے اور بعض نے اس سے منع کیا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر دونوں کے فعل کی تصویب کردی (ابن جریر)۔ اسی کی تائید حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی یہ روایت کرتی ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں اس بات پر خلش پیدا ہوئی کہ ہم میں سے بعض نے درخت کاٹے ہیں اور بعض نے نہیں کاٹے، اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنا چاہیے کہ ہم میں سے کس کا فعل اجر کا مستحق ہے اور کس کے فعل پر مواخذہ ہوگا (نسائی)۔

فقہا کا استدلال

فقہا میں سے جن لوگوں نے پہلی روایت کو ترجیح دی ہے وہ اس سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اجتہاد تھا جس کی توثیق بعد میں اللہ تعالیٰ نے وحی جلی سے فرمائی اور

Marfat.com

یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ جن معاملات میں اللہ تعالیٰ کا حکم موجود نہ ہوتا تھا ان میں حضورؐ اجتہاد پر عمل فرماتے تھے۔ دوسری طرف جن فقہاء نے دوسری روایت کو ترجیح دی ہے وہ اس سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے دو گروہوں نے اپنے اپنے اجتہاد سے دو مختلف رائیں اختیار کی تھیں اور اللہ تعالیٰ نے دونوں کی توثیق فرما دی، لہٰذا اگر نیک نیتی کے ساتھ اجتہاد کر کے اہلِ علم مختلف رائیں قائم کریں تو باوجود اس کے کہ ان کی آراء ایک دوسرے سے مختلف ہوں گی، مگر اللہ کی شریعت میں وہ سب حق پر ہوں گے''۔ (بحوالہ تفہیم القرآن ج ۵، ص ۳۸۶-۳۸۸)

ہر دو لعنت

ان درختوں کا کاٹا جانا جس حکمت اور مشیت ربانی کے تحت تھا، اس کا ذکر تو اوپر ہو چکا ہے۔ درختوں کا کاٹا جانا یہودیوں کے دلوں پر بہت شاق گزرا۔ ان کی یہ ذہنی اذیت فطری اور قابل فہم ہے، ان درختوں کا کاٹا جانا بھی ان کے لیے قابلِ اذیت تھا اور جو باقی رہے وہ بھی بالآخر ان کے لیے اذیت ہی کا باعث بنے۔ یہود نے قرآن کے الفاظ میں خود کو لعنت کا طوق پہنانے کی روش ہر دور میں اپنائی تھی۔ اب بھی ہر دو حالتوں میں ان کے لیے ذلت و رسوائی اور حرمان و حسرت ہی کا سامان تھا۔ اس حوالے سے بھی سید مودودیؒ نہایت موثر انداز میں صورتِ حال کو یوں بیان فرماتے ہیں:

''اللہ کا ارادہ یہ تھا کہ ان درختوں کو کاٹنے سے بھی ان کی ذلت و خواری ہو اور نہ کاٹنے سے بھی۔ کاٹنے میں ان کی ذلت و خواری کا پہلو یہ تھا کہ جو باغ انھوں نے اپنے ہاتھوں سے لگائے تھے اور جن باغوں کے وہ مدت ہائے دراز سے مالک چلے آ رہے تھے، ان کے درخت ان کی آنکھوں کے سامنے کاٹے جا رہے تھے اور وہ کاٹنے والوں کو کسی طرح نہ روک سکتے تھے۔ ایک معمولی کسان اور باغبان بھی اپنے کھیت یا باغ میں کسی دوسرے کے تصرف کو برداشت نہیں کر سکتا۔ اگر اس کے سامنے اس کا کھیت یا اس کا باغ کوئی برباد کر رہا ہو تو وہ اس پر کٹ مرے گا۔ اور اگر وہ اپنی جائیداد میں دوسرے کی دست درازی نہ روک سکے تو یہ اس کی انتہائی ذلت اور کمزوری کی علامت ہوگی۔ لیکن یہاں ایک پورا قبیلہ، جو صدیوں سے بڑے دھڑلے کے ساتھ اس جگہ آباد تھا، بے بسی کے ساتھ یہ دیکھ رہا تھا کہ اس کے ہمسائے اس کے باغوں پر

Marfat.com

چڑھ آئے ہیں اور اس کے درختوں کو برباد کر رہے ہیں، مگر وہ ان کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ اس کے بعد اگر وہ مدینے میں رہ بھی جاتے تو ان کی کوئی آبرو باقی نہ رہتی۔ رہا درختوں کو نہ کاٹنے میں ذلت کا پہلو تو وہ یہ تھا کہ جب وہ مدینہ سے نکلے تو ان کی آنکھیں یہ دیکھ رہی تھیں کہ کل تک جو ہرے بھرے باغ ان کی ملکیت تھے وہ آج مسلمانوں کے قبضے میں جا رہے ہیں۔ ان کا بس چلتا تو وہ ان کو پوری طرح اجاڑ کر جاتے اور ایک سالم درخت بھی مسلمانوں کے قبضے میں نہ جانے دیتے۔ مگر بے بسی کے ساتھ وہ سب کچھ جوں کا توں چھوڑ کر باحسرت ویاس نکل گئے"۔ (بحوالہ تفہیم القرآن ج۵، ص ۳۸۸)

منافقین، برادرانِ یہود ہیں

عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھی اسلام اور اہلِ اسلام کے خلاف ہمیشہ سرگرمِ عمل رہتے تھے۔ قبیلہ بنونضیر کے ساتھ عبداللہ بن ابی کے قبیلے خزرج کے دوستانہ اور حلیفانہ تعلقات تھے۔ قرآن مجید نے ان منافقین کو اہلِ کتاب کا بھائی قرار دیا ہے۔ عبداللہ بن ابی نے بنونضیر کو ڈٹے رہنے کی تلقین کی تھی اور اس کے بعد پھر حمایت کا یقین دلانے والے یہ بزدل منافقین اور اسلام کے مقابلے پر بغاوت کرنے والے دنیا پرست اہلِ کتاب یوں دبک کر بیٹھ گئے جس طرح ریت کی دیواریں بیٹھ جاتی ہیں۔ قرآن مجید کی سورۃ الحشر کا دوسرا رکوع (آیت نمبر ۱۱ تا ۱۷) انھی سے متعلق ہے۔ ان آیات کا سلیس ترجمہ پڑھنے سے بھی پورے منظر و پس منظر کی تصویر آنکھوں کے سامنے آ جاتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

"تم نے دیکھا نہیں ان لوگوں کو جنھوں نے منافقت کی روش اختیار کی ہے؟ یہ اپنے کافر اہلِ کتاب بھائیوں سے کہتے ہیں "اگر تمھیں نکالا گیا تو ہم تمھارے ساتھ نکلیں گے، اور تمھارے معاملہ میں ہم کسی کی بات ہرگز نہ مانیں گے، اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم تمھاری مدد کریں گے"۔ مگر اللہ گواہ ہے کہ یہ لوگ قطعی جھوٹے ہیں۔ اگر وہ نکالے گئے تو یہ ان کے ساتھ ہرگز نہ نکلیں گے، اور اگر ان سے جنگ کی گئی تو یہ ان کی ہرگز مدد نہ کریں گے، اور اگر یہ ان کی مدد کریں بھی تو پیٹھ پھیر جائیں گے اور پھر کہیں سے کوئی مدد نہ پائیں گے۔ ان کے دلوں میں اللہ سے بڑھ کر تمھارا خوف

Marfat.com

ہے، اس لیے کہ یہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھ بوجھ نہیں رکھتے۔ یہ کبھی اکٹھے ہو کر (کھلے میدان میں) تمھارا مقابلہ نہ کریں گے، لڑیں گے بھی تو قلعہ بند بستیوں میں بیٹھ کر یا دیواروں کے پیچھے چھپ کر۔ یہ آپس کی مخالفت میں بڑے سخت ہیں۔ تم انھیں اکٹھا سمجھتے ہو مگر ان کے دل ایک دوسرے سے پھٹے ہوئے ہیں۔ ان کا یہ حال اس لیے ہے کہ یہ بے عقل لوگ ہیں۔ یہ انھی لوگوں کے مانند ہیں جو ان سے تھوڑی ہی مدت پہلے اپنے کیے کا مزا چکھ چکے ہیں اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ ان کی مثال شیطان کی سی ہے کہ پہلے وہ انسان سے کہتا ہے کہ کفر کر، اور جب انسان کفر کر بیٹھتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں تجھ سے بَرِی الذِّمَّہ ہوں، مجھے تو اللہ رب العلمین سے ڈر لگتا ہے۔ پھر دونوں کا انجام یہ ہونا ہے کہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں جائیں، اور ظالموں کی یہی جزا ہے"۔ (سورۃ الحشر ۵۹:۱۷-۱۱)

ربانی تعلق اور شیطانی یارانے

تعلق باللہ ایک ایسی صفت ہے جو اجنبیوں کو ہم راز بنا دیتی ہے اور دور دراز کے رہنے والوں کو اپنے خونی رشتے داروں سے زیادہ محبوب کر دیتی ہے۔ کفر اور باطل کی دوستیاں تو ذاتی مفادات کے لیے ہوتی ہیں، وہ کبھی کسی امتحان میں سرخرو نہیں ہوئیں۔ ایسی دوستی کی جو مثال ان آیات میں دی گئی ہے، وہ بڑی برموقع اور آسان فہم ہے۔ یہ دوستیاں اسی طرح ہیں، جس طرح شیطان انسان کے ساتھ دوستیاں گانٹھتا ہے۔ وہ انسان کو کفر و بغاوت کی پٹی پڑھاتا ہے لیکن جب نتائج سامنے آتے ہیں اور انسان اپنے گناہوں کی پاداش میں پکڑا جاتا ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتا ہے۔ یہی کچھ اس نے بدر میں کیا تھا اور اسی طرزِ عمل کا مظاہرہ مندرجہ بالا آیات کی روشنی میں اس نے یہاں بھی کیا۔

ترتیبِ نزولی و تدوینی

مفسرین نے بیان کیا ہے کہ دوسرا رکوع ترتیب نزولی کے لحاظ سے پہلے ہے اور پہلا رکوع بعد میں نازل ہوا ہے۔ سید مودودیؒ کے بقول قرآن مجید کی اس ترتیب میں تقدیم و تاخیر کی وجہ یہ ہے کہ اہم تر موضوع پہلے بیان ہوا ہے اور اس موضوع پر عمومی تبصرہ بعد میں۔ اہل کفر و نفاق کی اس

Marfat.com

کیفیت کو قرآن کے الفاظ میں واضح کیا گیا ہے کہ یہ لوگ اللہ کے مقابلے میں اہلِ ایمان کی عسکری اور جہادی قوت سے زیادہ خوف زدہ تھے۔ یہ ایک بدیہی اور لازوال حقیقت ہے کہ جب بھی اور جہاں بھی ایمان سے دل خالی ہوں، وہاں یہی کیفیت ہوتی ہے۔ سامنے نظر آنے والی قوت سے تو یہ بزدل خوف زدہ ہو جاتے ہیں اور باطن میں چھپی ہوئی حقیقی قوت کو اپنی حماقت کی بدولت ہلکا سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ان آیات سے یہ بات واضح طور پر ذہن نشین ہوتی ہے کہ جس شخص کو معمولی سمجھ بوجھ بھی ہو اور وہ حقیقت کی تہ تک دیکھنے کی ذرا بھی صلاحیت اپنے اندر رکھتا ہو تو وہ انسانی طاقت سے ڈرنے کے بجائے اس حقیقی طاقت سے ڈرے گا، جس کے حکم کے بغیر ایک ذرہ ہل سکتا ہے نہ اس کے حکم کو ٹالنے کی پوری کائنات میں کوئی سکت ہے۔ یہ حقیقت بھی ان آیات سے واضح ہوتی ہے کہ منافقین اور اہلِ کفر اپنے درمیان جتنا بھی اتحاد کا تاثر دیں، حقیقت میں ان کے دل ایک دوسرے سے پھٹے رہتے ہیں۔

......❀❀❀......

Marfat.com

مالِ فے اور اس کے مسائل

بنو نضیر کے مدینہ منورہ سے نکل جانے کے بعد یہ پورا علاقہ، اس کی زمینیں اور باغات اور یہودیوں کی طرف سے اپنے گھروں میں چھوڑی گئی منقولہ اشیا و سامان مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ یہاں اس مال کو قرآن مجید نے مالِ فے قرار دیا ہے۔ اتنی بڑی جایداد پہلی مرتبہ مسلمانوں کے قبضے میں آئی تھی۔ اس کی تقسیم کے حوالے سے سوال پیدا ہوا کہ اسے مالِ غنیمت کے طور پر تقسیم کیا جائے یا اس کا کوئی الگ حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں ارشاد فرمایا: ''اور جو مال اللہ نے ان کے قبضے سے نکال کر اپنے رسولؐ کی طرف پلٹا دیے، وہ ایسے مال نہیں ہیں جن پر تم نے اپنے گھوڑے اور اونٹ دوڑائے ہوں، بلکہ اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے تسلط عطا فرما دیتا ہے، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ ان بستیوں کے لوگوں سے اپنے رسولؐ کی طرف پلٹا دے وہ اللہ اور رسولؐ اور رشتہ داروں اور یتامیٰ اور مساکین اور مسافروں کے لیے ہے تاکہ وہ تمھارے مالداروں ہی کے درمیان گردش نہ کرتا رہے۔ جو کچھ رسولؐ تمھیں دے وہ لے لو اور جس چیز سے وہ تم کو روک دے اس سے رک جاؤ۔ اللہ سے ڈرو، اللہ سخت سزا دینے والا ہے''۔ (سورۃ الحشر ۵۹: ۶-۷)

غنیمت اور فے کی تقسیم کے مسائل

مالِ غنیمت اور اثاثہ جاتِ فے کے احکام فقہا نے تفصیلاً بیان کیے ہیں۔ مالِ غنیمت کے تو پانچ حصے کیے جاتے تھے، جس کا حکم سورۃ الانفال کی آیت ۴۱ میں اللہ کی طرف سے دیا گیا تھا۔ اس میں سے چار حصے میدانِ جنگ میں شریک مجاہدین کے درمیان تقسیم کیے جاتے تھے اور پانچواں حصہ بیت المال میں جمع ہوتا تھا۔ مالِ فے کے بارے میں یہ طے شدہ امر ہے کہ وہ فاتح فوج میں تقسیم کرنے کے بجائے ملی و قومی اور ریاستی تصرف میں رکھا جائے اور اسے ضروریاتِ عامہ کے لیے قانون اور ضابطے کے مطابق استعمال میں لایا جائے یا مستحقین کو حقِ ملکیت پر یا اجارہ پر دیا جائے۔ بعض فقہا

Marfat.com

نے یہ کہا کہ اموالِ منقولہ از قسمِ نقد و دیگر سامان غنیمت میں داخل ہیں اور اموالِ غیر منقولہ پر فے کا حکم عاید ہوتا ہے مگر ایک مثال جو امام ابو یوسف نے اپنی مشہور تصنیف کتاب الخراج میں دی ہے، وہ بہت اہم ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات مالِ غنیمت کے کچھ حصے بھی تقسیم کرنے کے بجائے بیت المال میں لیے جاسکتے ہیں۔ یہ واقعہ جنگ نہاوند سے متعلق ہے۔ مالِ غنیمت تقسیم ہو چکنے کے بعد ایک مجاہد حضرت سائب بن اقرع کو قلعہ میں داخل ہونے پر ہیرے جواہرات کی دو تھیلیاں ملیں۔ ان کے دل میں الجھن پیدا ہوئی کہ آیا اسے مالِ غنیمت سمجھا جائے یا اسے فے کی مد میں داخل کیا جائے۔ آخر مدینہ حاضر ہو کر انھوں نے یہ معاملہ امیر المومنین حضرت عمرؓ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت عمرؓ نے یہ جواہرات فروخت کر کے ان کی قیمت بیت المال میں جمع کرادی۔ اس پر کسی صحابی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔

آنے والی نسلوں کا خیال

مالِ فے کی تقسیم کے بارے میں سورۃ الحشر میں احکام ملتے ہیں اور تعاملِ صحابہ میں اس کی تفصیلات ہیں۔ اس میں اللہ اور اللہ کے رسول، رشتہ داروں، یتامیٰ، مساکین اور مسافروں کا حصہ بھی مقرر کیا گیا۔ اس کے علاوہ مہاجرین اور انصار کو بھی حصے دار بنایا گیا ہے اور یہی نہیں، آنے والی نسلوں کے لیے بھی اس میں حصہ رکھنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ نبی اکرمؐ نے خیبر کی فتح کے بعد جایدادوں کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کیا تھا مگر حضرت عمرؓ نے بعد میں صحابہ سے مشورہ کر کے فرمایا کہ بعد میں آنے والی نسلوں کا خیال نہ ہوتا تو میں فتح ہونے والے تمام علاقے، خیبر کو نظیر بنا کر تقسیم کرتا چلا جاتا۔ [اب یہ زمینیں فوجیوں میں تقسیم نہیں کی جائیں گی] (بخاری، موطا، ابو عبید)۔

مالِ فے اور حضرت عمرؓ کی مجلس شوریٰ

حضرت عمرؓ کے اس فیصلے پر شروع میں لوگوں کو اطمینان نہیں ہوا اور انھوں نے کہا آپ ظلم کر رہے ہیں۔ اس پر یہ معاملہ شوریٰ میں پیش ہوا اور شوریٰ کے سامنے حضرت عمرؓ نے اپنا موقف بایں الفاظ بیان کیا:

Marfat.com

"میں نے آپ لوگوں کو صرف اس لیے تکلیف دی ہے کہ آپ اس امانت کے اٹھانے میں میرے ساتھ شریک ہوں جس کا بار آپ کے معاملات کو چلانے کے لیے میرے اوپر رکھا گیا ہے۔ میں آپ ہی لوگوں میں سے ایک فرد ہوں، اور آپ وہ لوگ ہیں جو آج حق کا اقرار کرنے والے ہیں۔ آپ میں سے جو چاہے میری رائے سے اتفاق کرے اور جو چاہے اختلاف کرے۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ آپ میری خواہش کی پیروی کریں۔ آپ کے پاس کتاب اللہ ہے جو ناطق بالحق ہے۔ خدا کی قسم میں نے اگر کوئی بات کہی ہے جسے میں کرنا چاہتا ہوں تو اس سے میرا مقصد حق کے سوا کچھ نہیں ہے...... آپ اُن لوگوں کی بات سن چکے ہیں جن کا خیال یہ ہے کہ میں ان کے ساتھ ظلم کر رہا ہوں اور ان کی حق تلفی کرنا چاہتا ہوں۔ حالانکہ میں اس سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں کہ کسی ظلم کا ارتکاب کروں۔ میں بڑا اشقی ہوں گا اگر ظلم کر کے کوئی ایسی چیز جو فی الواقع ان کی ہو، انھیں نہ دوں اور کسی دوسرے کو دے دوں۔ مگر میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ کسریٰ کی سرزمین کے بعد اب کوئی اور علاقہ فتح ہونے والا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایرانیوں کے مال اور ان کی زمینیں اور ان کے کسان، سب ہمارے قبضے میں دے دیے ہیں۔ ہماری فوجوں نے جو غنائم حاصل کیے تھے وہ تو خمس نکال کر ان میں بانٹ چکا ہوں، اور ابھی جو غنائم تقسیم نہیں ہوئے ہیں، میں ان کو بانٹنے کی فکر میں لگا ہوا ہوں۔ البتہ زمینوں کے بارے میں میری رائے یہ ہے کہ انھیں اور ان کے کسانوں کو تقسیم نہ کروں، بلکہ ان پر خراج اور کسانوں پر جزیہ لگا دوں جسے وہ ہمیشہ ادا کرتے رہیں اور یہ اس وقت کے عام مسلمانوں اور لڑنے والی فوجوں اور مسلمانوں کے بچوں کے لیے اور بعد کی آنے والی نسلوں کے لیے فے ہو۔ کیا آپ لوگ نہیں دیکھتے کہ ہماری ان سرحدوں کے لیے لازماً ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو ان کی حفاظت کرتے رہیں؟ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ یہ بڑے بڑے ملک، شام، الجزیرہ، کوفہ، بصرہ، مصر، ان سب میں فوجیں رہنی چاہییں اور ان کو پابندی سے تنخواہیں ملنی چاہییں؟ اگر میں اِن زمینوں کو ان کے کسانوں سمیت تقسیم کردوں تو یہ مصارف کہاں سے آئیں گے؟"

اطمینان بخش فیصلہ

یہ بحث دو تین دن چلتی رہی۔ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ وغیرہ حضرات نے حضرت عمرؓ کی رائے سے اتفاق کیا لیکن فیصلہ نہ ہو سکا۔ آخر کار حضرت عمرؓ اٹھے

Marfat.com

اور انھوں نے فرمایا کہ مجھے کتاب اللہ سے ایک حجت مل گئی ہے جو اس مسئلے کا فیصلہ کر دینے والی ہے۔ اس کے بعد انھوں نے سورۂ حشر کی یہی آیات وَمَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْھُمْ سے لے کر رَبَّنَآ اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ تک پڑھیں، اور ان سے یہ استدلال کیا کہ اللہ کی عطا کردہ ان املاک میں صرف اس زمانے کے لوگوں کا ہی حصہ نہیں ہے بلکہ بعد کے آنے والوں کو بھی اللہ نے ان کے ساتھ شریک کیا ہے، پھر یہ کیسے صحیح ہوسکتا ہے کہ اس فے کو جو سب کے لیے ہے، ہم ان فاتحین میں تقسیم کر دیں اور بعد والوں کے لیے کچھ نہ چھوڑیں؟ نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَۃً بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ ''تاکہ یہ مال تمھارے مالداروں ہی میں چکر نہ لگاتا رہے''۔ لیکن اگر میں اسے فاتحین میں تقسیم کر دوں تو یہ تمھارے مالداروں ہی میں چکر لگاتا رہے گا اور دوسروں کے لیے کچھ نہ بچے گا۔ یہ دلیل تھی جس نے سب کو مطمئن کر دیا اور اس بات پر اجماع ہوگیا کہ ان تمام مفتوحہ علاقوں کو عامۂ مسلمین کے لیے فے قرار دیا جائے، جو لوگ ان اراضی پر کام کر رہے ہیں انھی کے ہاتھوں میں انھیں رہنے دیا جائے اور ان پر خراج اور جزیہ لگا دیا جائے (کتاب الخراج لابی یوسف، صفحہ ۲۳ تا ۲۷، ۳۵۔ احکام القرآن للجصّاص)

ملی وقومی ملکیت

اس فیصلے کے مطابق اراضی مفتوحہ کی اصل حیثیت یہ قرار پائی کہ مسلم ملت بحیثیت مجموعی ان کی مالک ہے، جو لوگ پہلے سے ان زمینوں پر کام کر رہے تھے ان کو ملت نے اپنی طرف سے بطور کاشت کار برقرار رکھا ہے، وہ ان اراضی پر اسلامی حکومت کو ایک مقرر لگان ادا کرتے رہیں گے، نسلاً بعد نسلٍ یہ کاشت کارانہ حقوق ان کی میراث میں منتقل ہوتے رہیں گے اور وہ ان حقوق کو فروخت بھی کر سکیں گے، مگر زمین کے اصل مالک وہ نہ ہونگے بلکہ مسلم ملت ان کی مالک ہوگی۔

امام ابوعبید نے اپنی کتاب الاموال میں اس قانونی پوزیشن کو اس طرح بیان کیا ہے۔

حضرت عمرؓ نے سوادِ عراق کے لوگوں کو ان کی زمینوں پر برقرار رکھا، اور ان کے افراد پر جزیہ اور ان کی زمینوں پر ٹیکس لگا دیا۔ امام (یعنی اسلامی حکومت کا فرمانروا) جب مفتوحہ ممالک کے لوگوں کو ان

Marfat.com

کی زمینوں پر برقرار رکھے تو وہ ان اراضی کو میراث میں بھی منتقل کر سکیں گے اور بیع بھی کر سکیں گے۔

مزید وضاحت

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانے میں شعبی سے پوچھا گیا کیا سوادِ عراق کے لوگوں سے کوئی معاہدہ ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ معاہدہ تو نہیں ہے، مگر جب ان سے خراج لینا قبول کر لیا گیا تو یہ ان کے ساتھ معاہدہ ہو گیا (ابوعبیدہ، ص ۴۹۔ ابو یوسف، ص ۲۸)

حضرت عمرؓ کے زمانے میں عُتبہ بن فَرقَد نے فُرات کے کنارے ایک زمین خریدی۔ حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا تم نے یہ زمین کس سے خریدی ہے؟ انھوں نے کہا اس کے مالکوں سے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اس کے مالک تو یہ لوگ ہیں (یعنی مہاجرین و انصار)۔ رأیٰ عُمَرُ اَنَّ اصل الْاَرْضِ لِلْمُسْلِمِیْن، ''عمر کی رائے یہ تھی کہ ان زمینوں کے اصل مالک مسلمان ہیں''۔ (ابوعبیدہ، ص ۷۴)

اس فیصلے کی رو سے ممالکِ مفتوحہ کے جو اموال مسلمانوں کی اجتماعی ملکیت قرار دیے گئے وہ یہ تھے:

۱۔ وہ زمینیں اور علاقے جو کسی صلح کے نتیجے میں اسلامی حکومت کے قبضے میں آئیں۔

۲۔ وہ فدیہ یا خراج یا جزیہ جو کسی علاقے کے لوگوں نے جنگ کے بغیر ہی مسلمانوں سے امان حاصل کرنے کے لیے ادا کرنا قبول کیا۔

۳۔ وہ اراضی اور جایدادیں جن کے مالک انھیں چھوڑ کر بھاگ گئے۔

۴۔ وہ جایدادیں جن کے مالک مارے گئے اور کوئی مالک باقی نہ رہا۔

۵۔ وہ اراضی جو پہلے سے کسی کے قبضے میں نہ تھیں۔

۶۔ وہ اراضی جو پہلے سے لوگوں کے قبضے میں تھیں، مگر ان کے سابق مالکوں کو برقرار رکھ کر ان پر جزیہ و خراج عائد کر دیا گیا۔

۷۔ سابق حکمران خاندانوں کی جاگیریں۔

Marfat.com

۸۔ سابق حکومتوں کی املاک

[تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو، بدائع الصنائع، ج ۷، ص ۱۱۶-۱۱۸۔ کتاب الخراج، یحییٰ بن آدم، ص ۲۲-۶۴۔ مغنی المحتاج، ج ۳، ص ۹۳۔ حاشیۃ الدُّسوتی علی الشرح الکبیر، ج ۲، ص ۱۹۰۔ غایۃ المنتھیٰ، ج ۱، ص ۴۶۷-۴۷۱]۔ (بحوالہ: تفہیم القرآن، ج ۵، ص ۴۰۱)

زمینوں کی تقسیم

صحابہ کرامؓ اور تابعین کے دورِ سعید میں احساسِ ذمہ داری کی کیا کیفیت تھی؟ اس کا اندازہ اوپر کی سطور سے بخوبی کیا جاسکتا ہے۔ مملکتِ خداداد پاکستان میں ہمارے شب و روز اور کلچر کا کیا رنگ ڈھنگ ہے، اس کا منظر ہر پاکستانی ہر روز دیکھتا ہے اور سر پیٹ کر رہ جاتا ہے۔ ہمارے حکمران ملک کی دولت کو دونوں ہاتھوں سے لوٹتے اور پھر بیرونِ ملک منتقل کر دیتے ہیں۔ یہی المیہ ہے کہ ہم ایک مفلس قوم بن کر رہ گئے ہیں۔ غیر آباد زمینیں بے مالک ہاریوں اور کسانوں میں اس شرط پر تقسیم کی جائیں کہ وہ ان کو آباد کریں گے تو ملک کی قسمت بدل جائے۔ قومی ملکیت میں جتنے وسیع رقبے ہیں وہ بحیثیت مجموعی پوری قوم اور آنے والی نسلوں کی امانت ہیں۔ ان کو سرکاری افسران کے درمیان تقسیم کرنا نہ جائز ہے اور نہ ہی نفع بخش۔ البتہ جس طرح ملک کے دفاع کے لیے مسلح افواج قربانیاں دیتی ہیں اس کی قدر پوری قوم کو کرنی چاہیے۔ اگر کسی شہید جوان یا افسر کی خدمات کے اعتراف میں کوئی قطعہ زمین اس کے ورثا کو اس شرط پر دیا جائے کہ وہ اسے آباد کریں گے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ تاہم یہ بات دیکھنے میں آئی ہے کہ سول اور فوجی افسران کے درمیان زمینوں کی تقسیم کا ایک طویل سلسلہ چل پڑا ہے۔ ہمارے باضمیر افسران اس بہتی گنگا میں نہانے سے انکار کر دیتے ہیں۔ ایسے لوگ بہت قیمتی ہیں، مگر یہ آٹے میں نمک کے برابر ہیں۔

ایک باوردی مردِ درویش

پاک فوج کے ایک درویش منش اور انتہائی نیک نہاد جرنیل، جنرل محمد حسین انصاری مرحوم نے

Marfat.com

ایک مرتبہ بتایا کہ ان کی ریٹائرمنٹ سے چند دن قبل ان کے ماتحت افسران ان کے پاس ایک فائل لے کر آئے، جس پر ان سے دستخط کرنے کے لیے کہا گیا۔ انھوں نے دیکھا کہ فائل میں ان کے نام زمین کی الاٹمنٹ کا حکم نامہ تھا۔ جنرل انصاری صاحب نے اس دستاویز پر دستخط کرنے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں نے اپنی ملازمت کے دوران ملک وقوم سے فوجی خدمات کے عوض اپنا پورا معاوضہ وصول کیا ہے اور ریٹائر ہونے کے بعد پنشن بھی ضابطے کے مطابق میرا استحقاق ہے جو مجھے ملتی رہے گی۔ اس سے زاید نہ میرا قومی وملکی وسائل پر کوئی استحقاق ہے نہ اسے میں جائز سمجھتا ہوں۔ جنرل انصاری مرحوم ومغفور جیسے ولی اللہ فوجی افسران کتنے ہوں گے؟

استحقاق کا تعین واحترام

غزوۂ بنونضیر کے بعد کم وبیش ہر جنگ میں مسلمانوں کو وسیع علاقوں پر فتوحات ملتی رہیں۔ ان علاقوں کی زرعی زمینیں عمومی طور پر مقامی باشندوں کے پاس ہی رہنے دی گئیں۔ جو رقبے غیر آباد پڑے ہوئے تھے وہ مالِ فَے شمار ہوئے۔ اس وقت پاکستان میں اس نوعیت کی زمینیں سرکاری اداروں، یونی ورسٹیوں اور فوجی چھاونیوں کے علاوہ سرکاری سطح پر قائم اداروں کی ملکیت میں ڈیری فارمنگ اور زراعت کی افزایش کے لیے تجرباتی فارمز کے طور پر استعمال کی جائیں تو ملک وقوم کے فائدے میں ہے۔ لیکن مقتدر طبقات کے افراد اگر ان زمینوں پر قابض ہو جائیں، ذاتی کالونیاں بنانے لگیں یا قبضے کر کے خرید وفروخت شروع کر دیں تو یہ المیہ اور قومی امانت میں خیانت ہے۔ بیش تر مسلمان ممالک میں یہ چلن اب عام ہے کہ بااثر افراد وطبقات قومی ملکیت میں آنے والی زمینوں اور اثاثوں کو اپنے نام منتقل کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مختلف مواقع پر صحابہ کرامؓ کو بڑے بڑے انعامات اور جاگیروں سے نوازا، مگر ان سب کا استحقاق مسلّم تھا۔ اب بھی اگر کسی فرد کا استحقاق تقاضا کرتا ہو تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق اسے دیا جا سکتا ہے۔ لیکن بلا استحقاق فَے کا مال لینا اور دینا اسلامی نقطۂ نظر سے کسی صورت میں اپنے اندر جواز نہیں رکھتا۔ ہمیں دیانت اور امانت کے ساتھ اپنے معاشروں کی تعمیر کرنی چاہیے۔ ہمارے

Marfat.com

پاس وسائل کی کمی نہیں ہے، مگر یہ وسائل چند ہاتھوں میں محدود ہونے لگیں اور ملک کے عوام محروم رہیں تو ملک میں نہ امن وامان کا قیام ممکن ہے اور نہ ہی ترقی وخوشحالی کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوسکتا ہے۔

حکیم الامت کا نالۂ دردناک

اسلام کے نام پر وجود میں آنے والے اس ملک میں جو کچھ کیا جارہا ہے، اسے صدرِ اول کی اس حکیمانہ سوچ کے تناظر میں جو گذشتہ صفحات میں بیان ہو چکی ہے، دیکھیں تو افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بہت بلند اخلاقی معیار قائم کرنے والے اسلاف کے جانشین پستی کی اتھاہ گہرائیوں میں گر گئے ہیں۔ یہ دنیا عالمِ اسباب ہے۔ یہاں آپ جس طرح کا طرزِ عمل اپنائیں گے، اسی کے مطابق نتائج نکلیں گے۔ جو بوئیں گے وہی کاٹنا ہوگا۔ چنانچہ آج امتِ مسلمہ کا پورا منظر اس بات کی مکمل عکاسی اور غمازی کرتا ہے کہ ہم اوجِ ثریا سے قعرِ مذلت میں گر گئے ہیں۔ حکیم الامت نے خطاب بہ جوانانِ اسلام میں پورے دردِ دل کے ساتھ اس کا جو نقشہ کھینچا ہے اس کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

کبھی اے نوجواں مسلم! تدبّر بھی کیا تُو نے
وہ کیا گردُوں تھا تُو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا
تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبت میں
کُچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاجِ سرِ دارا
تمّدن آفریں خلّاقِ آئینِ جہاں داری
وہ صحرائے عرب یعنی شتر بانوں کا گہوارہ
سماں اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ کا رہا شانِ امارت میں
''بآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت رُوے زیبارا''
گدائی میں بھی وہ اللہ والے تھے غیور اتنے
کہ مُنعم کو گدا کے ڈر سے بخشش کا نہ تھا یارا

Marfat.com

غرض مَیں کیا کہُوں تجھ سے کہ وہ صحرا نشیں کیا تھے
جہاں گیر و جہاں دار و جہاں بان و جہاں آرا
اگر چاہوں تو نقشہ کھینچ کر الفاظ میں رکھ دوں
مگر تیرے تخیّل سے فزوں تر ہے وہ نظّارا
تجھے آبا سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی
کہ تُو گفتار وہ کردار، تُو ثابت وہ سیّارا
گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثُریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا
حکومت کا تو کیا رونا کہ وہ اک عارضی شے تھی
نہیں دنیا کے آئینِ مسلّم سے کوئی چارا
مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا
"غنی روزِ سیاہِ پیرِ کنعاں را تماشا کُن
کہ نُورِ دیدہ اش روشن کُند چشمِ زلیخا را"

Marfat.com

Marfat.com

باب چہارم

غزوہ بنو قریظۃ

(۵ھ)

Marfat.com

قبیلہ بنو قریظہ

جنگی و دفاعی پیش بندیاں

یہودیوں کے دو قبائل بنو قینقاع اور بنو نضیر مدینہ سے رسوا ہو کر جلا وطن ہوئے تو اسلام دشمنوں کے منصوبے خاک میں مل گئے اور اسلام جزیرہ نمائے عرب میں ایک بڑی قوت بن کر ابھرا لیکن ابھی تک دشمنوں نے اسلام کی بالادستی کو قبول کرنے اور اس کے تابع بن کر رہنے کو قبول نہیں کیا تھا۔ بنو قریظہ جو اب تک مدینہ کے نواح میں موجود تھے، اپنی شر انگیز حرکتوں کی وجہ سے اس نومولود ریاست کے لیے مارِ آستین کی حیثیت رکھتے تھے۔ مسلمانوں کے ساتھ معاہدے ہونے کے باوجود غزوۂ احزاب میں انھوں نے بدر واحد کی طرح مسلمانوں کی پیٹھ میں پھر چھرا گھونپنا چاہا۔ جنگِ بدر مدینہ سے کافی فاصلے پر وقوع پذیر ہوئی جبکہ جنگ احد بھی حدودِ مدینہ سے ذرا باہر احد کے دامن میں لڑی گئی مگر جنگِ احزاب تو مدینہ کے اندر ہی محصور ہو کر لڑنا پڑی۔ نبی اکرمؐ ایک بیدار مغز راہ نما تھے جو اپنی ریاست اور اس کے تمام باشندوں کی حفاظت و سلامتی کے لیے ہر وقت فکر مند رہتے تھے۔ کفر کی مشترکہ فوجی یلغار کے مقابلے پر جو بھی دفاعی و احتیاطی پیش بندیاں ہو سکتی تھیں، آپؐ نے ان سب کا اہتمام کیا۔ آپؐ نے باہمی معاہدوں کے مطابق غزوۂ احزاب کے موقع پر بنو قریظہ کو یہ پیغام بھیجا کہ مدینہ کا دفاع ہم سب کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔ اس کے علاوہ جنگی حکمتِ عملی کے تحت آپؐ نے مدینے کے دفاع کے لیے لشکروں کی آمد سے قبل خندق بھی کھودلی تھی جو حملہ آوروں کے لیے غیر متوقع اور حیران کن دفاعی لائن ثابت ہوئی۔

صائب رائے مسترد کر دی گئی

غزوۂ احزاب کے موقع پر جب آنحضورؐ نے اپنے صحابہؓ کو ان کے پاس بھیجا کہ ہمارے اور

Marfat.com

تمھارے درمیان مشترکہ دفاع کا معاہدہ ہے تو ان بدبختوں نے کمال طوطا چشمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ تمھارے اور ہمارے درمیان کوئی معاہدہ اور دوستی نہیں ہے۔ اس موقع پر یہودیوں میں سے ان کے چار عقل منداور معتدل افراد نے انھیں بہت سمجھایا کہ معاہدہ مت توڑو، نقضِ عہد کی صورت میں کوئی بڑی مصیبت آسکتی ہے لیکن ان لوگوں نے ان کی ایک نہ سنی۔ ان چار افراد میں بنوقریظہ کے مشہور دانا عمرو بن سُعدیٰ کا نام خاص طور پر مؤرخین نے بیان کیا ہے۔ اپنی ذاتی حیثیت میں اس نے مسلمانوں کے ساتھ کیے ہوئے معاہدے کی پابندی کا اعلان بھی کیا اور کہا کہ میں اس کا پابند ہوں۔ مورخین بیان کرتے ہیں کہ اس عقل مند یہودی نے اپنی قوم کے سامنے یہ تجویز بھی پیش کی تھی کہ جب ہم لوگ جانتے ہیں کہ محمد اللہ کا سچا رسول ہے اور ہمارے ہاں تورات میں یہ لکھا ہوا بھی موجود ہے تو پھر کیوں نہ ہم اسلام قبول کرلیں مگر شرپسند یہودیوں نے اس کو سخت ملامت کی اور اس کی نہایت صائب و مبنی برانصاف تجویز مسترد کرتے ہوئے اس کی ایک نہ سنی۔ جب غزوۂ خندق میں محاصرین شکست کھا کر بھاگ گئے تو اس وقت بھی اس شخص نے اپنے قبیلے کے لوگوں کو کہا کہ دیکھو محمدؐ کے ساتھ جن لوگوں نے بھی ٹکر لی ہے ان کی قسمت میں شکست اور خسارہ ہی لکھا گیا ہے۔ اس نے بدر سے لے کر احزاب تک اور بنوقینقاع سے لے کر بنونضیر تک سب واقعات کا حوالہ دیا اور کہا کہ [ہمارے نبی] موسیٰ پر جو تورات نازل ہوئی تھی وہ اسلام کے اقرار کی داعی ہے انکار کی نہیں۔ اس دین سے دنیا میں تمھیں عزت ملے گی۔

مخلص ناصح چلا گیا

بنوقریظہ اپنے اس دانش مند سردار کی باتوں کا نہ صرف مذاق اڑاتے تھے بلکہ انھوں نے اسے دھمکانا بھی شروع کردیا اور غدارِ قوم کا لقب بھی دے دیا۔ جس مجلس میں یہ گفتگو ہورہی تھی، وہ ابھی برخواست بھی نہیں ہوئی تھی کہ لشکرِ اسلام کا ہراول دستہ اور علمِ نبوی کا پھریرا قلعے کی بلندیوں سے دکھائی دینے لگا۔ اس پر اس شخص نے کہا: ''بس مجھے اسی کا خطرہ تھا۔ تم نے میری ہر بات کو رد کیا۔ ایفائے عہد کے بجائے غدر کو ترجیح دی۔ قبولِ اسلام کی تجویز کو مذاق میں اڑادیا۔ اب بھی اگر

Marfat.com

تم اپنے مذہب پر قائم رہنا چاہتے ہو تو جزیہ دینے کی پیشکش کرلو لیکن بخدا مجھے نہیں معلوم کہ معاملات جہاں تک تم نے پہنچا دیے ہیں، ان میں محمد تمھاری اس پیشکش کو بھی قبول کرے گا یا نہیں۔'' مؤرخ ابن اسحاق بیان فرماتے ہیں کہ یہ شخص رات کی تاریکی میں قلعے سے نکل کر چل پڑا۔ مسلمانوں نے جب دیکھا کہ کوئی شخص قلعے سے باہر نکلا ہے تو اسے پکڑ لیا اور اس مقام پر کمان کرنے والے صحابی حضرت محمدؓ بن مَسلمہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ جب انھیں معلوم ہوا کہ یہ عمرو بن سُعدٰی ہے تو آپؓ نے فرمایا: ''اسے چھوڑ دو، اس نے نہ کوئی جرم کیا ہے نہ ہم سے کوئی بدعہدی کی ہے۔'' سیرت ابن ہِشام میں اس کے حالات بیان کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ وہ ایک رات مسجدِ نبوی میں ٹھہرا۔ پھر اس کے بعد نامعلوم مقام کی طرف کہیں چلا گیا اور نہیں معلوم کہ اس کے بعد اس کے ساتھ کیا ہوا۔ یہ شخص یہودی ہی رہا۔ سیرت ابن ہِشام جلد سوم ص ۲۳۸ پر اس پورے واقعہ کو نقل کیا گیا ہے۔

یہود و مشرکین کا گٹھ جوڑ

بنو قریظہ کے یہودی مسلمانوں کے ساتھ معاہدے کے باوجود اس جنگ میں حسبِ سابق کفار کی طرف داری پر تل گئے۔ آنحضورؐ کے بھیجے ہوئے وفد نے ان کے تیور دیکھ کر واپس آ کر آپؐ کی خدمت میں پوری صورت حال رکھ دی مگر جنگی حکمتوں کے تحت اشاروں کنایوں میں آپؐ کو بتایا تاکہ عام لوگوں میں اس سے بلاوجہ تشویش اور خوف و ہراس نہ پیدا ہونے پائے۔ دراصل یہودی اس خام خیالی میں مبتلا ہو گئے تھے کہ اس سے قبل کفارِ مکہ اور یہودِ مدینہ کے دو قبائل کے مقابلے پر مسلمانوں کی طرف سے جو چار جنگیں لڑی گئیں، ان میں مسلمان تعداد میں اگرچہ قلیل تھے لیکن دشمنوں کی فوج بھی کبھی اتنی بڑی نہ تھی جتنے بڑے لشکر اب اُمڈے چلے آ رہے ہیں۔ ان کی شیطانی فطرت نے انھیں یہ امید دلا دی کہ اس مرتبہ تو مدینہ کی ریاست کا خاتمہ یقینی ہے۔ اس لیے وہ ڈٹ گئے کہ کافروں کی حمایت کر کے اسلام کو جڑ سے اکھاڑ دیں۔ سازش یہ طے کی گئی تھی کہ باہر سے قریش، بنو غطفان اور عرب کے دیگر مشرک قبائل حملہ آور ہوں گے اور شہر کے اندر یہودی اپنی

Marfat.com

کارروائی کریں گے، جس کے نتیجے میں مسلمان حواس باختہ ہو کر نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن کی کیفیت میں مبتلا ہو جائیں گے۔ ان سازشوں کا تذکرہ ہم اپنی کتاب کی جلد دوم میں غزوۂ احزاب کے تحت بیان کر چکے ہیں۔

صحابہ کی سفارت

نبی اکرمؐ نے چار صحابہ کرام کو بنوقریظہ کے پاس بھیجا۔ ان میں سردارِ اوس سیدنا سعد بن معاذؓ اور سردارِ خزرج حضرت سعد بن عبادہؓ نمایاں تھے۔ دیگر ارکانِ وفد میں حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اور حضرت جُبیر بن خواتؓ کا نام بیان کیا گیا ہے۔ وہ دونوں بھی بہت بلند پایہ صحابی تھے۔ حضرت سعد بن معاذؓ بنوقریظہ کے دورِ جاہلیت سے حلیف تھے۔ انھوں نے ان لوگوں پر کئی احسانات بھی کیے تھے مگر آج انھیں ان کا طرزِ عمل دیکھ کر سخت افسوس اور دکھ ہوا۔

حُیَیّ بن اخطب کی شیطنت اور صحابہؓ کا تحمل

بنونضیر کا شریر اور مفسد سردار حُیَیّ بن اخطب خیبر سے خصوصی طور پر بنوقریظہ کے پاس پہنچا اور انھیں غدر پر آمادہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس بدبخت پر سردارِ خزرج حضرت سعد بن عبادہؓ کے بڑے احسانات تھے مگر وہ ان کو بھی خاطر میں نہیں لا رہا تھا۔ اس نے انتہائی طوطا چشمی سے کہا کہ ہمارا تمھارا تعلق اگر ہے تو دشمنی ہی کا ہے اور دشمنوں سے انتقام لینا نہ صرف عقل مندی ہے بلکہ بہت بڑی نیکی ہے۔ ان سردارانِ مدینہ کے ساتھ بدبخت یہودیوں نے نہایت توہین آمیز سلوک کیا اور کہا کہ کس معاہدے کی بات کر رہے ہو اور کس رسول اللہ کا حوالہ دے رہے ہو۔ ہم محمدؐ کو کوئی رسول نہیں مانتے۔ پھر بعض بدبختوں نے تو نبی رحمتؐ کو گالیاں تک دے ڈالیں۔ صحابہ کا خون کھول اٹھا مگر نبی اکرمؐ نے جس انداز میں ان کی تربیت کی تھی، اس کے تحت ان میں شجاعت و جرأت بھی بے پناہ تھی مگر ساتھ ہی تحمل و بردباری اور موقع محل کی نزاکت کا ادراک اور حکیمانہ طرزِ عمل اختیار کرنے کا ملکہ وصلاحیت بھی اعلیٰ پائے کی تھی۔ اس موقع پر غصے اور اشتعال کا اظہار بہت نقصان دہ ثابت ہو سکتا تھا۔ حضرت سعد بن معاذؓ کو آنحضورؐ نے سیدنا ابوبکر صدیقؓ کا مثیل قرار دیا تھا۔ آپؓ کا

Marfat.com

ارشاد تھا کہ مہاجرین میں ابوبکر ''صدیق'' ہیں اور انصار میں سعد بن معاذ ''صدیق'' ہیں۔ حضرت سعد بن معاذؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اشاروں کنایوں میں آپ کو بتا دیا کہ یہود شرارت اور بدعہدی پر تلے بیٹھے ہیں۔ (تفصیلات البدایہ والنہایہ، ابن کثیر ۴/۱۰۳-۱۰۴، صحیح بخاری ۲/۱۲۰، ۳/۲۴-۲۵، صحیح مسلم ۵/۱۶۰-۱۶۱ میں دیکھی جاسکتی ہیں)۔

حضرت سعدؓ اور عشقِ رسول

اسی روز سے حضرت سعد بن معاذؓ نے اللہ سے دعا مانگنا شروع کر دی تھی کہ اللہ میری موت سے قبل یہودانِ بنی قریظہ پر ایسا عذاب مسلط فرما کہ میرا سینہ ٹھنڈا ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ سچے مُحِبِّ رسول سعد بن معاذؓ پر وہ لمحے انتہائی شاق گزرے تھے جب ان کے سامنے ان کے محبوب آقاؐ کی شانِ اقدس میں گستاخی کی گئی تھی۔ حضرت سعدؓ کو جنگِ خندق میں لگنے والے تیر کے زخم سے شدید تکلیف تھی۔ انھیں یہ بھی نظر آ رہا تھا کہ اب ان کی مہلت عمر بہت مختصر رہ گئی ہے، اسی لیے ان کی تمنا تھی کہ وہ ان بدبخت یہودیوں کا انجام دیکھ کر ہی موت کی وادی میں اتریں۔ سیدنا سعدؓ کا یہ کوئی ذاتی معاملہ نہ تھا، حُبِّ رسول ہی اس کا واحد سبب تھا۔ حضور اکرمؐ کو بھی حضرت سعدؓ سے بے پناہ محبت تھی۔ آپؐ خود اپنے جاں نثار کی بار بار عیادت کیا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے سردارِ اوس کا خیمہ مسجد نبوی میں لگایا گیا تھا۔ درد کی شدت کے باوجود صدیقِ انصار کی تمنا تھی کہ وہ بنو قریظہ کا انجام دیکھ کر ہی جامِ شہادت نوش کریں۔ اللہ نے اپنے اس عظیم بندے کی یہ خواہش پوری کر دی۔ (سیرت النبیؐ از شبلی نعمانی ۱/۲۴۵)

قوتِ ایمانی اور تائیدِ ربانی

یہودی پہلے ہی خباثت پر تلے ہوئے تھے۔ اس وفد کے واپس جانے کے بعد انھوں نے مسلم علاقوں اور رہائشی محلوں کی جاسوسی کے لیے کچھ جاسوس بھیجے کہ وہ کمزور مقامات کے بارے میں معلومات جمع کر کے لائیں تاکہ مسلمانوں کے گھروں پر حملہ کر کے ان کی عورتوں اور بچوں کو قتل کر دیا جائے۔ اس واقعہ کی تفاصیل اس سے قبل کتاب کی جلد دوم میں بیان ہو چکی ہیں۔ اسی سلسلے

Marfat.com

میں پہلے جاسوس کو حضرت صفیہؓ بنت عبد المطلب نے خواتین کی حویلی کے باہر قتل کر کے اس کا سر کاٹ کر الگ پھینک دیا تھا۔ دوسرے جاسوس نے جا کر اس صورت حال کی اطلاع دی (اس واقعہ کو ابن ھشام نے تفصیلاً بیان کیا ہے)۔ اس یہودی جاسوس کا قتل ایک بڑا اہم واقعہ تھا، جس کے بعد بنو قریظہ کو احساس ہوا کہ مسلمانوں کے محلے، جہاں ان کے خیال کے مطابق عورتوں اور بچوں کے سوا کوئی نہ تھا، بھی مسلح دستوں سے خالی نہیں ہیں، حالانکہ عملاً وہاں صرف خواتین اور بچے ہی تھے۔ اس کے ساتھ ہی ایک اور فیصلہ کن واقعہ بھی رونما ہوا۔ حضرت نُعَیم بن مسعودؓ جو قبیلہ بنو غطفان سے تعلق رکھتے تھے، عین میدانِ جنگ میں اللہ کی طرف سے ان کے دل میں قبولِ اسلام کی خواہش پیدا ہوگئی۔ وہ آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ سے ان کی ملاقات اور جنگی حکمتِ عملی نے بھی دشمنانِ اسلام کی سازشیں ناکام بنانے میں بڑا کردار ادا کیا۔ اس کا تذکرہ بھی غزوۂ احزاب کے حالات میں گزر چکا ہے۔

اللہ قوی و عزیز ہے

جنگِ خندق میں کفار ناکام و نامراد، پراگندگی کی حالت میں محاصرہ اٹھا کر بھاگنے پر مجبور ہوئے۔ نبی اکرمؐ اور صحابہ کرامؓ نے اتحادی فوجوں کی ہزیمت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ مدینہ کے گردونواح میں ان کا کہیں نام و نشان بھی نہ تھا۔ اس صورتِ حال میں مسلمان اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہوگئے۔ نبی اکرمؐ کی زبان پر بے ساختہ اللہ کی حمد و ثنا اور تسبیح آ گئی۔ سورۃ احزاب کی آیت نمبر ۲۵ میں اللہ نے ارشاد فرمایا ہے: ''اللہ نے کفار کا منہ پھیر دیا، وہ کوئی فائدہ حاصل کیے بغیر اپنے دل کی جلن لیے یونہی پلٹ گئے اور جنگ میں مومنین کی طرف سے اللہ ہی لڑنے کے لیے کافی ہوگیا۔ اللہ بڑی قوت والا اور زبردست ہے''۔ نبی اکرمؐ اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے فرما رہے تھے: ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ صَدَقَ وَعْدَهٗ وَ نَصَرَ عَبْدَهٗ وَاَعَزَّ جُنْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ فَلَاشَيْءَ بَعْدَهٗ''، یعنی اللہ وحدہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اس [ذات بابرکات] نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے۔ اس نے اپنے بندے کی نصرت فرمائی ہے، اسی نے اپنے لشکر کو فتح و عزت بخشی ہے اور اسی

Marfat.com

اکیلے نے متحدہ لشکروں کو شکست سے دوچار کیا ہے۔ وہی باقی و قائم ہے، مخلوق میں سے کسی کو دوام و بقا نہیں ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۵، ص ۱۴۱۴ بحوالہ صحیحین روایت حضرت ابوہریرہؓ)

فرشتوں نے ہتھیار نہیں کھولے

اب اس صورتِ حال میں آنحضورؐ نے اپنے ہتھیار کھول دینے کا ارادہ کیا مگر عین اسی وقت جبریل امین آپؐ کے پاس حاضر ہوئے۔ اس وقت آنحضورؐ حضرت ام سلمہؓ کے گھر میں تھے اور آپؐ ہتھیار کھول چکے تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپؐ نے سر مبارک بھی دھولیا تھا۔ آپؐ سے جبریلؑ نے پوچھا: ''یارسول اللہ! کیا آپؐ نے ہتھیار کھول دیے؟'' آپؐ نے فرمایا: ''ہاں'' تو جبریلؑ نے کہا: ''مگر فرشتوں نے تو اپنے ہتھیار نہیں کھولے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ آپؐ ابھی اٹھیں اور بنوقریظہ کے خلاف جنگ لڑیں۔'' نبی اکرمؐ اسی لمحے اٹھے، اپنے ہتھیار لیے اور صحابہؓ کو حکم دیا کہ تم میں سے کوئی بھی نمازِ عصر ادا نہ کرے، جب تک بنوقریظہ کی بستی میں نہ پہنچ جائے۔ اس وقت آنحضورؐ نمازِ ظہر سے فارغ ہو چکے تھے۔ (صحیح بخاری ج ۳، ص ۲۴۔ مسند احمد ج ۶، ص ۵۶)

......❀❀❀......

Marfat.com

بنو قریظہ کا محاصرہ

جانشینی اور علَم

جبریل امین کی آمد اور بنو قریظہ پر چڑھائی کے حکمِ ربانی پر آنحضورؐ فوراً ہتھیار بند ہو کر گھر سے نکلے اور صحابہ کو بھی اس غزوہ میں شرکت کا حکم دیا۔ نبی اکرمؐ نے بنو قریظہ کی طرف روانہ ہوتے ہوئے حضرت عبداللہ ابن ام مکتومؓ کو مدینہ میں اپنا جانشین مقرر کیا اور علَمِ قیادت حضرت علیؓ کو عطا کیا۔ اسی شام صحابہؓ کی جماعت کے ساتھ آپؐ نے بنو قریظہ کے قلعوں کا محاصرہ کرلیا۔ یہ محاصرہ پچیس دن رات جاری رہا۔ بنو قریظہ کی تمام شیخیاں خاک میں مل گئیں۔ علامہ ابن کثیر نے اپنی معروف تاریخ اسلام کے علاوہ اپنی شہرہ آفاق تفسیرِ قرآن میں بھی اس کی تفصیلات بیان کی ہیں۔
(تفسیر ابن کثیر جلد ۵، ص ۴۴۶۔۴۴۵)

اخلاقی برتری، عسکری فتح

غزوۂ بنو قریظہ کے حالات و واقعات کی دلچسپ اور عبرت انگیز تفصیلات کے مطابق ہر قدم پر یہودیوں کا گھٹیا پن اور اہلِ اسلام کی اخلاقی برتری نمایاں ہوتی گئی۔ جب یہودِ بنو قریظہ نے دیکھا کہ مسلمانوں کے علم بردار علیؓ بن ابی طالب ہیں تو وہ اپنی جگہ سہم بھی گئے لیکن اپنی دائمی عداوت اور عناد کے ہاتھوں مجبور ہو کر انھوں نے آنحضورؐ کی شانِ اقدس اور ازواجِ مطہرات کی حرمت کے بارے میں بہت ہی گندے الفاظ استعمال کیے۔ مؤرخ محمد احمد باشمیل اس واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ ان پاکیزہ ہستیوں کی شان میں جو مغلظات بدطینت یہودیوں کی زبانوں سے نکلے، وہ اس قدر اذیت ناک تھے کہ مؤرخین نے ان کو بیان کرنے کی سکت بھی اپنے اندر نہیں پائی۔ اس کے جواب میں مسلمانوں اور ان کے قائد علیؓ بن ابی طالب نے

Marfat.com

کمال صبر کا مظاہرہ کیا اور جواب میں کوئی گالی اپنی زبان سے نہیں نکالی، بلکہ حضرت علیؓ نے نہایت حکیمانہ طرزِ عمل اختیار کرتے ہوئے [اپنے ساتھیوں کی تسلی کے لیے] فرمایا کہ سب وشتم ہمارا شیوہ نہیں۔ ہمارے اور ان کے درمیان تلوار فیصلہ کردے گی۔ (غزوہ بنو قریظہ از محمد احمد باشمیل مطبع دارالفکر صفحہ ۱۶۶۔۱۶۵)

رسول اللہ کا رعب

حضرت علیؓ کو اس بات کا بڑا خدشہ تھا کہ جب آنحضورؐ یہاں بنفس نفیس تشریف لے آئیں گے تو ان بدبخت یہودیوں کی زبانوں سے وہی مغلظات پھر نکلیں گے۔ یہ صورتِ حال پیدا ہوئی تو جاں نثار صحابہ کے علاوہ خود آنحضورؐ کو بھی اس سے اذیت پہنچے گی۔ مؤرخ ابن ہشام بیان فرماتے ہیں کہ اس صورتِ حال کے پیشِ نظر حضرت علیؓ نے حضرت ابوقتادہ انصاریؓ کو عارضی طور پر علم دیا اور قیادت ان کے سپرد کر کے تیزی سے آنحضورؐ کی طرف چل پڑے۔ خدمت اقدس میں پہنچ کر آپؐ سے عرض کیا: ''یارسول اللہ! آپؐ یہیں پر قیام فرمالیں۔'' آپؐ نے فرمایا کہ نہیں میں قلعوں کے قریب جاؤں گا۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا: ''یہ بڑے خبیث لوگ ہیں آپؐ ان سے فاصلے پر ہی رہیں تو بہتر ہے۔'' آپؐ نے فرمایا: ''علیؓ، شاید تم نے ان کی زبان سے اذیت ناک گالیاں سنی ہوں گی؟'' حضرت علیؓ نے عرض کیا: ''جی ہاں یارسول اللہ ایسا ہی ہے۔'' آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا: ''نہیں علیؓ تم کوئی فکر نہ کرو۔ جب یہ شریر لوگ، مجھے دیکھیں گے تو [ان پر ایسا رعب طاری ہوگا کہ] ایسی اول فول بکنے کی انھیں ہوش ہی نہیں رہے گی۔ چنانچہ آپؐ بنوقریظہ کے قلعوں کے قریب پہنچ گئے۔ مزید تفصیلات سیرت ابن ہشام کی جلد دوم صفحہ ۲۳۵، ۲۳۴ پر دیکھی جاسکتی ہیں۔

حضورؐ کی سرزنش

جب نبی اکرمؐ یہاں آ پہنچے، جہاں سے آپؐ کی آواز قلعہ بند یہودیوں تک پہنچ سکتی تھی اور ان کی آواز آپؐ تک آسکتی تھی تو آپؐ نے انھیں خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''اے بندروں کے بھائیو اور طاغوت کی بندگی کرنے والو، کیا اللہ نے تمھیں رسوا اور ذلیل نہیں کردیا؟ کیا تمھارے

Marfat.com

اوپر اللہ کے انتقام کا کوڑا نہیں برسا؟'' یہودیوں پر ایسا رعب طاری تھا کہ جیسے ان کی زبانیں گنگ ہوگئی ہوں۔ آنحضورؐ نے ان کے بارے میں جو بات کہی تھی یہ قرآن ہی کے الفاظ ہیں جو اللہ رب العالمین نے ان کے متعلق ارشاد فرمائے ہیں۔ یوں تو قرآن مجید میں کئی مقامات پر ان کا تذکرہ ہے لیکن سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۶۰ خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ اس آیت کا پورا مضمون یہی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے: ''پھر کہو کیا میں ان لوگوں کی نشاندہی کروں جن کا انجام خدا کے ہاں فاسقوں کے انجام سے بھی بدتر ہے؟ وہ جن پر خدا نے لعنت کی، جن پر اس کا غضب ٹوٹا، جن میں سے بندر اور سُور بنائے گئے اور جنھوں نے طاغوت کی بندگی کی ان کا درجہ اور بھی زیادہ بُرا ہے۔ اور وہ سَوَآءَ السَّبِيْلِ سے بہت زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں''۔

یہود کی کہہ مکرنیاں

آنحضورؐ نے ان سے اپنی شان میں ان کی گالیوں کے بارے میں پوچھا تو ان جھوٹے لوگوں نے بے دھڑک حلف اٹھا کر کہا کہ ہم نے تو کوئی گالی نہیں دی۔ اس کے بعد انھوں نے مکاری کے ساتھ آنحضورؐ سے کہا: ''اے ابو القاسم! آپؐ نے ہمیں جس انداز میں خطاب کیا، یہ تو آپؐ کا طریقہ اور شان نہیں تھی''۔ یہودیوں کی پوری تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ جب انھیں یہ خطرہ نہ ہو کہ ان کا سر توڑنے والی کوئی قوت بھی موجود ہے تو وہ قساوتِ قلبی، فحش گوئی، ظلم وستم اور انسان دشمنی کی ہر حد کو پھلانگ جاتے ہیں۔ اس کے برعکس جونہی وہ خود کو کسی خطرناک صورتِ حال اور مصائب کے نرغے میں گھرا ہوا محسوس کرتے ہیں تو انتہائی عجز وانکسار، منت سماجت اور خوشامد و تملق کے لب و لہجے میں مخاطب ہوتے ہیں۔ چند لمحات میں سانپ کی طرح کینچلی بدل لینا یہودیوں کی تاریخ کا کوئی منفرد واقعہ نہیں بلکہ ان کی پوری تاریخ میں ایسے واقعات بکھرے پڑے ہیں۔

بددلی و مایوسی

مسلمانوں نے یہودیوں کے قلعوں کو چاروں جانب سے گھیرے میں لے لیا۔ اب یہودی باہر کی دنیا سے بالکل کٹ گئے تھے۔ ان کے کھیت اور باغات مسلمانوں کے قبضے میں تھے۔ شہر

Marfat.com

کے اندر جمع ساز و سامان اور رسد و خوراک اگرچہ بہت بڑی مقدار میں تھی مگر ظاہر ہے کہ باہر سے رسد رسانی نہ ہو سکے تو بڑا ذخیرہ بھی زیادہ دیر ساتھ نہیں دے سکتا۔ محاصرے کی طوالت سے ذخیرہ شدہ خوراک ختم ہوتی جا رہی تھی۔ محاصرے کی وجہ سے تمام بیرونی رابطے منقطع ہو چکے تھے، کہیں سے کسی مددگار کے آنے کی کوئی توقع نہ تھی۔ پوری آبادی میں ایک غیر یقینی کیفیت اور بددلی و مایوسی پھیل گئی تھی۔ ہر جنگ کی طرح اس جنگ میں بھی نبی اکرمؐ کی کمان پوسٹ قائم کی گئی تھی۔ یہودیوں کے قلعوں کے باہر ان کے باغات اور کھیتوں میں کئی کنویں تھے۔ ان میں سے ایک پر آنحضورؐ کے لیے کمان پوسٹ کے طور پر ایک خیمہ لگا دیا گیا تھا۔ آنحضورؐ یہاں سے ہدایات بھی جاری کرتے تھے اور مشاورت بھی یہیں ہوتی تھی۔ آنحضورؐ کی حکمت عملی یہ تھی کہ یہودی ہتھیار ڈال دیں۔ آپؐ قتل و خون ریزی سے بچ کر قلعوں کو فتح کرنا چاہتے تھے۔ اسی لیے آپؐ نے کئی دنوں تک بڑے صبر و تحمل کے ساتھ یہ محاصرہ جاری رکھا۔

حکیمانہ رائے مسترد ہو گئی

محاصرے کے اس عرصے میں جو اہم واقعات رونما ہوئے ان میں ایک یہ ہے کہ عَمرو بن سُعدٰی کی حکیمانہ نصیحتوں کا انکار کرنے والے یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہ مردِ دانا ان کی صفوں میں موجود نہیں اب یہودی زعما میں سے ایک دوسرا شخص کعب بن اسد اپنی قوم سے مخاطب ہوا اور انھیں کہا کہ آنحضورؐ سے ہم نے جو بدعہدیاں کی تھیں، ان پر معذرت کرنی چاہیے۔ شاید اس سے نجات کی کوئی راہ نکل آئے لیکن دیگر ضدی سرداروں نے اس کی صائب اور حکیمانہ تجویز کو مسترد کر دیا۔ ہر چند کہ یہ سردار اپنی ذاتی حیثیت میں بہت مقتدر تھا لیکن سرداروں کی اکثریت اس کے خلاف تھی۔ جب بنونضیر کا سردار حُیَیّ بن اَخطب غزوۂ خندق کے موقع پر ان کے پاس آیا تھا اور اس نے انھیں کفار کا ساتھ دینے پر آمادہ کیا تھا تو اس وقت بھی کعب بن اسد نے اس کی مخالفت کی تھی لیکن حُیَیّ بن اَخطب بڑا چرب زبان، ہوشیار اور مؤثر یہودی سردار تھا۔ اس نے بنوقریظہ کو اپنی چکنی چپڑی باتوں میں لگا کر بدعہدی پر آمادہ کر لیا۔ اس محاصرے کے وقت بھی حُیَیّ بن اَخطب بنوقریظہ کے

Marfat.com

قلعے میں موجود تھا۔

عالمِ ربانی

یہودیوں میں سے کئی علما وقتاً فوقتاً آنے والے حالات اور تورات کی پیشین گوئیوں میں نبی آخرالزماں کی خبر کا تذکرہ کرتے رہتے تھے۔ ان علما میں سے ایک بہت مشہور عالم ابنِ خراش تھا، جس کا تعلق بنوقریظہ سے تھا۔ اس نے اپنے ایک خطبے میں، جسے کعب بن اسد اور کئی دیگر یہودی سرداروں نے سنا تھا، واضح الفاظ میں کہا کہ اس بستی میں ایک نبی عن قریب ظہور پذیر ہوگا۔ اے بنی قریظہ اس کی آمد پر اس کی اتباع کرنا۔ کعب بن اسد نے کہا: ''اب اس بات میں کوئی شک نہیں کہ یہ وہی نبی ہے، جس کی طرف عالم ربانی ابنِ خراش نے اشارہ کیا تھا'' لیکن بنی قریظہ نے اپنے سردار کعب بن اسد کی بات سننے سے بھی انکار کر دیا۔ جب بنوقریظہ نے اس کی یہ تمام نصیحتیں مسترد کر دیں تو پھر اس نے ایک اور تجویز پیش کی۔ اس نے کہا کہ اب بچ نکلنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ صرف یہی صورت باقی ہے کہ اپنے بیوی بچوں کو قتل کرو اور تلواریں سونت کر قلعے سے باہر نکلو اور بہادروں کی طرح لڑو ورنہ بزدلوں کی طرح مارے جاؤ گے اور تمھارے بیوی بچوں کا بھی کوئی مستقبل نہ ہوگا۔ بنوقریظہ کے بزدل یہود نے اس کی اس تجویز کو بھی مسترد کر دیا۔ اس نے کہا اچھا پھر یہ بھی نہیں مانتے تو سبت کی رات کو حملہ کر دو۔ انھوں نے کہا کہ نہیں ہم اپنے سبت کو کیوں خراب کریں۔ مؤرخ ابن ہشام کہتا ہے کہ اس کے بعد یہ شخص بالکل اپنی قوم سے مایوس ہو گیا۔

یہ عالمِ بے بسی

پچیس دن رات کے اس محاصرے نے بنوقریظہ کے اوسان تو خطا کر ہی دیے تھے، پورے عرب میں پھیلی ہوئی اسلام دشمن قوتیں بھی دم بخود ہو کر بلکہ ٹھٹک کر رہ گئیں۔ ان کی حمایت میں نہ تو ان کے بھائی بند خیبر، تیماء اور تبوک سے آئے، نہ ان سے خفیہ دوستیاں گانٹھنے والے کفار و مشرکین نے ان کے حق میں کوئی آواز بلند کی۔ ایک عجیب بے بسی کا عالم تھا۔ بنوقریظہ کے سرداروں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے تو یہی بات ان کی سمجھ میں آئی کہ اب جنگ لڑنا اور دفاع

Marfat.com

کرنا ان کے بس میں نہیں۔ اس لیے بچ نکلنے کا کوئی راستہ تلاش کیا جائے۔ بچ نکلنے کا ایک راستہ تو یہ تھا کہ وہ غیر مشروط ہتھیار ڈال دیتے، دوسرا یہ کہ نبی اکرمؐ کو اختیار دیتے کہ وہ فیصلہ کردیں۔ انھوں نے ان دونوں میں سے کوئی راستہ اختیار نہیں کیا بلکہ انھوں نے کئی پینترے بدلے۔ جب بے بس ہوگئے تو پیشکش کی کہ ان کے معاملے کا فیصلہ سردارِ اوس سعد بن معاذؓ کردیں۔

ہتھیار ڈال دیے

اب حالات نے بنوقریظہ کو اس مقام پر لا کھڑا کیا کہ ہتھیار ڈالنے کے سوا کوئی چارۂ کار نہ تھا۔ انھوں نے آنحضورؐ کے سامنے درخواست پیش کی کہ انھیں اپنے سامان اور اہل وعیال کے ساتھ یہاں سے نکل جانے کی اجازت دی جائے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم کوئی شرط نہ لگاؤ۔ غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈال دو، پھر ہم دیکھیں گے کہ کیا فیصلہ کرنا ہے۔ انھوں نے کئی مشروط پیشکشیں کیں لیکن آپؐ نے فرمایا کہ اللہ کے بندو غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈالو۔ یہودیوں نے مجبور ہوکر ہتھیار ڈالنے کا فیصلہ کیا تو آپؐ نے ان کے مردوں کو الگ کردیا اور عورتوں اور بچوں کو الگ کردیا۔

اللہ کا حکم

اس موضوع پر مؤرخین نے یہ بات بھی لکھی ہے کہ قبیلۂ اوس کے اکثر مسلمانوں کے قبیلہ بنوقریظہ کے یہودیوں میں سے بعض کے ساتھ ذاتی تعلقات اب تک پرانے قبائلی معاہدے کی وجہ سے چلے آرہے تھے۔ ان مسلمانوں کی خواہش تھی کہ بنوقریظہ کو کسی طرح معافی مل جائے۔ انھوں نے اس خواہش کا مختلف انداز میں اظہار بھی کیا۔ بہرحال اصل بات یہ ہے کہ حضرت سعدؓ کو یہود نے نہیں بلکہ خود اللہ ہی نے فیصل مقرر فرمایا تھا کیوں کہ آنحضورؐ نے ان سے ارشاد فرمایا کہ تم فیصلہ کرو، یہی اللہ کا حکم ہے۔ حضرت سعد بن معاذؓ، جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے، جنگ خندق میں دشمن کا تیر لگنے سے شدید زخمی ہوگئے تھے اور زخمی ہونے ہی کی وجہ سے بنوقریظہ کے اس محاصرے میں آنحضورؐ کے ہم رکاب نہیں تھے۔ روایات میں آتا ہے کہ نبی اکرمؐ نے بنوقریظہ کی طرف روانہ ہوتے ہوئے اہلِ مدینہ کو جن باتوں کی تلقین فرمائی، ان میں حضرت سعدؓ کی دیکھ بھال اور صحت کا خیال رکھنے کی ہدایت بھی شامل تھی۔

Marfat.com

اللہ اور رسول کا سچا وفادار

بنوقریظہ نے حضرت سعدؓ کی ثالثی کو اس لیے قبول کیا کہ حضرت سعد بن معاذؓ کا قبیلہ زمانۂ جاہلیت میں بنوقریظہ سے دوستانہ اور حلیفانہ تعلق رکھتا تھا، جیسا کہ بنوقینقاع اور بنونضیر قبیلہ خزرج کے حلیف تھے۔ دونوں عرب قبیلوں کی باہمی جنگوں میں یہ یہودی قبائل اپنے اپنے حلیفوں کے ساتھ مل کر لڑا کرتے تھے۔ بنونضیر اور بنوقینقاع کے معاملے میں عبداللہ بن ابی نے آنحضورؐ کا دامن پکڑ کر بڑے اصرار کے ساتھ ان کی جان بخشی کی درخواستیں کی تھیں۔ نبی اکرمؐ اس کی اس حرکت پر ناراض بھی ہوئے تھے اور آپؐ نے فرمایا تھا کہ میرا دامن چھوڑ دو۔ ابن اسحاق نے یہ واقعہ تفصیلاً بیان کیا ہے۔ نبی اکرمؐ انھیں خود بھی معاف کرنا چاہتے تھے لیکن جب اس بدبخت نے بار بار آنحضورؐ سے یہ مطالبہ کیا تو آپؐ نے فرمایا: ''جا میں نے انھیں معاف کر دیا''۔ ابن ابی تو منافق تھا، اسے اللہ اور رسول سے محبت نہیں، دشمنی تھی۔ اس کے برعکس حضرت سعد بن معاذؓ سچے مومن اور اللہ ورسول کے مخلص وفادار تھے۔

حضرت سعدؓ کی آمد

بنوقریظہ کے ذہن میں یہی بات تھی کہ بنوقینقاع کے حلیف نے ان کی حمایت کی تو ہمارا حلیف بھی ہماری حمایت کرے گا۔ اگر یہ اپنا معاملہ آنحضورؐ پر چھوڑتے تو رحمۃ للعالمین اپنے عفوورحمت کے بحرِ ذخار سے انھیں محروم نہ فرماتے لیکن انھوں نے حضرت سعدؓ سے فیصلہ کرانے پر رضامندی ظاہر کی۔ حضرت سعدؓ کو آنحضورؐ کا پیغام ملا کہ وہ فیصلہ کرنے کے لیے محاذِ جنگ پر تشریف لائیں۔ آپؓ کی صحت کمزور تھی لیکن حکم نبوی کی تعمیل میں آپؓ ایک گدھے پر سوار ہو کر موقع پر تشریف لائے۔ نبی اکرمؐ نے ان کو آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ''جب تمھارا سردار یہاں پہنچ جائے تو تعظیماً کھڑے ہو جانا''۔ روایات میں آتا ہے کہ صحابہ نے اس موقع پر کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا۔
(ابن ھشام ج ۲،ص ۲۴۰)

……❀❀❀……

Marfat.com

بنو قُرَیظہ کی قسمت کا فیصلہ

حکمِ ربّانی

قبیلہ اوس کے بہت سے لوگوں نے آپؐ سے درخواست کی کہ ان اہلِ کتاب سے عفو و درگزر کا معاملہ کیا جائے۔ ساتھ ہی بعض لوگوں نے تجویز دی کہ سیدالاوس سعد بن معاذؓ سے ان کا فیصلہ کرایا جائے۔ حضرت سعدؓ چونکہ زخمی ہونے کی وجہ سے جنگ میں شریک نہیں تھے، اس لیے انھیں مدینہ سے بلوایا گیا۔ جب وہ حاضر ہوئے تو آپؐ نے فرمایا کہ یہودِ بنو قریظہ کا فیصلہ کردو۔ انھوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اللہ کے رسول کا فیصلہ ہی اعلیٰ و ارفع ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ نے تمھیں ہی حکم دیا ہے کہ تم یہ فیصلہ کرو۔ یہودیوں کی بھی یہی خواہش تھی کہ ان کا فیصلہ ان کے حلیف سعد بن معاذؓ کریں۔ حضرت سعدؓ کو اس بات سے کوئی خوشی نہیں ہوئی تھی کہ اللہ کے نبی کی موجودگی میں کوئی دوسرا حکم بنایا جائے۔ ان کے نزدیک ہر مسئلے کا فیصلہ اللہ اور رسول ہی پر چھوڑنا چاہیے لیکن یہاں معاملہ یہ آن پڑا کہ بنو قریظہ کے ساتھ اوس کے کئی مخلص مسلمانوں کی بھی یہی رائے تھی کہ حضرت سعدؓ فیصلہ کردیں۔ اگر معاملہ اسی حد تک ہوتا تو حضرت سعدؓ اس کیس کا فیصلہ کرنے سے معذرت کردیتے لیکن آنحضورؐ نے فرمایا اللہ کا حکم ہے کہ تم فیصلہ کرو۔ چنانچہ حضرت سعدؓ اس مشکل کام کے لیے آمادہ ہوئے (بحوالہ السیرۃ الحلبیہ از علی بن برہان الدین ج ۲، ص ۱۱۹)۔ قبیلہ اوس کے لوگوں نے اپنے سردار سے آخر وقت تک یہ درخواست کی کہ وہ ہاتھ ہلکا رکھیں۔

تورات کے مطابق فیصلہ

حضرت سعد بن معاذؓ نے ان لوگوں کا فیصلہ تورات کے مطابق سنا دیا۔ قابلِ جنگ مردوں

Marfat.com

کو قتل کرنے کا حکم صادر ہوا۔ عورتوں اور بچوں کو غلام بنانے کا فیصلہ کیا گیا۔ تورات کا حکم اس بارے میں کیا ہے؟ یہ جاننے کے لیے تورات ہی کا یہ متن ملاحظہ فرمایئے:

''جب تو کسی شہر سے جنگ کرنے کو اس کے نزدیک پہنچے تو پہلے اسے صلح کا پیغام دینا اور اگر وہ تجھ کو صلح کا جواب دے اور اپنے پھاٹک تیرے لیے کھول دے تو وہاں کے سب باشندے تیرے باجگذار بن کر تیری خدمت کریں اور اگر وہ تجھ سے صلح نہ کرے بلکہ تجھ سے لڑنا چاہے تو تو اس کا محاصرہ کرنا اور جب خداوند تیرا خدا اسے تیرے قبضہ میں کردے تو وہاں کے ہر مرد کو تلوار سے قتل کر ڈالنا۔ لیکن عورتوں اور بال بچوں اور چوپایوں اور اس شہر کے سب مال اور لوٹ کو اپنے لیے رکھ لینا اور تو اپنے دشمنوں کی اس لوٹ کو جو خداوند تیرے خدا نے تجھ کو دی وہ کھانا۔ ان سب شہروں کا یہی حال کرنا جو تجھ سے بہت دور ہیں اور ان قوموں کے شہر نہیں ہیں۔ پر ان قوموں کے شہروں میں جن کو خداوند تیرا خدا میراث کے طور پر تجھ کو دیتا ہے کسی ذی نفس کو جیتا نہ بچا رکھنا۔ بلکہ تو ان کو یعنی حتی اور اموری اور کنعانی اور فرزّی اور حوّی اور یبوسی قوموں کو جیسا خداوند تیرے خدا نے تجھ کو حکم دیا ہے بالکل نیست کر دینا۔ تاکہ وہ تم کو اپنے سے مکروہ کام کرنے نہ سکھائیں جو انھوں نے اپنے دیوتاؤں کے لیے کیے ہیں اور یوں تم خداوند اپنے خدا کے خلاف گناہ کرنے لگو'' (تورات، کتاب استثنا، باب ۲۰، آیات ۱۰ تا ۱۸۔ بحوالہ کتاب مقدس مطبوعہ بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور، نظر ثانی شدہ طباعت ۱۹۹۳ء)۔

مدینہ واپسی

بنو قریظہ کے معاملے میں تورات کے اسی فیصلے پر عمل درآمد کیا گیا۔ بنو قریظہ کے بارے میں حضرت سعدؓ کے اس فیصلے کا اعلان ہو گیا تو آنحضورؐ نے ان کے زخموں کی وجہ سے انھیں رخصت کر دیا۔ نبی اکرمؐ نے اس کے بعد بنو قریظہ کے مردوں اور عورتوں کو الگ الگ مدینہ کی طرف صحابہؓ کی نگرانی میں روانہ کر دیا۔ مردوں کو غیر مسلح کرنے کے بعد حضرت محمد بن مسلمہ انصاریؓ کو حکمِ نبوی ملا کہ وہ اپنے دستے کے ساتھ ان لوگوں کو بحفاظت مدینہ لے جائیں اور حضرت اسامہ بن زیدؓ کی بڑی حویلی میں ان سب کو مقید کر دیں۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ کو آنحضورؐ نے

Marfat.com

خواتین اور بچوں کو اپنی نگرانی میں لے جانے کا حکم دیا اور انھیں ایک دوسری بڑی حویلی میں ٹھہرایا گیا۔ ان سب کو کھانے پینے کی اشیا اور دیگر بنیادی ضروریات پہنچائی گئیں۔

سوئے مقتل

مدینہ کے باہر جہاں منڈی لگا کرتی تھی اور جسے سوق المناخہ کہا جاتا تھا، کے چاروں جانب خندقیں کھودی گئیں۔ ان یہودیوں کو اپنے اپنے مرگھٹ پر لایا جاتا اور تیز دھار تلوار کے ساتھ تہہ تیغ کر دیا جاتا۔ اس خدمت پر حضرت علی بن ابی طالبؓ اور حضرت زبیر بن العوامؓ مامور کیے گئے۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ یہ دونوں صحابی ایسی کاری ضرب لگاتے تھے کہ مقتول فوراً موت کے گھاٹ اتر جاتا ورنہ اگر ایسی ضرب نہ ہو تو مقتول کافی دیر تڑپتا اور اذیت میں مبتلا رہتا ہے۔ نبی اکرمؐ نے تو جانوروں کو ذبح کرنے کے لیے بھی تیز دھار چھری استعمال کرنے کی ہدایت فرمائی ہے اور کند چھری سے کسی جانور کو ذبح کرنا اسلام میں ظلم قرار پاتا ہے۔ جونہی کسی یہودی کو خندق کے کنارے لایا جاتا اسے قتل کرنے کے بعد خندق میں پھینک کر اوپر مٹی ڈال دی جاتی۔ نبی اکرمؐ اور کبار صحابہؓ اس موقع پر موجود تھے۔

عصبیتِ جاہلیہ کا کیا کام؟

مؤرخین کے مطابق اس وقت ایک عجیب صورت پیدا ہوگئی جب قبیلۂ خزرج کے دو بزرگ صحابہ حضرت سعدؓ بن عبادہ اور حضرت حبابؓ بن المنذر، آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ شاید قبیلہ اوس کے ہمارے بھائی اس منظر کو پسند نہیں کر رہے۔ حضرت سعد بن معاذؓ کے کانوں میں جب یہ خبر پہنچی تو انھوں نے فرمایا: ''اوس کے اس شخص میں کوئی خیر نہیں جو اس عمل پر کراہت محسوس کر رہا ہے۔ جو اس فیصلے پر راضی نہیں، اللہ اس سے راضی نہ ہو''۔ اس موقع پر حضرت اُسَید بن حضیرؓ (سردارِ قبیلہ اوس) اٹھے اور فرمایا: ''یارسول اللہ! انصار کے تمام لوگوں کو حکم دیجیے کہ وہ باری باری اس قتل میں حصہ لیں''۔ چنانچہ اس کے بعد اوس اور خزرج کے تمام لوگوں نے بھی حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ کا ہاتھ بٹایا۔ صحابہ کرام کے دلوں میں عصبیت جاہلیہ کے کوئی جراثیم نہ تھے، وہ تو مکمل خود سپردگی کے

Marfat.com

ساتھ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ مقتولین کی تعداد کے بارے میں آرا مختلف ہیں لیکن کم وبیش چھ سو مردانِ جنگی تھے جو موت کے گھاٹ اتارے گئے۔ (سیرۃ الحلبیہ ج ۲، ص ۱۲۰)

حُیَیّ بن اخطب کا قتل

جب عام لوگوں کو قتل کر دیا گیا تو بنو قریظہ کے ساتھ موجود بنونضیر کے سردار حُیَیّ بن اَخطب کو خندق کے کنارے لایا گیا۔ اس شریر یہودی سردار نے بنو قینقاع کی بھی پیٹھ ٹھونکی تھی کہ کوئی فکر نہ کرو، ڈٹ جاؤ۔ پھر اپنے قبیلے بنونضیر کے محاصرے کے وقت بھی آخری لمحے تک لوگوں کو اسلام دشمنی پر ابھارتا رہا۔ جب بنونضیر کو شکست کے بعد مدینہ سے نکلنا پڑا تو اس نے خیبر سے بنو قریظہ کے ساتھ مسلسل رابطے رکھے۔ غزوۂ احزاب کے وقت یہ بنو قریظہ کے قلعوں میں موجود تھا اور بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد کی دانش مندانہ سوچ کے مقابلے پر دوسرے قبیلے کا فرد ہونے کے باوجود اپنی اثر انگیزی کی وجہ سے اس کی شرانگیز فکر غالب آ گئی۔ اسے اسلام سے اس قدر دشمنی تھی کہ ہر اسلام دشمن قوت کے ساتھ والہانہ ہمدردی کا اظہار اور اعلان کیا کرتا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اس جنگ میں بنو قریظہ کی شکستِ فاش کے بعد اس کے بچ نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ قتل سے قبل اس نے گلابی رنگ کا ایک لمبا چغہ پہنا اور ابوجہل کی طرح بڑی آب و تاب کے ساتھ خود کو قتل کے لیے پیش کیا۔ مسلمان مؤرخین اس قدر منصف مزاج ہیں کہ کم و بیش سبھی نے اس کے قتل کے واقعات کو مِن وعَن بیان کیا ہے اور اتنے بڑے اسلام دشمن کی آخری لمحات میں جرأت و شجاعت اور ثابت قدمی کے واقعات بلا کم و کاست حوالۂ تاریخ کر دیے ہیں۔

یہودی سردار کو خطاب کا موقع دیا گیا

جب آنحضورؐ کے مقرر کردہ مخصوص دستے حُیَیّ بن اَخطب کو لے کر خندق کے کنارے آئے تو آنحضورؐ خود وہاں موجود تھے۔ اس موقع پر بھی اس نے آنحضورؐ اور اسلام کے خلاف اپنی عداوت اور بغض کو چھپانے کے بجائے برملا اس کا اظہار کیا۔ آنحضورؐ کو دیکھتے ہی اس نے کہا کہ آپ کی مخالفت میں، میں نے جو کچھ کیا اس پر مجھے کوئی افسوس نہیں ہے، نہ ہی میں اسے قابلِ

Marfat.com

ملامت سمجھتا ہوں۔ بہر حال جسے اللہ رسوا کر دے، اسے کون بچا سکتا ہے۔ اس موقع پر اس نے درخواست کی کہ قتل سے قبل اسے چند لمحات دیے جائیں کہ وہ چند کلمات کہہ سکے۔ چنانچہ اسے اس کی اجازت دے دی گئی۔ اس نے وہاں پر موجود لوگوں سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا: ''اے لوگو! اللہ کا حکم آ جائے تو کوئی مفر نہیں اور اسے قبول کرنے میں کوئی پروا بھی نہیں۔ بنی اسرائیل کے بارے میں اللہ نے جو مقدر کر دیا تھا، وہ اس کے ہاں لکھا ہوا تھا، اسے کوئی نہیں ٹال سکتا تھا''۔ اس کے بعد اس نے خود کو جلاد کے سامنے پیش کر دیا اور ایک ہی ضرب میں اس کا کام تمام ہو گیا، یوں طویل عرصے تک اسلام کے خلاف اپنے بغض و عناد اور عداوت کا اظہار کرنے والا یہودی سردار اپنے قبیلے سے الگ تھلگ بنو قریظہ کے مقتولین کے ساتھ راہی ملکِ عدم ہوا۔ مختلف مؤرخین نے اس واقعہ کو اپنے اپنے انداز میں بیان کیا ہے لیکن ان سب کا بنیادی ماخذ سیرت ابن ہِشام ہے، جو سیرت نگار ابن ہشام نے اپنی معرکہ آرا کتاب کی دوسری جلد میں صفحہ ۲۴۱ پر درج کیا ہے۔

حضورؐ کا کعب یہودی سے مکالمہ

بنو قریظہ کے مقتولین میں سے سب سے آخر میں ان کے سردار کعب بن اسد کو قتل کیا گیا۔ جب اسے قتل گاہ میں لایا گیا تو آنحضورؐ نے اس سے مختصر گفتگو فرمائی۔ آپؐ نے کہا: ''اے کعب! تمھاری عقل مندی بھی کسی کام نہ آئی اور تمھارے مردِ حق گو اور عالمِ ربانی ابنِ خراش کی پند و نصیحت کو بھی تم لوگوں نے ہوا میں اڑا دیا۔ وہ تو میری تصدیق کرنے والا حاملِ تورات تھا۔ کیا اس نے تم لوگوں کو میری اتباع کی ترغیب نہ دی تھی اور کیا اس نے یہ نہ کہا تھا کہ جب تم اس نبی کو دیکھو تو آگے بڑھ کر اسے سلام کہنا''۔ جواب میں یہودی سردار نے کہا: ''اے ابو القاسم! تورات کی قسم ابنِ خراش نے ایسا ہی کہا تھا اور اگر دنیا بھر کے یہودیوں کے عار دلانے کا خوف نہ ہوتا تو میں آپ کی اتباع کرتا۔ آج اگر میں آپ کی اتباع کروں تو اس کی یہی تاویل کی جائے گی کہ میں نے موت سے ڈر کر آخری وقت میں اپنا مؤقف بدل لیا ہے۔ اس لیے میں اپنے قبیلے کے لوگوں کے ساتھ

Marfat.com

قتل ہونے کو پسند کرتا ہوں۔'' اس پر اسے قتل کے لیے پیش کر دیا گیا اور ایک لمحے میں اس کی گردن اڑا دی گئی۔ ابنِ خراش جس کا اوپر تذکرہ ہوا ہے، حضرت عبداللہ بن سلامؓ کی طرح یہودی احبار میں سے ایک حق گو عالمِ دین تھا۔ وہ آنحضورؐ کی بعثت سے قبل وفات پا چکا تھا۔ علی بن برہان الدین نے اپنی کتاب سیرۃ الحلبیہ کی دوسری جلد میں کعب بن اسد کے قتل اور آخری گفتگو کا خوب صورت نقشہ کھینچا ہے۔ (ملاحظہ ہو متعلقہ کتاب کا صفحہ ۱۲۰)

......❀❀❀......

Marfat.com

چند یہودی مقتولین کے آخری مکالمے

قصاص میں خاتون کا قتل

مردانِ جنگی کے قتل سے فارغ ہو کر آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تمام عورتیں اور بچے محفوظ ہیں۔ ان سب کی جان محرم و محترم ہے البتہ ایک خاتون قصاص کے کیس میں گردن زدنی ہے۔ اس خاتون کا نام مُزنہ بیان کیا گیا ہے۔ اس نے ایک صحابیِ رسول حضرت خلاّد بن سُوَیدؓ کو اپنے خاوند کے حکم پر قتل کیا تھا۔ اس کی تفصیل ایک روایت میں یوں بیان کی گئی ہے کہ نبی اکرمؐ کے کچھ صحابہؓ بنو قریظہ کے علاقے میں کسی مسئلے پر باہمی گفتگو کرنے کے لیے گئے تھے۔ وہ ایک دیوار کے سائے میں بیٹھے تھے کہ اس خاتون نے چکی کا ایک پاٹ چھت سے گرایا، جس نے حضرت خلادؓ کا سر کچل دیا اور وہ شہید ہو گئے۔ دوسری روایت کے مطابق جنگ ہی کے دوران یہ واقعہ پیش آیا تھا مگر یہ اس وقت کی بات ہے جب نبی اکرمؐ نے ان لوگوں کو باقاعدہ اعلانِ جنگ سے قبل وارننگ دی تھی اور کہا تھا کہ وہ غیر مشروط طور پر خود کو تسلیم (سرینڈر) کر دیں، بصورتِ دیگر جنگ کے لیے تیار ہو جائیں، اس ابتدائی وقت میں یہ صحابہ ایک دیوار کے نیچے بیٹھے تھے کہ اچانک یہ واقعہ رونما ہوا۔ جنگ کے عملاً بھڑک اٹھنے میں بھی اس واقعہ کا بڑا عمل دخل تھا۔

قاتلہ و مقتولہ

بعض یہودی خواتین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے گھر میں رکھی گئی تھیں۔ انھی میں مُزنہ قُرَظیہ بھی تھی۔ سیرۃ الحلبیہ میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی زبانی بیان کیا گیا ہے کہ یہ خاتون ان سے بڑی بے تکلفی سے باتیں کر رہی تھی کہ آنحضورؐ کے دستۂ خصوصی کے کسی رکن نے گھر کے باہر آ کر بلند آواز میں کہا: ''مُزنہ یہودیہ کہاں ہے؟'' حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ میں نے اس موقع

Marfat.com

پر مُڑ نہ سے کہا: ’’تیرا ستیاناس ہو تو نے کیا کیا؟‘‘ تو اس نے جواب میں کہا: ’’مجھے میرے خاوند نے مروادیا‘‘۔ ام المومنین نے پوچھا کہ تیرے خاوند نے تجھے کیسے مروایا؟ تو اس نے واقعہ بیان کیا اور اپنے جرم کا اعتراف کرتے ہوئے حضرت عائشہ صدیقہؓ کو بتایا کہ مجھے اپنے خاوند سے بے پناہ محبت تھی۔ وہ بھی مجھ سے بہت محبت کرتا تھا۔ اس کے خاوند کا نام مؤرخین نے حسن القرظی بیان کیا ہے اور خاتون کے اپنے بیان کے مطابق اس نے اپنے خاوند کی انگیخت پر قلعے کی دیوار کے نیچے بیٹھے ہوئے مسلمانوں پر ایک بھاری پتھر گرایا تھا جس سے ایک مسلمان شہید ہو گیا تھا۔ حضرت عائشہؓ اس خاتون کی بے ساختہ گوئی، ذہانت اور جرأت کا تذکرہ کیا کرتی تھیں۔ وہ فرماتی ہیں کہ وہ بہت باتونی، ہنس مکھ اور ظریفانہ حس سے مالا مال خاتون تھی۔ اسے حضرت خلاد بن سُویدؓ کے قصاص میں قتل کیا گیا۔ اس کے علاوہ کسی خاتون اور بچے کے قتل کا فیصلہ نہیں کیا گیا تھا۔

زَبیر بن باطا یہودی کا معاملہ

مردوں میں سے بھی کچھ لوگوں کو بعض وجوہات سے معافی دی گئی تھی اگرچہ ان مردوں میں سے اکثریت نے خود ہی اپنے آپ کو قتل کے لیے پیش کر دیا اور اصرار کیا کہ انھیں قتل کر دیا جائے۔ ان میں ایک شخص کا نام زبیر بن باطا بیان کیا گیا ہے۔ وہ یہودیوں کے اہم اور بااثر لوگوں میں سے تھا۔ زمانۂ قبل اسلام میں اس نے نبی اکرمؐ کے ایک مشہور صحابی حضرت ثابت بن قیس بن شماس الخزرجیؓ کے ساتھ ایک احسان کیا تھا۔ اوس اور خزرج کے درمیان لڑی جانے والی مشہور جنگ، حرب بعاث میں، بنوقینقاع اور بنونضیر خزرج کے طرف دار تھے جبکہ بنوقریظہ قبیلۂ اوس کے حامی تھے۔ اس جنگ میں قبیلہ خزرج کو شکست ہو گئی تھی۔ زبیر بن باطا یہودی نے حضرت ثابت بن قیسؓ کو پکڑ کر باندھ لیا تھا۔ حضرت ثابت بن قیسؓ نے اس سے جان بخشی کی درخواست کی تو اس نے نہ صرف ان کی جاں بخشی کر دی بلکہ انھیں اپنی حفاظت میں لے لیا کہ کوئی دوسرا بھی ان پر ہاتھ نہ اٹھائے۔ پھر انہیں بسلامت ان کے قبیلے میں پہنچا دیا۔ حضرت ثابتؓ کو اس کی یہ نیکی یاد تھی۔ انھوں نے آنحضورؐ سے درخواست کی کہ اس قیدی کو انھیں عطا کر دیا جائے تاکہ وہ اس کی جاں بخشی کر کے

Marfat.com

اس احسان کا بدلہ اتار دیں۔ آنحضورؐ نے اپنے جاں نثار صحابی کی قربانیوں کی قدر افزائی کرتے ہوئے ان کی یہ اضافی درخواست بھی قبول کر لی کہ اس یہودی کے اہل وعیال کو بھی رہا کر دیا جائے اور اس کا مال بھی واگزار کر دیا جائے۔

مرنے کی تمنا

حضرت ثابتؓ بھی اس وقت پختہ عمر کے تھے اور اس یہودی کی عمر بھی ساٹھ ستر سال کے درمیان تھی۔ حضرت ثابتؓ اس کے پاس گئے اور کہا کہ اے ابوعبد الرحمٰن! (یہ اس یہودی کی کنیت تھی) کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟ تو اس نے کہا مجھ جیسا آدمی آپ جیسے آدمی کو کیسے بھول سکتا ہے، جواب میں انھوں نے فرمایا کہ تو نے میرے اوپر احسان کیا تھا، آج میں اس احسان کا بدلہ اتارنا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا: ''بے شک عزت والے، عزت والوں کا مقام جانتے ہیں اور ان کا بدلہ اتارا کرتے ہیں''۔ جب حضرت ثابتؓ نے کہا کہ اس کی جاں بخشی کروالی گئی ہے تو اس نے اپنے اہل و عیال اور مال کے بارے میں پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ بھی تمھیں مل جائیں گے۔ اس نے پھر سوال کیا: ''کعب بن اسد کا کیا ہوا''۔ انھوں نے فرمایا: ''قتل کر دیا گیا''۔ پھر اس نے پوچھا کہ شہروں اور دیہاتوں میں بسنے والے تمام یہودیوں کے معزز سردار حُیَیّ بن اخطب (سردار بنونضیر) کے ساتھ کیا سلوک ہوا۔ انھوں نے فرمایا کہ وہ بھی قتل ہو چکا ہے۔ اس نے پھر سوال کیا کہ ہمارا مردِ میدان، جو فوجوں کے قدم اکھڑ جانے کے باوجود بھی دشمن کے سامنے ڈٹ جایا کرتا تھا اور جو ہمیشہ اگلی صفوں میں رہا، یعنی غزال بن سموال، کس حال میں ہے تو بتایا گیا کہ تہہ تیغ ہو چکا ہے۔ اس نے پھر پوچھا کہ بنی کعب بن قریظہ اور بنی عمرو بن قریظہ کے اہل حل وعقد [پنچ] کس حال میں ہیں۔ فرمایا کہ سبھی موت کے گھاٹ اتر چکے ہیں۔ اس موقع پر یہودی زبیر بن باطا نے کہا کہ اے ثابتؓ! تمھاری احسان شناسی کا شکریہ۔ خدا کی قسم ان تمام لوگوں کے مارے جانے کے بعد زندگی کا کوئی مزا باقی نہیں رہا۔ مجھے اپنے دوستوں سے جلد ملا دو۔ میں ایک لمحہ بھی اب ان سے جدائی برداشت نہیں کر سکتا۔ اس کے حتمی انکار کے بعد حضرت ثابتؓ نے ناچار اسے خندق کی طرف بھیج دیا، جہاں وہ تہہ تیغ ہو کر اپنے مقتول ساتھیوں سے جاملا۔ (غزوہ بنو قریظہ از محمد احمد باشمیل ۲۲۵-۲۲۷)

Marfat.com

شیخینؓ کی رقتِ قلبی

سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو اس مکالمے کی اطلاع ملی تو انھیں بڑا افسوس ہوا کہ یہ شخص دائمی جہنم میں اپنے دوستوں سے ملنے کے لیے اس قدر بے قرار تھا۔ اگر جاں بخشی کے بعد وہ اسلام قبول کر لیتا تو کتنا خوش قسمت ہوتا۔ آنحضورؐ کی طرح صحابہ کرامؓ کی انسانیت کے ساتھ ہمدردی اور رقت قلبی دیدنی تھی۔ نبی اکرمؐ بھی منکرینِ حق کے انکار پر اسی لیے آزردہ ہو جایا کرتے تھے کہ اس کے نتیجے میں یہ لوگ جہنم کا ایندھن بننے والے تھے۔ ایسا ہی ایک واقعہ حضرت عمرؓ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ جب آپؓ نے ملک شام میں عیسائیوں کے ایک گرجا گھر میں ان کے عبادت گزار راہبوں کو مشقتیں جھیلتے ہوئے دیکھا تو جی بھر آیا اور قرآن مجید کی سورۃ الغاشیہ کی آیت نمبر ۲ تا ۷ کی تلاوت کی۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ''کچھ چہرے اس روز خوفزدہ ہوں گے، سخت مشقت کر رہے ہوں گے، تھکے جاتے ہوں گے، شدید آگ میں جھلس رہے ہوں گے، کھولتے ہوئے چشمے کا پانی انہیں پینے کو دیا جائے گا، خاردار سوکھی گھاس کے سوا کوئی کھانا ان کے لیے نہ ہوگا جو نہ موٹا کرے نہ بھوک مٹائے''۔

حضرت عمرؓ کی یہ کیفیت ان لوگوں سے اظہارِ نفرت یا طنز کے طور پر نہ تھی بلکہ اس رحم دلی کی وجہ سے تھی جو ان کے دل میں انسانیت کے لیے ودیعت کی گئی تھی۔

قبولِ اسلام کی دولت

بنو قریظہ کے ایک شخص رفاعہ بن سموال القرظی کی جان بخشی کی گئی۔ زمانۂ جاہلیت میں نبی اکرمؐ کی رشتے کی ایک خالہ حضرت سلمیٰ بنت قیس (المعروف بہ ام المنذر) کے خاندان اور رفاعہ بن سموال کے خاندان کے آپس میں تعلقات تھے۔ دونوں خاندانوں کے ان باہمی روابط کے نتیجے میں حضرت سلمیٰؓ اس یہودی کی خوبی اور نیک دلی کو جانتی تھیں۔ حضرت سلمیٰؓ نے آنحضورؐ سے درخواست کی کہ اس شخص کی جان بخشی کی جائے تو آپؐ نے ان کی درخواست قبول کر لی۔ یہ شخص حلقہ بگوشِ اسلام ہوا اور مؤرخین کہتے ہیں کہ اس نے اسلام کے تقاضوں کے مطابق زندگی گزاری، یوں یہ خوش قسمت شخص حضرت عبداللہ بن سلام کی طرح صحابہ کی جماعت میں جگہ پا گیا۔

Marfat.com

جنگی قیدی اور مالِ غنیمت

مابعد جنگ

حضرت سعد بن معاذؓ کے فیصلے کے مطابق یہودیوں کے مردانِ جنگی کے قتل کے بعد نبی اکرمؐ نے خندقوں میں مٹی ڈلوادی اور انھیں ہموار کر دیا۔ پھر آپؐ نے سمجھ دار اور کبار صحابہ کو یہ ذمہ داری سونپی کہ وہ اسیرانِ جنگ کی پوری فہرست بنائیں۔ بچوں اور عورتوں کی الگ الگ مردم شماری کرائی گئی۔ خواتین، بچے اور بوڑھے تمام افراد کی تعداد تقریباً ایک ہزار تھی۔ آپؐ نے ان جنگی قیدیوں کے بارے میں حتمی فیصلہ کرنے سے قبل حکم دیا کہ ان کو بنیادی غذائی ضروریات کے علاوہ اگر کپڑے پھٹے ہوئے ہوں تو وہ بھی فراہم کیے جائیں۔

منقولہ و غیر منقولہ جایدادیں

اس بندوبست کے بعد آپؐ نے بنو قریظہ کے تمام اموال منقولہ و غیر منقولہ کی بھی فہرست تیار کرائی۔ ساتھ ہی زمینوں اور باغات کی پیمایش اور ان کی حقیقی قیمت کے ماہر انصار صحابہ کو حکم دیا کہ وہ تمام زرعی املاک کے بارے میں پوری رپورٹ مرتب کریں۔ سورۃ الحشر میں اللہ نے اس فتح کے نتیجے میں ملنے والی جایداد اور اراضی کو اپنی خصوصی رحمت قرار دیا ہے اور اس کی تقسیم میں محروم و مفلس طبقات کا حصہ متعین کیا ہے۔ اس تناظر میں یہ ارشاد ربانی خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ ''[مال و دولت] کو معاشرے کے غربا و مساکین تک پہنچنا چاہیے نہ کہ وہ تمھارے مالداروں ہی کے درمیان گردش کرتا رہے'' (سورۃ الحشر: ۷)۔ اسلام کا بنیادی معاشی اصول یہ ہے کہ وسائل کا بہاؤ امرا سے غربا کی طرف ہو جبکہ آج ہمارے معاشرے میں معاملہ بالکل الٹ ہے۔ دولت کے تمام ذرائع چند ہاتھوں میں مرتکز ہو کر رہ گئے ہیں اور وسائل غربا سے امرا کی طرف منتقل ہو رہے

Marfat.com

ہیں۔ ہمارے بہت سے گھمبیر مسائل کی بنیادی وجہ یہی ہے۔

جس طرح زرعی زمینوں اور دیگر اشیا کی فہرست بنائی گئی، اسی طرح سے آنحضورؐ نے اسلحے کی فہرست بھی بنوائی۔ اس کے مطابق پندرہ سو تلواریں، دو ہزار نیزے، تین سو زرہیں، پانچ سو خود اور ڈھالیں اور بڑی تعداد میں تیر اور کمان بنو قریظہ کے گھروں اور قلعوں سے ملے۔ اس کے علاوہ مؤرخین کے مطابق بنو قریظہ کے گھروں سے بڑی مقدار میں شراب ملی۔ نبی اکرمؐ نے شراب کو تلف کر دینے کا حکم دیا۔ شراب کا استعمال، بیع وشرا، تیاری اور کشید، بار برداری اور اس کی وثیقہ نویسی سبھی اسلام میں بالکلیہ ممنوع اور حرام ہیں۔

تقسیمِ غنائم

بنو قریظہ سے ملنے والے مالِ غنیمت کے پانچ حصے کیے گئے جس طرح اس سے قبل کیے جاتے تھے۔ مجاہدین کے درمیان مال غنیمت کی تقسیم میں آنحضورؐ جنگ جوؤں کے علاوہ گھوڑوں کو بھی حصے میں شریک کیا کرتے تھے کیونکہ گھوڑے کی دیکھ بھال اور تواضع پر مجاہدین کو محنت کے علاوہ مال بھی خرچ کرنا پڑتا تھا۔ گھوڑوں کا تذکرہ قرآن مجید میں کئی مقامات پر آیا ہے۔ سورۃ العادیات تو گھوڑوں ہی کے ذکر اور صفات سے شروع ہوتی ہے۔ حدیث پاک میں گھوڑوں کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ جہاد کے لیے تیار کیے گئے گھوڑے ہی اس زمرے میں آتے ہیں۔

شوقیہ پالے گئے گھوڑے یا اپنی شان وشوکت کے اظہار کے لیے ان کی افزائش، یہ سبھی دنیوی مقاصد ہیں۔ رہے ریس اور جوئے کی خاطر پالے گئے گھوڑے تو یہ بے چارے، بے زبان تو بری الذمہ ہیں کہ وہ مکلف نہیں ہیں۔ البتہ یہ معلوم رہنا چاہیے کہ یہ سارا عمل شیطانی حرکات میں شمار ہوتا ہے۔ حرام کام کے لیے فراہم کیا جانے والا مال بھی حرام کے زمرے میں آتا ہے، اگرچہ بذاتِ خود اس کے حرام ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہوتی۔ جوئے اور ریس کے گھوڑے تو بے گناہ ہیں، انہیں پالنے اور جوئے میں استعمال کرنے والے مجرم ہیں۔ وہ بے زبان تو اس شیطانی عمل کے مہرے بنا کر استعمال کیے جاتے ہیں۔

Marfat.com

خواتین کا مالِ غنیمت میں حصہ

اس جنگ میں نبی اکرمؐ نے مردانِ جنگی کے علاوہ چھے مسلم خواتین کو بھی مالِ غنیمت میں سے حصہ عطا فرمایا تھا۔ مالِ غنیمت میں حصہ پانے والی ان خواتین میں خاتونِ اُحد حضرت ام عمارہؓ، آنحضورؐ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب، حضرت ابوسعید خدریؓ کی والدہ حضرت ام سلیط انصاریہؓ، انصاری صحابی حضرت خارجہ بن زیدؓ کی والدہ حضرت ام العلیٰ الخزرجیہؓ، حضرت سمراء بنت قیس انصاریہؓ اور حضرت سعد بن معاذؓ کی والدہ حضرت کبشہ بنت رافعؓ شامل ہیں۔

جنگی قیدیوں کا معاملہ

غزوہ بنوقریظہ کے قیدیوں کے بارے میں یہ روایت بھی ملتی ہے کہ آنحضورؐ نے صحابہؓ کو حکم دیا تھا کہ ان کو خیبر، تبوک اور شام کے ان علاقوں میں لے جایا جائے، جہاں ان کے ابنائے مذہب بستے ہیں۔ انھیں پیشکش کی جائے کہ اگر وہ فدیہ ادا کردیں تو ان کو چھوڑ دیا جائے گا اور اگر ان کو خریدنا چاہیں تو انھیں ترجیح دی جائے گی۔ سیرۃ الحلبیہ میں ہے کہ سعد بن مالکؓ (الاشہلی الاوسی) کو نجد کے علاقے کی طرف روانہ کیا گیا، جہاں سے انھوں نے غلاموں کی فروخت سے حاصل ہونے والی رقم سے گھوڑے اور اسلحہ خریدا اور آنحضورؐ کی خدمت میں لاکر پیش کردیا۔ سید الخزرج سعد بن عبادہؓ شام کی طرف گئے اور وہاں سے ان قیدیوں کی قیمت کے بدلے میں برق رفتار گھوڑے خرید لائے۔ نبی اکرمؐ نے یہ سارا سامان بھی مجاہدین کے درمیان تقسیم کردیا۔

انسانی اقدار اور جذبات

جنگی قیدیوں کی تقسیم کے وقت میں نبی اکرمؐ ہمیشہ اس بات کا خیال رکھتے تھے کہ چھوٹے بچوں کو ان کی ماؤں سے الگ نہ کیا جائے۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ بچوں اور ان کی والدہ کے درمیان جدائی ناقابلِ قبول ہے۔ اسی طرح بہن اور بھائی کے درمیان بھی آنحضورؐ جدائی کو ممنوع قرار دیتے تھے یہاں تک کہ وہ بالغ ہوجائیں۔ جامع ترمذی میں حضرت علیؓ کے بارے میں روایت ہے، وہ خود بیان کرتے ہیں کہ آنحضورؐ نے مجھے جنگی قیدیوں میں سے دو چھوٹے بچے عطا فرمائے۔

Marfat.com

میں نے ان میں سے ایک کو بیچ دیا۔[آنحضورؐ ان بچوں کو دیکھنے کے لیے تشریف لایا کرتے تھے]۔ جب آپؐ نے ان میں سے ایک کو نہ پایا تو پوچھا کہ وہ لڑکا کدھر ہے۔ عرض کیا کہ میں نے اسے بیچ دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا نہیں نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ اسے واپس لے کے آؤ اور یوں آپؐ نے سودا واپس کرا کے دونوں صغیر السن بھائیوں کو اکٹھا کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے شام و عراق اور اس کے بعد روم و فارس میں برسرِ پیکار فوجوں کے کمانڈروں کو خطوط لکھے، جس میں فرمایا کہ ماں اور اس کے بچوں اور چھوٹی عمر کے بھائی بہنوں کے درمیان کسی حالت میں فراق نہ ہونے دینا کیونکہ رشتے داریوں اور صلہ رحمی کو اسلام نے ضروری اور پسندیدہ عمل قرار دیا ہے۔ مشہور شافعی فقیہہ ابن قدامہ اپنی کتاب المغنی میں امام شافعیؒ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ اس طرح کا کوئی سودا کیا جائے جس میں غلاموں کے ذوی الارحام میں تفریق ہو جائے تو وہ سودا فاسد ہوگا۔

......❀❀❀......

Marfat.com

شہدائے غزوہ اور مسلمانان بنی قریظہ

دو شہدائے غزوہ

غزوہ بنو قریظہ کے دوران دو صحابہؓ نے جامِ شہادت نوش کیا۔ ایک صحابی کا ذکر پہلے ہو چکا ہے جن کا اسم گرامی خلّادؓ بن سُوَیدؓ ہے۔ انھیں دھوکے سے یہودی عورت مزنہ نے ان کے سر پہ پتھر گرا کر شہید کیا تھا اور مزنہ قصاص میں قتل کی گئی تھی۔ حضرت خلّادؓ بدری صحابی تھے۔ نبی اکرمؐ نے مالِ غنیمت میں سے ان کا حصہ ان کے ورثا کو ادا کیا اور ساتھ ہی فرمایا کہ ان کے لیے دو شہیدوں کا اجر ہے [ایک تو اوپر سے پتھر گرنے سے آدمی کی موت واقع ہو جائے تو وہ شہید ہوتا ہے، دوسرے وہ میدانِ قتال میں شریک تھے جہاں انھوں نے اپنی جان قربان کی]۔

دوسرے صحابی حضرت ابوسِنان بن مِحْصَنؓ تھے۔ وہ مشہور صحابی حضرت عکاشہ بن مِحْصَنؓ کے بھائی تھے۔ حضرت عکاشہ کے بغیر حساب جنت میں جانے کی بشارت آنحضورؐ نے دی تھی، جسے شیخین نے اپنی صحیحین میں نقل کیا ہے (صحیح بخاری حدیث نمبر ۵۳۶۴)۔ یہ حضرت ابوسِنان محاصرے کے دوران بیمار پڑے اور اچانک وفات پا گئے۔ آنحضورؐ نے انھیں بھی شہید قرار دیا۔ یہ بالکل اسی طرح کی مثال ہے جس طرح بعد کے دور میں حضرت عبداللہ ذوالبجادینؓ کی مثال تاریخ میں محفوظ ہے۔ حضرت عبداللہؓ قیصرِ روم کا مقابلہ کرنے کے لیے آنحضورؐ کے ہم رکاب مدینے سے نکلے تھے۔ تبوک کے سفر میں کسی منزل پر ان کی وفات پر ان کو شہادت کی خوش خبری دی گئی تھی۔ فتحِ بنو قریظہ کے بعد حضرت ابوسِنان کے ورثا کو مالِ غنیمت میں سے حصہ بھی دیا گیا۔

ہجومِ غم سے راہِ نجات تک

نبی اکرمؐ نے بنو قریظہ کی خواتین کی دیکھ بھال کے لیے انصار کی خواتین کو ذمہ داری

Marfat.com

سونپی تھی۔ان میں سے ایک بہت ذہین خاتون ریحانہ بنت عمرو بھی تھی۔اس کا قبیلہ بدترین شکست اور عبرت ناک انجام سے دوچار ہوا۔اسے اس سب کچھ کا بہت افسوس تھا مگر اللہ نے اس کی قسمت کو چار چاند لگانے کا فیصلہ کر رکھا تھا۔یہ خاتون جنگ کے وقت تک مسلمان نہیں تھی، جبکہ اس کے والد جن کا نام شمعون بیان کیا گیا ہے اور انھیں عمرو کے نام سے بھی پکارا جاتا تھا، مسلمان تھے۔ریحانہ بنت شمعون کا خاوند بھی بہت بڑا اسلام دشمن یہودی تھا، جو بنوقریظہ کے دیگر مردانِ جنگی کی طرح قتل کر دیا گیا۔ریحانہ جنگی قیدی بنیں تو آنحضورؐ نے انھیں حضرت ام المنذرؓ بنت قیس انصاریہ کے گھر میں ٹھہرایا۔ریحانہ کی ذہانت وفراست سے حضرت ام المنذرؓ بہت متاثر ہوئیں جبکہ ریحانہ اپنی میزبان کی فیاضی اور مہمان نوازی سے بہت ممنون ہوئیں۔بلاشبہ یہ موقع ان کے لیے انتہائی غم کا باعث تھا لیکن اس گھر میں انھیں جو ماحول ملا، اس نے ان کے صدمے کو کافی حد تک کم کیا اور ان کے دل کے زخموں کو مندمل کرنے کا سبب بنا۔

آزادیٔ انتخاب

نبی اکرمؐ جنگی قیدیوں کے احوال معلوم کرنے کے لیے ان کے پاس جاتے رہتے تھے۔ آنحضورؐ کے ایک صحابی حضرت ثعلبہ بن سعیہؓ بھی ریحانہ کی شخصیت اور قدروقیمت سے کسی حد تک واقف تھے۔ان کی خواہش تھی کہ آنحضورؐ ریحانہ کو اپنی ازواج مطہرات میں شامل فرمالیں۔آنحضورؐ نے ریحانہ سے ایک ملاقات میں کہا کہ اگر وہ چاہیں تو اسلام قبول کرلیں اور اگر دل نہ مانے تو اپنے مذہب پر قائم رہنے کی انھیں پوری آزادی حاصل ہے۔اس ملاقات میں ریحانہ بنت شمعون نے اپنے آبائی مذہب کو ترجیح دی۔کچھ عرصے بعد ایک دن آنحضورؐ صحابہ کی مجلس میں تشریف فرما تھے کہ کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔آنحضورؐ متبسم ہوئے اور صحابہ سے فرمایا کہ یہ ثعلبہ آرہے ہیں اور کوئی خوش خبری لارہے ہیں۔مورخ ابن ہشام کے مطابق حضرت ثعلبہؓ نے آنحضورؐ کی خدمت میں آکر کان میں سرگوشی کی اور حضرت ریحانہ کے قبولِ اسلام کی خوش خبری سنائی۔

حضرت ثعلبہ بن سعیہؓ یہودیوں کے احبار میں سے تھے۔مؤرخ ابن ہشام کے مطابق مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے قبولِ اسلام کے بعد جن اہم یہودی علما نے اسلام قبول کیا اور

Marfat.com

جماعتِ صحابہ میں شامل ہوئے، ان میں حضرت ثعلبہ بن سعیہؓ، حضرت اُسید بن سعیہؓ اور حضرت اسد بن عبید بھی بہت معروف شخصیات تھیں۔ قرآن مجید میں ارشادِ ربانی ہے: ''مگر سارے اہلِ کتاب یکساں نہیں ہے۔ ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو راہِ راست پر قائم ہیں، راتوں کو اللہ کی آیات پڑھتے ہیں اور اس کے آگے سجدہ ریز ہوتے ہیں'' (آل عمران ۳: ۱۱۳)۔ یہ آیت انھی سابق علمائے یہود کی تعریف میں نازل ہوئی ہے۔

زوجۂ مطہرہ

روایات مختلف انداز میں مؤرخین نے بیان کی ہیں لیکن ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضورؐ نے حضرت ریحانہؓ کو اپنی ملک یمین میں لیا، بعد میں انھیں آزاد کر دیا اور آزاد کرنے کے بعد ان سے نکاح کیا۔ حضرت ریحانہؓ کے بارے میں بہت زیادہ معلومات تاریخ میں نہیں ملتیں، البتہ مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ وہ سلیقہ شعار اور خوب صورت خاتون تھیں اور اس کے ساتھ قبولِ اسلام کے بعد انھوں نے خود کو اسلام کے سانچے میں مکمل طور پر ڈھال لیا تھا۔ نبی اکرمؐ نے ان کو مستقل گھر بھی عطا فرمایا تھا اور دیگر ازواجِ مطہرات کی طرح ان کی باری بھی مقرر کر رکھی تھی۔ یہ خاتون آنحضورؐ کی رحلت سے کچھ عرصہ قبل فوت ہوئیں اور جنت البقیع میں آنحضورؐ نے جنازہ پڑھانے کے بعد ان کو قبر میں اتارا۔ یوں آپؐ کی ازواج میں سے حضرت صفیہؓ کے علاوہ حضرت ریحانہؓ بھی یہودی خاندان میں سے تھیں (اس واقعہ کی تفصیلات سیرۃ الحلبیہ ج ۲ میں دیکھی جاسکتی ہیں نیز شبلی نعمانی نے بھی سیرۃ النبیؐ ج ۱، ص ۲۵۰-۲۵۱ پر اس کی تفصیل لکھی ہے)۔

Marfat.com

باب پنجم

مختلف مشرک قبائل کے خلاف جنگیں

Marfat.com

غزوۂ بنو لحیان

(ربیع الاوّل ۶ھ)

شہدائے رجیع

نبی اکرمؐ کے چھے صحابہ دھوکے سے شہید کیے گئے تھے۔ ان کی شہادت کا یہ واقعہ جنگِ اُحد کے بعد ماہِ صفر ۴ھ میں پیش آیا۔ اس واقعہ کا تذکرہ ہم اپنی کتاب کی جلد دوم میں واقعۂ رجیع کے نام سے کر چکے ہیں۔ عضل اور قارہ قبائل بنو لحیان اور بنو خزیمہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ان لوگوں نے آنحضورؐ کے صحابہ کو اپنے ساتھ لے جانے کے لیے آنحضورؐ سے درخواست کی تھی۔ ان کا مطالبہ تھا کہ یہ صحابہ ہمارے قبائل میں، جو مسلمان ہو چکے ہیں، صحیح اسلامی تعلیم کا اہتمام کریں تاکہ عام لوگ اسلام پر عمل پیرا ہو سکیں۔ رجیع کے مقام پر ان میں سے چار صحابہ کو دھوکے سے شہید کیا گیا جبکہ دو صحابہ زخمی حالت میں گرفتار کر لیے گئے۔ پھر انھیں مکے لے جا کر فروخت کیا گیا۔ واقعے کی تفصیل رسولِ رحمت کی جلد دوم کے صفحہ ۵۶ تا ۶۳ پر دیکھی جا سکتی ہے۔ ان صحابہ کی شہادت سے نبی اکرمؐ اور مدینہ میں موجود تمام اہلِ ایمان کو شدید صدمہ پہنچا تھا۔

غدر کرنے والوں کے خلاف لشکر کشی

جنگِ خندق کے بعد نبی اکرمؐ نے یہودیوں سے مدینہ کو پاک کرنے کے لیے بنو قریظہ سے جنگ لڑی۔ اس جنگ سے فارغ ہوتے ہی آپؐ نے اپنے صحابہ کے ساتھ غدر کرنے والوں کو سزا دینے کا فیصلہ کیا۔ آپؐ نے اپنے ساتھ دو سو منتخب صحابہ کو لے کر اس غزوہ کے لیے مدینہ سے شمال کی طرف پیش قدمی کی حالانکہ ان قبائل کا علاقہ مدینہ سے جنوب کی طرف واقع تھا۔ ان قبائل نے اپنے اس انتہائی قبیح جرم کے بعد ہمیشہ محسوس کیا کہ مدینہ کی اسلامی ریاست ان سے انتقام لے گی۔ اسی لیے انھوں نے اپنے مخبری کے نظام کو بہت منظم کر لیا تھا۔ نبی پاکؐ بھی ان کی اس

Marfat.com

احتیاطی تدبیر سے بخوبی واقف تھے۔ اسی لیے آپؐ نے انھیں اندھیرے میں رکھنے کے لیے جنوب کے بجائے شمال کی جانب کوچ کیا۔ عام لوگوں کا خیال تھا کہ آپؐ شام کی طرف کسی مہم پر روانہ ہو رہے ہیں۔ غداری کرنے والے قبائل کا علاقہ مدینہ سے جنوب کی طرف قریباً دو سو میل کے فاصلے پر تھا۔ بیس پچیس میل شمال کی طرف جانے کے بعد آپؐ نے اپنے لشکر کو مغرب کا رخ کرنے اور کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد جنوب کی طرف پیش قدمی کا حکم دیا۔ اس تدبیر کے باوجود عضل اور لحیان کو اطلاعات ملیں کہ مدینہ سے ایک فوج اسلامی ریاست کے سربراہ کی قیادت میں نکل کھڑی ہوئی ہے تو انھیں خطرہ محسوس ہوا کہ ہو نہ ہو یہ تحرک ہماری گوشمالی ہی کے لیے ہے۔ وادیٔ عُسفان کے گرد و نواح کے پہاڑی علاقوں میں یہ لوگ اپنے اہل و عیال اور مال مویشی لے کر روپوش ہو گئے۔

حضورؐ صحابہ کی جائے شہادت پر

نبی اکرمؐ اس سفر کے دوران اس مقام پر بھی تشریف لے گئے جہاں آپؐ کے صحابہ کو دھوکے سے شہید کیا گیا تھا۔ مؤرخ ابن سعد نے (طبقات الکبریٰ جلد دوم، صفحہ ۷۹ میں) اس واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ نبی پاکؐ پر رقت طاری ہو گئی اور آپؐ نے اپنے صحابہ کے لیے رحمت و مغفرت کی دعا کی۔ آپؐ کے وہ سب صحابہ جو اس واقعہ میں شہید ہوئے تھے بہت قیمتی ہیرے تھے۔ آپؐ کو ان سے بہت محبت بھی تھی۔ ایسے وقت میں فطری طور پر یقیناً وہ سبھی آپؐ کی آنکھوں کے سامنے آئے ہوں گے اور آپؐ نے ان کے لیے اللہ سے جو دعا کی، اس سے ان کے درجات کس قدر مزید بلند ہوئے ہوں گے، اس کا تصور ہر بندۂ مومن کر سکتا ہے۔ دشمن قبائل نبی اکرمؐ کی آمد سے قبل ہی منتشر ہو گئے تھے، اس لیے آپؐ دو دن ان کے علاقے میں مقیم رہے اور پھر واپسی کا فیصلہ فرمایا۔

کُرَاعِ الغُمیم

اسی مہم کے دوران آپؐ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی قیادت میں دس شاہسواروں کی ایک

Marfat.com

ٹکڑی مکہ کے قریب ایک مقام کراع الغمیم کی طرف روانہ فرمائی۔ یہ مقام مکہ سے قریب ہے۔ آنحضورؐ کا ان صحابہ کو اس علاقے میں بھیجنا اس مقصد کے لیے تھا کہ قریش اور ان کے حلیفوں کو معلوم ہو جائے کہ مسلمان کمزور اور خوف زدہ نہیں ہیں۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ قریش کو اس نقل وحرکت کی اطلاع ملی تو وہ فکر مند اور خوف زدہ ہوئے۔

سفر کی دعائیں

جب اس سفر سے نبی اکرمؐ واپس پلٹے تو اس موقع پر آپؐ نے مدینہ کے قریب پہنچ کر سفر سے واپسی کی یہ مسنون دعا پڑھی آیِبُوْنَ تَآئِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۲۸۵۵) جس طرح سفر پر جانے کی مسنون دعائیں ہیں، اسی طرح سفر سے واپسی کی بھی یہ مسنون دعا ہے۔ ترجمہ: ''ہم بخیریت واپس پلٹے، اللہ کے سامنے توبہ کرتے ہوئے، اس کی بندگی کرتے ہوئے اور اپنے رب کریم کی حمد وثنا پڑھتے ہوئے۔'' آنحضورؐ نے اس مشکل سفر کے دوران سفر کی وہ مخصوص دعا بھی پڑھی جس میں سفر کی مشقتوں سے اللہ کی پناہ مانگی گئی ہے۔ آنحضورؐ نے صحابہؓ کے سامنے بلند آواز سے پڑھا۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیٓ اَعُوْذُبِكَ مِنْ وَعْثَآءِ السَّفَرِ وَکَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ فِی الْمَالِ وَالْاَھْلِ (سنن أبی داؤد کتاب الجہاد حدیث نمبر ۲۲۳۱، الطبقات الکبریٰ لابن سعد ۷۹/۲) (اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں سفر کی مشکلات سے اور غم کی حالت میں واپس پلٹنے سے اور اپنے اہل وعیال اور مال میں کسی بری خبر اور برے منظر سے)۔

حضورؐ اپنی والدہ کی قبر پر

اس سفر کے دوران نبی اکرمؐ اس علاقے میں مقیم ہوئے جہاں آپؐ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا تھا اور جہاں ان کی قبر ہے۔ بچپن میں آنحضورؐ جب اپنی والدہ کے ساتھ مدینہ سے مکہ کی طرف سفر کر رہے تھے تو راستے میں آپؐ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا۔ اس وقت آپؐ چھے سال کے تھے اور اس سفر میں آپؐ کی خادمہ ام ایمن بھی ساتھ تھیں۔ جب آپؐ اپنی والدہ کی قبر پر پہنچے تو فطری

Marfat.com

اور بشری تقاضے سے آپؐ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ آپؐ نے نہایت غم زدہ لہجے میں فرمایا کہ میں نے اپنی والدہ کے لیے اللہ سے مغفرت کی دعا کرنے کی اجازت چاہی تو اللہ نے اجازت نہ دی۔ پھر میں نے قبر کی زیارت کی اجازت چاہی تو اللہ نے اجازت دے دی۔ پس تم لوگ قبروں کی زیارت کیا کرو۔ زیارتِ قبور سے تمھیں موت کی یاددہانی ہوگی۔ حدیث میں آپ کی یہ گفت گو صحیح مسلم میں ان الفاظ میں نقل کی گئی ہے۔ ''عن ابی هريرة قال: زار النبی صلی اللہ علیه وسلم قبر امهٖ فبکیٰ و اَبکیٰ من حولهٗ فقال: استأذنتُ ربّی فی ان استغفرلها فلم یؤذن لی، واستأذنته فی ان ازورَ قبرها فأَذِن لِیْ، فزوروا القبور، فانّها تذکّر الموت (مسلم، کتاب الجنائز حدیث ۱۰۸، سلسلہ وار نمبر ۲۲۶۰)''اس کے علاوہ یہ حدیث ابوداؤد، نسائی، ابن ماجه اورمسند احمد میں بھی روایت ہوئی ہے۔

ایک تاریخی پس منظر

نبی اکرمؐ کا اپنی والدہ کے بارے میں جو ارشاد اوپر نقل کیا گیا ہے، اس پر کوئی تبصرہ کرنا تو کسی کے لیے بھی ممکن نہیں البتہ ہم ایک تاریخی پس منظر یہاں ضرور بیان کرنا چاہتے ہیں۔ وہ یہ کہ کم وبیش تمام مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ ابرہہ کے خانۂ کعبہ پر حملے کے وقت قریش کے تمام لوگوں نے خالص توحید کی بنیاد پر اللہ سے دعا مانگی تھی کہ وہ ذات باری تعالیٰ اپنے گھر کی حفاظت کرے۔ اس وقت وہ بتوں کو بالکل بھول گئے تھے۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے دس سال بعد تک قریش بتوں کو چھوڑ کر ایک اللہ کی عبادت کرتے رہے۔ اسی عرصے میں آنحضورؐ کی والدہ ماجدہ اور دادا محترم کا انتقال ہوا۔ دس سال کے بعد پھر قریش اپنی پرانی ڈگر پر چلے گئے۔ اللہ کی طرف سے اجازت نہ دینا کسی حکمت کے تحت ہوگا ورنہ معلوم تو یہی ہوتا ہے کہ اس عرصے میں وفات پانے والے لوگ دین ابراہیم کے پیروکار ہی شمار ہوتے ہیں۔ یہ حکمت غالباً یہی تھی کہ صحابہ اور دیگر لوگ اس کو بنیاد بنا کر ان رشتہ داروں یا والدین کے لیے مغفرت کی دعا شروع نہ کر دیں جو حالتِ کفر میں فوت ہو گئے تھے اور جن کے لیے مغفرت کی دعا سے منع کر دیا گیا ہے (تفہیم القرآن ج ۶، ص ۴۶۸، تعارف سورۃ الفیل)۔

Marfat.com

[illegible]

اللہ اعلم بالصواب۔

Marfat.com

سرایا محمد بن مَسلَمہ انصاریؓ

(۱)

(ربیع الاول ۶ھ)

سریہ القرطاء

جنگ خندق اور فتح بنوقریظہ کے بعد نبی اکرمؐ نے خود جس غزوہ کی قیادت فرمائی وہ تو غزوہ بنولحیان تھا مگر اس سے متصل قبل آپؐ نے مختلف صحابہ کرام کی قیادت میں ان مختلف قبائل کی طرف سرایا روانہ کیے جنھوں نے غزوۂ خندق میں مشرکینِ قریش کے ساتھ مل کر مدینہ کے محاصرے میں حصہ لیا تھا۔ ان میں سے ایک سریہ، سریۃ القرطا بھی کہلاتا ہے اور اسے کمانڈر کی نسبت سے سریہ محمد بن مسلمہؓ بھی کہا گیا ہے۔

خصوصی ہدایت

نجد کے بہت سے قبائل نے غزوۂ خندق میں مدینہ کا محاصرہ کرنے میں بڑے جوش و جذبے کے ساتھ ابوسفیان کی فوجوں کا ساتھ دیا تھا۔ ان کی تادیب اور سرزنش ضروری تھی تاکہ آیندہ یہ لوگ اس حرکت سے رہیں اور اسلام کی قوت کا بھی اظہار ہو۔ آپؐ نے حضرت محمد بن مسلمہؓ کو اس مہم کے لیے منتخب کیا جن کی جرأت و شجاعت اور جنگی مہارت پر آپؐ کو مکمل اعتماد تھا۔ تیس شاہسواروں کا ایک دستہ ان کے ساتھ تھا اور انھیں نجدی قبائل میں سے بنوبکر بن کلاب کی سرکوبی کے لیے بھیجا گیا تھا۔ اس مہم سے پہلے آنحضورؐ نے اپنے کمانڈر کو خصوصی ہدایت دی کہ وہ فتح کی صورت میں عورتوں کو غلام نہ بنائیں۔ [یہ حکمِ خاص اسی موقع کے لیے تھا]۔ صحابہ کرام نے دشمنوں کو اچانک جالیا۔

Marfat.com

معمولی جھڑپ کے بعد اپنے درجن بھر مقتولین کو چھوڑ کر بنو بکر کے جنگجو میدان سے بھاگ نکلے۔ انھوں نے مختلف پہاڑی گھاٹیوں میں جا کر پناہ لے لی جن کے راستوں سے وہ بخوبی واقف تھے۔ وہ اپنے بیش تر مویشی بھی بھگا لے گئے مگر اس کے باوجود پچاس اونٹ اور تین ہزار کے لگ بھگ بھیڑ بکریاں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔ عورتوں اور بچوں سے تعرض نہ کیا گیا۔ اس مہم میں تقریباً دو ہفتے صَرف ہوئے۔

جنگی قیدی

اسی مہم کے دوران مدینہ کی طرف سفر میں ایک مقام پر نجد کا ایک طاقت ور اور معزز سردار مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ نے اسے گرفتار کر لیا۔ وہ اس سردار سے پوری طرح متعارف نہیں تھے لیکن انھیں اندازہ ہو رہا تھا کہ یہ کوئی اہم آدمی ہے۔ یہ شخص ثُمامہ بن اُثال تھا، جو بنو حنیفہ کا سردار تھا۔ بعض مؤرخین کی رائے ہے کہ یہ مدینہ ہی کی طرف آ رہا تھا اور اس کا ارادہ آنحضورؐ کو دھوکے سے قتل کرنے کا تھا۔ ثمامہ بن اثال اسلام دشمنی میں بلاشبہ معروف تھا مگر اس کے بارے میں مؤرخین کی درج بالا رائے درست نہیں ہے کیوں کہ وہ دراصل عمرے کی ادائیگی کے لیے عازم مکہ تھا مگر راستے میں پکڑ لیا گیا (طبقات الکبریٰ لابن سعد ۵/۵۴۹)۔ بہرحال جب اسلامی لشکر مدینہ پہنچا اور آنحضورؐ کو اطلاع ملی تو آپؐ نے مالِ غنیمت کا جائزہ لیا۔ اسی دوران آپؐ کو پتا چلا کہ ایک قیدی بھی صحابہ نے پکڑا ہے۔ آپؐ نے اسے دیکھتے ہی اپنے ان صحابہ سے پوچھا کہ کیا تم جانتے ہو تمھارا یہ قیدی کون ہے؟ انھوں نے کہا ہم پوری طرح واقف نہیں ہیں۔ آپؐ نے کہا یہ بنو حنیفہ کا ایک اہم سردار ثمامہ بن اثال ہے۔ اسے اپنی حفاظت میں رکھو کہ بھاگ نہ جائے لیکن اس کے ساتھ بہت اچھا اور عزت و احترام کا سلوک روا رکھنا۔

مُسَیلمہ کذّاب کا فتنہ

ثمامہ بن اثال مسیلمہ کذاب کے قبیلے کا فرد تھا، جس کے فتنے میں بے شمار لوگ گرفتار ہو چکے تھے۔ بدقسمتی سے اپنی ذہانت اور فطانت کے باوجود ثمامہ بھی اس کے دجل و فریب میں آ گیا اور اس

Marfat.com

جھوٹے مدعی نبوت کی نبوت پر ایمان لے آیا۔ نبی مہربانؐ لوگوں کی خوبیوں سے واقف بھی تھے اور قدردان بھی۔ آپؐ نے فرمایا کہ ثمامہ اچھی اونٹنیوں کا دودھ پینے کا عادی ہے۔ پھر آپؐ نے ایک بہت اعلیٰ اونٹنی اس کے لیے مختص فرمائی اور کہا صبح وشام اس کا دودھ اس کی خدمت میں پیش کیا کرو۔ ثمامہ قیدی تھا اور آنحضورؐ سے اسے شدید نفرت بھی تھی لیکن اس بات پر وہ خوشگوار حیرت میں مبتلا تھا کہ قیدی ہونے کے باوجود اس سے اتنا اچھا سلوک روا رکھا جا رہا ہے۔ نبی اکرمؐ خود اس قیدی سے ملاقات کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ آپؐ نے ہمیشہ اس کے ساتھ نرم اور اچھے الفاظ میں گفتگو فرمائی۔ وہ دن بدن آنحضورؐ کے اخلاق حسنہ سے متاثر ہو رہا تھا۔ یہاں تک کہ مفتوح ہو گیا۔ اس قید کے دوران آنحضورؐ کئی مرتبہ اس سے سوال جواب کرتے اور اس کا حال احوال دریافت کرتے۔ ایک روز آپؐ نے اس سے پوچھا ثمامہ تمھارے دل میں کیا خیالات ہیں؟ اس نے کہا: اے محمد میرے پاس خیر و بھلائی ہے۔ اگر آپ مجھے قتل کریں گے تو یہ ایک ایسے شخص کا قتل ہوگا جس کے خون کی بڑی قیمت ہے اور اگر آپ عفو و درگزر سے کام لیں گے تو جان لیں کہ آپ ایک ایسے شخص کے ساتھ احسان کریں گے جو احسان کا بدلہ دینا جانتا ہے اور اگر آپ کو مال و دولت درکار ہے تو مانگ لیجیے۔ آپ جو چاہیں گے وہ دے دوں گا۔

دلوں کا فاتح

نبی اکرمؐ خود بھی محسوس کر رہے تھے کہ اس دوران قیدی کے دل کی کیفیت بدلتی چلی جا رہی ہے۔ آپ کو اللہ نے بے پناہ خوبیاں عطا فرمائی تھیں، ان میں آپ کی محبتِ فاتحِ عالم اور آپؐ کے سخنِ دلنواز کے کیا کہنے۔ ان خوبیوں سے بے شمار نفرتوں کے طوفان محبت کے زمزموں میں بدل گئے۔ آپؐ نے ایک دن حکم دیا کہ قیدی کو چھوڑ دو۔ نہ اس سے کوئی فدیہ طلب کیا نہ کچھ اور کہا۔ فرمایا کہ ثمامہ تم آزاد ہو جہاں چاہو آزادی سے چلے جاؤ۔ اس وقت تک ثمامہ اپنی آزادی کو چھوڑ کر برضا و رغبت غلامی اختیار کر چکا تھا۔ جب تک اسے آزادی نہیں ملی اس نے اس کا اظہار نہیں کیا لیکن آزاد ہو جانے کے بعد وہ آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آنحضورؐ کے سامنے اپنی زندگی کے مختلف مرحلوں کا یوں تذکرہ کیا۔ اس نے کہا ''اے محمد اللہ کی قسم کرہ ارضی پر آپ کی

Marfat.com

ذات سے زیادہ مجھے کسی شخص سے دشمنی اور نفرت نہیں تھی۔ بخدا آج آپؐ کی ذات مجھے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہوگئی ہے۔ خدا کی قسم آپؐ کے دین سے زیادہ دنیا بھر میں مجھے کسی اور دین سے نفرت وعداوت نہ تھی۔ اس وقت مجھے آپؐ کا دین سب ادیان سے زیادہ محبوب ہوگیا ہے۔ خدا کی قسم آپؐ کے شہر سے زیادہ مجھے دنیا کے کسی اور مقام سے نفرت وعداوت نہ تھی۔ بخدا آج مجھے آپؐ کا شہر دنیا کے ہر خطے سے زیادہ محبوب ہوگیا ہے۔ اس کے بعد وہ باہر نکل گیا۔ غسل کر کے آیا اور کلمۂ شہادت پڑھا اور اعلان کیا کہ ایک تو وہ قریش کی اسلام دشمنی کی وجہ سے ان پر عرصۂ حیات تنگ کر دے گا اور دوسرے مسیلمہ کذاب کا فتنہ ختم کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگائے گا۔ تیسرے اپنے علاقے اور قبیلے میں لوگوں تک دعوتِ حق پہنچانے کے لیے سرگرمِ عمل ہو جائے گا۔

دلبر کا شہر

مکہ معظّمہ میں اللہ کا گھر ہے۔ اس سے محبت تقاضائے ایمان بھی ہے اور قبولیتِ دعائے خلیل کا اعجاز بھی۔ اسی طرح مدینہ طیبہ نبی مہربانؐ کا مسکن ہے اور یہی آپؐ کی آخری آرام گاہ ہے۔ اس سے محبت بھی ایمان کا حصہ ہے۔ حضورؐ کی ذات، آپؐ کا لایا ہوا دین اور آپؐ کا شہر سبھی ہمیں محبوب ہیں اور ہم اس نعمت پر اللہ کا شکر بجا لاتے ہیں۔ حکیم الامت نے کیا خوب کہا ہے:

خاکِ یثرب از دو عالم خوشتر است
اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است

مولانا ماہر القادری مرحوم اپنی نعت میں لکھتے ہیں:

اے صلِ علیٰ! ایک ایک ادا اللہ کی آیت ہوتی ہے
ہے روئے محمدؐ پیشِ نظر قرآن کی تلاوت ہوتی ہے
طیبہ کے ببولوں کے کانٹے پھولوں سے بھی نازک تر نکلے
تلووں کو بھی لذت ملتی ہے، آسودہ طبیعت ہوتی ہے

اس موقع پر حضرت ثمامہ بن اُثال کی گفت گو کا آخری حصہ بہت اہم ہے اور وہ دعوتِ اسلام یا بالفاظِ دیگر غلبۂ اسلام ہے۔ پہلی بیان کردہ محبتوں کا دعویٰ اسی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے کہ کوئی شخص غلبۂ

Marfat.com

دینِ حق کے لیے کس قدر اپنی جان و مال کھپا رہا ہے۔

مدینہ سے مکہ

آنحضورؐ ثمامہ کے قبولِ اسلام سے بہت خوش ہوئے۔ آپ کو پہلے دن سے یقین تھا کہ ثمامہ میں خیر ہے۔ مسلمان ہونے کے بعد انھوں نے آنحضورؐ سے ایک سوال پوچھا کہ اللہ کے رسولؐ میں عمرے کے سفر کے لیے جا رہا تھا کہ آپؐ کے فوجی دستے نے مجھے راستے میں پکڑ لیا، اب میں کیا کروں؟ میرا ارادہ تو اب بھی عمرہ ادا کرنے کا ہے۔ آپؐ نے فرمایا ضرور عمرے کے لیے جاؤ۔ چنانچہ ثمامہؓ مدینہ سے نجد جانے کے بجائے مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مکے کے لوگ ثمامہؓ کو پہچانتے تھے لیکن اس مرتبہ جب وہ حرم میں داخل ہوئے تو وہ قریش اور دیگر قبائل کے طریقہ کے بجائے اسلامی تعلیمات کے مطابق تلبیہ پڑھ رہے تھے۔ قریش نے جب ان کی زبان سے یہ الفاظ سنے بالخصوص وہ بلند آواز سے لاشریك لك کے الفاظ ادا کر رہے تھے تو قریش کا ماتھا ٹھنکا۔ انھوں نے کہا ثمامہ کو یہ کیا ہو گیا ہے۔ قریش کے لوگوں نے اسے کہا کہ کیا تم صابی (بے دین) ہو گئے ہو؟ تم جیسے آدمی کا بے دین ہو جانا المیہ ہے۔ اس کے جواب میں انھوں نے فرمایا کہ میں بے دین نہیں ہوا۔ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے اور کرہ ارض کے بہترین دین میں داخل ہو گیا ہوں اور یہ دین اللہ کے سچے نبی محمدؐ کا دین ہے۔ قریش تلبیہ ہی سے خاصے ناراض تھے، اب اس گفتگو نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ انھوں نے ثمامہؓ کو گرفتار کر کے قید کر لیا۔ قریش کے سرداروں کو للکارتے ہوئے انھوں نے کہا تم نے مجھے محبوس کر دیا ہے تو جان لو کہ تم نے اپنے اوپر اپنی رسد خوراک کے دروازے بند کر لیے ہیں۔ آج سے سمجھ لو کہ غلے کا ایک دانہ بھی یمامہ سے تمھاری طرف نہیں پہنچ پائے گا۔ قریش کے لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا اور ان کے صاحب الرائے لوگوں نے اس عمل کو خطرناک، عاجلانہ اور احمقانہ قرار دیا۔ چنانچہ انھوں نے ثمامہؓ کو فوراً چھوڑ دیا۔

اہلِ مکہ کو غلّے کی بندش

ثمامہؓ جلیل القدر صحابہ میں سے ہیں۔ یہ عمرہ کر کے واپس اپنے قبیلے میں پہنچے تو انھوں نے

Marfat.com

مکہ کی طرف غلے کی ترسیل مکمل طور پر بند کردی۔ اب قریش کو اندازہ ہوا کہ انھوں نے اپنی حماقت سے اپنے پاؤں پر کلہاڑا مار لیا ہے۔ تھوڑا ہی عرصہ قبل قریش نے مدینہ کو تباہ و برباد کرنے کے لیے احزاب جمع کرکے مدینے کا محاصرہ کیا تھا۔ آنحضورؐ کے ساتھ ان کی دشمنی ڈھکی چھپی نہ تھی لیکن اس سخت صورتِ حال میں کہ جس میں مکہ کے لوگوں کو بھوک کی وجہ سے درختوں کے پتے اور چھال کھانے اور چمڑے ابال کر پانی پینے کی نوبت آئی، انھوں نے آنحضورؐ سے رجوع کیا اور ان سے درخواست کی کہ اپنے پیروکار ثمامہ بن اثال کو حکم دیں کہ وہ غلے کی ترسیل پر سے پابندی اٹھائے۔ یہ نبی اکرمؐ کی فتح تھی۔ آپؐ نے ثمامہؓ کو حکم دیا کہ وہ پابندی ختم کردیں۔ چنانچہ انھوں نے آنحضورؐ کے پیغام کا احترام کرتے ہوئے فوراً یہ پابندی ختم کردی۔

سلام اُن پر، درود اُن پر

آپؐ کو تین سال تک شعبِ ابی طالب میں محصور کرکے دنیا کی ہر نعمت سے محروم کردینے والوں کی یہ بے بسی! اور پھر درِیتیم کا اعلیٰ ترین اخلاق وظرف کہ اس واقعہ کی طرف اشارہ تک نہ کیا! سبحان اللہ کیا عظیم رہبر تھے!! سلام اُن پر، درود اُن پر!!!

سلام اس پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کو قبائیں دیں
سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں
سلام اس پر کہ اسرارِ محبت جس نے سمجھائے
سلام اس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے

یہ بات پورے عرب میں مشہور ہوئی اور اس سے ایک جانب آنحضورؐ کی قوت کا اظہار ہوا اور دوسری جانب آپؐ کے اخلاقِ عالیہ کا چرچا ہر گھر اور قبیلے میں ہونے لگا۔ خون کے پیاسوں کے ساتھ صلہ رحمی کی یہ مثال بے اثر کیسے رہ سکتی تھی۔

Marfat.com

(۲)

(ربیع الاول ۶ھ)

سریہ ذو القصہ

ربیع الاول ۶ھ میں نبی اکرمؐ نے حضرت محمد بن مسلمہؓ ہی کی قیادت میں ایک دستہ ذو القصہ کی طرف روانہ کیا۔ یہ قبیلۂ غطفان کی شاخ بنوثعلبہ کا علاقہ تھا۔ مدینہ سے اس کا فاصلہ چوبیس میل ہے۔ ان لوگوں کے بُرے ارادوں کی اطلاع نبی اکرمؐ تک پہنچ گئی تھی۔ یہ ایک سال قبل غزوۂ احزاب میں بھی دشمن فوجوں کے ساتھ محاصرے میں شامل تھے۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ کے ساتھ دس شاہسوار تھے اور پیش نظر یہ تھا کہ دشمن پر اچانک حملہ کیا جائے اور پھر بعجلت تمام واپسی کا سفر اختیار کیا جائے۔

دشمنوں کی جنگی چال

بنوثعلبہ کو کسی جاسوس نے اطلاع دے دی۔ چنانچہ وہ اپنے گھربار چھوڑ کر جنگلوں میں غائب ہوگئے۔ ساتھ ہی انھوں نے اپنے ایک سو چیدہ جنگ جوؤں کو ایک خاص مقام پر چھپا دیا۔ انھیں معلوم تھا کہ مدینہ سے ایک چھوٹی سی ٹولی آ رہی ہے، اس لیے اسے کسی نہ کسی طرح گھیرے میں لینے کی سبیل نکالنی چاہیے۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ اور ان کے ساتھی جب ذو القصہ پہنچے تو یہاں کوئی بندہ بشر موجود نہیں تھا۔ یہ لوگ تھکے ہوئے تھے۔ استراحت کے لیے بیٹھے تو سب پر نیند کا غلبہ ہوگیا۔ ان کے سوتے ہی کمین گاہ میں چھپے ہوئے ثعلبی جنگجو حرکت میں آئے اور بالکل خاموشی سے تمام صحابہ کو گھیرے میں لے لیا۔ صحابہ نیند سے بیدار ہوئے اور اپنے ہتھیار لے کر مقابلے کے لیے تیار ہوگئے مگر دشمن کی کثرتِ تعداد، گھیراؤ اور مسلمانوں کی غفلت کی وجہ سے بہت مشکل صورتِ حال پیدا ہوگئی۔ اس کے نتیجے میں محمد بن مسلمہؓ کے سب ساتھی شہید ہوگئے۔

Marfat.com

حکیمانہ تدبیر

حضرت محمد بن مسلمہؓ خود بھی زخمی ہو کر گر پڑے۔ اب انھیں احساس تھا کہ وہ تنہا ہیں اور زخمی بھی۔ چنانچہ انھوں نے حکمت کے تحت بالکل چپ سادھ لی اور اپنا سانس روک لیا۔ دشمن یہی سمجھے کہ وہ بھی دیگر صحابہ کی طرح قتل ہو چکے ہیں۔ صحابہ کو قتل کرنے کے بعد یہ لوگ خوشیاں مناتے ہوئے اپنے اہل و عیال کی طرف چلے گئے۔ صحابہ کے گھوڑے اور اسلحہ حتیٰ کہ ان کے جسم کے کپڑے بھی ان لوگوں نے اتار لیے۔ اتفاق سے ایک شخص ادھر سے گزرا اور صحابہ کو اس حالت میں پایا تو اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھا۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ زندہ تھے، اس کے الفاظ سن کر انھیں احساس ہوا کہ یہ کوئی مسلمان شخص ہے۔ چنانچہ وہ اٹھ بیٹھے۔ وہ شخص انھیں اٹھا کر مدینہ لے آیا جہاں علاج معالجے کے بعد اللہ نے انھیں صحت اور شفا بخشی۔

دوسری مہم

ذوالقصہ کی طرف چند دنوں کے بعد ہی پھر آنحضورؐ نے ایک دستہ روانہ فرمایا۔ آنحضورؐ کو اطلاع ملی کہ بنو محارب اور بنو ثعلبہ کے لوگ ذوالقصہ کے سابقہ وقوعے کی وجہ سے بہت اونچی ہواؤں میں اڑنے لگے ہیں اور اب انھوں نے اہلِ مدینہ کی چراگاہوں پر حملہ کرنے کے لیے جتھہ بندی کر لی ہے۔ نبی اکرمؐ نے فی الفور چالیس صحابہ کو حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کی قیادت میں روانہ فرمایا۔ اپنی چراگاہوں کے پاس سے گزرتے ہوئے حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ ذوالقصہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہ نمازِ مغرب کے بعد چلے تھے اور سپیدۂ سحر نمودار ہونے سے پہلے ذوالقصہ پہنچ گئے۔ یہاں عملاً ان لوگوں نے غارت گری کے لیے تیاری کر رکھی تھی لیکن اچانک مسلمانوں کے دستے کی اطلاع پا کر ان کے چھکے چھوٹ گئے اور یہ سب سرعت کے ساتھ قریبی پہاڑوں میں جا چھپے۔

دشمن کی بدحواسی اور مالِ غنیمت کا حصول

حضرت ابو عبیدہؓ نے کچھ دور تک ان کا تعاقب کیا اور ان میں سے ایک شخص کو پکڑ لیا۔ ان

Marfat.com

کے جانور اور مویشی اور کچھ ساز و سامان بھی ہاتھ آیا۔ مالِ غنیمت اور ایک قیدی کے ساتھ حضرت ابو عبیدہؓ واپس مدینہ پلٹے۔ نبی اکرمؐ کے سامنے جب قیدی کو پیش کیا گیا تو آپ کو دیکھتے ہی اس نے کلمۂ شہادت پڑھ لیا۔ آنحضورؐ نے اسی وقت اسے آزاد کر دیا۔ مالِ غنیمت اسلامی اصول کے مطابق تقسیم کر دیا گیا۔

اس طرح ذوالقصہ کی طرف دو مرتبہ پیش قدمی کی گئی مگر دشمن کو کوئی بڑا نقصان نہ پہنچایا جا سکا بلکہ نو صحابہ کی قیمتی جانیں بھی پہلی مہم میں کام آئیں۔ البتہ اس تحرک کی وجہ سے شرپسند قبائل کو خاصی تنبیہہ ہو گئی۔ بعض اوقات کسی اہم مقصد کے لیے بڑی قربانیاں دینا پڑتی ہیں۔ کم فہم اور کوتاہ بین لوگ اسے بنیاد بنا کر بد دلی پیدا کرنے لگتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ ان قربانیوں کے نتیجے میں طویل المیعاد کامیابیاں مقدر ہوتی ہیں۔ حکمت کے ساتھ پیش قدمی اور اخلاص کے ساتھ قربانی بظاہر فوری نتائج نہ بھی دے تو اگلے مراحل میں اس کے ثمرات سامنے آ جاتے ہیں۔ قربانی کبھی رائیگاں نہیں جاتی۔ (ابن سعد نے اپنی طبقات ج ۲، ص ۸۵-۸۶ پر اس کا تذکرہ کیا ہے)

......❀❀❀......

Marfat.com

سرایا زید بن حارثہؓ

(۱)

مر الظهران کی مہم (ربیع الثانی ۵ھ)

بنو سُلَیم کی سرکوبی

[حضرت زید بن حارثہؓ کی قیادت میں ۵ھ اور اس کے بعد روانہ کی جانے والی مہمات کو ہم ایک ساتھ ترتیب کے ساتھ یہاں جمع کر رہے ہیں، اگرچہ زمانی ترتیب کے لحاظ سے بیچ میں بعض دیگر مہمات بھی وقوع پذیر ہوئیں]

۵ھ میں نبی اکرمؐ نے معروف صحابی حضرت زید بن حارثہؓ کی سرکردگی میں مختلف مہمات مختلف سمتوں میں روانہ فرمائیں۔ سب سے پہلے آپؐ نے ربیع الآخر ۵ھ میں بنو سُلیم کی طرف صحابہ کو روانہ فرمایا۔ یہ لوگ وادیٔ فاطمہ کے علاقے میں رہائش پذیر تھے۔ غزوۂ احزاب میں اس قبیلے نے ابوسفیان کے ساتھ سات سو کے قریب جنگجو مدینہ کے محاصرے کے لیے بھیجے تھے۔ یہ علاقہ مرّ الظهران بھی کہلاتا ہے اور مکہ اور مدینہ کے راستے پر واقع ہے لیکن مدینہ سے اس کا فاصلہ ڈیڑھ سو میل سے بھی زاید ہے۔ نبی اکرمؐ نے زید بن حارثہؓ کی سربراہی میں صحابہ کو روانہ کیا تو مدینہ کے باہر آ کر انھیں الوداع کہا اور دعاؤں کے ساتھ رخصت فرمایا۔

مخبر کی مدد

بنو سُلیم جموم کے چشمے کے گردونواح میں بہت زرخیز زمینوں کے مالک تھے جہاں سرسبز باغات اور لہلہاتے کھیت تھے۔ حضرت زید بن حارثہؓ نے راستے میں ایک عورت کو دیکھا۔ اس نے بتایا کہ اس کا تعلق بنو مُزَیْنَہ سے ہے اور اس کا نام حلیمہ ہے۔ وہ بنو سُلیم کے علاقے کو جانتی ہے اور

Marfat.com

فوج کی راہ نمائی کر سکتی ہے۔ زید بن حارثہؓ نے اس خاتون کو اس کے خاوند سمیت پکڑ لیا کیونکہ ان کے اصل عزائم کا ابھی تک صحیح علم نہ ہو سکا تھا تاہم انھوں نے صحابہ سے کہا کہ ان سے راہ نمائی لی جائے اور اس دوران ان سے اچھا سلوک روا رکھا جائے۔ واقعی ان لوگوں نے ٹھیک راہ نمائی کی اور قبیلہ بنو سُلیم کو حضرت زید بن حارثہؓ نے اچانک جا دبوچا۔ بڑی قوت کے باوجود ان لوگوں پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ بہت سے لوگ فرار ہو گئے اور باقی ماندہ بغیر جنگ کے گرفتار ہو گئے۔

مدینہ میں کامیاب واپسی

حضرت زید بن حارثہؓ بڑے مالِ غنیمت اور جنگی قیدیوں کے ساتھ مدینہ واپس آئے۔ مؤرخ ابنِ سعد نے طبقات میں لکھا ہے کہ نبی اکرمؐ نے حلیمہ مُزَینِیَہ اور اس کے خاوند کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے انھیں پورے اکرام کے ساتھ رہا کر دیا۔

......❀❀❀......

Marfat.com

(۲)

عِیص کی مہم (جمادی الاولیٰ ۶ ھ)

قریش کے تجارتی قافلے پر حملہ

جمادی الاولیٰ ۶ ھ میں حضرت زیدؓ ہی کی سربراہی میں نبی اکرمؐ نے ایک اور سریہ روانہ فرمایا۔ نبی اکرمؐ کو اطلاع ملی تھی کہ قریش کا ایک تجارتی قافلہ شام سے مکہ واپس جا رہا ہے۔ چونکہ آنحضورؐ اور قریش برسرِ پیکار تھے اور کچھ ہی عرصہ قبل قریش نے مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے لیے سارے عرب کو جمع کر کے مدینہ پر چڑھائی کی تھی، اس لیے آنحضورؐ نے ان لوگوں کی تادیب اور سرزنش کا فیصلہ فرمالیا۔ آپؐ نے حضرت زید بن حارثہؓ کو حکم دیا کہ وہ مکہ اور شام کی تجارتی شاہراہ کی طرف جائیں اور عِیص کے مقام پر اس قافلے کو روکیں۔ عِیص بحراحمر کے ساحل پر واقع ایک مقام ہے جو تجارتی قافلوں کا معروف پڑاؤ تھا۔ اس کا محلِ وقوع مدینہ سے شمال مغرب کی طرف ہے اور قافلوں کے لیے مدینہ سے یہاں تک چار دن کی مسافت کا فاصلہ تھا۔ صحابہ کے دستے میں ایک سو ستر گھڑسوار شریک تھے۔

میرِ قافلہ ابوالعاص

حضرت زید بن حارثہؓ عِیص کے علاقے میں پہنچے تو قافلے کو وہاں پایا۔ صحابہ کو دیکھتے ہی اہلِ قافلہ کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ کسی لڑائی اور مزاحمت کے بغیر انھوں نے خود کو مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔ اس قافلے کے پاس بہت سا مالِ تجارت تھا۔ سب سے زیادہ تجارتی سامان قریش کے سردار صفوان بن امیہ کا تھا جو آنحضورؐ کا شدید مخالف تھا۔ اس کا باپ امیہ بن خلف بھی ہجرت

Marfat.com

سے قبل آنحضورؐ اور آپؐ کے صحابہ کو ایذائیں پہنچانے میں بہت بدنام تھا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ تجارتی قافلے کا سربراہ ابوالعاص بن ربیع تھا جو نبی اکرمؐ کا داماد اور بنوامیہ کا ایک فرد تھا۔ حضرت زینبؓ بنت محمدؐ تو مسلمان ہو کر مدینے آچکی تھیں مگر ابوالعاص ابھی تک حالتِ کفر میں تھا۔ اس وقت تک سورۃ الممتحنہ نازل نہیں ہوئی تھی جس میں مسلمان عورتوں کو کافر شوہروں کے لیے حرام قرار دے دیا گیا۔ ابوالعاص کا نام لقیط بن ربیع تھا۔

حضرت زینب بنتِ محمدؐ کا اعلانِ معافی

جب حضرت زید بن حارثہؓ مالِ غنیمت اور قیدیوں کے ساتھ مدینہ پہنچے تو آنحضورؐ مسجد میں نماز پڑھا رہے تھے۔ حضرت زینبؓ کو بھی واقعہ کی اطلاع ملی اور ابوالعاص کو بھی معلوم تھا کہ زینبؓ مدینہ میں موجود ہیں تو اس نے حضرت زینبؓ سے درخواست کی کہ انھیں اور ان کے ساتھیوں کو چھڑانے کی کوئی سبیل نکالی جائے۔ حضرت زینبؓ نے اس سے تو کچھ نہیں کہا البتہ مسجد میں آ کر بلند آواز سے کہا کہ میں نے ابوالعاص کو امان دے دی ہے۔ جب نبی اکرمؐ نے سلام پھیرا تو آپؐ نے صحابہ سے پوچھا زینب کی جو آواز میں نے سنی تھی کیا تم لوگوں نے بھی سنی۔ صحابہ نے عرض کیا جی ہاں۔ آپؐ نے صحابہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ جان لو اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے مجھے اس بارے میں قطعاً کوئی پیشگی علم نہیں تھا۔ یہ زینب نے اپنی طرف سے اعلان کیا ہے۔ پھر آپؐ نے صحابہ سے پوچھا: جسے زینب نے امان دے دی ہے کیا ہم بھی اسے امان دے دیں تو صحابہ نے اثبات میں جواب دیا۔

اہلِ سریہ کی رائے

نبی اکرمؐ نے صحابہ سے مشورے کے بعد ابوالعاص کو معاف کر دیا۔ پھر صحابہ کے سامنے اس پورے معاملے کو یوں رکھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہم نے جو کچھ کہا وہ اپنی جگہ مگر زید بن حارثہ اور اس کے ساتھیوں کی رائے اس بارے میں حتمی ہوگی۔ آپؐ نے سریہ میں شامل تمام صحابہ کو بلایا اور ان کے سامنے فرمایا: یہ شخص یعنی ابوالعاص ہمارے ساتھ جو تعلق رکھتا ہے وہ تم سب کو معلوم ہے۔ تم

Marfat.com

لوگوں نے مہم کے دوران اسے اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کیا ہے اور ان کا مال بطور غنیمت لے آئے ہو۔ اگر تم احسان کرو تو یہ تمھارا اختیار ہے اور ہم پسند کرتے ہیں کہ احسان کیا جائے اور اگر تم انکار کر دو تو تمھارے اوپر کوئی مواخذہ نہیں اور یہ تمھارا حق اور آزادی ہے۔ اس صورت میں یہ مال اللہ نے آپ کو بطور غنیمت عطا کیا ہے۔ مہم میں شریک تمام صحابہ نے یک زبان کہا کہ یا رسول اللہ ہم بخوشی قیدیوں کو چھوڑنے اور ان کا مال انھیں واپس کرنے کا اعلان کرتے ہیں۔ جب سب نے متفقہ طور پر یہ بات کہی تو آنحضورؐ نے پورا مال اہلِ قافلہ کو لوٹا دیا اور تمام قیدیوں کو چھوڑ دیا۔

مال و دولتِ دنیا، متاعِ غرور

جب رہائی عمل میں آئی تو بعض اہل مدینہ نے ابو العاص سے کہا کہ اے ابو العاص آپ قریش کے معزز ترین لوگوں میں سے ہیں۔ آپ کو آنحضورؐ کے ساتھ قریبی تعلق کا شرف بھی حاصل ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ آپ اسلام قبول کرلیں جبکہ آپ اسلام کے لیے نرم گوشہ بھی رکھتے ہیں۔ اس صورت میں یہ مال جو کفار و مشرکین کی ملکیت ہے، قبولِ اسلام کے بعد، آپ اپنے پاس رکھ لیں۔ ابو العاص بہت عظیم انسان تھے۔ انھوں نے فرمایا اے اہل مدینہ تم نے مجھے بہت بُرا مشورہ دیا ہے۔ کیا میں دینِ حق میں داخل ہونے کے لیے آغاز ہی غدر اور بددیانتی سے کروں۔ خدا کی قسم ایسا کبھی نہیں ہوسکتا۔ اس کے بعد ابو العاص اپنے قافلے اور مال و متاع کے ساتھ مکہ چلے گئے۔ وہاں پہنچ کر تمام لوگوں کا مال پائی پائی کے حساب کے ساتھ انھیں ادا کیا۔ سب لوگ منافع کی خوشی کے ساتھ اس بات پر بھی فرحاں تھے کہ ان کی گم گشتہ متاع انھیں صحیح سالم واپس مل گئی ہے حالانکہ یہ ان کے دشمنوں کے قبضے میں آ چکی تھی۔

مکہ میں کلمۂ حق کا اعلان

ابو العاص پہلے بھی اہلِ مکہ کے درمیان بہت معزز اور قابلِ اعتماد شخص تھے۔ اب ان کی شان مزید دوبالا ہوگئی۔ انھوں نے خانہ کعبہ میں آکر سب قریش کو جمع ہونے کے لیے منادی کرائی۔ جب سب لوگ آگئے تو انھوں نے پوچھا اے اہل مکہ تمھارا جو مال میری امانت میں تھا کیا

Marfat.com

تمھیں پورے کا پورا مل چکا ہے۔ اگر کسی کا کچھ بقایا ہو تو مجھے بتائیے۔ کیا میں نے اپنی ذمہ داری کو بطریق احسن ادا کیا ہے یا مجھ سے کوئی کوتاہی ہوئی ہے۔ سب لوگوں نے یک زبان کہا بخدا تم نے حق ادا کر دیا ہے، اللہ تمہیں بہترین اجر عطا فرمائے۔ ہم نے ہمیشہ تمھیں دیانت دار، امین اور کریم پایا ہے۔ یہ گواہی ہو جانے کے بعد انھوں نے کہا اے اہلِ مکہ تم گواہ رہو کہ میں مدینہ میں دل سے مسلمان ہو چکا تھا مگر میں نے وہاں اعلان کے بجائے اپنے اسلام کو چھپائے رکھا تا کہ تم یہ نہ سمجھو کہ میں نے کسی بزدلی یا مفاد کی خاطر ایسا کیا ہے۔ اب میں تمھارے سامنے اعلان کرتا ہوں اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ سب سرداروں نے یہ باتیں سنیں اور بعض نے سرگوشیاں بھی کیں مگر کسی کو مخالفت کی جرأت نہ ہوسکی۔ اس کے بعد ابوالعاص مکہ سے مدینہ ہجرت کر گئے۔ آنحضورؐ کو ان کے قبولِ اسلام سے فطری طور پر بے پناہ مسرت ہوئی۔ آپؐ نے حالتِ کفر میں بھی ان کی وفا شعاری اور ادب و احترام کی وجہ سے یہ فرمایا تھا کہ ابوالعاص بہترین انسان ہے۔ اب قبولِ اسلام کے بعد مؤرخ طبری کے مطابق آپؐ نے حضرت زینبؓ کو تجدیدِ نکاح کے بعد ابوالعاص کے ساتھ بھیج دیا۔ (طبقات ابن سعد ج ۲، ص ۸۷-۸۸۔ اسد الغابہ ج ۶، ص ۱۸۲-۱۸۳)

......❀❀❀......

Marfat.com

(۳)

سریہ الطَّرَف (جمادی الاخریٰ ۶ھ)

بنوثعلبہ کی سرزنش

طَرَف بنوغطفان کے علاقے میں مدینہ منورہ سے تقریباً چالیس میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہاں آباد غطفانی قبائل بھی غزوۂ احزاب میں پوری طرح شریک تھے۔ بنوغطفان کی شاخ بنوثعلبہ کے لوگ اس علاقے پر قابض تھے۔ نبی اکرمؐ نے جمادی الاخریٰ ۶ھ میں حضرت زیدؓ کو پھر اس مہم کی سربراہی کے لیے منتخب کیا، پندرہ شاہسواروں کے ساتھ انھیں یہ ذمہ داری سونپی گئی کہ بنوثعلبہ کو ان کی اسلام دشمنی اور مسلمانوں پر حملے کا بدلہ دیا جائے۔ حضرت زیدؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ روانہ ہوئے۔ اگرچہ ان کی تعداد بہت تھوڑی تھی مگر یہ عجیب بات ہے کہ اللہ نے صحابہ کرام اور اسلامی ریاست کی ایسی دھاک بٹھادی تھی کہ دشمن اپنی کثرتِ تعداد کے باوجود ان سے خوف زدہ ہوجاتے تھے۔ جونہی ان قبائل کو پتہ چلا کہ مدینہ سے کوئی دستہ روانہ ہوا ہے، انھوں نے فوراً اپنا سازوسامان سمیٹا اور پورا قبیلہ پہاڑوں میں جاچھپا۔ نبی اکرمؐ کا مقصد بھی یہ تھا کہ ان قبائل کو یہ احساس ہوجائے کہ مسلمان اب کمزور نہیں اور اسلام اب ایک قوتِ نافذہ بن چکا ہے، جس کی پشت پر ایک منظم ریاست موجود ہے۔

مالِ غنیمت

بنوثعلبہ کے بارے میں مؤرخین کی رائے ہے کہ ان کے پاس سیکڑوں جنگجو موجود تھے۔ جب حضرت زید بن حارثہؓ ان کے علاقے میں پہنچے اور وہاں ویرانی پائی تو آپؓ نے اپنے ساتھیوں کو کہا

Marfat.com

کہ گردونواح میں دیکھو بھیڑ بکریاں تو پہاڑوں پر چلی گئی ہوں گی اور اونٹ بھی غائب کر دیے گئے ہیں مگر کہیں نہ کہیں کچھ اونٹ ضرور ہوں گے۔ چنانچہ صحابہ کرام کو بیس اونٹ ہاتھ آئے۔ پانچ دنوں کے سفر میں صحابہ کو کہیں بھی دشمن سے آمنے سامنے یا مڈ بھیڑ کا موقع نہ ملا۔ یوں یہ مختصر سی تعداد ایک بڑی مہم کو سر کرنے کے بعد معمولی مالِ غنیمت حاصل کر کے کامیابی سے واپس آ گئی۔

......❀❀❀......

Marfat.com

(۴)

سریہ حِسمیٰ (جمادی الاخریٰ ۶ ھ)

صحابیِ رسول پر حملے کا بدلہ

حضرت زید بن حارثہؓ مدینہ واپس پہنچے ہی تھے کہ دربارِ نبوت سے حکم ملا کہ پھر کمر کس لیں اور وادی القریٰ کے مقام حِسمیٰ کی طرف روانہ ہو جائیں۔ اس سریہ کی وجوہات یہ بیان کی گئی ہیں کہ نبی اکرمؐ کے ایک ایلچی حضرت دِحیَہ بن خلیفہ الکلبیؓ جو قیصرِ روم کی طرف بھیجے گئے تھے، واپسی پر اس علاقے سے گزرے۔ قیصر نے انھیں عزت و اکرام کے ساتھ واپس بھیجا اور کچھ تحائف بھی دیے۔ جب وہ وادی القریٰ میں حِسمیٰ کے مقام پر پہنچے تو یہاں ایک مقامی سردار ہُنَید بن عارض اور اس کے بیٹے عارض بن ہُنَید نے انھیں دیکھتے ہی اپنے قبیلے بنو جُذام کے ساتھ ان پر حملہ کر دیا۔ انھوں نے ان سے ہر چیز چھین لی حتیٰ کہ کپڑے تک اتار لیے۔

حضرت دِحیَہ واپس مدینہ پہنچے تو ان کے جسم پر ایک چیتھڑا تھا۔ حضرت دِحیَہ کلبی بہت خوب صورت انسان تھے۔ انھیں یوسفِ ثانی بھی کہا جاتا تھا اور ان کی خوب صورتی کو بطور ضرب المثل بھی بیان کیا جاتا تھا۔ حدیث میں تذکرہ ملتا ہے کہ جبریل امین جب کبھی انسانی صورت میں نبی اکرمؐ سے ملتے تو حضرت دِحیَہ ہی کی شکل و صورت میں ہوتے۔ خوب صورت ہونے کے علاوہ یہ صاحب الرائے اور بہت شجاع بھی تھے مگر تن تنہا اس جتھے کا مقابلہ کرنا ان کے بس میں نہیں تھا، اس لیے انھوں نے کوئی مزاحمت نہ کی۔ اس لٹی پٹی کیفیت میں جب وہ مدینہ پہنچے تو صحابہ کرام اور خود آنحضورؐ کو بہت صدمہ ہوا۔ نبی اکرمؐ نے اس مہم کے لیے فوری طور پر حضرت زیدؓ کو منتخب فرمایا

Marfat.com

حالانکہ وہ ایک جنگ سے ابھی ابھی واپس پلٹے تھے۔ حضرت زیدؓ کے دستے میں پانچ سو جنگجو شامل تھے اور حضرت دِحیہ کلبی بھی اس میں شریک تھے۔ اس موقع پر صحابہ نے بنو عذرہ کے ایک شخص کو بدرقے اور رہبر کے طور پر اپنے ساتھ لے لیا کیونکہ یہ سفر لمبا اور راستے مشکل تھے۔

راتوں کا سفر

حضرت زیدؓ رات کے وقت سفر کرتے اور دن کو جنگلوں میں چھپ جاتے تا کہ دشمن کو ان کے حملے کی اطلاع نہ مل سکے۔ ایک صبح کو اس علاقے میں جا وارد ہوئے اور دشمن پر ہلّہ بول دیا۔ غارت گر قبیلے کے بہت سے مرد قتل ہو گئے، جن میں حضرت دِحیہ کلبی پر حملہ کرنے والے دونوں سرغنے ہُنَید اور اس کا بیٹا عارض بھی تہہ تیغ ہوئے۔ باقی لوگ مقابلے کی سکت نہ پاتے ہوئے بھاگنے پر مجبور ہوئے۔ اس کے بعد حضرت زیدؓ نے قبیلے کے کئی مردوں اور خواتین و بچوں کو جنگی قیدی بنالیا۔ ہزار کے لگ بھگ اونٹ اور پانچ ہزار سے زاید بھیڑ بکریاں ہاتھ آئیں۔

بنوضُبیب کے مسلمان

اسی دوران ایک اور پیش رفت ہوئی جو حضرت زید بن حارثہؓ کے علم میں نہیں تھی۔ بنو جُذام کی ایک شاخ بنوضُبیب کہلاتی تھی۔ ان میں سے بہت سے لوگ مسلمان ہو چکے تھے۔ حضرت دِحیہ کے لٹ جانے اور مدینہ روانہ ہو جانے کے بعد بنوضُبیب کے مسلمانوں کو واقعے کا پتہ چلا تو انھیں بڑا افسوس ہوا۔ وہ اپنی پوری قوت کے ساتھ بنو جُذام کے پاس پہنچے اور انھیں عرب کے ایک معزز شخص کو لوٹنے پر عار بھی دلائی اور دھمکی بھی دی کہ انھوں نے ایک مسلمان کے ساتھ جو زیادتی کی ہے، اسے برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ پھر بزورِ قوت حضرت دِحیہ سے لوٹی ہوئی تمام چیزیں ان سے وصول کرلیں اور ان اشیا کو مدینہ بھجوا دیا۔ بعد میں انھیں جب اس مہم کا پتہ چلا اور بنو جُذام کے جنگی قیدی مدینہ لے آئے گئے تو ان کا ایک وفد احتجاج کرتا ہوا حضرت زیدؓ کے پیچھے چلا اور ان کے مدینہ پہنچنے سے پہلے راستے ہی میں ان سے آملا۔ انھوں نے بتایا کہ ہم نے لوٹی ہوئی ایک ایک چیز واپس لے لی تھی، اس کے باوجود آپ نے حملہ کر دیا اور ہم جو مسلمان ہیں انھیں بھی رسوائی کا

Marfat.com

سامنا کرنا پڑا۔ حضرت زیدؓ کو ان کے قبولِ اسلام کا پتہ بھی نہیں تھا اور یہ چیزیں واپس لینے کا علم بھی نہیں تھا۔ انھوں نے وفد کے سردار سے کہا وہ سورۃ الفاتحہ پڑھے تو اس نے پڑھ دی۔ پھر اس نے کہا کہ ان قیدیوں کو چھوڑ دو تو حضرت زیدؓ نے کہا کہ میں تو اس طرح کا فیصلہ نہیں کر سکتا۔ یہ فیصلہ تو مدینہ ہی میں ہو سکتا ہے۔

دربارِ رسالت میں مقدمہ

بنو جُذام کے قیدیوں کا معاملہ جب حل نہ ہو سکا تو ان کے ایک مسلمان سردار زید بن رفاعہؓ تیزی کے ساتھ مدینہ روانہ ہو گئے۔ انھوں نے نبی اکرمؐ کو جا کر بتایا کہ یا رسول اللہ آپؐ کے ایلچی دِحیہؓ بن خلیفہ الکلبی سے ہمارے (مشرک) بھائی بند قبیلہ بنو جُذام کے لوگوں نے جو معاملہ کیا، اس پر ہمیں افسوس ہے اور ہم نے لوٹے ہوئے مال کی ایک ایک چیز واپس لے کر آپؐ کی خدمت میں بھجوادی ہے۔ اس کے باوجود ان پر حملہ اور انھیں غلام بنانے کا عمل درست نہیں۔ آپؐ اپنے کمانڈر کو حکم دیں کہ وہ مال غنیمت اور جنگی قیدی چھوڑ دیں۔ آنحضورؐ نے ان سے کہا کہ مالِ غنیمت اور قیدیوں کو چھوڑ دوں تو جو قتل ہو گئے ہیں، ان کا کیا معاملہ ہوگا تو وفد کے ایک سرکردہ رکن ابوزید بن عمرو الجذامی نے کہا کہ یا رسول اللہ جو زندہ ہیں انھیں آپؐ چھوڑ دیں اور جو قتل ہو گئے ہیں وہ اپنی جہالت اور کفر کی وجہ سے قتل ہوئے ہیں۔ ان کے خون کا کوئی مطالبہ نہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ ابوزید نے بہت کھری بات کی ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے حضرت علی بن ابی طالبؓ کو حکم دیا کہ وہ آپؐ کے نمائندہ خصوصی کے طور پر زید بن حارثہؓ سے جا کر کہہ دیں کہ بنو جُذام کا سارا مال انھیں واپس کر دیں اور ان کے سب قیدیوں کو چھوڑ دیں۔

اطاعتِ رسول

حضرت علیؓ اس مہم کے لیے مدینہ سے چل پڑے۔ وفد کے لوگ بھی ان کے ساتھ تھے۔ راستے میں حضرت زیدؓ کے بھیجے ہوئے ایلچی رافع بن مُکَیثؓ سے حضرت علیؓ کا آمنا سامنا ہوا۔ وہ مالِ غنیمت میں حاصل کردہ اونٹنی پر سوار تھے۔ حضرت زیدؓ نے انھیں مہم کی کامیابی کی خوش خبری

Marfat.com

آنحضورؐ کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے روانہ فرمایا تھا۔ حضرت علیؓ نے وہ اونٹنی ان سے لے لی اور جُذامی وفد کے لوگوں کے سپرد کردی۔ ذو المَروَہ کے مقام پر حضرت علیؓ اور رافع بن مکیثؓ، حضرت زیدؓ سے آملے۔ جب حضرت علیؓ نے حضرت زیدؓ کو آنحضورؐ کا حکم پہنچایا تو انھوں نے پوچھا کہ آنحضورؐ نے حکم دیتے ہوئے کوئی نشانی بھی آپ کو دی تھی۔ انھوں نے کہا ہاں۔ میں نے مدینہ سے چلتے ہوئے آنحضورؐ سے کہا کہ اے اللہ کے رسولؐ اگر زید میری بات نہ مانے تو کیا کروں؟ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ میری تلوار لے جاؤ اور بطور علامت اس کے سامنے پیش کر دینا۔ یہ رہی آنحضورؐ کی تلوار۔ شمشیرِ رسول کو دیکھتے ہی حضرت زیدؓ نے بلند آواز سے کہا لوگو نبی اکرمؐ کا حکم سنو۔ سب لوگ متوجہ ہوئے تو فرمایا کہ آقا و مولا کا حکم یہ ہے کہ سب قیدیوں کو چھوڑ دیا جائے اور سارا مال واپس کر دیا جائے۔ تمام لشکریوں نے بلا تردد و بلا استثنا قیدی چھوڑ دیے اور پورا مال واپس کر دیا۔ حضرت زیدؓ جب اپنے ساتھیوں کے ساتھ مدینہ واپس پہنچے تو آنحضورؐ نے ان کا استقبال کیا اور ان کی بہادری اور جذبۂ اطاعت دونوں کی تعریف کی۔ (طبقات ابن سعد ج ۲، ص ۸۸)

......❀❀❀......

Marfat.com

(۵)

سریہ وادی القریٰ (رجب ۶ ھ)

شیطان صفت چڑیل

حضرت زیدؓ ہی کی سربراہی میں رجب ۶ ھ میں ایک اور مہم وادی القریٰ کی طرف روانہ کی گئی۔ بعض مؤرخین بالخصوص ابن سعد کی رائے ہے کہ یہ مہم رجب ۶ ھ میں روانہ کی گئی تھی جبکہ بعض دیگر لوگ اسے ۵ ھ میں شمار کرتے ہیں۔ اس کی زیادہ تفصیل تاریخ میں مذکور نہیں ہے۔ بعض تاریخی ماخذ سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ بنو بدر جو بنو فزارہ کی ایک شاخ ہے، میں ایک شیطان صفت عورت قبیلے کی سردار بن گئی۔ اس کا نام ام قرفہ بیان کیا گیا ہے۔ اسے اسلام اور پیغمبر اسلام سے شدید عِناد تھا۔ اس بدبخت نے آنحضورؐ کو قتل کرانے کے لیے قاتلوں کا ایک دستہ بھی تیار کر رکھا تھا۔ اس کے علاوہ ان لوگوں نے مسلمانوں کے ایک تجارتی قافلے کو بھی لوٹا تھا۔ حضرت زید بن حارثہؓ جب ان لوگوں پر حملہ آور ہوئے تو ام قرفہ کے تیس چیدہ جنگجو مارے گئے اور پورا قبیلہ تتر بتر ہو گیا۔

......❀❀❀......

Marfat.com

(۶)

مدین کی مہم (رمضان ۶ ھ)

اسلام دشمنوں کی گوشمالی

۶ ھ ہی کا ایک اور واقعہ بھی مؤرخین نے نقل کیا ہے جسے سریہ مدین بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی کمان بھی حضرت زید بن حارثہؓ ہی کو سونپی گئی تھی۔ مدین، تبوک کے راستے میں ایک مقام ہے، جو حضرت شعیبؑ اور ان کی قوم کا علاقہ تھا۔ یہاں مختلف وادیوں میں کچھ بت پرست قبائل آباد تھے اور وہ اہلِ اسلام کے خلاف کارروائیاں کرتے رہتے تھے۔ انھیں اس روش سے باز رکھنے کے لیے اسلامی ریاست کے لیے اپنی قوت کا اظہار کرنا ضروری ہو گیا تھا۔ ان قبائل کا تعلق بنوسعد سے تھا، جس کی مختلف شاخیں اس علاقے میں پھیلی ہوئی تھیں۔ حضرت زیدؓ یہاں پہنچے تو معمولی جھڑپ کے بعد بت پرست قبائل نے ہتھیار ڈال دیے۔ حضرت زیدؓ مالِ غنیمت اور جنگی قیدی لے کر مدینہ آئے۔

بچوں پر خصوصی شفقت

اس موقع پر چھوٹے بچے ماؤں سے بچھڑ گئے اور مائیں اور بچے مختلف لوگوں کی تحویل میں چلے گئے۔ نبی اکرمؐ کو جب بچوں کے رونے کی آواز آئی تو آپؐ پریشان ہو کر اپنے گھر سے باہر نکلے۔ جب صورت واقعہ کا علم ہوا تو آپؐ نے اس پر سخت ناگواری کا اظہار فرمایا۔ آپؐ نے فرمایا ماؤں اور بچوں کے درمیان اور چھوٹی عمر کے بھائی بہنوں کے درمیان اس طرح جدائیاں ڈالنا ہرگز جائز نہیں۔ اگر ایسے غلاموں کو فروخت کیا جائے تو بھی انھیں الگ الگ کر کے فروخت کرنا منع ہے۔ بچے اور ان کی مائیں ہر حال میں اکٹھے رکھے جائیں۔ آنحضورؐ نے یہ حکم ہر ایسے موقع پر دیا جب اس طرح کی کوئی اندوہ ناک صورتِ حال پیدا ہوئی۔ انھی احکام کی روشنی میں فقہا بالخصوص حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک ایسا سودا باطل ہوتا ہے جس میں ماں اور بچوں کے درمیان تفرقہ ہو۔

Marfat.com

سریہ عُکّاشہ بن مِحْصَن

(ربیع الاول ۶ ھ)

بنو اسد کی گوشمالی

سریہ محمد بن مسلمہ کے دو مہینے بعد ربیع الاول ۶ ھ میں سریہ عُکاشہ بن محصن وقوع پذیر ہوا۔ نبی اکرمؐ کو اطلاع ملی کہ طُلَیحہ بن خُوَیلد الاسدی نے جنگِ خندق میں کفارِ مکہ کے ساتھ شرکت کے بعد اب نئے سرے سے اپنے قبائل کو مجتمع کرنا شروع کر دیا ہے اور اس کے عزائم خطرناک ہیں۔ طلیحہ قبیلہ بنو اسد کا سردار تھا اور اس نے نبوت کا دعویٰ بھی کر دیا تھا (بعد میں اللہ نے اسے ہدایت کی توفیق دی اور یہ داخلِ اسلام ہو گیا)۔ جنگِ خندق میں ان لوگوں کی شرکت بھی ایسا جرم تھا کہ جس کی سزا دینے کے لیے ان پر چڑھائی ہو سکتی تھی لیکن اب جبکہ یہ لوگ مزید پر پرزے نکال رہے تھے تو ان کا نوٹس لینا اور بھی ضروری ہو گیا تھا۔ نبی پاکؐ نے بنو اسد کی گوشمالی کے لیے چالیس شاہسواروں کا ایک دستہ تیار کیا اور مشہور صحابی حضرت عکاشہ بن مِحْصَن کو اس کی کمان سونپی۔ حضرت عکاشہؓ نے آنحضورؐ کے ساتھ ہر جنگ میں حصہ لیا تھا۔ یہ بہت بہادر جنگجو اور ان صحابہ میں شامل تھے جن کے مناقب جماعتِ صحابہ کے لیے بھی قابلِ رشک تھے۔ انھیں نبی اکرمؐ نے بغیر حساب جنت میں داخلے کی بشارت دی تھی۔

دشمن پر رعب

حضرت عکاشہؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بنو اسد کے علاقے کی طرف روانہ ہوئے اور قبیلہ بنو اسد ہی سے تعلق رکھنے والے صحابی حضرت شجاع بن وہبؓ کی ذمہ داری لگائی کہ وہ لشکر سے پہلے وہاں جا کر حالات کا جائزہ لیں اور لشکر کی راہ نمائی کریں۔ انھوں نے لشکر کو راستوں کی راہ نمائی

Marfat.com

کے علاوہ دیگر امور و معاملات کے بارے میں بھی اطلاعات دیں۔ انھوں نے بتایا کہ بنو اسد کے قبائل اپنے مال مویشی محفوظ مقامات پر پہنچا چکے ہیں اور خود بھی بال بچوں سمیت پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلے گئے ہیں۔ بنو اسد کا ایک شخص لشکر کے ہاتھ آیا۔ اس سے پوچھا گیا کہ قبیلے کے سب لوگ کہاں چلے گئے ہیں تو اس نے کہا کہ تم سے ڈر کر وہ لوگ پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ گئے ہیں، پوچھا گیا کہ ان کے اونٹ کہاں ہیں تو اس نے کہا کہ مجھے تو کچھ معلوم نہیں۔ جب اس پر سختی کی گئی تو اس نے کہا مجھے جان کی امان دو تو میں تمہیں کچھ بتاؤں۔ جب اسے امان دے دی گئی تو پھر بھی وہ صحیح راہ نمائی کے بجائے ٹال مٹول سے کام لیتا رہا۔ اس پر سالارِ فوج حضرت عکاشہؓ نے کہا کہ میاں صحیح صحیح بات بتادو ورنہ جان لو کہ تمھاری گردن سلامت نہیں رہے گی۔ اب جان کے خوف سے اس نے ایک ٹیلے کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ اس سے پرلی جانب کی وادی میں اونٹ اتار دیے گئے ہیں۔ جب ٹیلے پر چڑھ کر دیکھا گیا تو وہاں دو سو کے لگ بھگ اونٹ جھاڑیوں اور درختوں کے درمیان چر چُگ رہے تھے۔ قبیلہ بنو اسد اپنی تعداد اور قوت کے لحاظ سے بڑے قبائل میں شمار ہوتا تھا لیکن اللہ کی طرف سے مشرکین پر ایسی دھاک بٹھادی گئی کہ وہ مسلمانوں سے مرعوب ہو گئے۔ حضرت عکاشہ بن مِحصَن دو سو اونٹوں کو مالِ غنیمت کے طور پر مدینہ لے آئے۔ آنحضورؐ نے پانچواں حصّہ بیت المال کے لیے وصول کر کے باقی اونٹ غازیوں کے درمیان تقسیم کر دیے۔ اس کی تفصیلات بھی اسد الغابہ ج ۴، ص ۶۴-۶۵ میں ملتی ہیں۔

……❀❀❀……

Marfat.com

سریہ دُومۃ الجندل

(شعبان ۶ ھ)

عیسائی قبائل

عرب علاقوں میں جن مقامات پر چشمے اور پانی وافر مقدار میں تھا، ان میں خاص طور پر دومۃ الجندل کا ذکر ملتا ہے۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی تحقیق کے مطابق:

دومہ غالباً ایک آرامی لفظ ہے، قدیم فضلائے عرب مثلاً ابن کلبی اور الزجاجی کے کہنے کے مطابق یہ نام حضرت اسماعیلؑ کے لڑکوں میں سے ایک کے نام سے ماخوذ ہے۔ اتفاق کی بات ہے کہ "دوما" نام بائبل میں بھی آیا ہے (پیدائش ۲۵: ۱۴، احبار ۱: ۳۰) اور وہاں اسے ایک اسماعیلی قبیلے کا نام بتایا گیا ہے۔ سب مصنفین نے کہا ہے کہ جب تہامہ اسماعیلؑ کے کثیر التعداد گھرانوں کے لیے کافی چراگاہیں مہیا نہ کر سکا تو ان کا مذکورہ فرزند اس علاقے میں ہجرت کر کے چلا آیا اور اسی کے نام پر اس علاقے کا نام دومہ پڑ گیا اور اس نے یہاں ایک قلعہ تعمیر کیا۔

ایک قدیم قلعے کے کچھ بچے کھچے نشانات اُنیسویں صدی تک باقی تھے اور Euting نے ۱۸۸۳ء میں ان کا ایک خاکہ بھی بنایا تھا۔ یہ قلعہ پتھر کا بنا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ اس کے گرد ایک دیوار بھی پتھر ہی کی تھی۔ ان تعمیرات ہی کی بنا پر اس کے نام کے ساتھ الجندل کا لفظ بڑھایا گیا جس کے معنی پتھر کے ہیں۔ قبل اسلام یہاں ودبُت کی پرستش ہوتی تھی۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: ۹/ ۴۷۳)

اس علاقے میں بہت زیادہ زرخیز زمینیں اور پانی کی کثرت تھی۔ اس وجہ سے یہاں کے قبائل بہت مال دار تھے۔ یہ قبائل زیادہ تر بنو کندہ اور بنو کلب سے تعلق رکھتے تھے اور یہ بت پرستی

Marfat.com

چھوڑ کر دینِ مسیح اختیار کر چکے تھے۔ نبی اکرمؐ نے محسوس کیا کہ یہ قبائل اپنے سرداروں کی شرارتوں کی وجہ سے اسلامی ریاست کے لیے کسی وقت بھی خطرہ بن سکتے ہیں۔ آپؐ نے شعبان ۶ ھ [اور بعض روایات کے مطابق ربیع الاول ۵ ھ] میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی قیادت میں ایک بڑا لشکر اس مہم کے لیے بھیجا۔ اس علاقے میں باقاعدہ بادشاہت قائم تھی اور ان قبائل پر حکومت کرنے والے بنو کندہ اور بنو کلب کے مختلف سرداروں کا تذکرہ ملتا ہے۔ ان لوگوں نے بڑی بڑی چٹانوں کے اوپر مضبوط قلعے بھی تعمیر کر رکھے تھے اور ان کے محلات کی بھی بڑی شان و شوکت تھی۔

علم اور عمامہ

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بہت معاملہ فہم انسان تھے۔ انھیں معلوم تھا کہ یہ قبائل اہلِ کتاب میں سے ہیں، جن سے بت پرستوں کے برعکس بہت سے معاملات میں مسلمانوں کا اشتراک ہے۔ یہ علاقہ جزیرہ نمائے عرب کے شمال مغرب میں واقع ہے۔ نبی اکرمؐ نے سریہ دومۃ الجندل کے لیے سات سو جاں نثاروں کا ایک لشکر تیار کیا اور آپؐ کی نظرِ انتخاب اپنے جاں نثار صحابی اور یکے از عشرہ مبشرہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ پر پڑی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو نبی محترمؐ نے کمان کا جھنڈا بھی عطا فرمایا اور آپؐ کے سر پر ایک سیاہ رنگ کا عمامہ بھی باندھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اس واقعہ کو یاد کر کے بہت خوش ہوا کرتے تھے کہ اللہ کے محبوب نبیؐ نے اپنے دستِ مبارک سے ان کی دستار بندی فرمائی تھی۔

اہم اخلاقی ہدایات

آپؐ نے اس موقع پر سپہ سالار کو جو ہدایات دیں، مؤرخین کی بیان کردہ تفصیلات میں سے یہاں اُن کا خلاصہ پیشِ خدمت ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ''اللہ کا نام لے کر اس کی راہ میں قدم اٹھانا اور اپنی جنگ کو خالص فی سبیل اللہ ثابت کرنا۔ اللہ کے منکرین سے جنگ لڑنا لیکن کوئی دھوکے بازی اور غدر نہ کرنا۔ کسی کمسن بچے اور بیمار کو قتل نہ کرنا۔ اللہ کی طرف سے تمھارے اوپر یہ بھاری ذمہ داری ہے اور جان لو کہ تمھارے نبی کی سنت ان ہدایات کے عین مطابق ہے''۔ تفصیلات

Marfat.com

طبقات ابن سعد جلد دوم، صفحہ ۸۹ پر دیکھی جاسکتی ہیں۔

دعوت کا حکیمانہ انداز

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ راتوں کو سفر کرتے اور دن کو محفوظ مقامات پر چھپ جاتے۔ کئی دنوں کے سفر کے بعد وہ دومۃ الجندل پہنچے۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے ان لوگوں کو بڑے اچھے انداز میں اسلام کی دعوت پیش کی۔ انھوں نے انکار کیا تو بھی انھیں بڑے تحمل کے ساتھ سمجھاتے رہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے تین دن تک ان سے بات چیت اور مکالمہ جاری رکھا۔ جواب میں مسیحی قبائل اور ان کے زعما و قائدین یہی کہتے رہے کہ ہم تمھاری کوئی بات نہیں مانیں گے۔ ہم سے تلوار کے علاوہ کسی چیز کی توقع نہ رکھو۔ ہمارے تمھارے لیے بہتر یہی ہے کہ ہمیں ہمارے علاقے میں رہنے دو اور تم اپنے گھروں کو چلے جاؤ۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بڑے حوصلے اور تحمل کے مالک تھے۔ تین دن تک انھوں نے اپنی کاوش جاری رکھی۔ تیسرے دن کے اختتام پر اللہ نے حاکم علاقہ اصبغ بن عمرو الکلبی کے دل میں اسلام کے لیے نرم گوشہ پیدا کر دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی شخصیت اور ان کے صِبْغَةَ اللهِ میں رنگے ہونے کی کرامت ظاہر ہوئی۔ اصبغ (تیز رنگ والا) بھی صِبْغَةَ اللهِ میں خود کو رنگ لینے کے لیے آمادہ و تیار ہوا تو یہ بہت بڑا واقعہ تھا۔ حاکم کے قبولِ اسلام سے جہاں صحابہ کو بڑی خوشی ہوئی وہیں اس کی قوم کے بے شمار لوگ بھی مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

اسلامی اخوت اور انسانی برادری

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے ان لوگوں کے داخلِ اسلام ہونے پر فرمایا کہ جو لوگ بھی مسلمان ہو گئے ہیں، وہ ہمارے دینی بھائی ہیں اور انھیں وہی حقوق حاصل ہیں جو ہمیں حاصل ہیں۔ البتہ جو لوگ اپنے سابقہ دین پر قائم رہنا چاہتے ہیں وہ بھی ہمارے انسانی بھائی ہیں اور انھیں اپنے دین پر رہنے کی مکمل آزادی ہے، اس شرط کے ساتھ کہ وہ اسلام کی سیاسی بالادستی اور قوتِ حاکمہ کو قبول کرلیں۔ ہم ان کی حفاظت کریں گے اور بدلے میں وہ اسلامی ریاست کو ٹیکس ادا

Marfat.com

کریں گے۔ ان لوگوں نے اپنے حاکم کے مسلمان ہو جانے کے بعد اسی میں عافیت سمجھی کہ اس رعایت اور پیش کش سے فائدہ اٹھائیں، چنانچہ انھوں نے جزیہ کی ادائیگی پر معاملہ طے کرلیا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کامیابی سے واپس پلٹے تو اہلِ مدینہ نے ان کا شاندار استقبال کیا۔

ایک اہم فتویٰ

تاریخ میں تذکرہ ملتا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو اصبغ الکلبی نے اپنی بیٹی تماضر کا رشتہ دے دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اس سے نکاح کر کے اسے مدینہ لے آئے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ کے بیٹے ابوسلمہ اسی خاتون کے بطن سے تھے۔ بعد ازں حضرت عبدالرحمٰنؓ نے خلیفۂ ثالث حضرت عثمان بن عفانؓ کے دور میں اپنی بیوی تماضر کو طلاق دے دی۔ ابھی عدت کے ایام پورے نہیں ہوئے تھے کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ کا انتقال ہوگیا۔ ان کا ترکہ تقسیم ہونے لگا تو عام لوگوں کا خیال یہ تھا کہ تماضر کا وراثت میں کوئی حق نہیں مگر خلیفۂ رسول نے فرمایا کہ جب تک عدت کا زمانہ بیت نہ جائے، خاوند کے مرجانے کی صورت میں بیوی اس کے ترکے میں حصہ دار ہے، چنانچہ انھوں نے اسے حصہ دیا۔ بعض فقہا اس کے قائل نہیں مگر امام مالکؒ خلیفۂ ثالث کے اسی فیصلے پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔

Marfat.com

سریۂ فدک

(شعبان ٦ھ)

یہود و مشرکین کا گٹھ جوڑ

قبیلہ سعد بن بکر کی مختلف شاخیں فدک اور اس کے گرد و نواح کے علاقے میں آباد تھیں۔ نبی اکرمؐ کو اطلاعات مل رہی تھیں کہ خیبر کے یہودی مسلمانوں کے خلاف اپنی قوت مجتمع کر رہے ہیں اور انھوں نے بت پرست عرب قبائل سے بھی رابطے شروع کر دیے ہیں۔ یہودی اور بت پرست قبائل اس سے قبل بھی غزوۂ احزاب میں متحد ہو کر مدینے پر حملہ آور ہوئے تھے۔ مشرکینِ بنو سعد کے عزائم کی خبر آنحضورؐ کو پہنچی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ خیبر کے یہودی اپنی کھجوروں کی پیداوار کا ایک بڑا حصہ بنو سعد کو دیں گے اور اس کے بدلے میں وہ اپنی مسلح افرادی قوت سے یہودانِ خیبر کو جنگ میں مدد دیں گے۔ نبی اکرمؐ کو جب یہ اطلاع ملی تو آپؐ نے اسی وقت بنو سعد کے بارے میں فیصلہ فرما دیا کہ انھیں سرزنش کی جائے۔

سالارِ لشکر، شیرِ خدا

اس مہم کے لیے نبی اکرمؐ نے شیرِ خدا علی المرتضیٰؓ کو قیادت کے لیے منتخب کیا۔ ان کے ساتھ ایک سو جنگجو تھے۔ آنحضورؐ کی ہدایت تھی کہ جس قدر بھی ممکن ہو مجاہدین اپنے سفر اور مہم کو خفیہ رکھیں تا آنکہ وہ اپنی منزل پر پہنچ جائیں۔ حضرت علیؓ اور ان کے ساتھی فدک کی طرف روانہ ہوئے اور چھے دن رات سفر کے بعد وہ اس علاقے میں جا پہنچے۔ وہ دن کو کہیں چھپ کر قیام کیا کرتے تھے اور راتوں کو سفر جاری رکھتے تھے۔ مجاہدین جب علی الصبح قبیلہ بنو سعد میں وارد ہوئے تو وہاں انھیں ایک بدو ملا۔ اس سے بنو سعد کے بارے میں استفسار کیا گیا تو اس پر خوف طاری ہو گیا۔ وہ سمجھا کہ یہ لوگ مجھے قتل کر دیں گے۔

Marfat.com

حضرت علیؓ اس کی اس کیفیت کو بھانپ گئے۔ آپؓ نے اس کو اپنے قریب بلا کر نرمی کے ساتھ یقین دلایا کہ اسے کوئی خطرہ نہیں۔ آپؓ نے فرمایا کہ ہماری طرف سے تمھیں کوئی گزند نہیں پہنچے گا لیکن اس کے بدلے میں تمھیں ہماری راہ نمائی کرنا ہوگی کہ بنوسعد کے لوگ کہاں ہیں؟

مخبر کی درست اطلاع

حضرت علیؓ کی نرم خوئی اور بدو کو امان دینے کی حکمت نے بدو کو بہت متاثر کیا۔ اس نے جان کی امان پائی تو صحابہ کو ایک وادی کی طرف لے گیا۔ جب وہاں پہنچے تو مخبر کی اطلاع کو درست پایا۔ واقعی بنوسعد کے لوگ وہاں موجود تھے۔ ان کا سردار وبر بن علیم تھا جو ایک آزمودہ کار جنگجو تھا مگر اس لمحے سردار اور اہلِ قبیلہ سبھی پر ایک عظیم ہیبت طاری ہوگئی اور انھوں نے دور سے صحابہ کو دیکھا تو فی الفور اپنے بیوی بچوں کو ساتھ لے کر بھاگ گئے۔ ان کے مویشی اور بکریاں پیچھے رہ گئیں۔ بنوسعد وہی قبیلہ ہے جس میں نبی پاکؐ نے رضاعت اور بچپن کا زمانہ گزارا۔ فتح مکہ کے بعد یہ قبیلہ اسلام میں داخل ہوا۔ ان کا نمائندہ ضمام بن ثعلبہ ۹ھ میں مدینہ حاضر ہوا تھا۔ یہ عام الوفود کا سال تھا۔

مالِ غنیمت

حضرت علیؓ اور ان کے ساتھیوں نے دیکھا کہ دشمن قبیلے کے لوگ اپنے تمام مرد و زن کے ساتھ کہیں گھاٹیوں میں گم ہو گئے ہیں تو انھوں نے وہیں کچھ دیر قیام کیا اور مالِ غنیمت کے طور پر اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کو اکٹھا کیا۔ مالِ غنیمت میں ملنے والے جانوروں کی تعداد پانچ سو اونٹ اور دو ہزار بھیڑ بکریاں بیان کی گئی ہے۔ واقدی نے اس کا تذکرہ المغازی جلد دوم میں کیا ہے۔ دیکھیے صفحہ ۵۶۲۔ دو ہفتے کے سفر کے بعد حضرت علیؓ مالِ غنیمت کے ساتھ مدینہ پہنچے تو خمس وصول کرنے کے بعد آنحضورؐ نے مالِ غنیمت مجاہدین کے درمیان تقسیم کر دیا۔ (ابن سعد نے اس جنگ کا حال طبقات جلد دوم میں صفحہ ۸۹-۹۰ پر کیا ہے۔)

......❀❀❀......

Marfat.com

سریۂ ابوبکر صدیقؓ

(رمضان ۶ ھ)

بڑا قبیلہ اور احمق سردار

قبیلہ فزارہ نجد کے قبائل میں بہت نمایاں تھا۔ کثرتِ تعداد کی وجہ سے دیگر قبائل پر ان کی دھاک بھی بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کا سردار عُیَیْنَہ بن حصن الفزاری تھا جس کا تذکرہ کئی مہمات میں ملتا ہے۔ زمانہ قبل اسلام میں اس سردار کو اس کی حماقتوں کے باوجود اپنے قبیلے میں بڑی مقبولیت حاصل تھی۔ اہلِ قبیلہ اس کے ہر غلط اور صحیح فیصلے کو قبول کرتے تھے جس کی وجہ سے دیگر قبائل ان کا مذاق بھی اڑاتے تھے۔ بعد میں جب یہ شخص مسلمان ہوا تو اس دور میں بھی اس کے مطالبات عجیب وغریب ہوا کرتے تھے جن پر کئی مرتبہ حضرت عمرؓ ناراضی کا اظہار بھی فرمایا کرتے تھے۔ اس شخص کے ساتھ ہر وقت دس ہزار نیزہ بردار اور شمشیر بکف جنگجو کسی بھی مہم کے لیے تیار رہا کرتے تھے۔

سپہ سالار، یارِ غار

اس قبیلے کا مسکن مدینے سے زیادہ دور نہ تھا۔ خیبر اور مدینہ کے درمیان وادی القریٰ میں ان کے بڑے بڑے گڑھ تھے۔ یہ قبیلہ کرائے کے فوجی کا کردار ادا کرنے کے لیے یہودیوں کے ساتھ ہمیشہ متعامل رہا۔ کئی مرتبہ یہ لوگ مدینہ کی چراگاہوں تک آ پہنچتے اور اکیلے دکیلے چرواہوں کو قتل کر کے ان سے مال مویشی چھین کر لے جاتے۔ ایسے ہی ایک موقع پر انھوں نے معروف صحابی حضرت ابوذر غفاریؓ کے ایک بیٹے کو شہید بھی کر دیا تھا۔ اب جبکہ خیبر کا معرکہ بالکل قریب تھا جس کے لیے یہودی بھی اپنی قوت مجتمع کر رہے تھے اور مسلمان بھی خود کو تیار کر رہے تھے تو نبی اکرمؐ نے ضروری سمجھا کہ بنوفزارہ کو زک پہنچائی جائے۔ قبیلہ بنوفزارہ کی شاخ بنو بدر کے مقابلے پر بھیجی

Marfat.com

گئی اس مہم کی قیادت حضرت ابو بکر صدیقؓ کے سپرد ہوئی۔ صحیح مسلم کے مطابق حضرت ابو بکر صدیقؓ اس مہم کے لیے روانہ ہوئے تو ان کے ساتھ انصار و مہاجرین پر مشتمل ایک بڑا لشکر تھا۔

شیطان صفت امّ قرفہ

اس سریہ کی تاریخوں کے بارے میں مؤرخین میں اختلاف ہے۔ بعض مؤرخین اسے شعبان ۷ ھ کا واقعہ قرار دیتے ہیں جبکہ بعض کے نزدیک یہ رمضان ۶ ھ میں وقوع پذیر ہوا۔ جدید محققین میں سے شوقی ابو خلیل ۷ ھ اور محمد احمد باشمیل ۶ ھ کے قائل ہیں۔ ہمارے رائے میں یہ ۶ ھ ہی کا واقعہ ہے۔ (تفصیلات کے لیے دیکھیے اُٹلس سیرت نبوی از شوقی ابو خلیل اردو ترجمہ از دار السلام صفحہ ۳۵۶ اور صلح الحدیبیہ از محمد احمد باشمیل مطبوعہ بیروت صفحہ ۶۷-۶۸)

یہ ماہِ رمضان ۶ ھ کا واقعہ ہے جب صدیق اکبرؓ اپنے لشکر کے ساتھ بنو بدر کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوئے۔ بنو فزارہ کی یہ شاخ اس لحاظ سے بہت قابل ذکر ہے کہ یہاں کی ایک خاتون ام قرفہ اسلام دشمنی میں مردوں سے بھی بازی لے گئی تھی۔ جب حضرت ابو بکرؓ اس علاقے میں پہنچے تو بت پرستوں کی ہوا اکھڑ گئی۔ وہ مختلف سمتوں میں بھاگ نکلے مگر مسلمانوں نے ان کا راستہ روکا اور اس لڑائی میں بہت سے کافر قتل ہو گئے، باقیوں کو غلام بنا لیا گیا۔ بعض روایات کے مطابق انھی گرفتار شدگان میں یہ عورت امِ قرفہ بھی تھی۔ بعض دیگر روایات میں یہ ایک دوسری مہم کے دوران گرفتار ہوئی تھی۔ اس مہم میں اس کی خوب صورت بیٹی گرفتار ہو کر آئی تھی۔ یہی بات درست معلوم ہوتی ہے۔ اس کا نام فاطمہ بنت ربیعہ بن بدر تھا۔

جاہلی معاشرے کی گندی روایات

بت پرست قبائل میں بعض بہت ہی قبیح اعمال عرف کی حیثیت اختیار کر گئے تھے۔ ان میں سے ایک یہ تھا کہ بعض خواتین کئی مردوں سے تعلق رکھتی تھیں اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بچے کو وہ جس کی گود میں ڈال دیتی تھیں وہ اسی کا بچہ شمار ہوتا تھا۔ پچاس بہترین شمشیر زن فزاری اس کے گھر آتے جاتے تھے اور اس کے گھر میں ان سب کی ایک ایک تلوار لٹکی رہتی تھی۔

Marfat.com

اس کے بارہ بیٹے تھے اور وہ بھی جوان اور شمشیر زن تھے۔ اس کی ایک بیٹی دنیا کی خوب صورت ترین عورت تھی۔

ام قرفہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ آنحضورؐ کی بدترین دشمن تھی۔ وہ ہر وقت اسی کوشش میں رہتی تھی کہ کس طرح آنحضور کا کام تمام کر دے۔ اس خاتون نے تیس منتخب نوجوانوں کو آنحضورؐ کو دھوکے کے ساتھ قتل کرنے کے لیے مدینہ بھیجا تھا۔ علی بن برہان الدین اپنی کتاب (السیرۃ الحلبیہ) میں بیان کرتے ہیں کہ یہ سب اس کے بیٹے اور پوتے اور قریبی رشتہ دار تھے۔ یہ بھیس بدل کر مدینہ داخل ہوئے۔ انھوں نے آنحضورؐ کو قتل کرنے کے لیے اپنے منصوبے کے مطابق آنحضورؐ کو فجر کی نماز کے وقت شہید کرنے کا فیصلہ کر رکھا تھا مگر نبی اکرمؐ کو اس کی اطلاع مل گئی اور آپؐ نے صحابہ کو بھی بتا دیا۔ ادھر ان بدبختوں کو بھی اس کا اندازہ ہو گیا اور یہ اپنے منصوبے پر عمل کیے بغیر ہی فرار ہو گئے۔ مؤرخین یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ بنو بدر کی حقیقی قیادت اسی خاتون یعنی ام قرفہ کے ہاتھ میں تھی۔

حضرت سلمہؓ اور حسین ترین عورت

قرفہ اس کی وہ بیٹی تھی جس کی طرف اس کی کنیت منسوب ہے۔ اس لڑکی کی خوبصورتی اور حسن و جمال کے بارے میں مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ اس جیسی حسین و جمیل عورت کبھی سرزمینِ عرب میں پیدا نہیں ہوئی۔ ام قرفہ کے کردار کی وجہ سے اس جنگ کو ابن سعد نے سریۂ ام قرفہ کا نام دیا ہے۔ انھوں نے اس جنگ کا تذکرہ اپنی کتاب طبقات ابن سعد کی جلد دوم صفحہ ۹۰ پر کیا ہے۔ اس جنگ کا تذکرہ صحیح مسلم، صُحیح بخاری اور المغازی الواقدی میں بھی ملتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جب ان لوگوں کو غلام بنایا تو حضرت سلمہ بن اَکْوَعؓ کو ام قرفہ کی بیٹی جاریہ بنت مالک بن حذیفہ ہدیتاً دے دی۔ وہ کہتے ہیں اس کو گرفتار کر کے میں ہی لایا تھا اور جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس پہنچا تو انھوں نے یہ لڑکی مجھے دے دی۔ بخدا میں نے اس وقت تک اس کا کپڑا اس کے جسم سے الگ نہیں کیا تھا۔ مجھے قطعاً یہ معلوم

Marfat.com

نہیں تھا کہ یہ کس قدر حسین ہے۔

بعد میں جب یہ لوگ مدینہ منورہ پہنچے تو پتا چلا کہ عرب کی خوبصورت ترین لڑکی حضرت سلمہ بن اکوعؓ کو مل گئی ہے۔ آنحضورؐ نے حضرت سلمہؓ سے کہا: ''اے سلمہ! اللہ تیرے باپ کا بھلا کرے یہ عورت مجھے ہبہ کردو۔'' حضرت سلمہؓ نے کہا: ''یارسول اللہ! یہ آپؐ ہی کی ہے۔'' نبی اکرمؐ نے اس لڑکی کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔ اس وقت مکہ میں بہت سارے مسلمان کفار کی قید میں تھے۔ آنحضورؐ نے ان قیدیوں کی رہائی کے لیے اہلِ مکہ کو پیش کش کی کہ اگر وہ عرب کی خوبصورت ترین خاتون حاصل کرنا چاہتے ہیں تو وہ ان قیدیوں کو رہا کردیں اور اسے حاصل کرلیں۔ اس پیش کش کے جواب میں قریش نے تیس اسیروں کو چھوڑا اور یہ خاتون حاصل کرلی۔ (طبقات ابن سعد جلد دوم صفحہ ۱۱۷-۱۱۸)

ام قرفہ کا انجام؟

ام قرفہ کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ زید بن حارثہؓ نے اسلام دشمنی کی پاداش میں اسے قتل کردیا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ آنحضورؐ نے خود اسے قتل کیا تھا مگر حضرت سلمہ بن اکوعؓ نے اس کے قتل کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ ام قرفہ کی ایک بیٹی سلمٰی کا نام بھی تاریخ میں ملتا ہے جو مسیلمہ کذاب کے ساتھ مل کر اسلام دشمنی کے شعلے بھڑکاتی رہی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے مرتدین کے خلاف جنگوں کے دوران اسے قتل کیا تھا۔

Marfat.com

سریۂ عمرو بن امیہ الضمریؓ

(رمضان ۶ ھ)

ابوسفیان کی خطرناک چال

حضرت عمرو بن امیہؓ مشہور صحابی ہیں۔ وہ کمانڈو ایکشن کے ماہر تھے اور کئی معرکے کامیابی سے سر کر چکے تھے۔ انھیں نبی اکرمؐ نے رمضان ۶ ھ میں مکہ روانہ کیا۔ ان کی اس مہم کا مقصد سردارِ قریش ابوسفیان کو قتل کرنا تھا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ ابوسفیان نے اس سے قبل ۶ ھ کے آغاز میں ایک کرائے کا قاتل آنحضورؐ کو قتل کرنے کے لیے مدینہ بھیجا تھا۔ یہ ایک بدو تھا جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ بہت بہادر اور مشاق کمانڈو تھا۔ ابوسفیان نے اس کی کافی چھان پھٹک کر کے اسے یہ ذمہ داری سونپی تھی۔ ابوسفیان کے ساتھ اس کا جو مکالمہ ہوا اس میں اس نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ خود کو بہت طاقتور سمجھتا ہے اور اس کا خنجر اتنا تیز ہے کہ اس کی کاٹ سے آج تک کوئی شکار بچ نہیں سکا۔ ابوسفیان نے جب اسے اپنا ارادہ بتایا تو اس نے کہا کہ وہ یہ کام بآسانی و بخوبی کر سکتا ہے۔ ابوسفیان نے اپنا منصوبہ یوں پیش کیا: ''ہم چاہتے ہیں کہ تم مدینہ جاؤ اور ہمارے دشمن کو قتل کر دو۔ وہ وہاں کا سردار ہے مگر اس کے باوجود بغیر کسی پہرے کے بازاروں میں گھومتا پھرتا ہے۔'' بدو نے کہا کہ یہ تو میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ اگر تم یہ کام کر گزرو تو تم ہمارے دوست اور بھائی بن جاؤ گے۔

قاتل کی مدینہ آمد

بدو نے سردارِ مکہ سے کہا کہ مکہ اور مدینہ کا فاصلہ گیارہ بارہ دن کا ہے مگر وہ اسے پانچ چھے دن میں طے کر سکتا ہے۔ ابوسفیان بہت خوش ہوا اور اس نے اسے ایک مضبوط اور تیز رفتار اونٹ اور

Marfat.com

کافی سازوسامان اور زادِ سفر دیا اور کہا کہ یہ کام مکمل رازداری سے کرنا ہے۔ یہ شخص واقعی چھٹے دن مدینے پہنچ گیا۔ اس نے ایک عام سائل کے طور پر لوگوں سے آنحضورؐ کے بارے میں پوچھا۔ لوگوں نے اسے بتادیا۔ آنحضورؐ اس وقت بنوعبدالاشہل کی مسجد میں تشریف فرما تھے۔ بدو آنحضورؐ کا پتا پوچھتا ہوا وہاں آ پہنچا اور قریب ہی ایک محفوظ مقام پر اپنی سواری کو باندھ آیا۔ نبی اکرمؐ اس وقت مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ عام مسلمانوں کی طرح یہ شخص مسجد میں داخل ہوا۔ نبی اکرمؐ کو اللہ نے اس کے ارادوں سے مطلع فرمادیا۔ آپؐ کو اسے دیکھتے ہی احساس ہوگیا کہ اس کے ارادے برے ہیں۔ آپؐ نے کہا کہ یہ بدو بری نیت سے آرہا ہے۔ عین اس لمحے یہ بدو آنحضورؐ کی طرف تیزی سے دوڑا۔

دشمن کی چال ناکام ہوئی

قبیلہ اوس کے سردار اُسید بن حُضیرؓ بجلی کی طرح دوڑ کر حملہ آور اور نبی محترمؐ کے درمیان حائل ہوگئے۔ وہ بدو خود کو بڑا طاقتور سمجھتا تھا مگر حضرت اسیدؓ نے اسے کلائی سے پکڑا اور قابو کرلیا۔ بدو نے خود کو بے بس پایا تو مزاحمت کے بجائے ہتھیار ڈال دیے۔ حضرت اسید بن حضیرؓ نے اس کی تلاشی لی تو اس کے کپڑوں سے زہر آلود خنجر برآمد ہوا۔ جب یہ خنجر نیچے گرا تو بدو پر خوف طاری ہوگیا۔ وہ ڈر کے مارے چیخنے لگا، ہائے میری جان! ہائے میری جان! حضرت اسید بن حضیرؓ نے اسے گلے سے دبوچ لیا۔ وہ بہت غصے میں تھے اور اس کا نرخرہ دبانا چاہتے تھے۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا: ''اسید، اسے میری طرف آنے دو۔'' جب حضرت اسیدؓ نے اسے چھوڑا تو آپؐ نے فرمایا: ''تم جس مقصد کے لیے آئے تھے پوری طرح بیان کرو۔'' اس نے کہا: ''کیا اس طرح مجھے امان مل جائے گی۔'' آپؐ نے فرما: ''ہاں۔'' پھر اس نے اوّل سے آخر تک پوری کہانی سنادی۔ نبی اکرمؐ نے اسے معاف فرمادیا اور کہا کہ جاؤ تم آزاد ہو۔

رؤف ورحیم نبیِ رحمتؐ

اللہ اللہ! یہ شانِ رسالت! خون کے پیاسے کو اس کی بے بسی کے باوجود یوں امان دینا،

Marfat.com

آمنہ کے دُرِّ یتیم ہی کا دل گردہ ہے!! رؤف ورحیم نبیِ مہربانؐ کی زبان مبارک سے یہ بات سنتے ہی اس بدو کی قلبی کیفیت بدل گئی اور اپنی مرضی سے اس نے اسلام قبول کرلیا۔ بدو نے اسلام قبول کرنے کے بعد آنحضورؐ سے خود اعترافاً یہ بات کہی کہ وہ زندگی بھر کبھی کسی شخص سے نہ ڈرا تھا اور نہ ہی کبھی اس پر کسی کا رعب طاری ہوا۔ اس نے سرِتسلیم خم کرتے ہوئے کہا: ''جب میں نے آپؐ کو دیکھا تو مجھے محسوس ہوا کہ میری عقل میرا ساتھ چھوڑ گئی ہے اور میرے اندر بہت ضعف اور کمزوری پیدا ہوگئی ہے۔ اسی لمحے میں نے دل سے تسلیم کرلیا کہ آپؐ حق پر ہیں۔'' بدو کی باتیں سن کر آنحضورؐ نے کوئی تبصرہ کرنے کی بجائے دل افروز تبسم فرمایا۔

جوابی کارروائی

اہلِ مکہ اور رئیس مکہ کی طرف سے اس قاتلانہ کوشش کے بعد آنحضورؐ نے بھی مناسب سمجھا کہ دشمن کی اس چال کا جواب دیا جائے۔ چنانچہ آپؐ نے اپنے جانثار صحابی عمرو بن امیہ الضمریؓ کو یہ مہم سونپی۔ وہ اس سے پہلے بھی کئی کمانڈو کارروائیوں میں حصہ لے چکے تھے جن کا مقصد مظلوم مسلمانوں کو ظالموں کے چنگل سے رہائی دلانا ہوتا تھا۔ انھیں یہ ذمہ داری سونپی گئی تھی کہ کافر قوتوں کے سرخیل ابوسفیان کو مکے جاکر ٹھکانے لگادیں۔ ایک روایت کے مطابق حضرت خُبیب بن عدیؓ کو مکہ سے تختۂ دار پران کی شہادت کے بعد حضرت عمرو بن امیہؓ ہی اٹھا کر مدینہ لے گئے تھے۔ انھوں نے اس مہم کے لیے اپنے ساتھ حضرت سلمہ بن اسلم انصاریؓ کو بھی لے لیا۔ یہ دونوں صحابہ مدینہ سے مکہ کی جانب روانہ ہوئے۔ مکہ جاکر انھوں نے آپس میں مشورہ کیا تو حضرت سلمہؓ نے کہا کہ ہمیں بیت اللہ کا طواف اور دو رکعت نماز حرم میں پڑھ لینی چاہیے۔ حضرت عمروؓ نے فرمایا کہ عموماً لوگ رات کا کھانا کھانے کے بعد اپنی چھتوں اور اپنے گھروں کے سامنے دالان میں بیٹھ جاتے ہیں، اگر ہم اس وقت مکہ میں داخل ہوئے تو کہیں پہچان نہ لیے جائیں۔ انھوں نے جواب میں کہا نہیں ان شاء اللہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ چنانچہ دونوں نے طواف کیا، نماز پڑھی اور ابوسفیان کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ اچانک اہلِ مکہ میں سے کسی شخص کی ان پر نظر

Marfat.com

پڑی تو اس نے کہا یہ لوگ ضرور کسی شرارت کے لیے آئے ہیں۔ سیرت نگاروں نے بیان کیا ہے کہ یہ شخص معاویہ بن ابوسفیان تھے۔ حضرت عمروؓ نے اپنے ساتھی سے کہا کہ جلدی نکل چلو۔ پس وہ وہاں سے نکلے اور ایک پہاڑ پر چڑھ گئے۔ قریش کے لوگ بھی ان کے پیچھے ان کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے تو دونوں صحابہ مزید اوپر چلے گئے۔ کچھ دیر ان کو تلاش کرنے کے بعد اہلِ مکہ مایوس ہو کر واپس چلے گئے۔

ایک کافر کا قتل

قریش کے جانے کے بعد وہ نیچے اترے اور رات گزارنے کے لیے ایک غار میں داخل ہو گئے۔ اگلی صبح انھوں نے دیکھا کہ قریش کا ایک سوار ادھر سے گزر رہا ہے۔ وہ کچھ اشعار پڑھ رہا تھا جو اسلام مخالف تھے۔ ایک شعر کا مفہوم یوں تھا: ''جب تک جان میں جان ہے، میں ہرگز جھوٹے دین کو قبول نہیں کروں گا۔ میں مسلمانوں کے دین کو مسترد کرتا ہوں۔'' حضرت عمروؓ نے اپنے ساتھی سے کہا کہ اگر اس کی نظر ہمارے اوپر پڑی تو یہ چیخ پکار شروع کر دے گا اور قریش کے لوگ ہمیں پکڑنے کے لیے نکل آئیں گے۔ انھوں نے کہا کہ میرے پاس ابوسفیان کے قتل کے لیے جو خنجر ہے وہ کس مقصد کے لیے ہے۔ چنانچہ حضرت عمرو بن امیہؓ نے غار سے نکل کر اپنا خنجر اس کی چھاتی میں پیوست کر دیا۔ وہ شخص بری طرح زخمی ہوا اور اس کے منہ سے ایک چیخ بلند ہوئی۔ صحابہ واپس اسی غار میں جا کر چھپ گئے۔ جب اہلِ مکہ نے آ کر اس کو اٹھایا اور پوچھا کہ اسے کس نے زخمی کیا ہے، اس وقت زخمی آخری دموں پر تھا مگر اس نے اتنا کہہ دیا کہ اسے عمرو بن امیہؓ نے زخمی کیا ہے۔ اس کے بعد وہ مر گیا اور قاتلوں کے بارے میں کچھ مزید نہ بتا سکا۔ اہلِ مکہ میت اٹھا کر واپس چلے گئے۔

مدینہ واپسی

یہ صحابہ دن بھر یہیں روپوش رہے اور شام کو وہاں سے نکل کر مدینہ کی طرف چل پڑے۔ واپسی پر جب مدینہ دو دن کی مسافت پر رہ گیا تو ان دونوں صحابہ کو قریش کے دو مشرکین نظر آئے۔

Marfat.com

یہ قریش نے جاسوسی کے لیے بھیجے تھے۔ حضرت عمروؓ اور حضرت سلمہؓ نے انھیں اسلام کی دعوت دی مگر انھوں نے انکار کر دیا۔ پھر دونوں فریقوں کے درمیان تو تکار ہوئی اور دونوں نے ایک دوسرے پر حملہ کر دیا۔ حضرت عمروؓ نے ان میں سے ایک کو قتل کر دیا اور دوسرے کو گرفتار کر لیا۔ پھر اسے لے کر مدینہ آ گئے۔ جس مہم کے لیے وہ روانہ ہوئے تھے اگرچہ وہ پوری طرح کامیاب نہ ہو سکی مگر اس سے یہ مقصد حاصل ہو گیا کہ قریش کو مسلمانوں کی قوت کا اندازہ ہو گیا اور انھیں جواب مل گیا کہ اگر وہ قاتلانہ حملوں کی منصوبہ بندی کر سکتے ہیں تو جواب میں انھیں بھی اس صورت حال سے دوچار کیا جا سکتا ہے۔ طبقات ابن سعد اور اسد الغابہ میں تفصیلات دیکھی جا سکتی ہیں۔

Marfat.com

سریۂ کُرز بن جابر الفہریؓ

(شوال ٦ھ)

مدینہ کی آب وہوا

٦ھ کے آغاز میں نبی اکرمؐ کے پاس بنوفزارہ کے کچھ لوگ جو عُرَیْنہ کے رہنے والے تھے، حاضر ہوئے۔ یہ آٹھ یا دس افراد تھے۔ انھوں نے دعویٰ کیا کہ وہ مسلمان ہوگئے ہیں۔ کچھ دن یہ مدینہ میں رہے لیکن مدینہ کی آب وہوا انھیں راس نہ آئی اور وہ بیمار ہوگئے۔ علاج کے باوجود جب وہ صحت مند نہ ہوئے تو نبی پاکؐ نے انھیں قبا کی جانب مدینہ سے باہر جبل عیر کے علاقے میں رہایش اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی۔ یہ علاقہ چراگاہ کے لیے مختص تھا اور یہاں کی آب وہوا بڑی اچھی تھی۔ نبی اکرمؐ اور صحابہ کی شیر دار اونٹنیاں یہیں پر چرنے کے لیے چھوڑی جاتی تھیں۔ یہاں نبی اکرمؐ کے غلام حضرت یسارؓ اونٹنیوں کی نگرانی کیا کرتے تھے۔ ان کے ساتھ چند ایک دوسرے ساتھی بھی تھے۔

بدترین نمک حرامی

بنوفزارہ کے یہ لوگ کچھ عرصہ اس علاقے میں رہے۔ یہاں کی آب وہوا اور اونٹنیوں کے تازہ دودھ نے ان کی صحت پر اچھا اثر ڈالا۔ یہ لوگ تندرست وتوانا اور موٹے تازے ہوگئے۔ اس احسان کے بدلے میں ان بدبخت نمک حراموں نے انتہائی بری حرکت کی۔ یہ لوگ اہلِ عُرَیْنہ کے لیے بدنامی کا داغ اور مجرمین کے لیے عبرت کا نشان بن گئے۔ انھوں نے ایک دن شیر دار اونٹنیوں کو ہانکا اور انھیں لے کر اپنے علاقے کی طرف بھاگنے لگے۔ حضرت یسارؓ نے انھیں روکا مگر انھوں نے الٹا ان پر حملہ کردیا۔ حضرت یسارؓ اور ان کے ایک آدھ ساتھیوں نے ان کا مقابلہ کیا مگر

Marfat.com

وہ سب شہید ہو گئے۔ ان بدبختوں نے محض ڈاکہ ہی نہیں ڈالا بلکہ صحابہ کو قتل کیا اور ان کے ہاتھ پاؤں بھی توڑ دیے۔ ان کی آنکھوں اور زبانوں کو ببول کے کانٹوں سے چھید ڈالا۔

مجرموں کا تعاقب

یہ خبر مدینہ پہنچی تو حضورؐ کو شدید صدمہ پہنچا۔ آپؐ نے بیس گھڑسواروں کا ایک دستہ تیار کیا اور حضرت کُرز بن جابر الفہریؓ کو ان کے تعاقب میں بھیجا۔ حضرت کُرزؓ بڑے جنگجو اور جانباز تھے۔ قبول اسلام سے قبل یہ بھی اہلِ مدینہ کی چراگاہوں پر حملے کرتے اور ان کے مویشی ہانک کر مکے لے جاتے تھے۔ پھر اللہ نے انھیں اسلام کی دولت سے نوازا۔ اپنے قبولِ اسلام کے بعد انھوں نے سابقہ اعمالِ سیۂ اپنے اعمال صالحہ سے دھوڈالے۔ قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''درحقیقت نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔'' (سورۃ ہود ۱۱: ۱۱۴)

حضرت کُرزؓ بہت اچھے گھڑسوار اور ماہر تیر انداز تھے۔ انھوں نے تیز رفتاری کے ساتھ غارت گروں کا پیچھا کیا اور ایک مقام پر انھیں جالیا۔ ان سب کو گرفتار کر کے باندھ لیا گیا۔ پھر تیز رفتار گھوڑوں پر انھیں لے کر آنحضورؐ کی طرف چل پڑے۔ آنحضورؐ اس وقت مدینہ کے نواح میں زغابہ کے مقام پر تھے۔ یہیں حضرت کرزؓ نے مجرموں کو آنحضورؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ ان کا جرم ایسا تھا کہ انھیں معاف نہ کیا جاسکتا تھا۔ ان پر جرم ثابت کرنے کے بعد آپؐ نے حکم صادر فرمایا کہ ان لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں۔ آنکھیں پھوڑی جائیں پھر انھیں پھانسی لگا دی جائے۔ چنانچہ زغابہ کے مقام پر ہی ان پر حد جاری کی گئی۔ آنکھ پھوڑنے کا یہ پہلا اور آخری واقعہ ہے جو آنحضورؐ کے دور میں پیش آیا۔

مجرموں کی سزا کا قرآنی حکم

بعض مؤرخین و مفسرین کے نزدیک سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۳۳ اسی واقعہ سے متعلق ہے جبکہ دیگر لوگوں کی رائے میں یہ اس واقعہ سے متعلق تو نہیں مگر اس آیت میں جو حکم دیا گیا ہے وہ انھی لوگوں پر سب سے پہلے نافذ ہوا۔

Marfat.com

”جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ سے لڑتے ہیں اور زمین میں اس لیے تگ و دو کرتے پھرتے ہیں کہ فساد برپا کریں اُن کی سزا یہ ہے کہ قتل کیے جائیں، یا سولی پر چڑھائے جائیں، یا اُن کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ ڈالے جائیں، یا وہ جلاوطن کردیے جائیں۔ یہ ذلت و رسوائی تو ان کے لیے دنیا میں ہے اور آخرت میں ان کے لیے اس سے بڑی سزا ہے۔“

اس سریہ کو سریۂ کُرز بھی کہا جاتا ہے اور سریۂ عُرَینہ بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت کُرز کے حالات میں یہ بات بھی ملتی ہے کہ انھوں نے فتح مکہ میں حضرت خالدؓ کی کمان میں حصہ لیا۔ اسی جنگ میں انھوں نے شہادت پائی۔

......❀❀❀......

Marfat.com

Marfat.com

باب ششم

صلح حدیبیہ

(ذوالقعدہ ۶ھ)

Marfat.com

فتح مبین

بیت اللہ کی محبت

تاریخ اسلام میں صلح حدیبیہ کی بڑی اہمیت ہے۔ اللہ نے اسے فتح مبین قرار دیا ہے۔ نبی اکرمؐ ہجرت کے بعد مدینہ آئے تو آپؐ کے دل میں مکہ جانے اور بالخصوص بیت اللہ کا طواف اور عمرہ کرنے کی خواہش ہمیشہ موج زن رہی لیکن حالات اس نوعیت کے تھے کہ مکے جانا اور عمرہ کرنا دشمنوں نے ناممکن بنا دیا تھا۔ اہلِ اسلام پر مسلسل جنگیں مسلط کی گئیں۔ کوئی ماہ و سال ایسا نہ گزرا کہ جب مدینہ پر چڑھائی نہ ہوئی ہو۔ غزوۂ احزاب کے بعد کچھ حالات بدلے اور آنحضورؐ نے خود ارشاد فرمایا کہ اب مکہ کی طرف سے مدینہ پر کبھی چڑھائی نہیں ہوگی، بلکہ مدینہ کی طرف سے ہی مکہ پر چڑھائی ہوگی۔ اس جنگ کے بعد آپؐ نے مدینہ کے یہودی قبائل کا قلع قمع کیا اور اس کے بعد جب ذرا سکون ملا تو آپؐ نے عمرے کا ارادہ فرمایا۔

آنحضورؐ کا خواب

اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو خواب میں دکھایا کہ آپؐ حرم میں داخل ہو رہے ہیں اور عمرہ کر رہے ہیں۔ پیغمبر کا خواب ظاہر ہے کہ محض خواب وخیال نہ ہو سکتا تھا۔ وہ تو وحی کی اقسام میں سے ایک قسم ہے اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے خود توثیق کر دی ہے کہ یہ خواب ہم نے اپنے رسولؐ کو دکھایا تھا۔ اس لیے درحقیقت یہ صرف ایک خواب نہ تھا بلکہ ایک حکم ربانی تھا جس کی پیروی کرنا حضورؐ کے لیے ضروری تھا۔ اسی کی بنیاد پر آنحضورؐ نے یہ ارادہ کیا اور صحابہ کو بھی دعوت دے دی کہ جو آپؐ کے ساتھ جانا چاہیں تیاری کر لیں۔ قرآنِ مجید کی سورۃ الفتح میں اللہ تعالیٰ نے اس جانب یوں اشارہ

فر ...ا ...

Marfat.com

فی الواقع اللہ نے اپنے رسولؐ کو سچا خواب دکھایا تھا جو ٹھیک ٹھیک حق کے مطابق تھا۔ ان شاء اللہ تم ضرور مسجدِ حرام میں پُورے امن کے ساتھ داخل ہو گے۔ اپنے سر منڈواؤ گے اور بال ترشواؤ گے، اور تمھیں کوئی خوف نہ ہوگا۔ وہ اُس بات کو جانتا تھا جسے تم نہ جانتے تھے اس لیے وہ خواب پورا ہونے سے پہلے اُس نے یہ قریبی فتح تم کو عطا فرما دی۔ وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے تا کہ اُس کو پوری جنسِ دین پر غالب کر دے اور اس حقیقت پر اللہ کی گواہی کافی ہے۔ محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت اور آپس میں رحیم ہیں۔ تم جب دیکھو گے انھیں رکوع و سجود، اور اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی طلب میں مشغول پاؤ گے۔ سجود کے اثرات ان کے چہروں پر موجود ہیں، جن سے وہ الگ پہچانے جاتے ہیں۔ یہ ہے اُن کی صفت توراۃ میں۔ اور انجیل میں اُن کی مثال یوں دی گئی ہے کہ گویا ایک کھیتی ہے جس نے پہلے کونپل نکالی، پھر اس کو تقویت دی، پھر وہ گدرائی، پھر اپنے تنے پر کھڑی ہوگئی۔ کاشت کرنے والوں کو وہ خوش کرتی ہے تا کہ کفار اُن کے پھلنے پھولنے پر جلیں۔ اس گروہ کے لوگ جو ایمان لائے ہیں اور جنھوں نے نیک عمل کیے ہیں اللہ نے ان سے مغفرت اور بڑے اجر کا وعدہ فرمایا ہے۔ (الفتح ۴۸: ۲۷-۲۹)

شوقِ سفر سے سفرِ شوق تک

ہجرت کے بعد کئی سالوں تک اہلِ ایمان پر بیت اللہ کے دروازے بند رہے۔ مہاجر صحابہ نے تو بیت اللہ کے جوار میں زندگیاں گزاری تھیں جبکہ انصار صحابہ بھی ہر سال عمرے اور حج کے لیے یثرب سے مکہ معظمہ کا سفر کرتے رہتے تھے۔ اب اس طویل بندش سے دلوں میں یہ شوق موجزن تھا کہ کوئی موقع نکلے تو وہ اس وادی شوق و عشق میں اتریں۔ اللہ کے گھر کی زیارت ہر صحابی کے دل کی تمنا تھی۔ ان حالات میں نبی اکرمؐ نے جب صحابہ کو عمرے کی دعوت دی تو چودہ سو صحابہ آپؐ کے ساتھ تیار ہو گئے۔ یہ ذوالقعدہ کا مہینہ اور ہجری تقویم کا چھٹا سال تھا۔ جن لوگوں کے

Marfat.com

دلوں میں نفاق تھا وہ سمجھ رہے تھے کہ یہ تو موت کے منہ میں جانے کے مترادف ہے، چنانچہ انھوں نے مختلف حیلوں بہانوں سے کنی کترائی۔ قرآن مجید میں ان لوگوں کے بارے میں واضح ہدایت فرمائی گئی کہ یہ مفاد پرست اور جھوٹے لوگ ہیں (سورۃ الفتح: ۱۱ تا ۱۶)۔ آپؐ نے صحابہ کو ہدایت فرمائی کہ وہ اپنے ساتھ ہتھیار لے کر نہ جائیں تاکہ لوگ جان لیں کہ ہمارا ارادہ عمرہ کرنے کا ہے، جنگ و جدال کا نہیں۔ صحابہ اس شان کے ساتھ مدینہ منورہ سے نکلے کہ کئی ایک نے یہیں سے احرام باندھ رکھے تھے جب کہ باقی لوگوں نے ذُوالحُلَیفہ پہنچ کر احرام باندھے۔ حضور پاکؐ نے مدینہ سے چلتے ہوئے حضرت نُمَیلَہ بن عبداللہؓ لیثی کو اپنا قائم مقام مقرر کیا جب کہ حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ کو نمازوں کی امامت کی ذمہ داری سونپی۔ مدینہ میں موجود متربصین و منافقین کو جب معلوم ہوا کہ مسلمان اسلحے کے بغیر گھروں سے نکلے ہیں تو انھوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا کہ اب ان کا موت کے منہ سے نکل کر واپس آنا ناممکنات میں سے ہے۔

غیر مسلّح قافلۂ حق

عربوں کے معروف طریقے کے مطابق زائرین وحجاج اپنے ساتھ نیزے اور تیر وغیرہ نہیں لے جاسکتے تھے اور نہ ہی کوئی دوسرا سامان حرب وضرب۔ البتہ زمانہ قدیم سے ان کے ہاں اس بات کی اجازت تھی کہ حاجی اپنے ساتھ تلوار رکھ سکتا ہے مگر وہ نیام میں بند ہونی چاہیے۔ صحابہ کرام کے پاس تلواروں کے سوا کچھ نہ تھا۔ ستر کے قریب اونٹ بطورِ ہدی ساتھ تھے اور ان کے گلوں میں قلادے ڈال دیے گئے تھے۔ ذُوالحُلَیفہ کے مقام پر نبی اکرمؐ سے حضرت عمر بن خطابؓ اور حضرت سعد بن عبادہؓ نے عرض کیا کہ مکہ میں صورت حالات کچھ بھی ہوسکتی ہے، اس لیے ہم لوگوں کو اپنے ساتھ اسلحہ لے جانا چاہیے۔ ظاہر ہے کہ ہم حالت جنگ میں ہیں لیکن رسول اللہ نے کمال حکمت کے ساتھ صحابہ کو سمجھایا کہ مسلح ہو کر مکہ کی طرف سفر کرنے پر ہر شخص یہی نتیجہ نکالے گا کہ ہم زیارت و عمرے کے لیے نہیں بلکہ جنگ و جدال کے لیے جارہے ہیں۔ بعد کے مراحل میں آنحضورؐ کے اس ارشادِ گرامی کی حکمت واہمیت قدم قدم پر نمایاں ہوتی چلی گئی۔ نبی اکرمؐ نے اپنے صحابی

Marfat.com

حضرت بُسر بن سفیان الخزاعیؓ کے ذریعے ہدی کے اونٹ خریدے تھے۔ ستر اونٹوں میں سے بیش تر آنحضورؐ ہی کے تھے جبکہ بعض خوشحال صحابہ کرام نے بھی قربانی کے لیے اپنے اپنے اونٹ ساتھ لے لیے تھے۔ ان میں خاص طور پر حضرات ابوبکر صدیق، عثمان بن عفان، طلحہ بن عبیداللہ، عبدالرحمان بن عوف اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہم کے نام قابل ذکر ہیں۔

ہدی اور قلادے

مؤرخین نے ان اونٹوں کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے کہ ذُوالحُلَیفہ کے مقام پر آنحضورؐ نے صحابہ کو ظہر کی نماز پڑھائی پھر اونٹوں کے گلے میں خود قلادے ڈالے۔ اس موقع پر تمام اونٹوں کو قبلہ رخ کھڑا کیا گیا۔ انھی اونٹوں میں نبی اکرمؐ کا وہ مشہور اونٹ بھی تھا جس پر جنگِ بدر میں ابوجہل سوار ہو کر آیا تھا۔ جنگ بدر میں شکست کے بعد ابوجہل کا یہ اونٹ مالِ غنیمت میں مسلمانوں کے ہاتھ آیا تھا اور یہ بڑا طاقتور، خوبصورت اور نسلی اونٹ تھا۔ نبی اکرمؐ نے ذوالحلیفہ سے تلبیہ پڑھنا شروع کر دیا۔ عمرے کے اس سفر میں نبی اکرمؐ کے ساتھ جو صحابیات روانہ ہوئیں ان میں ام المومنین حضرت ام سلمہؓ اور تین انصاری صحابیات حضرت ام عمارہؓ، حضرت ام عامرؓ اور حضرت ام منیعؓ شامل تھیں۔ بیش تر منافقین تو مدینہ ہی میں رک گئے تھے لیکن عبداللہ بن ابی اور اس کے بعض دیگر ساتھی بھی قافلے میں شامل تھے۔ ان کے پیش نظر کیا تھا؟ ظاہر ہے کہ ان کی ساری تاریخ اسی بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ اپنے مذموم ارادوں ہی کے لیے ساتھ ہو لیے تھے۔

باخبر و ہوشیار

آپؐ مختلف قبائل کے درمیان سے گزرتے ہوئے مدینہ سے مکہ کی جانب بڑھتے گئے۔ جس راستے سے آپ گزرے اسے بعض صحابہ نے بعد کے ادوار میں یوں اختیار کیا کہ جب بھی مدینہ سے مکہ کا سفر ہوتا ان کی کوشش ہوتی کہ ان کی سواری کے قدم آنحضورؐ کی سواری کے نقوشِ پا پر ہی پڑتے چلے جائیں۔ آپؐ نے اپنے آگے صحابہ کی ایک مختصر سی ٹولی روانہ فرما دی، جس کا مقصد یہ تھا کہ قافلے سے آگے کے حالات سے باخبر رہا جائے۔ یہ بیس گھوڑ سوار تھے جن کی

Marfat.com

قیادت حضرت عبّاد بن بشر انصاریؓ فرما رہے تھے اور ان میں کئی کبار انصاری بھی شامل تھے۔ ان سے بھی آگے حضرت بُسر بن سفیانؓ کو روانہ کیا گیا۔ انھیں حکم تھا کہ وہ اکیلے مکہ چلے جائیں اور وہاں کے حالات سے پوری طرح باخبر ہو کر ضروری معلومات میرِ کارواںؐ تک پہنچاتے رہیں۔ انھوں نے مکے کے حالات کو بہت باریک بینی سے دیکھا اور خاصی معلومات جمع کیں۔ نبی اکرمؐ عُسفان کے مقام پر پہنچے تو حضرت بُسر بن سفیانؓ بھی پہنچ گئے۔

جامع اور درست رپورٹ

حضرت بُسرؓ نے نبی اکرمؐ کی خدمت میں جو رپورٹ پیش کی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قریش مکہ کو آپؐ کی نقل و حرکت اور مکہ کے سفر کی اطلاع مل چکی ہے اور اس سے ان کی صفوں میں کھلبلی مچ گئی ہے۔ انھوں نے اپنے تمام قبائل کے علاوہ حلیف قبیلوں کو بھی اکٹھا کرنا شروع کر دیا ہے۔ ساتھ ہی بدو قبائل اور غربا کی پرضیافت دعوتوں کا اہتمام بھی کیا جا رہا ہے۔ حضرت بُسرؓ نے واقعی بڑی باریک بینی سے تمام حالات کا جائزہ لیا تھا۔ انھوں نے آنحضورؐ کو یہ اطلاع بھی دی کہ قریش نے ایک گھوڑ سوار دستہ خالد بن ولید کی کمان میں روانہ کیا ہے جو کسی وقت بھی یہاں پہنچ جائے گا۔ وہ شب خون مار کر مسلمانوں کو اشتعال دلانے کی کوشش کریں گے۔ اس طرح سے انھوں نے اہم راستوں اور پہاڑیوں کے اوپر اپنے مخبروں کو بھی بٹھا دیا ہے۔ حضرت بُسر کی یہ رپورٹ بالکل درست حقائق پر مبنی تھی۔ بعد کے حالات نے اس کی مکمل تصدیق کی۔ یہ جامع رپورٹ سننے کے بعد آنحضورؐ نے قرآن کے احکام کے مطابق اہل الرائے صحابہ کو مشاورت کے لیے طلب کیا۔

مشاورت

آپؐ نے صحابہ کے سامنے ساری صورت حال رکھ دی کہ قریش پوری طرح اس بات پر تل گئے ہیں کہ ہمیں عمرے کے لیے مکے اور مسجد حرام میں داخل ہونے سے بزورِ قوت روک دیں۔ آنحضورؐ اس صورتِ حال پر ارادہ کر چکے تھے کہ نہ تو کوئی کمزوری دکھائیں گے اور نہ ہی عجلت میں کوئی غلط قدم اٹھائیں گے۔ ایسے حالات میں یہ مشکل کام ہوتا ہے مگر کامیاب قیادت کی صفت ہی

Marfat.com

یہ ہوتی ہے کہ وہ خود حالات کا ادراک کرنے کے ساتھ اپنے تمام پیروکاروں کو بھی اس سے باخبر رکھے اور جو فیصلہ سوچ سمجھ کر کیا جائے اس پر سب لوگوں کو عمل پیرا ہونے کے لیے یکسو کرے۔ آنحضورؐ نے صحابہ کو صراحت کے ساتھ بتا دیا کہ قریش نے کم وبیش آٹھ ہزار جنگجو وادی بَلدَح کی طرف روانہ کر دیے ہیں اور دو سو گھوڑ سواروں کا ایک ہراول دستہ خالد بن ولید کی کمان میں فوج سے آگے آگے حدیبیہ کے قریب کراع الغمیم میں پہنچ گیا ہے۔ آنحضورؐ صحابہ کو یہ خبریں یوں دے رہے تھے گویا اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ رہے ہوں۔ (واقدی نے المغازی جلد دوم صفحہ ۵۷۸ تا ۵۷۹ میں تفصیلات دی ہیں)

خطبۂ نبوی

اصحاب الشوریٰ کے سامنے آپؐ نے کھڑے ہو کر خطاب فرمایا جو بہت ہی مؤثر تھا۔ آپؐ نے حمد وثنا کے بعد فرمایا: ''اے اہلِ اسلام! ہمیں ان لوگوں کے متعلق کیا پالیسی اختیار کرنی چاہیے جو ہمیں مسجد حرام سے روکنے پر تلے بیٹھے ہیں۔ کیا آپ لوگ یہ مناسب سمجھتے ہیں کہ ہم جس حال میں بھی ہیں، آگے بڑھیں اور جو ہمارا راستہ روکے اس سے بھڑ جائیں یا ہم توقف کریں، صبر سے حالات کا جائزہ لیں اور انتظار کریں تا آنکہ جو لوگ ہمارے مقابلے کے لیے تلے بیٹھے ہیں یہ اپنے گھروں کو لوٹ جائیں۔'' اس موقع پر جن صحابہ نے آنحضورؐ کو مختلف مشورے دیے ان میں سرفہرست سیدنا ابوبکر صدیقؓ ہیں۔ انھوں نے کہا کہ اللہ اور اللہ کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں اور ہم تو ان کے حکم پر سر تسلیم خم کریں گے۔ میری رائے میں ہمیں پرامن انداز میں آگے بڑھنا چاہیے اگر کوئی ہمارا راستہ روکنے کی کوشش کرے تو پھر لڑائی سے بھی کوئی مفر نہیں ہونا چاہیے۔ اس پر نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا خالد بن ولید قریش کے گھوڑ سوار دستوں کے ساتھ کراع الغمیم کے مقام تک آ پہنچا ہے۔ اس موقع پر حضرت مقداد بن عمروؓ بن اسود، جنھوں نے غزوۂ بدر کے موقع پر بھی مضبوط رائے پیش کی تھی، بولے: ''اے اللہ کے رسول! آپؐ ہمیں حکم دیں ہم ہر قوت سے ٹکرا جائیں گے۔'' قبیلۂ اوس کے سردار حضرت اُسید بن حضیرؓ نے بھی اس موقع پر ویسے ہی خیالات کا اظہار کیا جیسے ان

Marfat.com

کے بھائی اور سردارِ اوس حضرت سعد بن معاذؓ (شہیدِ غزوۂ خندق) نے غزوۂ بدر کی مشاورت میں پیش کیے تھے۔ (ایضاً ص ۵۸۰ تا ۵۸۱)

جانبِ مکہ سفر

صحابہ کی تقریباً متفقہ رائے یہی تھی کہ آگے بڑھنا چاہیے اور عمرہ ادا کرنے کے لیے حدودِ حرم میں داخلے کی کوشش کرنی چاہیے۔ دوسری جانب صورت حال یہ تھی کہ قریش اپنی اسلام دشمنی اور راستہ روکنے کے ارادوں پر ڈٹے ہوئے تھے۔ وادیِ عُسفان سے نبی اکرمؐ مکہ کے قریب واقع گھاٹی ذات الحنظل کی طرف جانا چاہتے تھے کیونکہ معروف راستے دشمن کی فوجوں نے محصور کر رکھے تھے۔ اس لیے آپؐ نے اپنے صحابہ سے پوچھا کہ ان راستوں کے علاوہ اس گھاٹی تک پہنچنے کے لیے کسی کے ذہن میں کوئی راستہ ہو تو وہ ہمیں بتائے۔ اس سلسلے میں کئی صحابہ نے اپنی خدمات پیش کیں۔ ان صحابہ کے نام بھی تاریخ میں مذکور ہیں اور یہ صحابہ، کم و بیش سبھی قبیلہ بنو اسلم سے تعلق رکھتے تھے۔ سب سے پہلے حضرت بریدہ بن حُصَیب الاسلمیؓ نے اپنی خدمات پیش کیں۔ سیرۃ ابن ھشام میں بیان کیا گیا ہے کہ بہت مشکل راستوں سے گزرتے ہوئے کئی بار راہبر خود متذبذب ہو گئے کہ آیا وہ ٹھیک راستوں پر جا رہے ہیں یا بھٹک گئے ہیں۔ راہبر خود بیان کرتے ہیں کہ اگرچہ وہ بارہا ان راستوں پر سے گزرے تھے مگر عجیب بات تھی کہ کئی مرتبہ انھیں اشتباہ ہو گیا۔ (سیرت ابن ھشام جلد دوم صفحہ ۳۰۹)

بے قمر رات کا روشن سفر

جب پہلا راہبر بے بس ہوا تو آنحضورؐ نے فرمایا کہ تم پیچھے آ جاؤ۔ اور پھر سوال دہرایا کہ کون ذات الحنظل کی طرف ہماری راہنمائی کرے گا؟ اس مرتبہ حضرت حمزہ بن عمرو الاسلمیؓ نے اپنی خدمات پیش کیں۔ وہ بھی کچھ دور جا کر بے بس ہو گئے تو انھیں بھی آنحضورؐ نے پیچھے ہٹنے کا حکم دیا۔ اب آپؐ نے پھر وہی سوال دہرایا تو ایک تیسرے صحابی حضرت عمرو بن عبد نہم اسلمیؓ نے یہ خدمت سرانجام دینے کے لیے خود کو پیش کیا۔ آپؐ نے فرمایا: ''ہاں ٹھیک ہے تم آگے بڑھو۔'' وہ

Marfat.com

قافلے کے آگے آگے چلتے گئے یہاں تک کہ نبی اکرمؐ نے خود اپنی آنکھوں سے ذات الحنظل کی گھاٹی پہچان لی۔ یہ سفر رات کے وقت ہوا تھا اور یہ چاندنی رات نہیں تھی مگر اللہ تعالیٰ نے ماحول کو یوں شفاف اور منور کر دیا تھا کہ تمام صحابہ نے اپنی آنکھوں سے گھاٹی دیکھی اور پہچانی۔ اس موقع پر آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل کو دروازے سے داخل ہونے کے وقت حکم دیا گیا تھا کہ وہ حِطَّةٌ کے الفاظ پڑھتے ہوئے اور سجدہ کرتے ہوئے داخل ہوں مگر انھوں نے حِطَّةٌ کو بگاڑ کر حِنُطَةٌ کر دیا تھا۔ (حِطَّةٌ کا معنی ہے اے اللہ! ہمارے گناہوں کو معاف فرما دے اور حِنُطَةٌ کا معنی گندم ہے۔) آنحضورؐ نے بھی اپنے صحابہ کو اس موقع پر یہی کہا کہ وہ توبہ اور استغفار پڑھتے ہوئے گھاٹی پر چڑھیں۔ چنانچہ صحابہ نے اس کا پوری طرح اہتمام کیا۔ (ایضاً)

حفاظتِ ربانی اور مغفرتِ حق

واقدی نے بھی اپنی مغازی کی جلد ۲ صفحہ ۵۸۵-۵۸۴ پر اس واقعہ کی تفصیلات بیان کی ہیں۔ دونوں مورخین نے بہت دلچسپ واقعات بیان کیے ہیں۔ واقدی نے حضرت ابوسعید خدریؓ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا تھا کہ جو شخص بھی آج اس گھاٹی کو عبور کرے گا اللہ اس کی مغفرت فرما دے گا۔ پس چودہ سو صحابہ انتہائی شوق و محبت اور سرعت کے ساتھ گھاٹی پر چڑھنے لگے۔ حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ میرے ماں جائے بھائی قتادہ بن نعمانؓ سب سے پیچھے تھے۔ میں اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا اور بلند آواز سے پکارا: ''اے لوگو! رسول اللہ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اس گھاٹی کو عبور کر جائے گا اس کی مغفرت ہو جائے گی۔'' حضرت ابوسعیدؓ مزید فرماتے ہیں کہ میرا بھائی بھی گھاٹی عبور کر گیا۔ پھر ہم ایک ہموار جگہ پر آ گئے۔ جن صحابہ کے پاس محض کھجوریں تھیں انھوں نے کھجوریں کھا کر بھوک مٹائی، جن کے پاس کچھ پکانے کے لیے زادِ سفر تھا انھوں نے اس خیال سے آگ نہ جلائی کہ کہیں دشمن دیکھ کر متنبہ نہ ہو جائے مگر آنحضورؐ نے فرمایا: ''کوئی فکر نہیں آگ جلاؤ اللہ تعالیٰ دشمن سے تمھیں محفوظ و مخفی رکھے گا۔'' چنانچہ صحابہ میں سے پانچ سو لوگوں نے آگ جلا کر کھانا پکایا اور سب لوگوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ صبح کے وقت آنحضورؐ نے

Marfat.com

باجماعت نماز پڑھائی اور فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اللہ نے تمام قافلہ والوں کو بخش دیا ہے سوائے سرخ اونٹ والے سوار کے۔ یہ ایک شخص تھا جو آنحضورؐ کے قافلے کا حصہ نہیں تھا۔ اس کا اونٹ گم ہو گیا تھا تو اس نے کہا کہ میرا اونٹ تمھارے قافلے میں شامل ہو گیا ہے مجھے یہ دے دیجیے۔ حضرت ابوسعیدؓ کہتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا جاؤ آنحضورؐ کے پاس جا کر درخواست کرو کہ تمھاری مغفرت ہو جائے تو اس بدو نے کہا کہ مجھے میرا اونٹ چاہیے اور کچھ نہیں۔ واقدی کے بقول وہ بدنصیب شخص انھی پہاڑوں میں ٹھوکر کھا کر گرا اور مر گیا اور اس کے بارے میں پھر کسی کو کچھ پتا نہ چلا۔ (مغازی الواقدی جلد ۲ صفحہ ۵۸۶-۵۸۵)

حدودِ حرم پر قصویٰ بیٹھ گئی

اب آنحضورؐ حدیبیہ کے مقام پر مقیم ہو گئے تھے۔ آپ کا ارادہ تھا کہ مغرب کی جانب سے حرم شریف میں داخل ہو جائیں گے۔ آپؐ یہیں پر مقیم تھے اور یہیں سے حضرت عثمانؓ کو مکے بھیجا گیا تھا۔ یہاں جنگ کے شعلے بھڑکنے کا پورا خطرہ موجود تھا مگر اسی دوران اہلِ مکہ کو مختلف قبائل کے سرداروں نے شدت کے ساتھ یہ بات سمجھائی کہ وہ جنگ کا ارادہ ترک کر دیں کیونکہ فریق مخالف مسلسل اعلان کر رہا ہے کہ ان کا جنگ لڑنے کا کوئی ارادہ نہیں اور ان کی ظاہری شکل و ہیئت بھی اس کی تائید کرتی ہے۔ قریش نے بامر مجبوری گفت و شنید کے ذریعے مسئلہ حل کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔

سیرت ابن ھشام میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ نبی اکرمؐ کی معروف سواری القصویٰ جو بہت تیز رفتار اور نہایت عمدہ اونٹنی تھی اس مقام پر آ کر بیٹھ گئی تھی۔ لوگوں نے خیال کیا کہ شاید تھک گئی ہے مگر حقیقت میں اللہ کے حکم سے وہ بیٹھ گئی تھی۔ ابن ھشام جلد دوم صفحہ ۳۱۰ پر تفصیلات موجود ہیں۔ یہاں سے آگے حدودِ حرم تھیں۔ آنحضورؐ نے وہیں ڈیرے لگا لیے۔ یہیں پر وہ گفت و شنید کے دور چلے جو ناکام ہوتے رہے مگر آخر میں اللہ نے راستہ نکالا اور صلح حدیبیہ کا معاہدہ طے پا گیا۔

ہمدرد مشرک سردار

نبی اکرمؐ نے ابھی کوئی فیصلہ نہیں فرمایا تھا کہ اسی دوران آپؐ کے پاس بنوخزاعہ کا سردار

Marfat.com

بُدَیل بن ورقاء حاضر ہوا۔ وہ آنحضورؐ کا ہمدرد اور مسلمانوں کا حلیف تھا مگر اس نے پہنچتے ہی بلاتمہید جو گفتگو کی اس سے حضرت ابو بکر صدیقؓ جیسے حلیم الطبع صحابی بھی غصے میں آ گئے۔ اس نے کہا کہ اے محمدؐ! آپ کس خود فریبی میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ بخدا آپؐ کے ساتھیوں کی وفاداری میں تو شک نہیں مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ غیر مسلح لوگ آگے بڑھے تو موت کے منہ میں چلے جائیں گے۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس کی اس بات کا سخت الفاظ میں جواب دیا۔ اس پر بُدَیل نرمی سے بولا کہ اے ابو بکر! تم نے میرے اوپر بڑے احسانات کیے تھے اس لیے میں تمھاری سخت بات کا جواب نہیں دوں گا البتہ اتنا کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ تم نے میری بات کا غلط مفہوم لیا ہے۔ بخدا میں اور میری قوم یہی پسند کرتے ہیں کہ محمدؐ اپنے دشمنوں پر غالب آئیں مگر موجودہ صورت حال میں مجھے نظر آ رہا ہے کہ قریش اپنا سب کچھ لے کر جنگ کے لیے نکل آئے ہیں، حتیٰ کہ اپنے بیوی اور بچوں کو بھی ساتھ لے لیا ہے۔ اپنی بہترین دودھیل اونٹنیوں کے ساتھ ان کا سارا لاؤ لشکر وادیِ بلدح میں جمع ہو گیا ہے۔ ایسی صورت حال میں غیر مسلح آگے بڑھنا مناسب نہیں ہوگا۔ (واقدی، مغازی جلد دوم صفحہ ۵۹۳۔ ابن ھشام جلد دوم صفحہ ۳۱۱)

ویلٌ لِقریش

جب آنحضورؐ کو اپنے مخبرین کے ذریعے بھی یہی خبریں ملیں جو بنو خزاعہ کے سردار نے پہنچائی تھیں تو آپؐ نے قریش کی ہٹ دھرمی پر کف افسوس ملتے ہوئے کہا کہ ''قریش نے خود کو تباہی کے راستے پر ڈال دیا ہے۔ پہلے ہی جنگوں نے ان کی کمر توڑ دی ہے اور اب بھی وہ اپنی تباہی کو دعوت دے رہے ہیں۔ اگر انھیں ذرا بھی عقل ہوتی تو مجھے میرے حال پر چھوڑ دیتے۔ باقی عرب قبائل اگر میرے مقابلے پر آتے اور فتح پا جاتے تو قریش کا کام بیٹھے بٹھائے ہو جاتا۔ اگر اللہ مجھے دشمنوں پر غلبہ عطا فرماتا تو قریش سلامتی کے ساتھ اسلام میں داخل ہو جاتے اور اگر اسلام میں داخل نہ بھی ہوتے تو جنگوں میں اپنے مردانِ جنگ کو قتل کرانے کے بجائے گھر بیٹھنے سے ان کی قوت زیادہ ہوتی اور جنگوں میں انھیں آسانی رہتی۔'' آنحضورؐ کے ان الفاظ میں کس قدر حکمت اور

Marfat.com

اپنی قوم کے لوگوں کے لیے خیر خواہی کے جذبات جھلکتے ہیں۔ وہ آپؐ کے خون کے پیاسے تھے اور یہ ان کی بدبختی پر کڑھ رہے تھے۔ آنحضورؐ نے فرمایا کہ میں جس کام کے لیے مبعوث ہوا ہوں اسے پوری قوت کے ساتھ انجام دیتا رہوں گا۔ میں یہ کام کرتے کرتے اپنی جان کی بازی لگا دوں گا یا میرے دیکھتے دیکھتے اللہ اس دین کو غالب کرے گا۔

نبی اکرمؐ حدودِ حرم میں قتال کسی صورت پسند نہیں فرماتے تھے۔ نہ ہی آپؐ قتال کے ارادے سے گھر سے نکلے تھے، مگر قریش نے ایک ایسی صورت حال پیدا کر دی جس سے پورا ماحول پراگندہ ہو گیا۔ آپؐ کو اپنے ذرائع سے بھی معلومات ملیں کہ بدیل بن ورقاء کی رپورٹ نہ صرف درست ہے بلکہ قریش نے اپنے حلیف قبائل کو بھی مدد کے لیے بلا لیا ہے اور وہ بھی ان کے لشکر میں شامل ہیں۔ ان میں بنوثقیف عروہ بن مسعود کی کمان میں اور متحدہ احابیش قبائل اپنے سردار حُلیس بن زبان کی کمان میں جنگ کے لیے قریش کے ساتھ آ ملے تھے۔

دشمن کی چال اور حضورؐ کی فراست

نبی اکرمؐ اس صورت حال سے مضطرب تھے۔ آپؐ جنگ سے ہر صورت بچنا چاہتے تھے لیکن قریش اس بات پر تلے بیٹھے تھے کہ یا تو مسلمان یہاں سے واپس چلے جائیں اور وہ ان کے خلاف پراپیگنڈہ کریں کہ دشمن دم دبا کر بھاگ گیا ہے اور یا پھر جنگ ہو جائے اور اس کے نتیجے میں مسلمان جن کے پاس کوئی ہتھیار نہیں اور جو اپنے مرکز سے بہت دور مکہ کے نواح میں آ پہنچے ہیں مکمل طور پر کچل دیے جائیں اور ساتھ ہی یہ پراپیگنڈہ کیا جائے کہ دیکھا یہ لوگ دعویٰ تو کرتے تھے کہ عمرہ کرنے آئے ہیں مگر حقیقت میں جنگ کرنے آئے تھے۔ نبی اکرمؐ قریش کی ان ساری چالوں کو بھانپ گئے تھے اور ان کے ہر حربے کو ناکام بنانے کے لیے اعصابی طور پر پوری طرح تیار تھے۔ آپؐ نے صحابہ کو بھی اس ساری صورت حال کے بارے میں اعتماد میں لیا اور فرمایا کہ یوں واپس پلٹ جانے سے ہماری ہوا اکھڑ جائے گی۔ ہمیں صبر و تحمل کے ساتھ خود کو اشتعال انگیزی سے بھی بچانا ہے اور اپنے مقصد میں کامیابی بھی حاصل کرنا ہے۔

Marfat.com

صبر و تحمل سے اشتعال انگیزی کا مقابلہ

خالد بن ولید کے گھوڑ سواروں کی اطلاع تو پہلے ہی مل چکی تھی۔ اب آپؐ نے معروف راستہ چھوڑ کر نسبتاً مشکل راستہ اپنانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اسی دوران خالد بن ولید کے دستے نے ایک رات مسلمانوں کے کیمپ پر حملہ کر دیا۔ آنحضورؐ نے پہلے ہی سے صحابہ کو پوری طرح ذہناً تیار کر رکھا تھا کہ ایسی صورت میں وہ مکمل جرأت لیکن انتہائی ضبط کے ساتھ صورت حال کا سامنا کریں۔ حکمت عملی یہ تھی کہ حملہ آوروں کو پکڑ کر قابو کر لیا جائے۔ ظاہر ہے یہ کام آسان نہیں تھا لیکن صحابہ کرام کی تربیت جس انداز میں ہوئی تھی اس نے ان کے لیے ہر مشکل کو آسان کر دیا تھا۔ شب خون مارنے والوں کو صحابہ کرامؓ نے گرفتار کر لیا اور ان کو حضورؐ کے سامنے پیش کر دیا۔ آپؐ نے نہایت وسیع الظرفی اور حکمت کے ساتھ ان سب کو چھوڑ دیا اور فرمایا کہ ہم لڑائی کے لیے نہیں آئے ہیں تم نے بلاوجہ ہمارے راستے روک رکھے ہیں۔ ایک اور موقع پر بھی کفار نے آپؐ پر حملہ کیا اور یہ حملہ تنعیم کے مقام پر اس وقت ہوا تھا جب مسلمان فجر کی نماز ادا کر رہے تھے۔ ان لوگوں کو بھی پکڑ لیا گیا اور آنحضورؐ نے ان لوگوں کو بھی رہا کر دیا۔ یوں قدم قدم پر نبیِ مہربانؐ کی اخلاقی برتری ثابت ہوتی چلی گئی اور کفارِ مکہ اخلاقی طور پر پورے عرب کی نظروں میں بلکہ خود اپنے حلیفوں کے نزدیک بھی اخلاقی ساکھ کھو بیٹھے۔ (تاریخ طبری، جلد دوم، صفحہ ۶۳۰)

حدیبیہ میں آمد

نبی اکرمؐ حدیبیہ کے مقام تک آپہنچے اور یہیں پر آپؐ فروکش ہو گئے۔ اس دوران نبی اکرمؐ نے صحابہ کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ پوری طرح ہوشیار رہیں۔ دن رات پہرے کا بہت مؤثر نظام نافذ کیا گیا تھا۔ تلواروں کے سوا مسلمانوں کے پاس کوئی ہتھیار نہ تھا۔ جسم پر احرام کی چادریں تھیں۔ زبان پر لبیک اللّٰھم لبیک کا ورد تھا اور یہ قدسی صفت چودہ سو پاکیزہ نفوس اپنے قائد کے گرد یوں جمع تھے کہ گویا رحمت ربانی عرش بریں سے فرش زمین تک ان پہ سایہ کیے ہوئے تھی۔ اسی دوران سفارت کاری کا دور شروع ہوا جو کئی دن جاری رہا۔

Marfat.com

صلوٰۃ الخوف اور دشمن کی مایوسی

نبی اکرمؐ حدیبیہ کے مقام پر مقیم تھے۔ اس دوران دشمن کی اشتعال انگیزیوں کا سلسلہ مسلسل جاری رہا۔ اسی لیے ازراہِ احتیاط نبی اکرمؐ صلوٰۃ الخوف ادا کرتے رہے جس میں آپؐ کے ساتھیوں کا ایک حصہ نماز میں آپؐ کے ساتھ شریک ہوتا اور باقی پہرہ دیتے۔ دو رکعت کے بعد پہلے مقتدی سلام پھیر کر ڈیوٹی سنبھال لیتے اور پہرہ دینے والے نماز میں شریک ہو جاتے۔ عسفان کے مقام پر نبیِ رحمتؐ اور صحابہ کرامؓ کے صلوٰۃ الخوف ادا کرنے کے بارے میں بعض مورخین نے کئی دلچسپ واقعات بیان کیے ہیں۔ بعض لوگوں کے نزدیک یہ پہلی صلوٰۃ الخوف ہے جو آنحضورؐ اور صحابہ کرام نے ادا کی لیکن زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ آپؐ نے غزوۂ ذات الرقاع میں پہلی صلوٰۃ الخوف ادا کی تھی (طبقات الکبریٰ لابن سعد، اسعد الغابہ لابن الاثیر)۔ واقدی نے اس کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ خالد بن ولید جو گھات لگائے اس طاق میں بیٹھا تھا کہ جونہی مسلمان نماز میں مصروف ہوں وہ اپنے گھوڑ سوار دستوں کے ساتھ یکبارگی حملہ کر دے، اسے مایوسی ہوئی کیونکہ سب مسلمان صفیں باندھے کھڑے تھے مگر آنحضورؐ کے ساتھ آدھے صحابہ رکوع اور سجود میں چلے گئے جبکہ آدھے اسی طرح چاق و چوبند کھڑے رہے۔ مشرکین کے لیے یہ منظر بڑا عجیب تھا کیونکہ جن لوگوں نے پہلے رکوع و سجود کیا تھا بعد میں وہ صفوں سے نکل کر دشمن کی طرف متوجہ ہو گئے اور دیگر لوگ نماز میں شریک ہو گئے۔ یوں مشرکین کو حملہ کرنے کا موقع نہ مل سکا۔

سفیر کا تقرر

ان دنوں ایک جانب تو نبی اکرمؐ نے حضرت عثمان بن عفانؓ کو اپنا ایلچی بنا کر مکے بھیجا اور دوسری طرف اپنے خیموں کو مکمل تربیت گاہ میں بدل دیا۔ روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ آنحضورؐ حضرت عمرؓ کو مکہ بھیجنا چاہتے تھے مگر انھوں نے عرض کیا یارسول اللہ اس وقت مکہ میں ابوسفیان سب سے زیادہ طاقت ور سردار ہے اور اس کی میرے ساتھ دشمنی ڈھکی چھپی نہیں۔ چونکہ وہ عثمان بن عفانؓ کا چچا ہے اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عثمانؓ کو ہی یہ ذمہ داری سونپی جائے۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ کو اس

Marfat.com

مہم کے لیے بھیجا گیا۔ ان کے ذمے یہ کام لگا تھا کہ وہ ابوسفیان اور دیگر سردارانِ قریش کو قائل کریں کہ وہ مسلمانوں کا راستہ چھوڑ دیں کیونکہ مسلمان لڑائی کے لیے نہیں عمرے کی ادائیگی کے لیے آئے ہیں اور عربوں کی پوری تاریخ میں کبھی کسی بھی دشمن کو بیت اللہ میں داخلے سے نہیں روکا گیا۔ حضرت عثمانؓ نے وہاں جا کر اپنا فرض ادا کرنے کے لیے بھرپور کوشش کی مگر سردارانِ قریش اپنی ضد پر ڈٹے رہے۔ ان لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو مکہ ہی میں روک لیا اور کئی دن تک واپس نہ جانے دیا۔ اسی وجہ سے یہ افواہ بھی پھیل گئی تھی کہ حضرت عثمانؓ کو مکے میں قتل کر دیا گیا ہے۔ اسی بنیاد پر آنحضورؐ نے صحابہ سے وہ مشہور بیعت لی تھی جسے بیعتِ رضوان کہا جاتا ہے۔ اس کی تفصیلات آگے آئیں گی۔

Marfat.com

قیامِ حدیبیہ
(واقعات اور ماحصل)

اعصابی امتحان

ایک روایت کے مطابق حدیبیہ کے مقام پر نبی اکرمؐ بیس اور دوسری روایت کے مطابق پندرہ دن مقیم رہے۔ یہ ایام بڑے امتحان میں گزرے کیونکہ ایک جانب قریش کی اشتعال انگیزی تھی اور دوسری جانب احرام کی پابندیاں۔ نبی اکرمؐ نے بڑے صبر وتحمل کے ساتھ یہ وقت گزارا۔ آپؐ نے پہرے اور حفاظت کے لیے صحابہ کے تین دستے مقرر کر دیے تھے جن کی کمان انصاری صحابہ حضرت محمد بن مسلمہ، حضرت عباد بن بشر اور حضرت اوس بن خولی رضی اللہ عنہم کو سونپی گئی تھی۔ یہ لوگ رات بھر چوکنا اور بیدار رہتے اور اپنے خیموں کے علاوہ گردونواح کی گھاٹیوں اور وادیوں پر بھی نظر رکھتے۔ (مغازی للواقدی جلد دوم صفحہ ۲۰۶)

معجزۂ نبوی

اس دوران پیش آنے والا ایک واقعہ جو مؤرخین نے بیان کیا ہے، وہ قلتِ آب کی وجہ سے صحابہ کی مشکلات سے متعلق ہے۔ حدیبیہ کے قریب ایک کنواں تھا مگر اس میں پانی بہت کم تھا اور جو پانی موجود تھا، اس میں سے نکال لیا گیا تو اس کے بعد مزید پانی اس میں سے نہیں پھوٹ رہا تھا۔ جب صحابہ نے آنحضورؐ کو صورتِ حال بتائی تو آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے خصوصی دعا مانگی۔ دعا سے فارغ ہونے کے بعد آپؐ نے اپنے ایک صحابی کو حکم دیا کہ وہ آنحضورؐ کا عطا کردہ تیر لے جائے اور کنویں میں اتر کر اسے کنویں کے پیندے میں نصب کر دے۔ تیر کا زمین میں پیوست ہونا تھا کہ پانی کا چشمہ پھوٹ نکلا اور دیکھتے ہی دیکھتے کنواں پانی سے بھر گیا۔ یہ آنحضورؐ کے معجزات

Marfat.com

میں سے ایک بڑا معجزہ تھا۔ اس کنویں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ایک متروک اور خشک کنواں تھا لیکن آنحضورؐ کے تیر کی برکت و تاثیر سے وہ میٹھے پانی سے بھر گیا۔ کنویں میں اترنے والے صحابی کا نام مؤرخین نے حضرت ناجیہ بن اعجم الاسلمیؓ اور بعض مورخین نے ان کے ساتھ حضرت خالد بن عبادہ الغفاریؓ کا نام بھی بیان کیا ہے۔ یہ صحابی خود بیان فرماتے ہیں کہ آنحضورؐ نے انھیں اس کنویں میں اترنے کا حکم دیا تھا۔ آپؐ نے وضو کے پانی سے بچا ہوا کچھ پانی اپنے منہ میں لے کر ایک ڈول میں ڈالا اور پھر مجھے حکم دیا کہ میں کنویں میں اتر جاؤں۔ ڈول کا پانی کنویں میں انڈیل کر مٹی میں تیر گاڑ دوں۔ میں نے آپؐ کے حکم کی تعمیل کی تو کنویں سے پانی چشمے کی مانند پھوٹ پڑا۔ (اسد الغابہ جلد اول، صفحہ ۳۰۷)

سلسلۂ سفارت و مذاکرات

یہاں سے نبی اکرمؐ بھی مختلف لوگوں کو بطورِ سفیر مکے بھیجتے رہے اور قریش بھی مختلف لوگوں کو آپؐ کی طرف روانہ کرتے رہے۔ آنحضورؐ کے سفرا میں سے حضرت عثمانؓ کا مکے جانا تو بہت معروف ہے۔ واقدی کے بقول سب سے پہلے آنحضورؐ نے جس شخص کو بطورِ سفیر مکہ بھیجا، وہ مسلمان نہیں تھا مگر آنحضورؐ سے تعلقِ خاطر رکھتا تھا۔ بعد میں یہ شخص جلد ہی مسلمان بھی ہو گیا۔ اس کا تعلق بنوخزاعہ سے تھا اور اس کا نام خراش بن امیہ بن ربیعہ بیان کیا گیا ہے۔ ابن عبدالبر نے الاستیعاب میں اس شخص کا تذکرہ کرتے ہوئے اسے صحابہ میں شمار کیا ہے۔ یہ شخص قریش کے مضبوط قبیلے بنومخزوم کا حلیف تھا۔ ابوجہل اور اس کے بعد اس کے بیٹے عکرمہ سے اس کے قریبی تعلقات تھے۔ جب یہ آنحضورؐ کا پیغام لے کر مکے گیا اور اہلِ مکہ کو آنحضورؐ کے ارادے سے مطلع کیا تو انھوں نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ وہ اپنی ضد پر نہ صرف ڈٹے ہوئے تھے بلکہ تشدد پر اترے ہوئے تھے۔ انھوں نے اس کے ساتھ درشتی سے بات کی مگر اس نے انھیں نرمی سے سمجھایا کہ یہ معاملہ بہت نازک اور ذمہ داری کا ہے اور حج و عمرے کے مناسک کا احترام ضروری ہے۔ محمدؐ اور اس کے ساتھی محض عمرہ ادا کرنے کے لیے آئے ہیں۔ وہ نہ مکہ میں ٹھہرنا چاہتے ہیں نہ

Marfat.com

ان کے کوئی اور عزائم ہیں مگر انھوں نے ایک نہ مانی۔ عکرمہ بن ابی جہل کے حکم سے آنحضورؐ کے ایلچی کا اونٹ کونچیں کاٹ کر مار دیا گیا۔ عکرمہ تو اسے بھی قتل کرنا چاہتا تھا مگر دیگر لوگوں نے بیچ بچاؤ کرا دیا۔ اس شخص نے آ کر آنحضورؐ کو پوری رپورٹ دے دی۔ ابن حجر نے الاصابہ میں اس واقعہ کو بیان کیا ہے (جلد اول صفحہ ۴۲۱)۔ واقدی اور ابنِ ہشام نے بھی اس واقعہ کو کم و بیش انھی تفصیلات کے ساتھ نقل کیا ہے۔

بنو خزاعہ کا سردار

قریش کی طرف سے جو لوگ آنحضورؐ کے پاس آئے۔ ان میں پہلی سفارت بُدَیل بن ورقاء کی سربراہی میں بھیجی گئی۔ یہ بنو خزاعہ کا سردار تھا اور ایک معقول آدمی شمار ہوتا تھا۔ یہ ذمہ داری سونپے جانے سے قبل بھی وہ اپنے طور پر آنحضورؐ سے آ کر ملا تھا، اس کا تذکرہ پچھلی فصل میں آ چکا ہے۔ اس نے کہا کہ اے محمد! میں آپ کے قبیلے کی طرف سے آپ کے پاس آیا ہوں۔ وہ آپ کا راستہ چھوڑنے کے لیے بالکل تیار نہیں۔ آپ آگے بڑھیں گے تو وہ لڑائی کے لیے بالکل تلے بیٹھے ہیں۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ آپ واپس چلے جائیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہم لوگ عمرے اور طوافِ بیت اللہ کے لیے آئے ہیں۔ ہم لڑائی کے لیے نہیں آئے لیکن ہمیں اس عبادت سے روکنے کی کوشش کی گئی تو پھر ہم لڑنے سے بھی منہ نہیں موڑیں گے۔ بُدَیل بن ورقاء معقول آدمی تھا اگرچہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوا تھا مگر آنحضورؐ کے مبنی برحق موقف کو اس نے دل سے تسلیم کیا۔ واپس جا کر اس نے قریش کو بہت سمجھایا کہ اللہ کے گھر کی زیارت کرنے والوں کا راستہ نہ روکیں مگر کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ بُدَیل بن ورقاء کی قیادت میں جانے والے وفد کا ایک رکن عمرو بن سالم تو آنحضورؐ کی گفتگو اور شخصیت سے اتنا متاثر ہوا کہ اس نے قریش کے سرداروں سے کہا کہ اگر تم نے اس شخص کا راستہ نہ چھوڑا تو خدا کی قسم اس کے مقابلے پر تمھیں کامیابی حاصل نہ ہو سکے گی۔ بُدَیل بن ورقاء نے قریش کے لوگوں کو بتا دیا کہ اگر انھوں نے جنگ کا راستہ اختیار کیا تو اس کے قبیلے کا کوئی فرد ان کا ساتھ نہیں دے گا۔

Marfat.com

سردارِ بنوثقیف

دوسرا شخص جو قریش کے سفیر کے طور پر آنحضورؐ کے پاس آیا، وہ مال دار اور طاقت ور قبیلے ثقیف کا سردار عُروہ بن مسعود ثقفی تھا۔ وہ تو اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ قریش کی مدد کے لیے طائف سے مکے آیا تھا۔ اب قریش نے اس کو یہ مشن سونپ کر روانہ کیا کہ وہ مسلمانوں کو واپس بھیج دے۔ یہ بہت زیرک، جہاں دیدہ اور وجیہہ شخص تھا۔ آنحضورؐ کے پاس آکر اس نے آپؐ کو نہ صرف پھسلانے کی کوشش کی بلکہ قریش کی قوت و طاقت اور جنگ کی صورت میں پیش آنے والی تباہی کا بھی بڑا بھیانک نقشہ کھینچا۔ عروہ بن مسعود نے مکہ سے چلتے ہوئے اہلِ مکہ کو بھی اسی انداز میں سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ جنگ کا ارادہ ترک دیں مگر عکرمہ بن ابی جہل اور قریش کے دیگر پرجوش نوجوان ایسی کوئی بات سننے لیے تیار ہی نہ تھے۔

غیر ذمہ دارانہ گفتگو اور ردِّ عمل

عُروہ بن مسعود نے اس موقع پر آنحضورؐ سے جو گفتگو کی، اس کی تفصیل سیرۃ ابنِ ھِشام جلد دوم، صفحہ ۳۱۳، مغازی للواقدی جلد دوم، صفحہ ۵۹۴، تاریخ طبرانی جلد دوم، صفحہ ۶۲۶ اور دیگر کتب میں ملتی ہے۔ اس نے نبی اکرمؐ سے گفتگو کے دوران کچھ ایسی باتیں کہیں جن پر سیدنا ابوبکر صدیقؓ جیسے سلیم الطبع صحابی بھی اپنے غصے پر قابو نہ رکھ سکے۔ ابن ہشام کے الفاظ میں اس نے آنحضورؐ سے کہا: ”اے محمدؐ! اگر تمھارے اور قریش کے درمیان جنگ ہوئی تو نہ صرف بڑی خون ریزی ہوگی بلکہ تمھیں بہت خطرناک نتائج و عواقب کا سامنا کرنا ہوگا۔ میں تمھارے گرد جن لوگوں کو دیکھ رہا ہوں، یہ غیر معروف سے لوگ ہیں۔ مجھے تو ان کے نام و نسب کا بھی کوئی پتہ نہیں۔ مشکل وقت میں تمھیں اکیلا چھوڑ کر یہ بھاگ جائیں گے“۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ آنحضورؐ کی نشست کی پچھلی جانب کھڑے یہ گفتگو سن رہے تھے۔ ان سے ضبط نہ ہوسکا۔ انھوں نے سردارِ ثقیف کو مخاطب کر کے فرمایا: ”اے لات کے پجاری! تجھے ہمارے بارے میں بڑی غلط فہمی ہے، کیا ہم اپنے آقا کو [جو ہمیں اپنی جانوں سے زیادہ عزیز ہیں] چھوڑ کر الگ ہو جائیں گے؟ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟“ حضرت ابوبکر صدیقؓ

Marfat.com

کے سخت جواب پر عروہ کچھ پریشان سا ہوا اور اس نے آنحضورؐ سے مخاطب ہو کر کہا: ''اے محمد! یہ کون شخص ہے؟'' آپؐ نے فرمایا: ''یہ ابوبکر بن ابی قحافہ ہے۔''

اب عُروہ کو ابوبکرؓ اور ان کے احسانات یاد آئے۔ زمانۂ جاہلیت میں حضرت ابوبکرؓ نے اس پر کئی احسانات کیے تھے۔ وہ ایک مرتبہ خون بہا کی رقوم ادا کرنے سے عاجز آ گیا تھا تو اس نے تمام عرب قبائل کے اشراف سے مدد مانگی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایک خطیر رقم کے ساتھ اس کی مالی مدد کی تھی۔ اسے یہ احسانات یاد آ گئے اور اسے یہی کہتے بنی کہ اے ابوبکر! بخدا میں بھی تمھاری سخت بات کا جواب سختی سے دے سکتا تھا مگر تمھارے احسانات نے میری زبان بند کر دی ہے۔

بنو ثقیف کا بت لات تھا اور اس کا معبد طائف میں تھا۔ ابرہہ کے لشکرِ فیل کو انھی لوگوں نے بیت اللہ کا راستہ بتایا تھا تا کہ وہ ان کے بت کو نقصان نہ پہنچائے۔ اسی وجہ سے تمام عرب ان کو لات کے پجاری کہہ کر عار دلایا کرتے تھے اور ان کے پاس اس کا کوئی جواب نہ ہوتا تھا۔ (تفصیلات کے لیے دیکھیے سیرۃ ابن ہشام جلد ۲، صفحہ ۳۱۳)۔

چچا اور بھتیجا

عُروہ بن مسعود کی آنحضورؐ کے پاس آمد کے موقع پر اس نے آنحضورؐ سے گفتگو کرتے ہوئے آنحضورؐ کی داڑھی کو ہاتھ لگانا چاہا۔ اس کے بھتیجے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ جو آنحضورؐ کے قریب کھڑے تھے، انھوں نے سختی کے ساتھ اس کا ہاتھ پیچھے ہٹا دیا۔ عربوں کے ہاں گفتگو کے دوران ایک دوسرے کی داڑھی کو پکڑنا ان کا معمول تھا مگر حضرت مغیرہؓ کو عُروہ کی یہ حرکت حضورؐ کے ادب و احترام کے منافی اور بہت ناگوار گزری۔ حضرت مغیرہؓ نہ صرف بنو ثقیف میں سے تھے، بلکہ یہ دونوں ایک ہی خاندان سے تھے۔ عروہ اور حضرت مغیرہؓ کا باپ شعبہ دونوں آپس میں سگے بھائی تھے۔ یوں عروہ حضرت مغیرہؓ کا چچا تھا۔ عروہ نے جب آنحضورؐ سے ان کی شکایت کی تو آنحضورؐ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ یہ تمھارا اپنا بھتیجا مغیرہ بن شعبہ ہے۔ عروہ بن مسعود نے اپنے بھتیجے مغیرہ بن شعبہؓ کو بہت برا بھلا کہا۔

Marfat.com

از کفر تا اسلام

حضرت مغیرہؓ صلح حدیبیہ سے تھوڑا عرصہ پہلے ہی مسلمان ہوئے تھے۔ قبول اسلام کے بعد ہجرت کر کے مدینہ پہنچے اور جب آنحضورؐ عمرہ کے لیے مکہ روانہ ہوئے تو یہ بھی شریکِ سفر ہو گئے۔ یہ بیعتِ رضوان کے شرکا میں سے ہیں۔ یہ قوی الجثہ، چوڑے چکلے سینے اور لمبے مضبوط ہاتھوں والے تھے۔ زمانہ جاہلیت میں ان کا مشغلہ لوٹ مار تھا۔ کئی مرتبہ لوٹ مار کے دوران ان کے ہاتھوں کئی آدمی بھی قتل ہو گئے۔ ایسا ہی ایک واقعہ بازارِ عکاظ کے قریب ہوا جس کے نتیجے میں بنو ثقیف کو خون بہا کی بھاری رقم ادا کرنا پڑی تھی۔ عروہ بن مسعود نے اس موقع پر دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے ان واقعات کا تذکرہ کر کے مغیرہ کو عار دلائی کہ اس نے ہمیشہ خاندان اور قبیلے کے لیے بدنامی کا سامان فراہم کیا اور اپنے بڑوں کی ناک کٹوائی ہے۔ اسی طرح ایک مرتبہ بنو مالک کے تیرہ افراد بھی ان کے گروہ کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ چچا نے بھتیجے کو اس جرم پر بھی عار دلائی۔ حضرت مغیرہ کی سابقہ زندگی کے یہ واقعات بلاشبہ قابل گرفت تھے مگر انھوں نے کہا کہ میں نے یہ سب کام جاہلیت میں کیے تھے، اب میں اسلام میں داخل ہو کر ان سب سے تائب ہو گیا ہوں مگر عروہ کا غصہ پھر بھی ٹھنڈا نہیں ہو رہا تھا۔ اس واقعہ کی تفصیلات بھی مورخین نے بیان کی ہیں۔ (مغازی للواقدی جلد ۲، صفحہ ۵۹۶-۵۹۴)

دلوں پر حکومت، تاجدارِ نبوت کی امتیازی شان

عروہ بن مسعود نے اس موقع پر آنحضورؐ سے جو گفتگو کی، وہ درحقیقت محض اس کی چالاکی اور مسلمانوں کو مرعوب کرنے کا ایک حربہ تھا کیونکہ جب اس نے واپس جا کر آنحضورؐ سے اپنی ملاقات کی رپورٹ قریش کی مجلس میں پیش کی تو اس نے تسلیم کیا کہ محمدؐ کے ساتھ ان کے شیدائی و فدائی ہیں۔ اس کے جو الفاظ مؤرخین نے نقل کیے ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے! ''میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی جیسے تاجداروں کے درباروں میں جاتا رہا ہوں مگر خدا کی قسم میں نے محمد کی مجلس میں جو منظر دیکھا ہے، وہ کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کے ہاں بھی نہیں دیکھا۔ اس کے تمام ساتھی اس پر اپنی جان قربان

Marfat.com

کرتے ہیں۔ ان کی عقیدت کا حال تو یہ ہے کہ محمد وضو کریں تو ان کے اصحاب پانی کا ایک قطرہ زمین پر نہیں گرنے دیتے۔ وہ اس پانی کو اپنے جسم اور کپڑوں پر مل لیتے ہیں۔ اس کے اشارۂ ابرو پر اس کے سبھی ساتھی تعمیلِ حکم کے لیے لپکتے ہیں۔ تم خود سوچ لو کہ اس کا مقابلہ کرنا کتنا مشکل ہے۔"

اتحادی قبائل کے سردار کی آمد

آنحضورؐ کے پاس آنے والے سرداروں میں سے ایک سردار حُلیس بن زبّان بن علقمہ بھی تھا۔ یہ مختلف قبائل کے اتحاد کا سربراہ تھا۔ یہ اتحاد اُن بعض قبائل پر مشتمل تھا جو اَحابیش کے نام سے معروف تھے۔ یہ اطرافِ مکہ میں رہتے تھے اور قریش سے ان کے دوستانہ تعلقات تھے۔ اس سردار نے جب آنحضورؐ اور ان کے ساتھیوں کو حالتِ احرام میں دیکھا تو اس پاکیزہ قافلے کے ماحول اور کیفیت نے اسے مسحور کر دیا۔ اس کے ذہن میں جو تصورات تھے وہ سب کافور ہو گئے۔ اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ پورا قافلہ احرام بند ہے۔ قربانی کے اونٹ اپنی گردنوں میں پڑے قلادوں کے ساتھ اعلان کیے دے رہے تھے کہ یہ کوئی جنگی مہم نہیں۔ وہ تو آنحضورؐ سے ملاقات کے بعد کوئی بات کیے بغیر ہی واپس پلٹ گیا حالانکہ قریش نے اسے بھی سمجھا بجھا کر بھیجا تھا کہ ان لوگوں کو ہماری قوت سے مرعوب کر دینا۔ اس نے قریش کو جا کر جو رپورٹ پیش کی، اس کا خلاصہ یہ ہے: "محمد اور اس کے ساتھی کسی جنگ کے لیے نہیں آئے۔ وہ تو اللہ کے گھر کی زیارت کے لیے اپنے گھروں سے نکلے ہیں۔ اگر تم ان کو روکو گے تو تمام احابیش قبائل ہرگز تمھارا ساتھ نہ دیں گے۔ ہم نے تمھارے ساتھ دوستی کا معاہدہ ضرور کر رکھا ہے مگر یہ ہرگز ممکن نہیں کہ تم اللہ کی حرمتوں کو پامال کرنے لگو اور ہم اس میں بھی تمھاری حمایت کریں۔"

(تاریخ طبری جلد دوم، صفحہ ۶۲۸)

Marfat.com

حضرت عثمانؓ بطور سفیرِ نبیؐ

ایک صحابیؓ کی شہادت

صلح حدیبیہ کے واقعات میں ایک اہم واقعہ حضرت عثمانؓ کا بطور سفیر مکے جانا ہے۔ قریشِ مکہ کی اشتعال انگیزیوں کے باوجود نبی اکرمؐ کا صبر وتحمل اور حوصلہ بے مثال رہا۔ حدیبیہ میں قیام کے دوران قریش نے نہ صرف بار بار اہلِ اسلام پر شب خون مارے بلکہ عملاً ایک مسلمان ان کے ہاتھوں شہید بھی ہوا۔ آنحضورؐ کے صحابہ میں سے ایک صحابی حضرت زُنَیمؓ ایک گھاٹی کے اوپر چڑھے تو مشرکین نے ان پر تیر برسادیے جس کے نتیجے میں وہ شہید ہوگئے۔ آپؐ نے کچھ صحابہ کو ان کی گرفتاری کے لیے بھیجا جو قاتلین میں سے بارہ کفار کو پکڑ کر لے آئے۔ جب یہ آنحضورؐ کے سامنے پیش کیے گئے تو آپؐ نے فرمایا کیا میرے اوپر تمھارا کوئی احسان ہے؟ انھوں نے کہا نہیں۔ آپؐ نے پوچھا کیا تمھارے اور میرے درمیان کوئی معاہدہ ہے تو انھوں نے کہا نہیں۔ آپؐ نے صحابہ سے فرمایا کہ (ان کے جرم کے باوجود) ان کو چھوڑ دو۔ چنانچہ صحابہ نے ان کو چھوڑ دیا اور وہ واپس چلے گئے۔ امام طبری نے اپنی تاریخ جلد دوم ص ۶۲۹ پر یہ واقعہ نقل کیا۔ آنحضورؐ کے اس عمل کا مقصد یہ ثابت کرنا تھا کہ مسلمان واقعتاً کسی لڑائی جھگڑے کے لیے نہیں بلکہ محض عمرہ ادا کرنے کے لیے آئے ہیں۔

حضرت عثمانؓ کا خاندانی مرتبہ

اسی دوران نبی اکرمؐ نے حضرت عثمانؓ کو گفت وشنید کے لیے اپنا سفیر بنا کر مکے بھیجا۔ حضرت عثمانؓ کو سفیر بنانے کی رائے حضرت عمرؓ نے پیش کی تھی، کیونکہ ان کا خاندان بنوامیہ اس وقت مکے کا سب سے طاقتور گھرانہ تھا اور حضرت عثمانؓ طبعاً بھی حلیم اور نرم مزاج تھے۔ حضرت عثمانؓ اس ذمہ داری

Marfat.com

کو ادا کرنے کے لیے مکہ روانہ ہوئے۔ راستے میں وادیٔ بلدح کے قریب بعض مشرکین نے ان پر ہاتھ اٹھانا چاہا تو خاندانِ بنو امیہ کے لوگ آڑے آ گئے۔ بنو امیہ کے ایک شخص اَبان بن سعید بن العاص نے کہا کہ خبردار عثمانؓ کو کوئی زک نہ پہنچائے۔ اس کے بعد ابان بن سعید حضرت عثمانؓ کو اپنے ساتھ لے کر چل پڑا اور اعلان کیا کہ عثمان بن عفانؓ اس کی امان میں ہیں۔ یہ ابان حضرت عثمانؓ کا چچازاد تھا اور اس کے دو بیٹے خالد بن ابانؓ اور عمرو بن ابانؓ سابقون الاولون میں شمار ہوتے ہیں۔ وہ دونوں ہجرت حبشہ میں بھی شریک تھے۔ وادیِ بلدح میں حضرت عثمانؓ نے قریش کے قائدین سے ملاقات کی۔ آنحضورؐ نے حضرت عثمانؓ کو یہ ہدایت فرمائی تھی کہ قریش کو دعوت دینا کہ وہ اسلام قبول کرلیں، ہم اور وہ ایک ہو جائیں گے۔ اگر انھیں یہ بات قبول نہ ہو تو پھر ہمارے ساتھ جنگ بندی قبول کرلیں اور ہمیں اور دیگر عرب قبائل کو ہمارے حال پر چھوڑ دیں۔ حضرت عثمانؓ نے انھی الفاظ میں یہ پیغام پہنچایا۔ قریش نے دونوں باتیں مسترد کر دیں۔ واقدی نے تو اس موقع پر حضرت عثمانؓ کی پوری تقریر نقل کی ہے جو بہت جامع اور حکمت و نصائح سے مالا مال ہے۔ واقدی پر بعض محققین رافضی ہونے کا الزام لگاتے ہیں مگر اس کی مغازی میں جگہ جگہ صحابہ کرام کے مناقب و کارنامے اس انداز میں بیان کیے گئے ہیں کہ اس الزام کو قبول کرنا انتہائی مشکل ہو جاتا ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے: مغازی للواقدی ج ۲۔ ص ۶۰۰-۶۰۱)

سردارِ مکہ سے ملاقات

وادیِ بلدح میں دیگر سردار تو موجود تھے مگر ابوسفیان نہ تھا۔ اَبان بن سعید نے حضرت عثمانؓ کو کہا کہ وہ انھیں شہر کے اندر لے چلتا ہے۔ حضرت عثمانؓ نے رضامندی ظاہر کی تو ابان بن سعید نے ان کو اپنے گھوڑے پر اپنے پیچھے بٹھا لیا۔ راستے میں کئی مشرکین نے حضرت عثمانؓ کو پہچان لیا اور ان پر ہاتھ اٹھانے کا ارادہ بھی کیا مگر جب دیکھا کہ ان کا ایک سردار اپنے گھوڑے پر انھیں بٹھائے چلا آ رہا ہے تو سمجھ گئے کہ وہ اس کی امان میں ہیں۔ چنانچہ سب نے اپنے ہاتھ روک لیے۔ ابان بن سعید حضرت عثمانؓ کو لے کر سیدھا ابوسفیان کے پاس گیا۔ ابوسفیان اپنے بھتیجے کو دیکھ کر بہت خوش

Marfat.com

ہوا۔ اس نے آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا اور عزت و تکریم سے بٹھایا۔ حضرت عثمانؓ نے اس کے سامنے بھی وہی بات رکھی جو اس سے قبل وادیِ بلدح میں دیگر زعمائے قریش کے سامنے پیش کر چکے تھے۔ اس موقع پر صفوان بن امیہ بھی ابوسفیان کے گھر میں موجود تھا۔ دیگر سرداروں کی طرح ان دونوں سرداروں نے حضرت عثمانؓ کی دعوت اسلامی کو قبول کرنے سے انکار کیا اور اپنے موقف سے دستبردار نہ ہوئے لیکن حضرت عثمانؓ سے کہا کہ وہ شہر میں جہاں چاہیں ان کو جانے کی اجازت ہے۔ انھوں نے آپؓ سے یہ بھی کہا کہ خانہ کعبہ کا طواف کریں اور عمرہ ادا کرلیں۔ یہ کمال ایمان افروز منظر تھا جب حضرت عثمانؓ نے دوٹوک انداز میں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو طواف کی اجازت نہ ملے تو میں ان کے بغیر طواف کرنا ہرگز گوارا نہیں کرتا۔ حضرت عثمانؓ اگر طواف کر لیتے تو اس کا جو ثواب ملتا وہ تو ملتا لیکن اپنے دین اور اپنے قائد خاتم النبیینؐ کے ساتھ اس وابستگی کے نتیجے میں یقیناً انھیں اس سے کہیں زیادہ ثواب اور اجر ملا ہوگا۔ (اس واقعہ کی تفصیل دیکھیے تاریخ طبری جلد دوم صفحہ ۶۳۱ اور اس سے آگے)

حقیقی نیکی اور عبادت

حضرت عثمانؓ کے مکہ روانہ ہونے کے بعد صحابہ سوچ رہے تھے کہ ان کو تو بیت اللہ کے طواف کی سعادت مل جائے گی۔ آنحضورؐ کی مجلس میں بعض صحابہ نے کہا کہ یارسول اللہ عثمانؓ خوش قسمت ہے کہ وہ اب تک بیت اللہ کا طواف کر چکا ہوگا جبکہ ہم پر راستے بند کر دیے گئے ہیں۔ نبی اکرمؐ نے ان کی باتیں سن کر فرمایا کہ میں نہیں سمجھتا کہ عثمانؓ نے طواف کیا ہوگا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ، وہاں پہنچ کر کون سی چیز مانع ہے، تو آپؐ نے حضرت عثمانؓ پر اپنے اعتماد اور حسن ظن کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا مجھے اس کے بارے میں یہی نیک گمان ہے کہ وہ اس وقت تک طواف نہیں کرے گا جب تک ہمیں بھی طواف کا موقع نہ مل جائے۔ اس واقعہ کی تفصیلات بھی واقدی نے بیان کی ہیں۔ (دیکھیے جلد دوم صفحہ: ۶۰۱ تا ۶۰۳)

جب حضرت عثمانؓ واپس پلٹے تو بعض ساتھیوں نے ان سے کہا: ''عثمانؓ! تم نے اپنی آنکھیں اور دل طواف بیت اللہ سے ٹھنڈا کر لیا ہوگا''۔ حضرت عثمانؓ نے یہ سن کر کہا کہ بھائیو!

Marfat.com

میرے بارے میں تم نے بہت غلط رائے قائم کی۔ مجھے قریش نے طواف کی بہت ترغیب دی مگر میں نے انکار کر دیا۔ بخدا اگر میں ایک سال بھی وہاں رہتا تو نبی اکرمؐ اور ان کے صحابہ کے بغیر طواف نہ کرتا۔ یہ ہے عشق رسول اور اسلام کے ساتھ غیر متزلزل اور والہانہ عقیدت۔ اس عمل سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ حقیقی نیکی اور عبادت کیا ہے۔

مظلوموں کی دادرسی

ایک اور واقعہ جو واقدی ہی نے بیان کیا ہے حضرت عثمانؓ کی سیرت کی جامعیت کو بہت نمایاں کرتا ہے۔ مکہ میں انھیں گھومنے پھرنے کی چونکہ آزادی تھی اور قریش نے انھیں چند دنوں تک وہاں روکے رکھا تھا اس لیے آپؓ نے اپنے اس قیام اور آزادی کو خوب استعمال کیا۔ انھیں معلوم تھا کہ مکہ میں کئی مستضعفین (عورتیں، بچے، غلام اور مسکین لوگ) اسلام قبول کر چکے تھے مگر ان میں ہجرت کی ہمت اور سکت نہ تھی۔ ان میں سے بعض مبتلائے آزمایش و امتحان بھی تھے۔ حضرت عثمانؓ نے اس فرصت کو غنیمت جانتے ہوئے ان سب لوگوں سے فرداً فرداً ملاقاتیں کیں اور انھیں حوصلہ اور تسلی دی کہ ابتلا کا یہ دور بہت جلد ختم ہونے والا ہے اور اسلام کے غلبے کا وقت قریب ہے۔ نبی اکرمؐ نے بھی حضرت عثمانؓ کو یہ تلقین کی تھی کہ وہ ان اہل ایمان کو بشارت دیں کہ یہ مصائب عارضی ہیں، بہت جلد حالات کی یہ تنگی اور جبر فراخی اور امان میں بدلنے والا ہے۔ ان مجبور لوگوں نے حضرت عثمانؓ کے ذریعے سے نبی اکرمؐ کی خدمت میں اپنا سلام اور نیک تمنائیں ارسال کیں۔ یوں حضرت عثمانؓ کا یہ سفر ہمہ جہتی اور کثیر المقاصد ثابت ہوا۔ اللہ کا اہلِ ایمان کے ساتھ وعدہ ہے: ''وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ○ جو لوگ ہماری خاطر مجاہدہ کریں گے انھیں ہم اپنے راستے دکھائیں گے، اور یقیناً اللہ نیکو کاروں ہی کے ساتھ ہے۔'' (العنکبوت ۶۹:۲۹)

ایک شریر شخص کی آمد

صلح حدیبیہ سے قبل قریش کی طرف سے ایک شخص مکرز بن حفص بھی آنحضورؐ کے پاس آیا

Marfat.com

تھا۔ یہ اپنی شرارت وخباثت کے لیے مشہور تھا۔ نبی اکرمؐ اسے خوب جانتے تھے۔ آپؐ نے اسے دور سے آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: یہ بدعہد اور بدمعاملگی کرنے والا شخص ہے۔ اس کے باوجود آنحضورؐ نے اس سے ملاقات اور مذاکرات سے انکار نہیں کیا۔ یہ شخص ملاقات کے دوران ہرگز سنجیدہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ آنحضورؐ کے واپس چلے جانے کے لیے اصرار اور دباؤ ڈالنے کی کوشش کر رہا تھا اور آنحضورؐ کی بات کو توجہ اور سنجیدگی سے سن ہی نہ رہا تھا۔ اس کے باوجود آپؐ نے اس پر اتمام حجت کرنے کے لیے اپنا موقف تفصیلاً اس کے سامنے پیش فرما دیا۔ آپؐ نے سابقہ لوگوں کی طرح اسے بھی یہ بتا دیا کہ ہم ہرگز لڑائی کے لیے نہیں آئے مگر قریش کو جان لینا چاہیے کہ اگر ہمیں اللہ کے گھر سے روکا گیا تو پھر ہم بھی خاموش نہیں رہ سکیں گے۔

......۞۞۞......

Marfat.com

بیعتِ رضوان

حضرت عثمانؓ کی واپسی میں جوں جوں تاخیر ہو رہی تھی، حالات میں تجسس کی کیفیت بھی بڑھ رہی تھی۔ پھر یہ افواہ پھیل گئی کہ حضرت عثمانؓ کو مکے میں شہید کر دیا گیا ہے۔ یہ خبر حدیبیہ میں پہنچی تو نبی اکرمؐ نے صحابہ سے فرمایا کہ عثمان ہمارا سفیر اور مدینہ کی ریاست کا شہری اور ہمارا بھائی تھا۔ اگر اس کے قتل کی خبر درست ہے تو پھر ہم غیر مسلح ہونے کے باوجود اس کے خون کا بدلہ لیے بغیر نہیں پلٹیں گے۔ آنحضورؐ تو بار بار یہ کہتے رہے تھے کہ خدا کی قسم آج قریش مجھ سے جو مطالبہ بھی کریں گے میں اسے تسلیم کرلوں گا تاکہ ہمارے اور ان کے درمیان صلح ہو جائے اور اللہ کے گھر کی تعظیم و تکریم پر کوئی حرف نہ آئے۔ اب نئی صورت حال میں آنحضورؐ نے صحابہ کو تجدیدِ بیعت کا حکم دیا۔ اس بیعت کو قرآن نے بیعتِ رضوان کہا ہے۔ اس وقت آنحضورؐ کے گرد چودہ سو صحابہ موجود تھے۔ آپؐ درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ یہ بیری کا ایک گھنا اور سایہ دار درخت تھا۔ پھر آپؐ نے صحابہ کو فرداً فرداً بیعت کرنے کی دعوت دی۔ دراصل یہ بیعت، موت پر بیعت تھی۔

اصحاب الشجرہ

حضرت عمرؓ نے آنحضورؐ کے دست مبارک کے نیچے اپنا ہاتھ رکھ لیا تاکہ آنحضورؐ کو اتنے لمبے عرصے تک بیعت لینے میں زحمت نہ ہو۔ چودہ سو کے چودہ سو صحابہ یکے بعد دیگرے بیعت کرتے گئے۔ ان صحابہ کا اسلام میں بڑا مقام ہے، ان کو اصحاب بیعت رضوان بھی کہا جاتا ہے اور اصحاب الشجرہ بھی۔ دونوں نام قرآن مجید کی آیت سے لیے گئے ہیں۔ اللہ کا ارشاد ہے: ''اللہ مومنوں سے خوش ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے۔ ان کے دلوں کا حال اُس کو معلوم تھا اس لیے اُس نے ان پر سکینت نازل فرمائی، ان کو انعام میں قریبی فتح بخشی، اور

Marfat.com

بہت سا مالِ غنیمت انھیں عطا کر دیا جسے وہ (عنقریب) حاصل کریں گے۔'' (سورۃ الفتح ۴۸:۱۸)

نصیب اپنا اپنا

صرف ایک بد بخت شخص نے اس فضیلت سے خود کو محروم رکھا۔ مورخ طبری اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے حضرت جابرؓ بن عبد اللہ کی روایت کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ سب لوگوں نے بیعت کی سوائے جُدّ بن قیس کے کہ وہ اپنی اونٹنی کی اوٹ میں چھپ کر بیٹھا رہا۔ سچ ہے کہ ہر شخص کا اپنا اپنا نصیب ہوتا ہے۔ جو بد بخت آبِ حیات کے کنارے بیٹھا بھی اس سے محروم رہے، اس کی بدنصیبی کا کیا علاج؟ جب سب لوگ بیعت کر چکے تو نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ مجھے نہیں معلوم کہ عثمانؓ زندہ ہے یا شہید ہو چکا ہے، اسے ہم نے جس مہم پر بھیجا ہے وہ اللہ اور اس رسول کے راستے کا سفر تھا۔ لوگو میں اب عثمان کی طرف سے بیعت کر رہا ہوں۔ پھر آپؐ نے اپنے بائیں ہاتھ کے اوپر اپنا دائیاں ہاتھ رکھ کر فرمایا یہ عثمان کا ہاتھ ہے۔ حضرت عثمانؓ کے بے شمار تمغوں میں یہ بھی بہت بڑا اعزاز ہے کہ رسول اللہ نے اپنے دستِ مبارک کو حضرت عثمانؓ کا ہاتھ قرار دیا اور خود اللہ نے فرمایا: ''یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ أَیْدِیْھِمْ اُن کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ تھا'' (الفتح ۴۸:۱۰)۔ (علی بن برہان الدین نے السیرۃ الحلبیہ کی جلد دوم میں اس کا تذکرہ کیا ہے دیکھیے ص ۴۱)۔ واقدی کا کہنا ہے کہ اگرچہ آنحضورؐ حضرت عثمانؓ کی طرف سے بیعت کر چکے تھے مگر جب حضرت عثمانؓ واپس آئے اور انھیں بیعت رضوان کا پتا چلا تو انھوں نے بھی آنحضورؐ کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی۔

دشمن پر اعصابی دباؤ

یہ منظر کتنا ایمان افروز تھا کہ ایک جانب تو مسلمانوں کے دل ٹھنڈے ہو رہے تھے کہ انھیں اللہ پر اپنے ایمان و توکل اور اس کی تائید سے کامیابی نظر آ رہی تھی اور دوسری جانب کفار پر سراسیمگی طاری ہو رہی تھی۔ ان تک یہ خبریں پہنچیں اور بتانے والوں کی منظر کشی نے انھیں حالات کی سنگینی کا احساس دلایا تو وہ خاصے فکر مند ہوئے اور سر جوڑ کر بیٹھے۔ اس پر ان کے درمیان طے پایا کہ سہیل بن عمرو کی قیادت میں ایک وفد بھیجا جائے جو جا کر رسول اللہ سے بات چیت کرے۔

Marfat.com

سہیل بن عمرو بہت زیرک اور سمجھدار انسان تھا۔ اس نے اپنے ساتھ اپنے ہی قبیلے کے دو افراد حُوَیطِب بن عبد العزیٰ اور مِکْرَز بن حفص کو بھی لے لیا۔ چنانچہ وہ معاہدہ طے پا گیا جس کی کچھ تفصیلات اس سے پہلے گزر چکی ہیں اور اس کا متن اور مزید تفصیلات آگے بھی آ رہی ہیں۔

درجات کی بلندی

اہلِ حدیبیہ اور اصحاب بیعتِ رضوان کو اللہ رب العالمین نے بڑا درجہ دیا ہے، بہت سارے آئمہ کے نزدیک شرکائے حدیبیہ کا درجہ اہلِ بدر کے قریب قریب ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ جو آنحضورؐ کے ساتھ اس سفر میں شریک تھے، ایک روایت میں بیان کرتے ہیں کہ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا ''انتم خیر اھل الارض '' (و کنا یومئذ الفاً و اربع مائة) یعنی تم اہلِ ارض میں سے سب سے بہترین لوگ ہو اور ہم اس دن چودہ سو کی تعداد میں آپ کے ساتھ تھے۔ امام بخاری نے یہ روایت صحیح بخاری میں نقل کی ہے اور حضرت جابرؓ کے یہ مزید الفاظ بھی نقل کیے ہیں کہ اگر آج وہ درخت اپنی جگہ پر موجود ہوتا تو میں تمھیں دکھا سکتا تھا۔ (اس درخت کو لوگوں نے تقدس دینا شروع کر دیا تھا۔ خلیفۂ راشد حضرت عمر بن خطابؓ کی دور رس نگاہوں نے بھانپ لیا کہ بعد میں آنے والے لوگ کسی فتنے میں مبتلا ہو جائیں گے تو انھوں نے یہ درخت کٹوا دیا۔)

جنت کی بشارت

حضرت جابرؓ ہی کی روایت ہے جسے امام شعبی نے نقل کیا ہے کہ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا:
''جن لوگوں نے درخت کے نیچے بیعت کی، ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں داخل نہیں ہوگا۔''
اس کے علاوہ بھی اصحاب بیعت کے بڑے فضائل بیان کیے گئے ہیں اور کیوں نہ ہو، ان پاکیزہ نفوس نے انتہائی نازک اور کٹھن حالات میں ہر خطرے سے بے نیاز ہو کر اللہ اور اللہ کے رسول کے ساتھ اپنی وفاداری ثابت کر دی تھی۔

......❀❀❀......

Marfat.com

صلح کا معاہدہ

حضور اکرمؐ نے جس صبر و تحمل اور جرأت و ہمت کے ساتھ اس سفر کے دوران اشتعال انگیز حالات کا مقابلہ کیا، اس کی مثال انسانی تاریخ میں کم ہی مل سکتی ہے۔ ایسے حالات میں یا تو انسان کی ہمت جواب دے جاتی ہے یا اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو جاتا ہے۔ نبی اکرمؐ کو اس بات کا یقین تھا کہ آپ کا صبر و تحمل اور استقامت و ثبات حالات کے پیچیدہ عُقدے حل کر دے گا اور بند راستے کھل جائیں گے۔

سہیل بن عمرو کی کامیاب سفارت

نبی اکرمؐ نے حضرت عثمانؓ کو مکے بھیج رکھا تھا، جن کی شہادت کی خبر پھیل گئی تھی مگر اس دوران وہ بخیریت واپس آ گئے۔ ان کے آتے ہی قریش کی طرف سے ایک نئی سفارت بھی آ پہنچی۔ آنحضورؐ کو جب بتایا گیا کہ قریش کا سردار سہیل بن عمرو سفارت کے لیے آیا ہے تو آپؐ نے فرمایا: ''اللہ نے تم لوگوں کے لیے آسانی پیدا کر دی ہے۔'' آپؐ نے جو الفاظ استعمال کیے، بہت بامعنی ہیں۔ سہیل کے نام کی مناسبت سے آپؐ نے فرمایا: ''قد سھل اللہ لکم مِن امر کم'' یعنی اللہ نے تمھارے کام میں آسانی پیدا کر دی ہے۔ ایک روایت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ''یہ خوش خبری ہے کہ اہلِ مکہ نے جس شخص کو بھیجا ہے، اس سے ان کا ارادۂ صلح ظاہر ہوتا ہے'' (السیرۃ الحلبیہ ج ۲، ص ۱۴۲)۔ سابقہ تمام سفیر غیر قریش تھے۔ ان میں سے سہیل بن عمرو ہی قریشی تھا۔ اس نے آنحضورؐ سے پہلی بار ایسی گفتگو کی جس میں جنگ کی دھمکی اور مسلمانوں کے واپس چلے جانے پر اصرار نہیں تھا حالانکہ قریش نے اسے بتا دیا تھا کہ اور جو بھی ہو، یہ بات ہرگز تسلیم نہ کرنا کہ مسلمان اسی سال عمرہ کرنے کے لیے مکے میں داخل ہو جائیں۔ یہ بات اس کے پیش نظر تھی

Marfat.com

مگر آتے ہی اس نے اس کا واویلا نہیں کیا، البتہ معاہدہ ہونے کے وقت اس پر اصرار جاری رکھا اور اسے منوالیا۔ اس نے جب مصالحت کی بات کی تو آنحضورؐ نے اسے خوش آمدید کہا۔ اگر چہ معاہدہ ہونے میں تو کافی وقت بھی لگا اور بیچ میں کئی بار یہ احساس بھی ہونے لگا کہ شاید یہ بات چیت تعطل کا شکار ہو جائے مگر کافی گفت وشنید اور بحث ومباحثے کے بعد آخر معاہدہ طے پا گیا۔

صلح حدیبیہ کی دفعات

معاہدے کی چار اہم شقیں یہ تھیں:

۱- دس سال تک فریقین کے درمیان جنگ بند رہے گی اور ایک دوسرے کے خلاف خفیہ یا علانیہ کوئی کارروائی نہ کی جائے گی۔

۲- اس دوران میں قریش کا جو شخص اپنے ولی کی اجازت کے بغیر بھاگ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائے گا اسے آپؐ واپس کر دیں گے اور آپؐ کے ساتھیوں میں سے جو شخص قریش کے پاس چلا جائے گا اسے وہ واپس نہ کریں گے۔

۳- قبائلِ عرب میں سے جو قبیلہ بھی فریقین میں سے کسی ایک کا حلیف بن کر اس معاہدے میں شامل ہونا چاہے گا اُسے اِس کا اختیار ہوگا۔

۴- محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس سال واپس جائیں گے اور آئندہ سال وہ عمرے کے لیے آ کر تین دن مکہ میں ٹھہر سکتے ہیں، بشرطیکہ پرتلوں میں صرف ایک ایک تلوار لے کر آئیں اور کوئی سامان حرب ساتھ نہ لائیں۔ ان تین دنوں میں اہلِ مکہ اُن کے لیے شہر خالی کر دیں گے (تاکہ کسی تصادم کی نوبت نہ آئے)۔ مگر واپس جاتے ہوئے وہ یہاں کے کسی شخص کو اپنے ساتھ لے جانے کے مجاز نہ ہوں گے۔

گواہانِ معاہدہ

جب معاہدہ طے پا گیا تو آنحضورؐ اور سہیل بن عمرو دونوں نے اس کی تصدیق کی اور نو آدمیوں نے بطور گواہ اس پر دستخط کیے۔ ان میں سے سات مسلمان تھے اور دو سہیل بن عمرو کے

Marfat.com

ساتھی مشرکین مکہ کے افراد تھے۔ مسلمانوں میں سے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر بن خطاب، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح، حضرت عثمان بن عفان، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت محمد بن مسلمہ انصاری اور حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی تاریخ میں منقول ہیں۔ مشرکین میں سے حُوَیطِب بن عبدالعزیٰ اور مِکرَز بن حفص کے نام مذکور ہیں۔ معاہدے کی دو نقلیں تیار کی گئی تھیں۔ دونوں پر سب کے دستخط تھے۔ ایک نقل آنحضورؐ کے پاس تھی اور دوسری سہیل بن عمرو کے پاس۔

سید مودودیؒ کا جامع تبصرہ

اس واقعہ کو نقل کرتے ہوئے مفسر قرآن سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اس موقع کی منظر کشی نہایت ایمان افروز انداز میں کی ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں:

''جس وقت اس معاہدے کی شرائط طے ہو رہی تھیں، مسلمانوں کا پورا لشکر سخت مضطرب تھا۔ کوئی شخص بھی اُن مصلحتوں کو نہیں سمجھ رہا تھا جنھیں نگاہ میں رکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ شرائط قبول فرما رہے تھے۔ کسی کی نظر اتنی دوررس نہ تھی کہ اس صلح کے نتیجے میں جو خیر عظیم رونما ہونے والی تھی اسے دیکھ سکے۔ کفار قریش اسے اپنی کامیابی سمجھ رہے تھے اور مسلمان اس پر بے تاب تھے کہ ہم آخر دب کر یہ ذلیل شرائط کیوں قبول کریں۔ حضرت عمرؓ جیسے بالغ النظر مدبر تک کا یہ حال تھا کہ وہ کہتے ہیں مسلمان ہونے کے بعد کبھی میرے دل میں شک نے راہ نہ پائی تھی، مگر اس موقع پر میں بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکا۔ وہ بے چین ہو کر حضرت ابوبکرؓ کے پاس گئے اور کہا ''کیا حضورؐ اللہ کے رسول نہیں ہیں؟ کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟ کیا یہ لوگ مشرک نہیں ہیں؟ پھر آخر ہم اپنے دین کے معاملہ میں یہ ذلت کیوں اختیار کریں؟'' انھوں نے جواب دیا ''اے عمر! وہ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ ان کو ہرگز ضائع نہ کرے گا۔'' پھر بھی اُن سے صبر نہ ہوا۔ جا کر یہی سوالات خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کیے اور حضورؐ نے بھی ان کو ویسا ہی جواب دیا جیسا کہ حضرت ابوبکرؓ نے دیا تھا۔ بعد میں حضرت عمرؓ مدتوں اُس گفتگو پر نادم رہے جو انھوں نے اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی تھی اور صدقات و نوافل ادا کرتے رہے تا کہ اللہ تعالیٰ انھیں معاف فرما دے۔

Marfat.com

حضورؐ کی دلنشیں تشریح

دو باتیں سب سے زیادہ اس معاہدے میں لوگوں کو بری طرح کھل رہی تھیں۔ پہلی تھی شرط نمبر ۲، جس کے متعلق لوگ کہتے تھے کہ یہ صریح نامساوی شرط ہے۔ اگر مکہ سے بھاگ کر آنے والوں کو ہم واپس کریں تو مدینہ سے بھاگ کر جانے والے کو وہ کیوں نہ واپس کریں؟ حضورؐ نے اس پر فرمایا جو ہمارے ہاں سے بھاگ کر اُن کے پاس چلا جائے وہ آخر ہمارے کس کام کا ہے؟ اللہ اسے ہم سے دور ہی رکھے۔ اور جو ان کے ہاں سے بھاگ کر ہمارے پاس آجائے اسے اگر ہم واپس کردیں گے تو اللہ اس کے لیے خلاصی کی کوئی اور صورت پیدا فرمادے گا۔ دوسری چیز جو لوگوں کے دلوں میں کھٹک رہی تھی وہ چوتھی شرط تھی۔ مسلمان یہ سمجھ رہے تھے کہ اسے ماننے کے معنی یہ ہیں کہ تمام عرب کے سامنے گویا ہم ناکام واپس جارہے ہیں۔ مزید برآں یہ سوال بھی دلوں میں خلش پیدا کررہا تھا کہ حضورؐ نے تو خواب میں یہ دیکھا تھا کہ ہم مکہ میں طواف کررہے ہیں، مگر یہاں تو ہم طواف کیے بغیر واپس جانے کی شرط مان رہے ہیں۔ حضورؐ نے اس پر لوگوں کو سمجھایا کہ خواب میں آخر اسی سال طواف کرنے کی صراحت تو نہ تھی۔ شرائطِ صلح کے مطابق اس سال نہیں تو اگلے سال ان شاءاللہ طواف ہوگا۔

ابوجندلؓ

جلتی پر تیل کا کام جس واقعہ نے کیا وہ یہ تھا کہ عین اُس وقت جب صلح کا معاہدہ لکھا جارہا تھا، سہیل بن عمرو کے اپنے صاحبزادے ابوجندل، جو مسلمان ہوچکے تھے اور کفارِ مکہ نے ان کو قید کر رکھا تھا، کسی نہ کسی طرح بھاگ کر حضورؐ کے کیمپ میں پہنچ گئے۔ ان کے پاؤں میں بیڑیاں تھیں اور جسم پر تشدد کے نشانات تھے۔ انھوں نے حضورؐ سے فریاد کی کہ مجھے اس حبسِ بے جا سے نجات دلائی جائے۔ صحابۂ کرام کے لیے یہ حالت دیکھ کر ضبط کرنا مشکل ہوگیا۔ مگر سہیل بن عمرو نے کہا کہ صلح نامے کی تحریر چاہے مکمل نہ ہوئی ہو، شرائط تو ہمارے اور آپ کے درمیان طے ہوچکی ہیں، اس لیے اس لڑکے کو میرے حوالے کیا جائے۔ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے اس کی حجت تسلیم فرمالی

Marfat.com

اور ابو جندل ظالموں کے حوالہ کر دیے گئے۔'' (تفہیم القرآن ج ۵، ص ۳۹-۴۰)

ابو جندل کو معاہدے کے مطابق آنحضورؐ نے واپس تو کر دیا تھا مگر مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ آنحضورؐ نے اس کے والد سہیل بن عمرو سے یہ مطالبہ کیا کہ اسے اگر اجازت مل جائے تو وہ مدینہ چلا جائے لیکن سہیل بن عمرو نے یہ مطالبہ سختی سے مسترد کر دیا۔ نبی اکرمؐ نے ابو جندل کو بہت تسلی بھی دی اور اس کے ساتھ بہت پیار و محبت کا سلوک کیا اور سمجھایا کہ معاہدے کی وجہ سے آپ اسے ساتھ نہیں لے جا سکتے۔ آنحضورؐ کی ابو جندل کے ساتھ یہ وابستگی دیکھ کر سہیل بن عمرو نے تو کوئی نرمی نہ کی مگر اس کے ساتھیوں حویطب اور مکرز نے اعلان کیا کہ ابو جندل ان کی امان میں ہوگا اور اسے کوئی اذیت نہیں پہنچنے دی جائے گی۔ [السیرة الحلبیه ۲/۱۴۶، المغازی ۲/۱۰۸]

معاہدہ طے پا جانے کے بعد کی کیفیت بھی عجیب تھی۔ حضور اکرمؐ تو بالکل مطمئن تھے مگر صحابہ کے دلوں میں کچھ اشکال تھا۔ اس صورتِ حال کے متعلق مفسرینِ قرآن اور مؤرخین نے تفصیلاً لکھا ہے۔ سید مودودیؒ سورۃ الفتح کی تفسیر میں اس موضوع پر مزید لکھتے ہیں:

''صلح سے فارغ ہو کر حضورؐ نے صحابہ سے فرمایا کہ اب یہیں قربانی کر کے سر منڈواؤ اور اِحرام ختم کر دو۔ مگر کوئی اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ حضورؐ نے تین مرتبہ حکم دیا، مگر صحابہ پر اُس وقت رنج و غم اور دل شکستگی کا ایسا شدید غلبہ تھا کہ انھوں نے اپنی جگہ سے حرکت تک نہ کی۔ حضورؐ کے پورے دَورِ رسالت میں اس ایک موقع کے سوا کبھی یہ صورت پیش نہیں آئی کہ آپ صحابہ کو حکم دیں اور وہ اس کی تعمیل کے لیے دوڑ نہ پڑیں۔ حضورؐ کو اس پر سخت صدمہ ہوا اور آپ نے اپنے خیمے میں جا کر ام المومنین حضرت ام سلمہؓ سے اپنی کبیدہ خاطری کا اظہار فرمایا۔ انھوں نے عرض کیا کہ آپ بس خاموشی کے ساتھ تشریف لے جا کر خود اپنا اونٹ ذبح فرمائیں اور حجام کو بلا کر اپنا سر منڈوا لیں۔ اس کے بعد لوگ خود بخود آپ کے عمل کی پیروی کریں گے اور سمجھ لیں گے کہ جو فیصلہ ہو چکا ہے وہ اب بدلنے والا نہیں ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور آپ کے فعل کو دیکھ کر لوگوں نے بھی قربانیاں کر لیں، سر منڈوا لیے یا بال ترشوا لیے اور احرام سے نکل آئے۔ مگر دل اُن کے غم سے کٹے جا رہے تھے۔'' (تفہیم القرآن ج ۵، ص ۴۰)

Marfat.com

صلح کے مثبت پہلو

اسلامی ریاست

صلح حدیبیہ میں بظاہر یہ نظر آ رہا تھا کہ مسلمانوں نے دب کر معاہدے کی شرائط مان لی ہیں مگر حقیقت میں ایسا نہیں تھا۔ اللہ اور اللہ کے رسولؐ نے اسے فتح مبین قرار دیا تو واقعی یہ فتح مبین ثابت ہوئی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ جب قریش نے آنحضورؐ کے ساتھ معاہدہ کر کے آپؐ کی حیثیت اور اسلامی ریاست کے وجود کو عملاً تسلیم کر لیا۔ عرب کے اس معاشرے میں یہ بہت بڑی پیش رفت تھی۔ اسی طرح سے قریش نے جنگ بندی کا جو معاہدہ کیا تو اسلامی ریاست کو جزیرہ نمائے عرب میں اپنے سب سے بڑے دشمن کی طرف سے امن میسر آ گیا۔ چنانچہ اس دوران آنحضورؐ نے اپنی قوت کو مجتمع کیا اور اپنی ریاست کو مزید منظم اور مضبوط بنایا۔ اس طرح مدینہ میں کسی حد تک دشمن کے حملوں سے عام آبادی کو بھی امن واطمینان نصیب ہوا۔ پھر نبی اکرمؐ نے گردونواح کے ملوک اور ان کے ذریعے ان کی اقوام کو اسلام کی دعوت کے لیے خطوط لکھے۔ آپؐ پوری بشریت کی طرف ہادی بنا کر مبعوث کیے گئے تھے۔ اس عرصہ میں آپؐ نے اپنا عالمگیر فریضہ بطریق احسن ادا کیا۔

قریش کی نظری و عملی پسپائی

قریش اس سے قبل خود کو دینِ ابراہیم کا پیروکار اور بیت اللہ کا مجاور اور اجارہ دار سمجھتے تھے۔ ان کے نزدیک اہلِ اسلام صابی (بے دین) تھے۔ اب رسمی طور پر ہی سہی اس معاہدے کے ذریعے انھوں نے مسلمانوں کو نہ صرف ایک سیاسی قوت تسلیم کر لیا بلکہ مذہبی لحاظ سے بھی ان کے وجود کو ان معنوں میں تسلیم کر لیا کہ اگلے سال مسلمان اجتماعی طور پر خانہ کعبہ کا طواف کریں گے اور مناسک عمرہ ادا کریں گے۔ تین دن اُن کا مکے میں جو قیام رہے گا اس میں قریش اپنے گھربار چھوڑ کر پہاڑوں پر چلے جائیں گے۔ عارضی طور پر ہی سہی مگر اس معاہدے نے یہ بات پورے عرب

Marfat.com

میں تمام لوگوں کے دلوں میں ثبت کردی کہ اگر مسلمانوں کو ان کے گھروں سے بزورِ قوت نکالا گیا تھا تو قریش کی بھی ان کے گھروں سے نکلتے ہی بنی۔

ایک اہم بات یہ بھی سامنے آئی کہ پچھلے طویل عرصے میں جتنی تعداد میں لوگ اسلام میں داخل ہوئے تھے اس سے کہیں زیادہ اب مختصر وقت میں اسلام کی طرف رجوع کرنے لگے تھے۔ کئی قبائل جو حالات کے انتظار میں تھے اب سنجیدگی سے اسلام کی طرف مائل ہونے لگے۔ نبی اکرمؐ نے اس عرصے میں وہ فتوحات بھی حاصل کیں جن کا تذکرہ اگلے ابواب میں آئے گا اور جن کے نتیجے میں اسلامی ریاست اور اس کے شہری طویل عرصے کی معاشی تنگی اور فقروفاقہ سے نکلنے میں کامیاب ہوئے۔ فتح کے یہ اثرات تو بالکل ظاہر تھے اور سب لوگوں کو نظر آرہے تھے لیکن اس کے علاوہ بھی قدم قدم پر اللہ نے یہ ثابت کیا کہ کفار کی قوت زوال پذیر ہوتی چلی گئی اور مسلمان سیاسی وعسکری میدان ہی میں نہیں فکری اور نظری میدان میں بھی مسلسل آگے بڑھتے چلے گئے۔

اہلِ کفر کی ہزیمت

ایک مسئلہ جو مسلمانوں کے لیے خاصی پریشانی کا باعث بنا وہ ابوجندلؓ اور ان کی طرح دیگر مسلمان نوجوانوں کی مدینہ آمد پر پابندی تھی۔ قریش اسے اپنی بڑی کامیابی سمجھ رہے تھے لیکن یہی چیز ان کے لیے وبالِ جان بن گئی۔ ابوجندلؓ کو ان کے ساتھیوں نے بندی خانے سے نکال لیا اور یہ لوگ ایک پہاڑ پر مقیم ہوگئے۔ اسی طرح سے ابوبصیرؓ اور ان کے ساتھیوں نے بھی مکہ کے باہر ڈیرے ڈال لیے۔ یہ مدینہ کے شہری نہیں تھے اس لیے ان کے کسی عمل کی ذمہ داری بھی نبی اکرمؐ یا ریاست مدینہ پر عاید نہیں ہوتی تھی۔ ان نوجوانوں کا وجود قریش کے تجارتی قافلوں کے لیے بہت بڑا خطرہ بن گیا۔ چنانچہ خود قریش نے آنحضورؐ سے درخواست کرکے اس شرط کو ختم کروایا اور یہ مسلمان باعزت اور آزادانہ مدینہ جانے میں کامیاب ہوگئے۔ اس شرط کی معاہدے میں شمولیت کو کافر اپنی بڑی کامیابی اور مسلمان اپنی ناکامی سمجھ رہے تھے مگر اب سب کو معلوم ہوا کہ یہ شرط عملاً اہلِ ایمان کے حق میں اور کفار کے خلاف تھی۔

Marfat.com

سب سے اہم بات اس وقت لوگوں کی سمجھ میں آئی جب مکہ سے مسلمان خواتین کسی نہ کسی طرح ہجرت کر کے مدینہ آ پہنچیں۔ اس حوالے سے کئی مثالیں تاریخ میں مذکور ہیں مگر ہم اختصار کے ساتھ یہاں ایک واقعہ نقل کرتے ہیں جس سے اندازہ ہوگا کہ اللہ نے جسے فتح مبین قرار دیا وہ واقعی کس قدر بڑی اور واضح فتح تھی۔

معاہدے کی اصل عبارت

جب اُمِ کلثومؓ بنت عقبہ بن ابی معیط ہجرت کر کے مدینہ پہنچیں تو ان کے بھائی صلح حدیبیہ کے معاہدے کو بنیاد بنا کر انھیں واپس لینے کے لیے آ گئے۔ سورۃ الممتحنہ اس عرصے میں نازل ہو چکی تھی اور اس میں ہجرت کر کے مدینہ آنے والی خواتین کو کافروں کے حوالے کرنے سے منع کر دیا گیا تھا۔ ارشادِ ربانی ہے: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب مومن عورتیں ہجرت کر کے تمھارے پاس آئیں تو (ان کے مومن ہونے کی) جانچ پڑتال کر لو، اور اُن کے ایمان کی حقیقت تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ پھر جب تمھیں معلوم ہو جائے کہ وہ مومن ہیں تو انھیں کفار کی طرف واپس نہ کرو۔ نہ وہ کفار کے لیے حلال ہیں اور نہ کفار اُن کے لیے حلال۔ ان کے کافر شوہروں نے جو مہر اُن کو دیے تھے وہ انھیں پھیر دو۔ اور اُن سے نکاح کر لینے میں تم پر کوئی گناہ نہیں جب کہ تم اُن کے مَہر اُن کو ادا کر دو۔ اور تم خود بھی کافر عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ روکے رہو۔ جو مہر تم نے اپنی کافر بیویوں کو دیے تھے وہ تم واپس مانگ لو اور جو مہر کافروں نے اپنی مسلمان بیویوں کو دیے تھے انھیں وہ واپس مانگ لیں۔ یہ اللہ کا حکم ہے، وہ تمھارے درمیان فیصلہ کرتا ہے اور وہ علیم و حکیم ہے'' (سورۃ الممتحنہ ۶۰: ۱۰)۔

اگر مسلمان انھیں یہ کہتے کہ ہمیں اللہ نے ان خواتین کو واپس کرنے سے روک دیا ہے تو کافروں کے لیے یہ دلیل کوئی حقیقت نہیں رکھتی تھی۔ اب دیکھیے کہ اللہ رب العالمین نے سورۃ الفتح میں حدیبیہ کو فتحِ مبین قرار دیا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ قدم قدم پر اس سے فتوحات برآمد ہوتی چلی گئیں۔ آپؐ نے حضرت ام کلثومؓ کے برادران سے فرمایا کہ جس معاہدے کا تم حوالہ دے رہے ہو، اس میں صرف مردوں کا ذکر ہے، عورتوں کا ذکر تو تمھارے سفیر نے کیا ہی نہیں تھا۔ جب

Marfat.com

معاہدے کے الفاظ دیکھے گئے تو اس میں مرد تو مذکور تھے، عورتیں نہیں۔ آپؐ نے معاہدے کے الفاظ دہراتے ہوئے فرمایا: ''کَانَ الشَّرْطُ فِی الرِّجَالِ دُوْنَ النِّسَآءِ'' یعنی شرط مردوں کے بارے میں تھی نہ کہ عورتوں کے بارے میں۔ پس سردارانِ قریش ناکام ہوئے اور فتح مبین یہاں بھی ظاہر ہوئی۔

رحمان اور اس کا سچا رسول

حدیبیہ کا صلح نامہ طے ہونے کے بعد جب لکھا جا رہا تھا تو اس وقت بھی بڑا دلچسپ بحث مباحثہ ہوا اور بڑی ردوکد ہوتی رہی۔ زبانی طور پر شرائط طے ہو جانے کے بعد جب معاہدہ تحریری شکل میں کاغذ پر منتقل کرنے کا مرحلہ آیا تو سب سے پہلے سوال یہ پیدا ہوا کہ کون لکھے۔ یہ کوئی اہم بات نہیں تھی البتہ سہیل بن عمرو نے کہا کہ اس معاہدے کو علی بن ابی طالب لکھے یا عثمان بن عفان۔ یہ دونوں صحابہ لکھنے پڑھنے میں مہارت رکھتے تھے۔ نبی اکرمؐ نے حضرت علیؓ کو معاہدہ لکھنے کا حکم دیا۔ انھوں نے معاہدے کے آغاز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا تو سہیل بن عمرو نے رحمان کے لفظ پر اعتراض کیا۔ قریش کے لوگ اللہ کے صفاتی نام رحمان کو نہ جانتے تھے نہ مانتے تھے۔ قرآنِ مجید میں ارشادِ ربانی ہے: ''ان لوگوں سے جب کہا جاتا ہے کہ اس رحمان کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں رحمان کیا ہوتا ہے؟ کیا بس جسے تو کہہ دے اُسی کو ہم سجدہ کرتے پھیریں؟ یہ دعوت ان کی نفرت میں اُلٹا اور اضافہ کر دیتی ہے'' (الفرقان ۲۵: ۶۰)۔ مسلمانوں کو سہیل کے اس اعتراض پر بڑا تعجب بھی ہوا اور غصہ بھی آیا۔ مگر آنحضورؐ نے سہیل سے پوچھا کہ کیا لکھا جائے تو اس نے کہا بِسْمِكَ اللّٰهُمَّ (اے اللہ ہم تیرے نام سے آغاز کر رہے ہیں) لکھیں۔ چنانچہ یہی الفاظ لکھے گئے۔ اسی طرح جب یہ لکھا گیا کہ یہ معاہدہ محمد رسول اللہ اور قریش کے درمیان طے پایا ہے تو سہیل بن عمرو نے اعتراض کیا کہ ہم تو ان کو رسول اللہ نہیں مانتے۔ اصولی طور پر اس کی بات درست تھی کیونکہ اگر وہ رسول اللہ مان لیتے تو جھگڑا کاہے کو ہوتا۔ حضرت علیؓ کے لیے بڑا مشکل تھا کہ وہ اپنے قلم سے رسول اللہ کے الفاظ کاٹ دیں آنحضورؐ نے خود قلم پکڑ کر ان الفاظ پر پھیر دیا

Marfat.com

اور فرمایا کہ لکھو یہ معاہدہ ہے جو محمد بن عبد اللہ اور قریش کے درمیان طے پایا ہے۔ اللہ رب العالمین نے اس پورے واقعہ اور معاہدہ کا تذکرہ کرنے کے بعد خود اپنی گواہی اور شہادت کے ساتھ یہ اعلان کیا کہ ''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' اور '' وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا''۔ سورۃ الفتح میں نہ صرف آنحضور کی رسالت پر اللہ نے شہادت دی ہے بلکہ آپؐ کے جاں نثار صحابہ کی بھی تعریف و تائید کی ہے۔

......❀❀❀......

Marfat.com

ہدی کے جانوروں کی قربانی

اونٹ کی ذہانت

حدیبیہ کا معاہدہ طے پا جانے کے بعد حضور اکرمؐ نے وہیں اپنے جانور ذبح کیے، حلق کرایا اور احرام کھول دیا۔ قربانی کے ان جانوروں میں سے ایک دل چسپ واقعہ اس اونٹ سے متعلق ہے جو غزوۂ بدر میں مسلمانوں کو مالِ غنیمت میں ملا تھا۔ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ یہ ابوجہل کا خاص اونٹ تھا اور اسے آنحضورؐ نے اپنے استعمال اور ریاستی امور کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ یہ پورے عرب میں سب سے زیادہ طاقتور، تیز، خوبصورت اور وفادار اونٹ تھا۔ نبی اکرمؐ اسے قربانی کے جانوروں (ہدی) کے ساتھ شامل کر کے مدینے سے مکے کے لیے چلے تھے، یہ اونٹ ایک خاص نسل سے تعلق رکھتا تھا اور مہری کہلاتا تھا۔ حدیبیہ میں ایک رات کو یہ اونٹ نکیل توڑ کر آزاد ہو گیا۔ کئی سال مکہ سے غیر حاضر رہنے کے باوجود اسے اپنا پرانا وطن اب تک یاد تھا۔ مکہ اور حدیبیہ کے درمیان تقریباً ۲۵ کلومیٹر کا فاصلہ ہے یہ اونٹ حدیبیہ سے مکہ کی طرف بھاگا اور اچانک ایک رات کو ابوجہل کے دروازے کے سامنے جا کر بلبلانے لگا۔ لوگوں نے اسے دیکھا تو پہچان لیا۔ ابوجہل کا گھرانہ ہی نہیں تمام اہلِ مکہ اسے دیکھ کر بڑے خوش ہوئے اور اسے اپنے لیے نیک شگون سمجھا۔

مشرکین کی ہٹ دھرمی اور تعصب

اس دوران حدیبیہ میں صلح کا معاہدہ طے پا چکا تھا اور فریقین کے درمیان اس کی توثیق بھی ہو چکی تھی۔ آنحضورؐ کے ایک انصاری صحابی حضرت عمرو بن عنمہؓ اس اونٹ کی تلاش میں اس کے پیچھے پیچھے مکہ جا پہنچے۔ اس دوران سہیل بن عمرو بھی مکہ واپس آ چکا تھا۔ تنگ نظر، متعصب مشرکین نے حضرت عمرو کو صاف جواب دیا کہ انھیں اونٹ کسی صورت واپس نہیں دیا جا سکتا۔ انھوں نے

Marfat.com

کہا کہ یہ اونٹ تو ہدی کے جانوروں میں سے ہے اور اسے ذبح کیا جانا ہے مگر وہ کسی دلیل کو ماننے کے لیے تیار ہی نہ تھے۔ حضرت عمرو آخر سہیل بن عمرو کے پاس پہنچے اور معاہدے کے مطابق اس سے مطالبہ کیا کہ وہ اونٹ واپس دلائے۔ سہیل بن عمرو نے اونٹ روکنے والوں کو سرزنش کی اور کہا کہ وہ اونٹ اس کے مالکوں کو واپس کیا جائے اور ساتھ ہی یہ کہا کہ وہ اس اونٹ کے بدلے سو اونٹنیاں دینے کے لیے تیار ہیں مگر حضرت عمرو کا اصرار تھا کہ ہدی کے جانور کو بیچا نہیں جاسکتا اور نہ اسے تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ بادل نخواستہ ان لوگوں نے اونٹ واپس کیا۔

مہری اونٹ کی قسمت

نبی اکرمؐ کے پاس بھی قریش نے اپنی یہ پیش کش بھجوائی مگر آپؐ نے فرمایا میں نے کبھی ایسے معاملات میں سخت رویہ اختیار نہیں کیا۔ یہ اونٹ بھی میں اس پیش کش کے بدلے میں دے دیتا مگر اس کے قربانی کا جانور ہونے کی وجہ سے ایسا ممکن نہیں۔ یہ اونٹ وہیں دیگر جانوروں کے ساتھ اللہ کی راہ میں ذبح کر دیا گیا۔ اس میں جن سات صحابہ کے حصے تھے ان میں حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا نام بھی ہے۔ قربانی کے بیش تر جانوروں کو حدیبیہ کے مقام پر ہی ذبح کیا گیا تھا مگر بیس اونٹ آنحضورؐ کے حکم سے مکہ لے جائے گئے۔ مکہ کے باہر ان کو مکہ میں مقیم مسلمانوں کے ذریعے قربان کیا گیا اور ان کا گوشت مکہ کے غربا و مستضعفین میں تقسیم کر دیا گیا۔ (دیکھیے زاد المعاد جلد ۲، صفحہ ۳۱۱، طبری نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے)۔

......❀❀❀......

Marfat.com

حاشیہ (سہیل بن عمروؓ کا مختصر تعارف)

حضرت سہیل بن عمرو قریش کے بہت بڑے رئیس تھے۔ وہ قبیلہ بنی عامر بن لوی میں سے تھے۔ سہیل بن عمرو قریش کے اُن معزز سرداروں میں سے تھے جن کی رائے کے بغیر قریش کوئی فیصلہ نہ کرتے تھے۔ ان کی عقل و فراست اور تقریر و خطابت کا پورے عرب میں شہرہ تھا۔ یہ جنگِ بدر میں کفار کی طرف سے شریک تھے۔ مالک بن دخشمؓ نے ان کو گرفتار کیا تو انھوں نے ایک شعر پڑھا:

أسرت سهيلاً خما أتبغی
أسيراً به من جميع الأمم

جس کا ترجمہ یوں ہے: ''میں نے سہیل (جیسے نامور جواں مرد) کو اسیر بنالیا ہے، مجھے اور کیا چاہیے کہ میں نے ایسے شخص کو گرفتار کیا ہے، جس سے پوری قوم گرفتار ہوگئی ہے''۔ جب اسیرانِ بدر مدینہ لائے گئے تو سہیل بن عمرو کو دیکھ کر ایک عامری نوجوان مکرز بن حفص نے حضورؐ کی خدمت میں استدعا کی کہ مجھے اس کی جگہ قید کر دیں اور اسے چھوڑ دیں تا کہ یہ اپنا فدیہ لا کر ادا کر دے۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سہیل اپنی قوم میں بہت معزز اور محبوب لیڈر تھے۔

حضرت سہیل بن عمرو کی بعض تقاریر عربی زبان و ادب میں شعلہ نوائی، کثرتِ دلائل اور ادبی چاشنی کے لحاظ سے منفرد مقام کی حامل ہیں۔ اُن کی تقاریر زمانہ جاہلیت میں اسلام کے خلاف ہوتی تھیں اور بے شمار لوگوں کو اسلام سے متنفر کر دیا کرتی تھیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کا سینہ نورِ ایمان سے منور کر دیا تو ان کی فصاحت و بلاغت، شمشیرِ برّاں بن کر عقاید باطلہ کا قلع قمع کرنے لگی اور اُن کا جوشِ خطابت اسلام اور اُمت مسلمہ کے لیے ڈھال بن گیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد پورے عرب میں فتنۂ ارتداد اور فتنۂ انکارِ زکوٰۃ

Marfat.com

کے علاوہ جھوٹے مدعیانِ نبوت کی شورش برپا ہو گئی۔ مدینۂ رسولؐ میں ابوبکر، عمر، عثمان، علی، اسید بن حضیر، معاذ بن جبل، ابوذر غفاری، زبیر اور طلحہ رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابی موجود تھے جن کو سابقون الاولون ہونے کا شرف حاصل تھا اور جن کی تربیت آغازِ اسلام ہی سے حضورِ اکرمؐ نے خود کی تھی لیکن مکہ تو بہت بعد حلقہ بگوشِ اسلام ہوا تھا اور ابھی تک قبائلی عصبیت کی چنگاریاں خاکستر نہ ہوئی تھیں۔ ابھی وہاں وہ سردارانِ قوم موجود تھے کہ جن کے سر اٹھانے کا امکان پیدا ہو سکتا تھا لیکن جونہی حضور پاک کی وفات کی خبر مکہ پہنچی، سہیلؓ بن عمرو کھڑے ہوئے اور لوگوں کے بہت بڑے ہجوم میں اپنی فصاحت و بلاغت کے دریا بہا کر خوفِ خُدا اور اطاعتِ اسلام کا جذبہ پیدا کیا۔ یہ وہی سہیلؓ بن عمرو تھے کہ جن کی زبان کاٹنے یا دانت نکالنے کی تجویز [غزوۂ بدر کے بعد] حضرت عمرؓ جیسا صحابی پیش کر رہا تھا لیکن رسولِ برحق کو علم تھا کہ سہیل تلافیٔ مافات کرے گا اور اسلام کی خدمت کر کے مسلمانوں کے دل موہ لے گا۔ مکہ کو قابو میں رکھنا کسی کے بس کا روگ نہ تھا۔ اگر ہمارے عظیم ہیرو حضرت سہیل وہاں پر حالات کو کنٹرول نہ کرتے تو ممکن تھا کہ حالات کا نقشہ کچھ اور ہوتا۔ تمام مجمع خاموش تھا اور سہیلؓ بن عمرو کی دلیرانہ تقریر سن کسی کو جرأت نہ ہو سکی کہ اطاعتِ امیر کے خلاف زبان کھول سکے۔ ان کی اس تقریر کے یہ حصے خاص طور پر ایمان و ایقان سے پُر ہیں۔

''لوگو! جان لو کہ یہ دین دنیا کے انتہائی مشرقی کناروں سے لے کر انتہائی مغربی بلاد تک پھیل جائے گا اور خُدا کی قسم کوئی طاقت اس کا راستہ نہ روک سکے گی۔ جو اس دین کی اطاعت کا جُوا اتارنے کی کوشش کرے گا، سوائے اپنے نقصان کے اسے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔''

ایک دفعہ قریش کے بڑے بڑے رؤسا اور شیوخ امیر المؤمنین عمر بن خطابؓ سے ملنے آئے۔ ان میں ابوسفیانؓ بن حرب، عکرمہؓ بن ابی جہل، حارثؓ بن ہشام اور سہیلؓ بن عمرو شامل تھے۔ اسی لمحہ حضرت بلال حبشیؓ، حضرت سلمان فارسیؓ اور حضرت عمار بن یاسرؓ وغیرہ غلام و عوام بھی ملاقات کے لیے آ گئے۔ حضرت عمرؓ نے ان غلاموں کو رؤسائے قریش سے قبل ملاقات کے لیے بلا لیا۔ سردارانِ قریش یہ دیکھ کر بہت تلملائے اور حضرت ابوسفیان نے تو دلی جذبات کو زبان بھی

Marfat.com

دے دی اور کہا ''میں نے آج جیسی ذلت کبھی نہیں دیکھی''۔اس کے جواب میں حضرت سہیلؓ نے فوراً کہا ''ان کو ملامت نہ کرو اپنے آپ کو ملامت کرو، انھیں بھی دعوت دی گئی تھی اور تمھیں بھی دعوت دی گئی تھی، پس وہ دعوت کی طرف تیزی سے لپکے اور تم پیچھے رہ گئے۔''

حضرت سہیلؓ بن عمرو کی شہادت کا واقعہ بھی تاریخِ اسلام میں اپنی نوعیت کا شاید منفرد واقعہ ہے۔آپ کی شہادت جنگِ یرموک میں ہوئی تھی۔وہ جنگ کہ جس نے سلطنتِ روم کی کمر توڑ کر رکھ دی تھی۔یہ وہی جنگ تھی جس میں تین جان بازوں نے پانی کی پیاس کے باوجود دوسرے بھائی کی آواز سن کر پیالہ آگے بڑھا دیا۔تینوں تشنہ کام ہی حوضِ کوثر کو چل دیے مگر ایثار کا وہ نمونہ پیش کیا جو تاریخ انسانی میں ایک ہی بار ظہور پذیر ہوا۔ان میں سے ایک سہیلؓ بن عمرو تھے۔دوسرے دو صحابہ حضرت عکرمہؓ اور ان کے چچا حضرت حارث بن ہشامؓ تھے۔یوں دیکھیے کہ حدیبیہ کے مقام پر قرطاس پر قلم سے لکھا جانے والا فقرہ ''محمد رسول اللہ'' جسے قبول نہ تھا، انقلابِ قلب و ذہن کے بعد وہی شخص اپنے خون سے دھرتی کے سینے اور تاریخ کے ماتھے پر یہ فقرہ رقم کر رہا تھا۔سچ ہے کہ ؎

خرد نے کہہ بھی دیا لاالہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

......❀❀❀......

Marfat.com

Marfat.com

باب ہفتم

بادشاہوں کے نام خطوط

Marfat.com

عالمگیر دعوت

انسانیت کا نجات دہندہ!

نبی اکرمؐ حجاز عرب میں مبعوث ہوئے مگر آپؐ کسی ایک قوم یا علاقے کے لیے نہیں بھیجے گئے تھے، نہ ہی کسی خاص زمانے کی قید کے ساتھ آپؐ کو مبعوث کیا گیا تھا۔ آپؐ پوری انسانیت کے لیے ہادی بنا کر بھیجے گئے اور قیامت تک جن و انس کے لیے آپؐ ہی کی اتباع نجات کا ذریعہ قرار دی گئی۔ قرآن مجید میں اللہ رب العالمین نے آپؐ کا منصب عالی یوں بیان فرمایا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ٥

اور (اے نبیؐ) ہم نے تم کو تمام ہی انسانوں کے لیے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔ (سورۂ سبا ۳۴:۲۸)

اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی زبانی پوری انسانیت کو یہی پیغام اس انداز میں پہنچایا۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ ۖ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِىِّ الْاُمِّىِّ الَّذِىْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ٥ (سورۂ اعراف ۷:۱۵۸)

اے نبیؐ، کہو کہ ”اے انسانو، میں تم سب کی طرف اُس خدا کا پیغمبر ہوں جو زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے، اُس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے، وہی زندگی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے، پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے بھیجے ہوئے نبیِ اُمیؐ پر جو اللہ اور اس کے ارشادات کو مانتا ہے، اور پیروی اختیار کرو اس کی، امید ہے کہ تم راہِ راست پا لوگے“۔

بے مثال کارنامہ

چونکہ آپؐ عرب و عجم اور شرق و غرب سب کے لیے نبی بنا کر بھیجے گئے تھے اس لیے آپؐ کی

Marfat.com

ذمہ داری تھی کہ اس پیغام حق کو اوپر بیان کردہ مضمون اور روح کے ساتھ دنیا کے ہر انسان تک پہنچا دیں۔ آپؐ نے یہ فریضہ اس دور کے حالات و وسائل کے تناظر میں جس انداز میں ادا کیا وہ بے مثال ہے۔ اس سے بہتر کارکردگی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ آپؐ اپنی ذمہ داریوں سے بخوبی آگاہ تھے اور انھیں ادا کرنے کے لیے نہ لومۃ لائم سے کبھی خوف زدہ ہوئے نہ کبھی حرص وطمع کا کوئی جال آپؐ کی منزل کھوٹی کرسکا۔ آپ کی حیاتِ طیبہ کا ایک ایک لمحہ گواہ ہے کہ کسی بڑے سے بڑے جابر کا خوف اور رعب آپؐ کے پُرعزم قدموں کو کبھی نہ ڈگمگا سکا۔ اللہ رب العالمین نے آپؐ سے فرمایا تھا کہ جو کچھ آپؐ کی طرف نازل کیا جائے اسے بلاکم و کاست پہنچا دیں:

يَاأَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ۖ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ۚ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ○

اے پیغمبرؐ! جو کچھ تمھارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے وہ لوگوں تک پہنچا دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اُس کی پیغمبری کا حق ادا نہ کیا۔ اللہ تم کو لوگوں کے شر سے بچانے والا ہے۔ یقین رکھو کہ وہ کافروں کو (تمھارے مقابلے میں) کامیابی کی راہ ہرگز نہ دکھائے گا۔ (سورۂ مائدہ ۵:۶۷)

شہادتِ حق

عرب کے اندر جہاں تک آپؐ خود پہنچ سکتے تھے وہاں تک پہنچنے کا آپؐ نے بنفسِ نفیس اہتمام کیا۔ جن جن قبائل تک مختلف وفود اور نمائندگان کو بھیجا جاسکتا تھا ان تک آپؐ نے اپنے صحابہ کے ذریعے دعوت پہنچائی۔ دعوت کے اس طویل سفر میں خود آپ کو طائف کی وادیوں سے گزرنا پڑا جس کی تفصیلات سیرت کی کتابوں میں موجود ہیں۔ آپؐ کے صحابہ کرامؓ کو رجیع اور بئرمعونہ کے مقتل میں شہادتِ حق کا فریضہ ادا کرتے ہوئے خلعتِ شہادت زیبِ تن کرنا پڑی۔ جزیرہ نمائے عرب سے باہر کئی عرب رؤسا بھی حکمران تھے اور عربوں کے علاوہ بہت بڑی بڑی غیر عرب اور عجمی ریاستیں بھی قائم تھیں۔ ان میں سے کئی ریاستوں کو سُپر طاقت ہونے کا گھمنڈ بھی

Marfat.com

تھا۔ اس وقت کی معلوم دنیا میں جہاں تک پہنچنا ممکن تھا، وہ قوم اور آبادی اسلامی دعوت سے روشناس کرادی گئی۔

فرصت کا درست استعمال

اس عظیم الشان فریضہ کی اہمیت تو مکی زندگی ہی میں بالکل واضح تھی کیوں کہ آپؐ کی عالمگیر اور تاقیامت قائم رہنے والی قیادت وسیادت اور نبوت ورسالت کا فیصلہ آچکا تھا، لیکن مکہ کے حالات عالمگیر فریضے کی ادائیگی کے لیے انتہائی ناسازگار تھے۔ ہجرت کے بعد مدینہ میں بھی دشمنانِ اسلام نے آپ کو مسلسل پریشان کیے رکھا۔ اس فرضِ منصبی کی ادائیگی کے لیے آپ کو یہ فرصت صلح حدیبیہ کے بعد کے زمانے میں نصیب ہوئی۔ چنانچہ آپؐ نے اس فرصت سے فی الفور فائدہ اٹھایا۔ آپؐ حدیبیہ کے سفر سے واپس پہنچے تو ماہ محرم ہی میں تمام ملوک وامرا کے نام بہت جامع خطوط کے ذریعے اپنا پیغام پہنچادیا۔ آپؐ کے خطوط کا ریکارڈ تاریخ کی تمام امہات کتب اور مراجع کے اندر موجود ہے۔ آپؐ کے خطوط کی تفصیل اور ان کے نتیجے میں رونما ہونے والے واقعات اختصار کے ساتھ نذرِ قارئین کیے جارہے ہیں۔

Marfat.com

قیصرِ روم، ہِرَقل کے نام خط

رومی سلطنت کا بادشاہ قیصر کہلاتا تھا۔ آنحضورؐ کے دور میں اس سلطنت کا تاجدار ہرقل تھا۔ اس نے رومی فوجوں کی پے درپے شکستوں کے بعد ایرانیوں کے مقابلے پر خود رومی لشکروں کی کمان سنبھال کر بہت شاندار تاریخی فتوحات حاصل کیں۔ اسے بازنطینی ریاست کے بادشاہوں میں بہت عزت واحترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ اُس کی تخت نشینی ۶۱۰ء میں ہوئی اور ۶۴۱ء میں اپنی وفات تک یہ برسرِ اقتدار رہا۔ آنحضورؐ کے جامع ومانع خط کا متن جو تاریخی کتابوں میں نقل کیا گیا ہے، یوں ہے:

مکتوبِ نبوی کا متن

''محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی طرف سے، ہرقل حاکم روم کے نام، سلام اس شخص پر جو ہدایت کی پیروی کرے، میں تجھے اسلام کی دعوت دیتا ہوں، اسلام لے آ، سلامت رہے گا، تجھے اللہ تعالیٰ دوہرا اجر دے گا اور اگر تو روگردانی کرے گا تو تیری تمام رعیت کے اسلام نہ لانے کا گناہ تجھ پر ہوگا۔ اے اہلِ کتاب جو بات ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں (تسلیم کی گئی) ہے اس کی طرف آؤ۔ وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی بھی شے کو شریک نہ بنائیں اور ہم میں [سے] کوئی کسی کو اللہ کے سوا کارساز نہ بنائے۔ اگر یہ بات نہ مانیں تو آپ کہہ دیجیے کہ تم گواہ رہو ہم [اللہ کے] فرماں بردار ہیں۔'' (سیرۃ خیر الانام: ص ۳۰۲)

مہرِ نبوی

قیصر کے پاس آپؐ کا خط لے کر جانے والے صحابی حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبیؓ تھے۔ آپؓ خط لے کر چلے تو آپؓ نے آنحضورؐ سے عرض کیا کہ قیصر روم کے بارے میں معروف ہے کہ وہ

Marfat.com

براہ راست خط وصول کرنے کے بجائے اپنے گورنروں کے ذریعے وصول کرتا ہے۔ دوسرے یہ کہ بغیر مہر وہ کسی خط کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھتا۔ نبی اکرمؐ نے تمام حکمرانوں کے نام اپنے خطوط پر مہر ثبت کرنے کے لیے اپنی انگوٹھی کی پشت پر محمد رسول اللہ کے الفاظ کندہ کروائے اور ہر خط پر آنحضورؐ کی مہر لگائی گئی۔ یہ خط بیت المقدس میں قیصر روم کے دربار میں پیش کیا گیا، کیونکہ اس وقت قیصر روم یروشلم میں آیا ہوا تھا۔ بصریٰ کے حاکم اور قیصر روم کے گورنر کو مطلع کر کے خط پیش کیا گیا مگر حضرت دحیہ کلبیؓ نے خود بنفس نفیس پہنچ کر یہ خط ہرقل کے حوالے کیا تھا۔

ابوسفیان سے قیصر کا مکالمہ

ملوک وشاہان کے نام یہ خطوط محرم ۷ھ بمطابق ۲۹-۶۲۸ء میں لکھے گئے تھے۔ قیصر نے خط تمام سفارتی آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے نہایت عزت واحترام کے ساتھ وصول کیا اور اس کا مضمون پڑھوایا۔ خط کے نفس مضمون سے واقف ہونے کے بعد اس نے اپنے درباریوں سے پوچھا کہ کیا ان دنوں جزیرہ نمائے عرب سے کوئی تاجر یروشلم آیا ہوا ہے تو اسے بتایا گیا کہ ہاں آیا ہوا ہے۔

اتفاق سے ان دنوں سردارِ مکہ ابوسفیان مع دیگر تاجرانِ مکہ شام آیا ہوا تھا۔ اسے بیت المقدس پہنچایا اور دربار میں پیش کیا گیا۔ قیصر نے ہمراہی تاجروں سے کہا کہ میں ابوسفیان سے سوال کروں گا اگر یہ کوئی جواب غلط دے تو مجھے بتا دینا۔ ابوسفیان ان دنوں نبی ﷺ کا جانی دشمن تھا۔ اس کا بیان ہے کہ اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ میرے ساتھ والے میرا جھوٹ ظاہر کر دیں گے تو میں بہت سی باتیں غلط بتاتا مگر اس وقت قیصر کے سامنے مجھے سچ سچ ہی کہنا پڑا۔

سوال وجواب یہ ہیں:

قیصر: ''محمدؐ کا خاندان اور نسب کیسا ہے؟''

ابوسفیان: ''شریف وعظیم''۔

یہ جواب سن کر ہرقل نے کہا ''سچ ہے۔ نبی شریف گھرانے کے ہوتے ہیں تاکہ اُن کی اطاعت میں کسی کو عار نہ ہو۔''

Marfat.com

قیصر۔ ''محمدؐ سے پہلے بھی کسی نے عرب میں یا قریش میں نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے؟''

ابوسفیان: ''نہیں''۔

یہ جواب سُن کر ہرقل نے کہا: ''اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھ لیتا کہ اپنے سے پہلے کی نقالی اور ریس کرتا ہے۔''

قیصر: ''نبی ہونے کے دعویٰ سے پہلے کیا یہ شخص جھوٹ بولا کرتا تھا یا اس پر جھوٹ بولنے کی کبھی تہمت لگی''۔

ابوسفیان: ''نہیں۔''

ہرقل نے اس جواب پر کہا: ''یہ نہیں ہوسکتا کہ جس شخص نے لوگوں پر جھوٹ نہ بولا، وہ خدا پر جھوٹ باندھے''۔

قیصر: ''اس کے باپ دادا میں سے کوئی شخص بادشاہ بھی ہوا ہے۔''؟

ابوسفیان: ''نہیں۔''

ہرقل نے اس جواب پر کہا'' اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھ لیتا کہ نبوت کے بہانے سے باپ دادا کی گم گشتہ سلطنت حاصل کرنا چاہتا ہے۔''

قیصر: ''محمدؐ کے ماننے والوں میں مسکین و مفلس لوگ زیادہ ہیں یا سردار اور قوی لوگ؟''

ابوسفیان: ''مسکین حقیر لوگ۔''

ہرقل نے اس جواب پر کہا'' ہر ایک نبی کے پہلے ماننے والے مساکین و غربا لوگ ہی ہوتے رہے ہیں۔''

قیصر: ''ان لوگوں کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے یا کم ہو رہی ہے۔''

ابوسفیان: ''بڑھ رہی ہے۔''

ہرقل نے کہا: ''ایمان کا یہی خاصہ ہے کہ آہستہ آہستہ بڑھتا ہے اور حد کمال تک پہنچ جاتا ہے۔''

قیصر: ''کوئی شخص اس کے دین سے بیزار ہو کر اس سے پھر بھی جاتا ہے۔''

Marfat.com

ابوسفیان: ''نہیں۔''

ہرقل نے کہا ''لذتِ ایمان کی یہی تاثیر ہے کہ جب دل میں بیٹھ جاتی اور روح پر اپنا اثر قائم کرلیتی ہے، تب جدا نہیں ہوتی۔''

قیصر: ''یہ شخص کبھی عہد و پیمان کو توڑ بھی دیتا ہے؟''

ابوسفیان: ''نہیں۔لیکن اس سال ہمارا معاہدہ اس سے ہوا ہے۔دیکھیے کیا انجام ہو۔''

ابوسفیان کہتا ہے کہ میں صرف اس جواب میں اتنا فقرہ زیادہ کرسکا تھا مگر قیصر نے اس پر کچھ توجہ نہ کی اور یوں کہا: ''بیشک نبی عہد شکن نہیں ہوتے۔عہد شکنی دنیا دار کیا کرتا ہے۔نبی دنیا کے طالب نہیں ہوتے۔''

قیصر: ''کبھی اس شخص کے ساتھ تمھاری لڑائی بھی ہوئی؟''

ابوسفیان: ''ہاں۔''

قیصر: ''جنگ کا نتیجہ کیا رہا؟''

ابوسفیان: ''کبھی وہ غالب رہا (بدر میں) اور کبھی ہم (اُحد میں)۔''

ہرقل نے کہا: ''خدا کے نبیوں کا یہی حال ہوتا ہے لیکن آخر کار خدا کی مدد اور فتح اُن ہی کو حاصل ہوتی ہے۔''

قیصر: ''اس کی تعلیم کیا ہے؟''

ابوسفیان: ایک خدا کی عبادت کرو۔باپ دادا کے طریق (بُت پرستی) کو چھوڑ دو۔نماز، روزہ، سچائی، پاکدامنی، صلہ رحمی کی پابندی اختیار کرو۔''

ہرقل نے کہا: ''نبی موعود کی یہی علامتیں ہم کو بتائی گئی ہیں۔میں یہ تو ضرور سمجھتا تھا کہ نبی کا ظہور ہونے والا ہے، لیکن یہ نہ سمجھتا تھا کہ وہ عرب میں سے ہوگا۔ابوسفیان! اگر تم نے سچ سچ جواب دیے ہیں تو وہ ایک روز اس جگہ کا جہاں میں بیٹھا ہوا ہوں (شام و بیت المقدس) ضرور مالک ہوجائے گا۔کاش میں ان کی خدمت میں پہنچ سکتا اور نبی کے پاؤں دھویا کرتا۔''

Marfat.com

اعترافِ حقیقت

ابوسفیان کے بقول اس کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک [پھر سے] پڑھا گیا۔ اراکینِ دربار [اب] اُسے سن کر بہت چیخے اور چلائے اور ہم کو دربار سے باہر نکال دیا گیا۔ میرے دل میں اسی روز سے اپنی ذلت کا اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آئندہ عظمت کا یقین نقش ہو گیا۔

ابوسفیان کی طرف سے عملاً اس حقیقت کا اعتراف قدرے تاخیر سے ہوا یعنی فتح مکہ کے بعد مگر ان کی اس بات سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ انھیں اسلام کے حق ہونے اور آنحضورؐ کے غالب آنے کا قیصرِ روم کے دربار میں یقین ہو گیا تھا۔

……۞۞۞……

Marfat.com

کسریٰ کے نام آنحضورؐ کا نامہ مبارک

نام نہاد سپر طاقت

رومی بادشاہت کی طرح اس دور میں ایرانی بادشاہت بھی بہت طاقتور اور خود کو سپر پاور سمجھتی تھی۔ خسرو پرویز اس زمانے میں ایران کا حکمران تھا۔ آپؐ نے اس کے نام جو خط لکھا اس کا متن شرح المواھب میں امام زرقانی نے یوں محفوظ کیا ہے:

''محمد اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے کسریٰ، حاکم فارس کے نام، سلام اس شخص پر جو ہدایت کی پیروی کرے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے اور اس بات کی گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، وہ یکتا ہے کوئی اس کا شریک نہیں ہے اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میں تجھے اللہ عزوجل کے حکم کے مطابق دعوت (اسلام) دیتا ہوں۔ اس لیے کہ میں تمام لوگوں کی طرف اللہ کا رسول ہوں تاکہ جو لوگ زندہ ہوں انھیں (اللہ سے) ڈراؤں اور کفار پر اللہ کی حجت (بات) پوری ہو جائے۔ اسلام لے آؤ، سلامت رہو گے، ورنہ تمام مجوس کے اسلام نہ لانے کا گناہ تجھ پر ہوگا'' (الزرقانی: شرح المواھب ج۳،ص ۳۴۱،بحوالہ: اردو دائرہ معارف اسلامیہ سیرت خیرالانام ص ۳۰۳)

مشتعل مزاج حکمران

ایران کا کسریٰ رومی قیصر کے برعکس بہت غصیلا، مشتعل مزاج، خودسر اور انتہائی سنگدل انسان تھا۔ اس نے آنحضورؐ کا خط سنتے ہی اول فول بکنا شروع کر دیا۔ ایک جانب اس نے آنحضورؐ کے مبارک خط کو پھاڑ کر پھینک دیا اور دوسری جانب یہ جسارت کی کہ خود کو خدائی کا مقام دیتے ہوئے آنحضورؐ کی شان میں گستاخی کی اور کہنے لگا (نقل کفر کفر نہ باشد) میرا ایک غلام مجھے

Marfat.com

ان الفاظ میں خط لکھتا ہے۔ اس نے آنحضورؐ کے سفیر حضرت عبداللہ بن حذافہؓ پر ہاتھ اٹھانا چاہا مگر پھر دھمکی دیتے ہوئے یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ تو اگر سفیر نہ ہوتا تو میں تجھے قتل کر دیتا۔

جانثار صحابی، مہربان نبیؐ

حضرت عبداللہ بن حذافہؓ کی سیرت میں بہت سے ایمان افروز واقعات ملتے ہیں۔ وہ کبھی موت سے نہیں ڈرے۔ بعد کے ادوار میں جنگی قیدی کی حیثیت سے شاہِ روم کے سامنے بھی انھیں پیش کیا گیا تھا۔ وہاں بھی ان پر خوف طاری کرنے کے لیے ان کے ایک ساتھی کو ابلتے ہوئے تیل کے کڑاہے میں پھینک دیا گیا تھا۔ اس کے باوجود ان پر کوئی خوف طاری نہ ہوا۔ آج بھی انھیں اپنی جان کا کوئی ڈر نہ تھا لیکن ان کے دل پر آرے چل گئے جب اپنے آقا و مولاؐ کے نامہ مبارک کی حرمت پامال ہوتے ہوئے دیکھی۔ واپس آکر آنھوں نے پورا قصہ آنحضورؐ کی خدمت میں بیان کر دیا۔ آنحضورؐ نے اپنے جانثار کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جس طرح اس نے میرے خط کو ٹکڑے ٹکڑے کیا ہے اسی طرح اللہ اس کے ملک کو بھی پارہ پارہ کر دے گا۔ اس دوران خسرو پرویز، ہرقل کے مقابلے پر شکست پہ شکست کھاتا گیا۔ پھر اس کے خلاف گھر کے اندر بغاوت ہوئی اور اسے اپنے ہی بیٹے شیرویہ نے قتل کر دیا۔

سچی پیشین گوئیاں

گستاخِ رسول تو اپنے انجام کو جلد ہی پہنچ گیا، مگر اس کی وسیع و عریض بادشاہت کے بھی ٹکڑے یوں ہوئے کہ حضرت عمرؓ و عثمانؓ کے دورِ خلافت میں اسلامی فوجوں کے سامنے فارس کے تمام قلعے اور شہر یکے بعد دیگرے شکست سے دوچار ہوتے چلے گئے تا آنکہ خلافت عثمانی میں آخری کسریٰ یزدگرد بھی مارا گیا اور آنحضورؐ کی ایک نہیں کئی پیشن گوئیاں پوری ہوگئیں۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ کسریٰ ہلاک ہو جائے گا اور اس کے بعد کوئی کسریٰ تخت نشین نہیں ہوگا۔ تاریخ گواہ ہے کہ یزدگرد کے بعد کوئی کسریٰ تاریخ میں کبھی نظر نہیں آیا۔

......❁❁❁......

Marfat.com

شاہِ حبشہ کے نام مکتوب

عادل حکمران، خوش حال عوام

نبی اکرمؐ کے دور میں حبشہ ایک سرسبز و شاداب اور خوشحال ملک تھا۔ یہاں کا حکمران اور یہاں کے عوام مالی لحاظ سے بھی خوشحال تھے اور امن و امان کی صورتحال بھی دیگر ملکوں کی بہ نسبت بہت بہتر تھی۔ حبشہ کا حکمران عادل اور نیک دل تھا۔ اسی لیے نبی اکرمؐ نے نبوت کے پانچویں سال اپنے صحابہ کو حکم دیا تھا کہ وہ مکہ کو چھوڑ کر حبشہ کی جانب ہجرت کر جائیں۔ چنانچہ آنحضورؐ کے صحابہ نے مکہ سے ہجرت کی اور بحیرہ احمر کو عبور کرتے ہوئے حبشہ کی بندرگاہ مسووہ پر جا اترے۔ وہاں سے دو سو کلومیٹر جنوب کی طرف دارالحکومت اکسوم تھا۔ صحابہ نے اس شہر میں رہائش اختیار کر لی اور نہایت امن کے ساتھ یہاں وقت گزارا۔ یہ عرصہ تقریباً پندرہ سالوں پر محیط تھا۔ بادشاہ حبشہ کے دربار میں حضرت جعفرؓ کی معرکہ آرا تقریر بھی سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے اور شاہِ حبشہ کا سورۂ مریم کی آیات سن کر رقت سے آبدیدہ ہو جانا بھی ہماری تاریخ میں محفوظ ہے۔ اس بادشاہ کا نام اصحمہ بن ابجر تھا اور نجاشی اس کا لقب تھا، جس طرح روم اور ایران کے حکمران قیصر و کسریٰ کہلاتے تھے۔ افریقی زبان میں نجاشی کا تلفظ نجوس ہے اور اس کا معنی ہے بادشاہ (بحوالہ اطلس سیرت نبوی از ڈاکٹر شوقی ابوخلیل، اردو طباعت ص ۱۲۱)

خوش بخت شاہِ حبشہ

نجاشی کے نام آنحضورؐ نے جو خط لکھا وہ آپؐ کے صحابی حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ نے اس تک پہنچایا۔ آنحضورؐ نے اپنے خط میں بادشاہِ حبشہ کو بھی اس طرح اسلام کی دعوت دی جس طرح دوسرے ملوک و امرا کو دی تھی۔ نجاشی نے آپؐ کا خط وصول کرتے ہی اسے اپنی آنکھوں سے لگایا

Marfat.com

اور آنحضورؐ پر ایمان لانے کا اعلان کر دیا۔ امام ابنِ قیم نے زاد المعاد میں بیان کیا ہے کہ نجاشی نے اس موقع پر بھرے دربار میں قبولِ اسلام کے بعد جو خطاب فرمایا اس میں آنحضور کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا۔ اس کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے:

''میں گواہی دیتا اور قسم کھاتا ہوں کہ آپؐ وہی نبی امی ہیں جن کا اہلِ کتاب انتظار کر رہے ہیں اور جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے راکب الحمار (گدھے کے سوار) سے حضرت عیسیٰ کی بشارت دی ہے، اسی طرح راکب الجمل (اونٹ سوار) سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش خبری دی ہے اور مجھے آپؐ کی رسالت کا اس درجہ یقین ہے کہ عینی مشاہدے کے بعد بھی میرے اس یقین میں [کوئی] اضافہ نہ ہوگا (ابنِ قیم: زاد المعاد ج ۳، ص ۲۹۰، سیرت خیر الانام ص ۳۰۴)

غائبانہ نمازِ جنازہ

مؤرخین نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ نجاشی نے قبولِ اسلام کے بعد آنحضورؐ کی خدمت میں جوابی خط لکھا اور اپنے قبولِ اسلام کی اطلاع دینے کے ساتھ یہ بھی لکھا کہ اگر آپؐ فرمائیں تو میں خود آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں۔ نجاشی کا خط لے کر اس کا بیٹا اور ولی عہد ساٹھ آدمیوں کے ہمراہ بذریعہ کشتی حجاز کی طرف روانہ ہوا مگر بد قسمتی سے یہ کشتی سمندر میں ڈوب گئی اور اس میں سوار لوگ جاں بحق ہو گئے۔ بہر حال آنحضور کو نجاشی کے قبولِ اسلام کی اطلاع مل گئی اور آپؐ نے اس کو اپنے ملک پر عدل وانصاف کے ساتھ حکمرانی جاری رکھنے کی تلقین فرمائی۔ صحیح بخاری کتاب الجنائز میں یہ حدیث درج ہے کہ آنحضورؐ نے حضرت نجاشی کی وفات پر صحابہؓ کو اس واقعہ کی اطلاع دی اور اپنے اس سچے اور وفادار امتی کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی۔ نجاشی کا انتقال رجب ۹ ہجری میں ہوا۔ حقیقت میں تو نجاشی حضرت جعفرؓ اور ان کے ساتھیوں کی دعوت وتبلیغ کے نتیجے ہی میں مسلمان ہو چکا تھا مگر آنحضورؐ کا خط ملنے پر اس نے با قاعدہ اپنے قبولِ اسلام کا اعلان کیا۔ وقت کے تمام بادشاہوں اور حکمرانوں میں یہ شخص سب سے زیادہ خوش نصیب تھا۔

......❀❀❀......

Marfat.com

مکتوبِ نبوی بنام

مُنذِر بن ساویٰ (شاہِ بحرین)

راعی اور رعایا کا قبولِ اسلام

بحرین ایک چھوٹی سی ریاست تھی جسے اندرونی آزادی حاصل تھی مگر شاہِ ایران نے اسے باجگزار ریاست کے طور پر اپنی قلمرو میں شامل کر رکھا تھا۔ یہاں کا حکمران نسلاً عرب تھا۔ آنحضورؐ نے جب خطوط لکھے تو اس وقت منذر بن ساویٰ تخت نشین تھا۔ آنحضورؐ نے اپنے صحابی حضرت علا بن الحضرمیؓ کے ہاتھ اپنا نامہ مبارک بھیجا۔ جب حضرت علا اس کے پاس پہنچے تو اس نے ان کا استقبال کیا، خط کا مضمون پڑھا اور پھر کچھ سوچ بچار کے بعد اس نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔ اسے معلوم تھا کہ ایران کا شاہ اس بات پر سیخ پا ہوگا مگر اس کی فطرتِ سلیمہ نے اسے سبقت الی الخیر پر آمادہ کر دیا۔

اس عرب حکمران نے اپنے قبولِ اسلام کے بعد آنحضورؐ کی خدمت میں خط بھی تحریر کیا جس میں اطلاع دی کہ نامہ مبارک ملنے کے بعد اس کے علاوہ اس کی رعایا میں سے بھی بعض لوگوں نے دین حق کو قبول کر لیا ہے لیکن بعض لوگ ناگواری کا اظہار بھی کر رہے ہیں جبکہ کچھ عناصر نے تو مخالفت بھی کی ہے۔ میری ریاست میں یہودی اور مجوسی بڑی تعداد میں آباد ہیں۔ ان کے متعلق آپؐ جو ارشاد فرمائیں گے میں اس کی تعمیل کروں گا۔

ذمیوں پر جزیہ

نبی اکرمؐ نے اس کے اس خط کے جواب میں دوسرا خط روانہ فرمایا جس کا مضمون یوں بیان

Marfat.com

کیا گیا ہے: جو نصیحت حاصل کرتا ہے اس کا اپنا ہی بھلا ہے۔ جو نصیحت کو مسترد کر دے اسے زبردستی اسلام میں داخل نہیں کیا جا سکتا۔ جو یہودیت اور مجوسیت پر قائم رہنا چاہیں انھیں اپنے مذہب پر قائم رہنے کی آزادی دی جائے مگر ان پر جزیہ عائد کیا جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے انسان کو آزادیٔ اختیار کا مکمل حق دیا ہے۔ زبردستی کسی کو اس کا مذہب چھوڑنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ یہ واضح ہے کہ اسلام اپنی غیر مسلم رعایا سے قانونِ ملکی اور اسلامی ریاست کی بالادستی تسلیم کرنے کا مطالبہ کرتا ہے۔ یہ ساری رعایا کے لیے لازمی ہے۔ اس کے بدلے میں غیر مسلم رعایا کو ان کے مذہب کے معاملات میں آزادی مل جاتی ہے۔ ان کی جان و مال اور عزت و آبرو کے ساتھ تمام انسانی حقوق کا تحفظ اور ضمانت اسلامی ریاست کی ذمہ داری بن جاتی ہے۔ ان کے اس مکمل تحفظ کے صلہ میں ان سے معمولی ٹیکس وصول کیا جاتا ہے، جسے اسلامی اصطلاح میں جزیہ کہا جاتا ہے۔

......❀❀❀......

Marfat.com

آنحضورؐ کا خط بنام مقوقس

(شاہِ مصر)

کارِ اجر وثواب

مصر کے حکمران کا نام مقوقس تھا۔ اس کے نام بھی آنحضورؐ نے خط لکھا جو حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ اس کے پاس لے کر گئے۔ آنحضورؐ نے حدیبیہ سے واپس آتے ہی صحابہ سے فرمایا کہ آپؐ مصر کے حکمران کے نام خط بھیجنا چاہتے ہیں۔ پھر آپؐ نے پوچھا تم میں سے کون یہ خدمت انجام دینا چاہتا ہے۔ جو یہ خدمت انجام دے گا اس کا اجر وثواب اللہ کے ذمے ہوگا۔ مجلس میں حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے فوراً اٹھ کر عرض کیا یا رسول اللہ میں یہ خدمت انجام دوں گا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا بارک اللہ فیک یا حاطب۔ (اے حاطب اللہ تعالیٰ تجھ کو برکت عطا فرمائے)۔ (السیرۃ الحلبیہ جلد سوم ص ۲۸۰)۔ حق بات کسی فرد تک پہنچانا انسان کے لیے باعثِ اجر وثواب ہوتا ہے۔ اسلام میں یہ ایک مستقل ضابطے اور اصول کی حیثیت سے مسلّم ہے کہ دعوتِ حق اور شہادتِ حق اعلیٰ ترین نیکی ہے۔

مدینہ سے حضرت حاطبؓ مصر کے شہر اسکندریہ پہنچے اور مقوقس کے بارے میں لوگوں سے پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ بادشاہ سلامت سمندر میں ایک کشتی میں بیٹھے اپنے درباریوں سے مشاورت کر رہے ہیں۔ حضرت حاطب نے ایک کشتی کرائے پر لی اور اس پر سوار ہو کر بادشاہ کی کشتی کے قریب پہنچے اور اسے آنحضورؐ کا خط دکھایا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس شخص کو میرے پاس اس کشتی میں لایا جائے۔ چنانچہ انھیں اس کے پاس لے جایا گیا۔ انھوں نے آنحضور کا خط اس کی خدمت میں پیش کیا۔ آنحضورؐ کے اس خط کا پورا متن تاریخ میں محفوظ ہے۔ ڈاکٹر شوقی ابوخلیل نے اسے

Marfat.com

عیون الاثر اور اعلام السائلین کے حوالے سے اطلس سیرۃ النبی میں نقل کیا ہے۔

خط کا متن

یہ خط محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے مصر کے حکمران مقوقس کو لکھا جا رہا ہے۔ سلام ہو اس شخص پر جس نے راہ ہدایت اختیار کی۔ میں تمھیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ مسلمان ہو جاؤ محفوظ رہو گے۔ مسلمان ہو جاؤ اللہ تمھیں دوہرا اجر عطا فرمائے گا لیکن اگر تم اعراض کرو گے تو رعایا کے مسلمان نہ ہونے کا گناہ بھی تمھیں برداشت کرنا ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ يَآهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝

''اے اہل کتاب! آ جاؤ اس بات کی طرف جو ہمارے اور تمھارے درمیان مسلمہ ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور اپنے میں سے کسی کو اللہ کے سوا رب نہ بنائیں۔ اگر اہلِ کتاب نہ مانیں تو اے مسلمانو! تم اعلان کر دو کہ سب لوگ گواہ ہو جائیں کہ ہم مسلمان ہیں۔'' (آل عمران ۳: ۶۴)

ایمان افروز مکالمہ

حضرت حاطبؓ اور مقوقس کے درمیان بہت دلچسپ گفتگو بھی ہوئی جو تاریخ میں محفوظ ہے۔ مقوقس نے کہا کہ میں تمھیں تمھارا دین چھوڑنے کی دعوت دوں تو تم کیا کہو گے؟ اس کے جواب میں حضرت حاطبؓ نے نہایت بلیغ اور حکیمانہ انداز میں فرمایا:

''ہمارا ایک دین ہے۔ ہم اسے تبھی چھوڑ سکتے ہیں جب ہمیں اس سے بہتر دین نظر آئے اور [ہمارا] وہ دین اسلام ہے جو ہر لحاظ سے کافی ہے۔ بے شک اس نبی، حضرت محمد ﷺ نے لوگوں کو دعوت دی، تو سب سے زیادہ مخالفت قریش نے کی اور [تمام قوموں کے درمیان]

Marfat.com

نبی ﷺ کے سب سے بڑے دشمن یہودی ہیں، البتہ عیسائی مسلمانوں کے بہت زیادہ قریب ہیں۔ اللہ کی قسم! حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کی خوش خبری دینا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حضرت محمد ﷺ کی تشریف آوری کی خوش خبری دینا ایک جیسی بات ہے۔ ہمارا آپ کو قرآن مجید کی دعوت دینا ایسا ہے جیسے آپ یہودیوں کو انجیل کی طرف بلاتے ہیں۔ جس امت میں بھی کوئی نبی آ جائے وہ اس نبی کی امت بن جاتی ہے۔ ان پر فرض ہو جاتا ہے کہ اس نبی کی اطاعت کریں۔ اس لحاظ سے آپ بھی ان نبی کریم ﷺ کی امت [امتِ دعوت] میں سے ہیں کیونکہ آپ نے ان کا دور پالیا ہے، نیز ہم آپ کو حضرت مسیح علیہ السلام کے دین سے روکتے نہیں بلکہ ہم تو آپ کو اس کی پابندی کا حکم دیتے ہیں۔"

مقوقس کہنے لگا: "کیا یہ جن کے میں بارے میں آپ بیان کرتے ہیں نبی نہیں؟"

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: "کیوں نہیں؟ آپ اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول ہیں۔"

مقوقس کہنے لگا: "تو پھر کیا وجہ ہے کہ جب انھیں ان کی قوم نے ان کے شہر سے نکالا تو انھوں نے بددعا کیوں نہ کی؟"

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ کیا وہ نبی نہیں تھے؟ تو پھر جب ان کی قوم نے ان کو سولی پر لٹکانے کا ارادہ کیا تو انھوں نے بددعا کیوں نہ کی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کو انھیں اٹھانا پڑا؟"

مقوقس کے تحائف

مقوقس کہنے لگا: "بہت خوب! تم ایک دانا شخص ہو جو کسی دانا شخص کے پاس سے آئے ہو۔"

اس کے بعد مقوقس نے آنحضورؐ کے قاصد کو بہت عزت و احترام کے ساتھ آنحضورؐ کے نام اپنا پیغام دیا جس میں آپؐ کی بھرپور تعریف تھی۔ اس نے آنحضورؐ کے لیے بہت سے تحفے بھی بھیجے۔ مقوقس نے تحفے کے طور پر حضرت ماریہ قبطیہؓ اور حضرت سیرینؓ جو خوبصورت مصری لڑکیاں

Marfat.com

تھیں بھی مدینہ بھجوائیں۔ حضرت ماریہؓ آنحضورؐ کے حرم میں داخل ہوئیں۔ انھی کے بطن سے آنحضورؐ کے بیٹے حضرت ابراہیمؓ پیدا ہوئے تھے۔ حضرت سیرینؓ کو آنحضورؐ نے اپنے صحابی اور شاعرِ اسلام حضرت حسان بن ثابتؓ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ وہ ان کی ملکِ یمین اور بعض روایات کے مطابق ان کی اہلیہ تھیں۔ مشہور سفید خچر دُلدُل جس پر آنحضورؐ سواری کرتے رہے، مقوقس ہی کا روانہ کردہ تھا۔ اس نے بہت سے قیمتی پارچہ جات بھی آپؐ کی خدمت میں بھیجے۔

حضرت ماریہؓ کے مناقب

حضرت ماریہؓ کے بہت سے مناقب بیان کیے گئے ہیں۔ ایک مرتبہ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا: میری دادی محترمہ حضرت ہاجرہ (حضرت اسماعیلؑ کی والدہ) بھی قبطیہ تھیں اور میرے پیارے بیٹے ابراہیم کی والدہ ماریہ بھی قبطیہ ہیں۔ آپؐ کے پہلے فرزندوں کی طرح یہ بیٹے حضرت ابراہیم بھی بچپن ہی میں وفات پا گئے۔ اس موقع پر آنحضورؐ اور حضرت ماریہؓ دونوں بے اختیار رونے لگے مگر آپؐ نے صبر جمیل کا مظاہرہ کیا اور حضرت ماریہؓ کو بھی انتہائی پیار اور شفقت سے صبر کی تلقین فرمائی۔ حضرت ماریہؓ کا بھی کمال ہے کہ انھوں نے اس جانکاہ صدمے پر صبر کیا۔ ایک مرتبہ آنحضورؐ نے فرمایا کہ قبطیوں کے ساتھ اہلِ ایمان کو حسنِ سلوک کرنا چاہیے۔ اس لیے کہ ان سے ہمارا معاہدے کا تعلق بھی ہے اور حضرت ہاجرہؓ اور حضرت ماریہؓ کی نسبت سے نسبی و خونی تعلق بھی ہے۔ مقوقس آنحضورؐ سے صلح کا معاہدہ کرنے کے بعد زندگی بھر اس پر قائم رہا۔

......❀❀❀......

Marfat.com

مکتوبِ نبویؐ بنام والیانِ عمان

تجربہ کار سفیر

عمان بھی عرب علاقوں میں شامل ہے۔ یہاں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں دو بھائی صاحب اقتدار تھے۔ ان کے والد جلندی نے عیسائیت اختیار کر لی تھی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا جیفر حکمران بنا مگر وہ اپنے باپ کی وصیت کے مطابق اپنے بھائی عبد بن جلندی کو امور مملکت میں شریک رکھتا تھا۔ جیفر کا عربی نام جعفر ہی تھا مگر عیسائیت قبول کرنے پر وہ جعفر سے جیفر ہو گیا۔ ان برادران کے پاس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر بھیجا جو نئے نئے مسلمان ہوئے تھے۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اپنی جاہلی زندگی میں بھی ایک کامیاب سفارت کار کے طور پر مختلف ممالک کے حکمرانوں کے ہاں قبیلہ قریش کی نمائندگی کر چکے تھے۔ مہاجرین حبشہ کو واپس لانے کے لیے قریش نے جو دو رکنی وفد نجاشی کے دربار میں بھیجا تھا اس میں عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عمرو بن العاص شامل تھے۔ یہ مہاجرین کو واپس لے جانا چاہتے تھے مگر اس میں انھیں کامیابی حاصل نہ ہو سکی تھی۔

کامیاب سفر

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک لے کر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ عمان پہنچے تو پہلے ان کی ملاقات عبد بن جلندی سے ہوئی۔ وہ بڑا خوش خلق انسان تھا۔ حضرت عمروؓ نے اسے اپنی آمد کا مقصد بتایا تو اس نے کہا کہ اصلی حکمران تو میرا بھائی ہے میں اس سے تمھاری ملاقات کروائے دیتا ہوں۔ عبد اور اس کا بھائی پہلے سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو جانتے تھے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے اس سفر کی روداد مختلف تاریخوں میں مذکور ہے۔ زاد المعاد میں حافظ ابنِ

Marfat.com

قیمؒ نے جو تفصیلی تذکرہ کیا ہے اس کے مطابق یہ دونوں بھائی بالآخر مسلمان ہو گئے تھے۔ حضرت عمروؓ چندروز عمان میں مقیم رہے اور بادشاہ اور اس کے بھائی دونوں سے ان کی کئی نشستیں ہوئیں۔

درسِ عبرت

اس واقعہ کی کچھ تفصیل اس لیے یہاں لکھی جا رہی ہے کہ اس میں آج کے مسلمان حکمرانوں کے لیے ایک بہت بڑا درس ہے۔ ان دونوں بھائیوں نے ایک موقع پر جب سوپر طاقتوں کا تذکرہ کیا تو حضرت عمروؓ نے کہا کہ سوپر تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے کوئی مخلوق کسی کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتی۔ جب حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضرت نجاشی کے مسلمان ہونے کا تذکرہ کیا تو عمانی شہزادے کو بڑا تعجب ہوا اور اس نے آغاز میں اسے جھوٹ سمجھا، چنانچہ اس نے سوال کیا کہ عمروؓ! تم جو کچھ کہہ رہے ہو یہ درست نہیں اور تم جانتے ہو کہ انسان کے لیے جھوٹ سے بڑھ کر کوئی چیز ذلت بخش نہیں ہوتی۔ حضرت عمروؓ نے اس کے جواب میں کہا: ''میں نے جھوٹ نہیں کہا اور اسلام میں جھوٹ بولنا جائز بھی نہیں''۔ اس کے بعد ان دونوں کے درمیان درج ذیل مکالمہ ہوا۔

عبد: ہرقل نے کیا کیا؟ کیا اسے نجاشی کے اسلام لانے کا حال معلوم ہے؟

عمرو بن العاصؓ: ہاں

عبد: تم کیونکر ایسا کہہ سکتے ہو؟

ہرقل کی عقل مندی

عمرو بن العاصؓ: نجاشی ہرقل کو خراج دیا کرتا تھا۔ جب سے مسلمان ہوا ہے، کہہ دیا ہے کہ اب وہ اگر ایک درہم بھی مانگے گا تو نہ دوں گا۔ ہرقل تک یہ بات پہنچ گئی۔ ہرقل کے بھائی بناق نے کہا یہ نجاشی حضور کا ادنیٰ غلام اب خراج دینے سے انکار کرتا ہے اور حضور کے دین کو بھی اس نے چھوڑ دیا ہے۔ ہرقل نے کہا: پھر کیا ہوا؟ اس نے اپنے لیے ایک مذہب پسند کر لیا اور قبول کر لیا، میں کیا کروں؟ بخدا اگر اس بادشاہی کا مجھے خیال نہ ہوتا تو میں بھی وہی کرتا جو نجاشی نے کیا ہے۔

عبد: دیکھو عمرو کیا کہہ رہے ہو؟

Marfat.com

عمرو بن العاصؓ: قسم ہے خدا کی سچ کہہ رہا ہوں۔

تعلیماتِ اسلام

عبد: اچھا بتاؤ وہ کن چیزوں کے کرنے کا حکم دیتا ہے؟ اور کن چیزوں سے منع کرتا ہے؟

عمرو بن العاص: وہ اللہ عزوجل کی اطاعت کا حکم دیتے ہیں اور معصیت الٰہی سے روکتے ہیں۔ وہ زنا اور شراب کے استعمال سے اور پتھروں، بتوں اور صلیب کی پرستش سے منع فرماتے ہیں۔

عبد: کیسے اچھے احکام ہیں جن کی وہ دعوت دیتے ہیں۔ کاش میرا بھائی میری رائے قبول کرے، ہم دونوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر ایمان لائیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر میرے بھائی نے اس پیغام کو رد کیا اور دنیا ہی کا راغب رہا تو وہ اپنے ملک کے لیے بھی سراپا نقصان ثابت ہوگا۔

عمرو بن العاص: اگر وہ اسلام قبول کرے گا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی کو اس ملک کا بادشاہ تسلیم فرمالیں گے۔ وہ صرف اتنا کریں گے کہ یہاں کے اغنیا سے صدقہ وصول کر کے یہاں کے غربا میں تقسیم کرا دیا کریں گے۔ (رحمۃ للعالمینؐ: ۱۵۳-۱۵۴)

عبد دل سے مطمئن ہو چکا تھا کہ اسلام ہی سچا دین ہے اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی ایمان افروز کی گفتگو سے اس کے دل سے گرد و نواح کے بادشاہوں کا خوف بھی نکل چکا تھا مگر اصل فیصلہ تو اس کے بھائی کو کرنا تھا جو حکمران تھا۔ اس دوران عبد اپنے بھائی کو بھی ہر روز کچھ نہ کچھ باتیں بتا دیا کرتا تھا۔ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری تحریر فرماتے ہیں:

"ایک روز عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو بادشاہ نے طلب کیا، چوبداروں نے دونوں جانب سے بازو تھام کر انھیں بادشاہ کے حضور پیش کیا۔ بادشاہ نے فرمایا اسے چھوڑ دو۔ چوبداروں نے چھوڑ دیا۔ یہ بیٹھنے لگے تو چوبداروں نے پھر ٹوکا، انھوں نے بادشاہ کی طرف دیکھا، بادشاہ نے کہا بولو تمھارا کیا کام ہے؟

عمرو بن العاصؓ نے خط دیا جس پر مہر ثبت تھی۔

جیفر نے مہر توڑ کر خط کھولا، پڑھا، پھر بھائی کو دیا اس نے بھی پڑھا اور عمرو بن العاصؓ نے

Marfat.com

دیکھا کہ بھائی زیادہ نرم دل ہے۔

سوال و جواب

بادشاہ نے پوچھا، کہ قریش کا کیا حال ہے؟

عمرو بن العاص نے کہا کہ سب نے طوعاً و کرہاً اس کی اطاعت اختیار کرلی ہے۔

بادشاہ نے پوچھا اس کے ساتھ رہنے والے کون لوگ ہیں؟

عمرو بن العاصؓ: یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اسلام کو رضا و رغبت سے قبول کیا۔ سب کچھ چھوڑ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو اختیار کرلیا ہے اور پورے غور و فکر اور عقل و تجربہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانچ کرلی ہے۔

بادشاہ نے کہا: اچھا، تم کل پھر ملنا۔

عمرو بن العاصؓ دوسرے دن بادشاہ کے بھائی سے پہلے ملے، وہ بولا کہ اگر ہماری حکومت کو صدمہ نہ پہنچے تو بادشاہ مسلمان ہو جائے گا۔

عمرو بن العاصؓ پھر بادشاہ سے ملے۔

تجربہ کار سفیر

بادشاہ نے کہا: میں نے اس معاملہ میں غور کیا، دیکھو اگر میں ایسے شخص کی اطاعت اختیار کرتا ہوں جس کی فوج ہمارے ملک تک نہیں پہنچی تو میں سارے عرب میں کمزور سمجھا جاؤں گا حالانکہ اگر اس کی فوج اس ملک میں آئے تو میں ایسی سخت لڑائی لڑوں کہ تمھیں کبھی سابقہ نہ ہوا ہو۔

عمرو بن العاصؓ: بہتر میں کل واپس چلا جاؤں گا۔

بادشاہ نے کہا نہیں کل تک ٹھہرو۔

دوسرے دن بادشاہ نے انھیں آدمی بھیج کر بلایا اور دونوں بھائی مسلمان ہو گئے اور رعایا کا اکثر حصہ بھی اسلام لے آیا۔" (رحمۃ للعالمین: ص ۱۵۵)

Marfat.com

نبی رحمت ﷺ کا خط

بنام شُرَحبیل بن عمرو غسانی

قیصر روم کی باجگزار ریاستوں میں کئی چھوٹی چھوٹی امارتیں شامل تھیں۔ قبیلہ غسان شام کے کچھ حصے پر حکمران تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں شُرَحبیل بن عمرو غسانی یہاں کا حاکم تھا۔ موجودہ ملک اردن بھی اس کی قلم رو کا حصہ تھا۔

سفیر کی شہادت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب شاہان وملوک کے نام خطوط کا سلسلہ شروع کیا تو اس حکمران کے نام بھی خط لکھا۔ آپ کا خط لے کر جانے والے صحابی حضرت حارث بن عمیر ازدی تھے۔ انھوں نے مکتوب گرامی موتہ کے مقام پر اس حکمران کو پہنچایا۔ اس دور کے تمام حکمرانوں میں سے سب سے بدترین ردعمل اسی نے ظاہر کیا۔ اس بدبخت نے صحابی رسول کو گرفتار کر کے باندھ دینے کا حکم دیا۔ پھر انھیں نہایت سنگدلی سے شہید کروا دیا۔ صحابی رسول اپنا فرض ادا کرنے کے بعد جان کا نذرانہ پیش کر کے سرخ رو ہو گئے مگر اس ظالمانہ شاہی فیصلے کے نتیجے میں مدینہ کی اسلامی ریاست کے لیے ایک بڑا چیلنج پیدا ہو گیا۔ ہر مسلمان کی جان محترم و مکرم ہے اور حدیثِ رسول میں اس کی حرمت خانہ کعبہ کی حرمت سے بھی زیادہ بیان کی گئی ہے۔

حرمتِ مومن

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، قَالَ: نَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْكَعْبَةِ، فَقَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مَا أَطْيَبَكِ، وَأَطْيَبَ رِيْحَكِ، وَأَعْظَمَ حُرْمَتَكِ ! وَالْمُؤْمِنُ أَعْظَمُ حُرْمَةً مِّنْكِ، إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ جَعَلَكِ حَرَامًا، وَحَرَّمَ

Marfat.com

مِنَ الْمُؤْمِنِ مَالَهُ وَدَمَهُ وَعِرْضَهُ، وَأَنْ نَّظُنَّ بِهٖ ظَنًّا سَيِّئًا.

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے ایک دن بیت اللہ شریف میں خانہ کعبہ کی طرف نظر اٹھائی اور فرمایا: "اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ اے کعبہ! تو کس قدر پاکیزہ ہے، تیری خوش بو کتنی پاکیزہ ہے اور تیری حرمت کتنی عظیم ہے۔ [جان لو کہ] مومن کی حرمت تیری حرمت سے بھی کہیں عظیم تر ہے۔ اللہ جل جلالہ نے تجھے حرمت بخشی ہے تو اسی نے مومن کے مال، جان اور عزت کو بھی حرمت سے نوازا ہے اور اس نے مومن کے بارے میں بدگمانی سے منع فرمایا ہے"۔ (المعجم الکبیر للطبرانی ج۹، ص ۲۵۰)

اسی مضمون کی ایک اور روایت امام طبرانی نے بیان کی ہے جس کے راوی عمرو بن شعیب ہیں جو اپنے باپ اور وہ اپنے باپ سے یہ روایت بیان کرتے ہیں۔ (المعجم الاوسط ج ۱۲، ص ۴۵۸)

اتباعِ سنت کی اعلیٰ مثال

حضرت عبداللہ بن عمرؓ جو نبی اکرمؐ کی ہر ادا کو حرزِ جان بنالیا کرتے تھے، آنحضورؐ کی اسی حدیث کو بیان کرتے ہوئے ایک مرتبہ خانہ کعبہ کے سامنے آنحضورؐ کے اتباعِ سنت میں خانہ کعبہ پر نظریں گاڑتے ہوئے آنحضورؐ کے الفاظ دہرانے لگے:

وَنَظَرَ ابْنُ عُمَرَ يَوْمًا إِلَى الْبَيْتِ أَوْ إِلَى الْكَعْبَةِ فَقَالَ مَا أَعْظَمَكِ وَأَعْظَمَ حُرْمَتَكِ وَالْمُؤْمِنُ أَعْظَمُ حُرْمَةً عِنْدَ اللّٰهِ مِنْكِ.

"اے کعبہ! تو بہت عظیم ہے، تیری حرمت بھی بہت عظمت والی ہے اور بندۂ مومن کی حرمت اللہ کے ہاں تیری حرمت سے بھی بڑھ کر ہے" (سنن ترمذی ج ۷، ص ۳۳۷)

اسلام نے انسانیت کو امن کا پیغام دیا، تہذیب و ثقافت سکھائی اور غیر مہذب، اجڈ اور وحشی معاشرے کو ایک مثالی معاشرہ بنا دیا۔ اسلام کے خلاف جس قدر زہریلا پراپیگنڈہ کیا جاتا ہے اور اسے دہشت گردی سے منسلک کرنے کی جتنی بھی ناپاک جسارتیں تاریخ کے مختلف ادوار میں ہوتی

Marfat.com

رہی ہیں، ان کی حیثیت جھوٹ کے طومار کے علاوہ کچھ نہیں۔ اسلام میں کبھی کسی کا ناحق خون گرانے کی اجازت نہیں دی گئی۔ خاص طور پر سفیر اور قاصد کی زندگی تو دنیا کے ہر قانون اور ہر قوم کی روایات میں ہمیشہ محفوظ قرار دی گئی ہے۔

مظلوم کا قصاص

بدبخت غسانی حکمران کی اس ظالمانہ کارروائی کی اطلاع مدینہ میں پہنچی تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ بہت پریشان ہوئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فی الفور یہ فیصلہ کیا کہ اس ظلم کا بدلہ اور بے گناہ صحابی کے خون کا قصاص لینا اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔ آپؐ نے تمام خطرات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے تین ہزار صحابہ پر مشتمل ایک لشکر موتہ کی طرف روانہ فرمایا جس کی سربراہی کے لیے آپؐ نے تین صحابہ کو نامزد کیا۔ غزوۂ موتہ کے حالات آگے تفصیلاً آرہے ہیں۔

......❀❀❀......

Marfat.com

حاکمِ یمامہ کے نام خط

حکومت میں شراکت کا مطالبہ

جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جزیرہ نمائے عرب کے باہر بڑی بڑی سلطنتوں کے تاجداروں کے نام خطوط لکھے اسی طرح عرب کے اندر قوم کے سرداروں کو بھی جنھیں ان کے قبائل کے درمیان حکمران کا درجہ حاصل تھا بذریعہ خطوط دعوت دی۔ یمامہ کے علاقے میں یوں تو بہت سے مقتدر سردار موجود تھے مگر قبیلہ بنوحنیفہ کا ایک سردار ان میں سے سب سے زیادہ صاحب اثر درسوخ تھا۔ اس کا نام ہَوذہ بن علی الحنفی تھا۔ آپؐ نے اسے اسلام کی دعوت پر مشتمل خط لکھا۔ آپؐ کا مکتوب گرامی حضرت سُلَیط بن عمرو العامریؓ نے اس تک پہنچایا۔ اس نے خط پڑھنے کے بعد آپ کے قاصد سے مختلف سوالات کیے۔ جب اسے یہ معلوم ہوا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی ہونے کے ساتھ ایک ریاست بھی قائم کی ہے اور آپؐ اس کے سربراہ ہیں تو اس نے مطالبہ کیا کہ اسلامی ریاست میں اسے بھی حصہ دار بنایا جائے تو وہ یہ دین قبول کرنے کے لیے تیار ہے۔ حضرت سُلَیطؓ نے جواب دیا کہ اسلام تو اللہ کا دین ہے اسے غیر مشروط قبول کیا جاتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ وہ اس کی یہ خواہش مدینہ کی ریاست تک پہنچا سکتے ہیں اس کا فیصلہ نہیں کرسکتے ہیں۔

ترغیب جائز، دھونس مردود

اس عرب سردار نے آپؐ کے قاصد کو اپنی قبائلی روایت کے مطابق کچھ تحائف پیش کیے مگر اسلام قبول کرنے سے مجتنب رہا۔ جب قاصد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر روداد بیان کی تو آپؐ نے فرمایا: خدا کی قسم، اگر وہ اسلام قبول کرنے کے عوض میں

Marfat.com

بالشت بھر جگہ کا مطالبہ بھی کرے گا تو اسے نہ دی جائے گی۔ تاریخ میں مذکور ہے کہ وہ شخص کچھ عرصے بعد ہلاک ہو گیا۔

اس واقعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام قبول کرنے کے لیے کوئی شخص اگر شرطیں لگائے تو اس کی شرطیں اور مطالبات مسترد کر دیے جاتے ہیں۔ البتہ تاریخ اسلام اور سنت نبویؐ سے یہ ثابت ہے کہ غیر مشروط طور پر اسلام میں داخل ہونے کے بعد بہت سارے لوگوں کو بڑے بڑے انعامات سے نوازا گیا۔ جہاں تک غیر مسلموں کی تالیف قلب کا سوال ہے وہ اس سے مختلف معاملہ ہے کیونکہ اس میں ان کے دلوں کو نرم کرنے اور بطیبِ خاطر اسلام میں داخل ہونے کی ترغیب ہے۔

......❀❀❀......

Marfat.com

پاپائے روم کے نام خط

ایک خط کا تذکرہ مؤرخین نے کیا ہے مگر اس کے قاصد کا نام کہیں سے معلوم نہیں ہو سکا۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے الوثائق السیاسیة میں ضغاطر الاسقف کے نام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوتی خط کا ذکر کیا ہے مگر اس کی تفصیلات معلوم نہیں ہو سکیں۔ غالباً یہ شخص روم کا پوپ تھا۔ خط کا مضمون اس طرح ہے: ''سلام ہو، اس پر جو ایمان لائے۔ اس کے بعد آپ کو معلوم ہو ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ عیسیٰ بن مریم اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں، جو اس نے مریم طیبہ کو القا کیا تھا۔ میں ایمان لاتا ہوں، اللہ پر، ان تعلیمات پر، جو ابراہیم، اسحاق، یعقوب [علیہم السلام] اور ان کی اولاد پر نازل ہوئی تھیں، اور ان تعلیمات پر، جو موسیٰ عیسیٰ اور دوسرے نبیوں پر ان کے رب کی طرف سے نازل ہوئیں۔ ہم ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے، اور ہم اللہ کے آگے سر تسلیم خم کرتے ہیں۔ سلام ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرتا ہے۔''

رومی سلطنت میں پوپ کو تقدس کا درجہ حاصل تھا اور اسے امورِ سلطنت میں براہِ راست مداخلت کا حق اگرچہ نہ دیا جاتا تھا، تاہم اسے بہت بڑی جاگیر سے نوازا گیا تھا اور اس کا بے پناہ رعب ہوا کرتا تھا۔ انگریزی زبان کی کہاوت ہے "To live in Rome and fight with the pope" یعنی دریا میں رہنا اور مگر مچھ سے بیر؟ یہ کیسے ممکن ہے؟ بعد کے ادوار میں اسی ریاست (موجودہ اٹلی) میں چھوٹا سا علاقہ ویٹیکن (Vatican) کے نام سے مختص کر دیا گیا جو آج تک پوپ کے زیرِ انتظام ہے۔

عالم مغرب کی سیاست

عیسائیت نے اٹھارویں صدی میں عالمِ اسلام کے زوال کے بعد، اپنے استعماری پنجے

Marfat.com

گاڑے اور مسلم دنیا کو زیر تسلط لانے کے لیے اپنی تجارتی اور عسکری مہمات شروع کیں تو پاپائیت اور کلیسا پوری طرح استعماری قوتوں کا مؤید ومعاون تھا۔ عالمِ اسلام میں اسی دور میں گرجا گھروں اور عیسائی سیمینیروں (Seminaries) اور دیگر اداروں کا جال پھیلایا گیا۔ مغرب کو جو بالادستی حاصل ہوئی، اس کے سیاسی میدان سے نکل جانے اور عالمِ اسلام کو آزادی مل جانے کے باوجود عملاً ابھی تک وہ ہم پر مسلط ہے۔ پاپائے روم کو دنیا کے تمام ممالک (بشمول مسلم ممالک) میں ایک سربراہِ مملکت (Head of state) کا پروٹوکول دیا جاتا ہے۔

ویٹی کن سٹی خالص مذہبی ریاست ہے جس کا درجہ ایک شہری ریاست (City State) کی طرح ہے۔ یہ روم شہر کے اندر واقع ایک چھوٹی سی کالونی سمجھ لیجیے۔ ویٹی کن پہاڑی روم شہر سے گزرنے والے دریائے ٹائبر کے دائیں کنارے پر واقع ہے اور اسی کے اوپر یہ بستی آباد کی گئی ہے۔ ۱۹۵۹ء میں یہ کئی ایک ریاستوں کا مجموعہ تھا جو سب پوپ کے زیرانتظام تھیں، اس زمانے میں اس کا رقبہ چوالیس ہزار مربع کلومیٹر کے قریب تھا جبکہ موجودہ رقبہ صرف ۴۴ء مربع کلومیٹر ہے۔ اس کے باوجود اسے ایک ریاست کا درجہ حاصل ہے جو دنیا کی تاریخ میں ایک انوکھی مثال ہے۔ آنحضورؐ کے دور میں بھی پوپ مذہبی تقدس کے ساتھ ساتھ سیاسی اور سماجی مقام ومرتبے کا حامل تھا۔

ایک اہم بات یہ ہے کہ کوئی بھی سیاح جب ویٹی کن کے دروازے پر پہنچتا ہے تو اسے بتایا جاتا ہے کہ ویٹی کن کے اندر اسے تمام آداب ملحوظ رکھ کر گھومنا پھرنا ہوگا۔ خواتین کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ ننگے سر ''مقدس ریاست'' میں داخل نہیں ہوسکتیں۔ افسوس ہے کہ یورپ کے نام نہاد مہذب معاشروں میں مسلمان عورت کو جو اپنے دینی شعائر کے تحت پردہ کرنا چاہتی ہے، پردے اور حجاب کی اجازت نہیں، جبکہ ویٹی کن میں خواتین سے حکماً یہ پابندی کرائی جاتی ہے۔

Marfat.com

ذوالکلاع حِمیَری کے نام خط

عظیم عمارت کے کھنڈرات

یمن حضرموت اور طائف کے درمیان آباد قبائل پر بنو حمیر سے تعلق رکھنے والے اس سردار کی حکمرانی تھی۔ قبیلہ حمیر تاریخ میں ایک بہت معروف اور طاقت ور قبیلہ شمار ہوتا ہے۔ یمن کے علاقے میں صدیوں تک اس خاندان کے اقتدار کا ڈنکا بجتا رہا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں اگرچہ حمیر کی وہ شان وشوکت نہ رہی تھی مگر پھر بھی عظیم عمارت کے کھنڈرات کی اپنی ایک شان تھی۔ ذوالکلاع بادشاہ تھا اور فرعون کی طرح اپنے آپ کو خدا کہلایا کرتا تھا۔ اس کے دربار میں حاضر ہونے والے جب تک اسے سجدہ نہ کرلیتے شرف باریابی نہ پاسکتے تھے۔ اس تک بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت پہنچائی۔

واہ خوش نصیب انسان!

یہ معلوم نہ ہوسکا کہ یہ دعوت ان وفود کے ذریعے پہنچائی گئی جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف علاقوں میں بھیجے اور انھوں نے رؤسا تک زبانی دعوت اسلام پہنچائی یا کوئی خط اس کے پاس بھیجا گیا۔ البتہ یہ بات معلوم ہے کہ اس خوش بخت انسان نے جو خدا کہلایا کرتا تھا خدائی کا دعویٰ ترک کرکے اسلام قبول کیا اور بندگیِ رب کی حلاوت سے مالا مال ہوا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد اسے اپنی سابقہ روش پر بہت ندامت ہوئی اور اس نے ایک دن میں اٹھارہ ہزار غلام آزاد کیے۔ اس کی زندگی مشہور صوفی بزرگ حضرت ابراہیم بن ادہم سے کافی مشابہ ہے۔ اس نے بادشاہی چھوڑ کر زہد کی زندگی اپنائی اور خلافتِ فاروقی میں اپنے علاقے سے ترک وطن کرکے مدینہ منورہ میں مستقل سکونت اختیار کرلی۔

......❀❀❀......

Marfat.com

نامہ نبویؐ بنام حارث غسانی

(حاکم دمشق)

قبولِ اسلام باعثِ عزت اور ذریعۂ نجات

جس طرح موتہ کا حکمران غسانی تھا، اسی طرح شام کے مرکزی علاقے دمشق اور اس سے ملحقہ خطوں پر بھی اسی خاندان سے تعلق رکھنے والا ایک امیر حارث بن ابی شمر غسانی حکمران تھا۔ اسے بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خط لکھا تھا جو حضرت شجاع بن وہب الاسدیؓ اس کے پاس لے کر گئے تھے۔ آپؐ نے اپنے خط میں اسے اسلام کی دعوت دی اور فرمایا کہ اسلام قبول کر لینے کی صورت میں تم اپنی سلطنت پر قائم رہو گے۔ اسلام قبول کر لینے سے انسان کا بھلا ہی بھلا ہوتا ہے۔ اس کے جواب میں اس نے کہا مجھ سے میری بادشاہت کون چھین سکتا ہے اور اسلام قبول نہ کیا۔ یہ شخص اگر داخلِ اسلام ہو جاتا تو اپنی حکومت پر بھی قائم رہتا، اس کی عزت و وقار میں بھی اضافہ ہوتا اور آخرت میں بھی نجات اور بلندیٔ درجات کا مستحق قرار پاتا۔

دھمکی ٹھس ہوگئی

ابنِ قیم نے زاد المعاد میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مختصر خط کا پورا متن دیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ من محمد رسول اللہ الی الحارث بن ابی شمر: سلام علی من اتبع الھدیٰ و آمن باللہ وصدق۔ وانی ادعوك الیٰ ان تومن باللہ وحدہ لاشریك لہٗ یبقیٰ لك ملك (زاد المعاد، ج۳، ص۶۰۸) [ترجمہ ''اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان از حد رحم کرنے والا ہے۔ یہ خط اللہ کے رسول محمدؐ کی طرف سے حارث بن ابی شمر کے نام ہے۔ جو شخص ہدایت کی پیروی اختیار کرے گا، اس کے لیے

Marfat.com

سلامتی ہے، ہدایت، اللہ پر ایمان اور [اس کے رسول کی] تصدیق ہے، میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لے آؤ تمھاری حکومت باقی اور سلامت رہے گی۔''

مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ حارث بھی شرحبیل غسانی کی طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مضمون سن کر بہت سیخ پا ہوا مگر اس نے آپؐ کے ایلچی سے کوئی تعرض نہ کیا۔ البتہ اشتعال میں آ کر کہنے لگا کہ یہ کون شخص ہے جسے میں جانتا تک نہیں ہوں اور جو مجھے اب ایسا خط لکھتا ہے جس میں مجھ سے میرا ملک چھین لینے کی دھمکی پنہاں ہے۔ جواب میں اس نے دھمکی دیتے ہوئے کہا کہ میں ابھی اپنی فوج کے ذریعے اس کا مزاج درست کر دوں گا۔

اشتعال ٹھنڈا ہو گیا

امام زرقانی کے مطابق قیصر روم کو اس کے عزائم کا پتا چلا تو اس نے اسے اس ارادے سے منع کر دیا۔ چنانچہ اس نے قیصر کی نصیحت پر عمل کیا اور حضرت شجاعؓ کے ذریعے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام بھیجا۔ آپؐ کے بارے میں اچھے جذبات کا اظہار کیا اور ایک مثقال سونا بھی آپؐ کی خدمت میں بھیجا تاہم یہ حکمران اسلام قبول کرنے سے انکاری ہی رہا۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے سیرۃ خیر الانام، اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ص ۳۰۶)

......❀❀❀......

Marfat.com

نامہ نبویؐ بنام اُسقف

مُرَیحَنّہ بن رُوبہ اور اَیلہ کے باشندوں اور ان کے سرداروں کے نام!

تم پرامن لوگ ہو۔ میں تمھارے سامنے اللہ کی حمد بیان کرتا ہوں، وہ ذات جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ میں اس وقت تک تم سے لڑنا نہیں چاہتا، جب تک کہ تمھیں خط لکھ کر اتمامِ حجت نہ کرلوں۔ چنانچہ تم اسلام لاؤ، یا جزیہ دو اور اللہ، کے رسول، اور اس کے رسول کے سفیروں کی اطاعت کرو، ان کا احترام کرو، اور ان کو معزز مہمانوں کی طرح تکریم دو۔ [خصوصاً] زید کو [لمبے سفر کی وجہ سے] نئے لباس کی ضرورت ہے، اسے اچھا لباس پہناؤ۔ اگر میرے سفیر [تم سے] راضی ہوئے تو میں راضی ہوں گا۔ [باقی رہا] جزیہ تو وہ معلوم و معروف اور اس کی تشریح میرے سفیر کردیں گے۔

اگر تم چاہتے ہو کہ خشکی اور تری میں امن رہے تو اللہ اور اس کے رسول کی پیروی کرو۔ تم سے ہر وہ مطالبہ روک لیا جائے گا جو عرب و عجم کے لوگوں سے حکمران کیا کرتے تھے، سوائے اللہ اور اس کے رسول کے حق کے۔

اگر تم نے ان [میرے سفیروں] کو مسترد کردیا اور ان کو راضی نہ کیا تو پھر میں تم سے کچھ بھی نہیں لوں گا۔ پھر تو تمھیں مقابلے کے لیے تیار رہنا ہوگا۔ اس صورت میں تمھارے چھوٹوں کو قید کرلوں گا اور بڑوں کو قتل کروں گا۔ میں اللہ کا سچا رسول ہوں۔ میں اللہ پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتا ہوں، اور مسیح بن مریم پر اس حوالے سے ایمان لاتا ہوں کہ وہ اللہ کا کلمہ ہیں اور ان پر اس حوالے سے بھی ایمان لاتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔

تم آجاؤ، قبل اس کے کہ تمھیں کوئی نقصان پہنچے۔ میں نے اپنے سفیروں کو تمھارے بارے

Marfat.com

میں تاکیدی حکم کیا ہے۔ حرملہ کو تین وسق جَو دے دو۔ حرملہ تمھارا سفارشی ہے۔ اگر یہ شخص نہ ہوتا، تو واللہ میں تم سے مراسلت نہ کرتا، یہاں تک کہ تم فوج کو [سامنے] دیکھ لیتے۔

اگر تم نے میرے سفیروں کی بات مانی تو اللہ، محمد اور جو بھی ان کے ساتھ ہیں، سب تمھارے محافظ ہوں گے۔

میرے سفیر شُرَحْبِیْل، اُبَی، حرملہ اور حُریث بن زید الطائی ہیں۔ انھوں نے تمھارے ساتھ جو بھی طے کیا، میں اس سے راضی ہوں گا۔ تمھیں اللہ کا اور محمد کا ذمہ حاصل ہوگا۔

تم پر سلام ہو، اگر تم بات مانتے ہو۔

اہل مقنا کو اپنی زمین کی طرف بھیجنے کا انتظام کر دو۔

(ڈاکٹر محمد حمید اللہ، مجموعة الوثائق السیاسیة فی العهد النبوی والخلافة الراشدة، مطبعة لجنة التالیف والترجمة والنشر، القاهرة، ۱۹۴۱ء ص ۳۲۔۳۳)

......❀❀❀......

Marfat.com

Marfat.com

باب ہشتم

یہودِ خیبر

Marfat.com

نبیٔ مہربانؐ کی دور اندیشی

خیبر اور اُس کا ماحول

خیبر مدینہ منورہ سے اسّی میل کے فاصلے پر شمال کی جانب ایک بڑی آبادی تھی۔ اس وقت کے حالات کے مطابق خیبر اپنی عددی قوت اور مادی وسائل کے لحاظ سے ایک طاقت ور خطہ تھا۔ خیبر میں آباد یہودی قبائل کی صفوں میں ہزاروں مردانِ جنگی موجود تھے۔ مغازی پر لکھی گئی مؤرخ واقدی کی کتاب جلد دوم میں ان مردانِ جنگی کی تعداد دس ہزار بتائی گئی ہے۔ ان کے پاس بہترین اسلحہ بھی تھا اور کم وبیش ہر محلے بلکہ ہر بڑے سردار کے محل میں مکمل جنگی قلعے کا ماحول اور سامان موجود رہتا تھا۔ خیبر میں آباد یہودی قبائل کی ہر شاخ کا ایک بڑا قلعہ تھا۔ اس کے علاوہ چھوٹی چھوٹی گڑھیاں بھی تعمیر کی گئی تھیں۔ ان سب کی پوزیشن یوں تھی کہ یہ دو اور تین منزلہ عمارتوں پر مشتمل تھیں۔ بالائی منزلوں میں اس انداز میں دریچے اور کھڑکیاں رکھی گئی تھیں کہ ان سے گردونواح کے ماحول میں ہونے والی کوئی تبدیلی اور تحرک بخوبی نظر آسکتا تھا۔ نیز حرب وضرب کی صورت میں مسلح جنگ جُو اپنی جنگی پوزیشنیں سنبھال کر حملہ آوروں پر ہتھیاروں، بالخصوص تیر کمان اور منجنیق کا کامیاب استعمال عمل میں لا سکتے تھے۔ نیز خود کو دشمن کی طرف سے آنے والے تیروں سے محفوظ بھی رکھ سکتے تھے۔

جنگوں سے محفوظ آبادی

خیبر کی یہودی آبادی میں دو طرح کے لوگ تھے۔ ایک وہ جو بنی اسرائیل سے تعلق رکھتے تھے اور تاریخ کے مختلف ادوار میں کم وبیش اسی انداز میں فلسطین اور کنعان کے علاقوں سے نکلے تھے جس طرح یثرب میں بسنے والے یہودیوں کی تاریخ میں بیان کیا جا چکا ہے۔ دوسرے وہ جو نسلاً تو عرب

Marfat.com

تھے مگر یہودیوں کے ساتھ رہتے ہوئے امتدادِ زمانہ کے ساتھ یہودیت اختیار کر چکے تھے۔ یثرب کے یہودیوں کے برعکس خیبر کے یہودیوں نے اگرچہ اپنے دفاع اور جنگی ضروریات کا بھرپور اہتمام کر رکھا تھا مگر ان کی کوئی بڑی باہمی جنگ یا گردونواح کے عرب قبائل کے ساتھ علاقائی وقبائلی لڑائی تاریخ میں مذکور نہیں ہے۔ چھوٹی موٹی جھڑپیں اگر کبھی کوئی ہوئیں بھی تو وہ قابلِ ذکر نہیں۔ یثرب کے یہودیوں کی طرح خیبر کے یہودی بھی سودی کاروبار کرتے تھے۔ اس کے علاوہ یہاں کی زمینیں مدینہ سے بھی زیادہ زرخیز اور وسیع تھیں اور ان میں کھجور کے علاوہ دیگر پھل انار، انگور اور سیب اور غلے میں گندم اور جو بڑی مقدار میں پیدا ہوتے تھے۔ وہ تمام سبزیاں جن کا مطالبہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰؑ سے کیا تھا، بھی یہاں وافر مقدار میں اُگائی جاتی تھیں۔ یہاں سے قابلِ ذخیرہ سبزیاں دیگر علاقوں میں بھی جاتی تھیں۔ یہودِ خیبر دیگر یہودیوں کی طرح بلکہ ان سے بھی زیادہ خوش حال اور متمول تھے۔ تاریخی طور پر یہودِ یثرب آنحضورؐ سے معاہدوں کے باوجود آپؐ کے خلاف روزِ اول ہی سے فتنے اٹھانے میں مصروف ہوگئے۔ اس کے برعکس خیبر کے یہودی اگرچہ پیغمبرِ اسلام کی آمد اور دینِ اسلام کی قبولیت کی خبریں سن کر پریشان ہوگئے تھے لیکن انھوں نے ہجرت کے پہلے چند سالوں میں آنحضورؐ کے خلاف کسی بڑی مہم میں حصہ نہیں لیا تھا۔

شیطان کی شاطرانہ چالیں

اسلام کے خلاف ان لوگوں کی ریشہ دوانیاں اس وقت شروع ہوئیں جب آنحضورؐ نے غزوہ بنونضیر کے بعد یہودِ بنونضیر کو مدینہ سے جلاوطن کردیا۔ بنونضیر کے بیش تر افراد حُیَیّ بن اخطب کی سربراہی میں خیبر میں آباد ہوئے۔ حُیَیّ بن اخطب اور بنونضیر کے دوسرے لوگ یہودِ خیبر کے لیے اجنبی نہیں تھے بلکہ ان کی شہرت پہلے سے یہاں مسلّم تھی۔ حُیَیّ بن اخطب اس قدر چرب زبان، شاطر، ملمع کار اور سازشی تھا کہ اس نے خیبر منتقل ہونے کے بعد انتہائی مختصر وقت میں یہاں کی پوری آبادی میں خود کو ایک بڑے رہبر کے طور پر منوالیا۔ اس نے خیبر کے یہودیوں کے دل میں اسلام کے خلاف نفرت کے زہریلے بیج بوئے اور بہت جلد انھیں اسلام دشمنی پر آمادہ کرلیا۔

Marfat.com

اس نے ان کو پٹی پڑھائی کہ بنوقینقاع اور بنونضیر کو جس طرح یثرب سے نکالا گیا ہے، کچھ بعید نہیں کہ اسلام کی یہ ابھرتی ہوئی لہر ان کے دروازوں تک بھی آ پہنچے۔ خیبر کے یہودیوں کو پہلے بھی اس بات کا خدشہ تھا مگر اب تک وہ خود کو محفوظ سمجھتے تھے۔ غزوۂ احزاب کے بیان میں تمام مستند تواریخ متفق ہیں کہ قریش کی روایتی دشمنی اور بنوغطفان اور نجد کے دیگر قبائل کی ہوس مال وزر کے ساتھ سب سے زیادہ خطرناک کردار حُیَیّ بن اخطب اور یہودِ بنی نضیر کا تھا، جنھوں نے اتحادی افواج کو آمادہ کر کے مدینے کا محاصرہ کرنے پر تیار کیا۔ بنوقریظہ کے یہودیوں کو بھی حُیَیّ بن اخطب ہی نے اس نازک موقع پر بڑی کاوش کے بعد غدر پر آمادہ کیا تھا۔ خیبر کے یہودیوں کو اس شیطان نے یوں اپنے شیشے میں اتار رکھا تھا کہ اس نے ان کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ یہ لوگ جنگِ احزاب میں حملہ آوروں کی کامیابی کے بعد فاتح اتحادی افواج کو اپنے کھیتوں اور باغات کی پورے ایک سال کی پیداوار بطورِ زرِ تلافی دے دیں گے۔ حقیقت میں یہ یہودِ خیبر کی طرف سے اسلام کے خلاف پہلی پیش رفت تھی۔

فتوحات کی بشارت

احزاب کی جنگ سے فارغ ہونے کے بعد آنحضورؐ نے بنوقریظہ کا کام تمام کیا اور پھر ۶ ھ میں آپؐ عمرہ ادا کرنے کے لیے مکہ معظمہ روانہ ہوئے۔ یہاں آنحضورؐ کو حدیبیہ کے مقام پر روک دیا گیا اور کافی ردّوقدح اور کدّ وکاوش کے بعد وہ معاہدہ عمل میں آیا جسے معاہدۂ صلح حدیبیہ کہا جاتا ہے۔ نبی اکرمؐ کو حدیبیہ کا معاہدہ کرنے کے بعد اللہ کی طرف سے فتحِ مبین کی بشارت دی گئی تھی۔ اس بشارت میں وہ تمام فتوحات شامل ہیں جو حدیبیہ کے بعد یکے بعد دیگرے منصۂ شہود پر آتی چلی گئیں۔ اللہ رب العالمین نے سورۃ الفتح میں ارشاد فرمایا: ''اللہ مومنوں سے خوش ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے۔ ان کے دلوں کا حال اس کو معلوم تھا اس لیے ان پر سکینت نازل فرمائی، ان کو انعام میں قریبی فتح بخشی، اور بہت سا مالِ غنیمت انھیں عطا کر دیا جسے وہ (عنقریب) حاصل کریں گے۔ اللہ زبردست اور حکیم ہے۔ اللہ تم سے بکثرت اموالِ غنیمت کا

Marfat.com

وعدہ کرتا ہے جنھیں تم حاصل کرو گے۔ فوری طور پر تو یہ فتح اس نے تمھیں عطا کر دی اور لوگوں کے ہاتھ تمھارے خلاف اٹھنے سے روک دیے، تاکہ یہ مومنوں کے لیے ایک نشانی بن جائے اور اللہ سیدھے راستے کی طرف تمھیں ہدایت بخشے۔ اس کے علاوہ دوسری اور غنیمتوں کا بھی وہ تم سے وعدہ کرتا ہے جن پر تم ابھی قادر نہیں ہوئے ہو اور اللہ نے ان کو گھیر رکھا ہے، اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' (سورۃ الفتح: ۲۱۔۱۸)۔

فتحاً قریباً

یہاں جس قریبی فتح کا تذکرہ آیت نمبر ۱۸ میں کیا گیا ہے اور جس کے نتیجے میں بہت سا مالِ غنیمت حاصل ہونے کی خوش خبری دی گئی ہے، اس سے مفسرین نے فتح خیبر ہی مراد لی ہے۔ مولانا مودودیؒ ایک مختصر حاشیے میں تحریر فرماتے ہیں:

یہ اشارہ ہے کہ خیبر کی فتح اور اس کے اموالِ غنیمت کی طرف اور یہ آیت اس امر کی تصریح کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ انعام صرف ان لوگوں کے لیے مخصوص فرمایا دیا تھا جو بیعتِ رضوان میں شریک تھے، ان کے سوا کسی کو اس فتح اور ان غنائم میں شریک ہونے کا حق نہ تھا۔ اسی بنا پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفر ۷ھ میں خیبر پر چڑھائی کرنے کے لیے نکلے تو آپ نے صرف انھی کو اپنے ساتھ لیا۔ اس میں شک نہیں کہ بعد میں حضورؐ نے حبش سے واپس آنے والے مہاجرین اور بعض دُوسی اور اَشعری صحابیوں کو بھی اموالِ خیبر میں سے کچھ حصہ عطا فرمایا، مگر وہ یا تو خُمس میں سے تھا، یا اصحابِ رضوان کی رضامندی سے دیا گیا۔ کسی کو حق کے طور پر اس مال میں حصہ دار نہیں بنایا گیا۔ (بحوالہ تفہیم القرآن، ج ۵، سورۃ الفتح، حاشیہ ۳۴)

اہلِ خیبر جنگ میں کود پڑے

یہودِ خیبر نے غزوۂ احزاب سے قبل تک خود کو کفر و اسلام کی جنگوں سے الگ تھلگ رکھا تھا لیکن غزوۂ احزاب میں حُیَیّ بن اخطب کے زیر اثر وہ اسلام دشمنی پر پوری طرح تیار ہو گئے تھے۔ مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ جنگِ احزاب کی فضا بنانے اور حجاز و نجد کے قبائل کی اتحادی فوج تشکیل دینے کے لیے خیبر ہی سے ایک اعلیٰ سطحی وفد نکلا تھا جو پہلے مکہ گیا اور پھر یمامہ اور نجد کی

Marfat.com

طرف روانہ ہوا۔ اس وفد کے پانچ اہم ارکان کے نام یہ بیان کیے گئے ہیں۔ ا۔ حُیَیّ بن اخطب ۲۔ کنانہ بن ابی الحُقَیق ۳۔ سلام بن مِشکم ۴۔ ہوذہ بن قیس الوائلی ۵۔ ابو عامر الفاسق۔ یہ پہلا تاریخی واقعہ ہے جس میں کھل کر اہلِ خیبر نے اسلام دشمنوں کا ساتھ دیا۔ یوں گویا جنگوں سے اب تک محفوظ ان لوگوں نے بھی جنگ کے شعلوں سے کھیلنا شروع کر دیا۔

فاسق اور فتنہ جُو

واضح رہے کہ اول الذکر تینوں سرداروں کا تعلق بنونضیر کے یہودیوں سے تھا جبکہ نمبر ۴ اصلاً عرب تھا اور قبیلہ وائل کے ان لوگوں میں سے تھا جن کے آباو اجداد نے کسی دور میں یہودیت اختیار کر لی تھی۔ پانچواں شخص اصلاً قبیلہ اوس سے تھا، جس نے عیسائیت اختیار کر لی اور خود کو ابو عامر الراہب کے نام سے متعارف کرا رکھا تھا، اس کا بھی ایک حلقۂ اثر یثرب اور اس کے آس پاس موجود تھا۔ اسلام کی آمد کے بعد اس نے کئی کینچلیاں بدلیں۔ اسلام کا دم بھرنے کا بھی اعلان کیا پھر اسلام کے خلاف کھل کر بھی سامنے آیا۔ اسلام میں نقب لگانے کے لیے مسجدِ ضرار تعمیر کرنے کی سازش بھی اسی کی اختراع تھی۔ جنگِ بدر و احد میں یہ کافروں کی طرف سے شریکِ قتال رہا۔ اس کے فسق و فجور کی وجہ سے یہ ابو عامر الراہب کے بجائے ابو عامر الفاسق مشہور ہو گیا۔ مشہور صحابی حضرت حنظلہ جو احد میں شہید ہوئے تھے اور جن کو ایک روایت کے مطابق شہادت کے بعد ملائکہ نے غسل دیا تھا، یہ بد بخت انھی کا باپ تھا۔ (حضرت حنظلہ شہادت کے بعد تاریخ میں غسیل الملائکہ کے نام سے معروف ہوئے)۔

وفد کی مہم اور نتائج

اس وفد نے کئی دن مکے میں قریشِ مکہ کی مجلسوں میں لوگوں کے جذبات برانگیخت کرنے کام کیا، پھر اس کے بعد نجد میں بھی بنوغطفان، بنواسلم، بنواسد، بنواشجع، بنوفزارہ اور دیگر قبائل کو اس جنگ پر مختلف لالچ دے کر آمادہ کر لیا۔ صحرا میں بسنے والے ان قبائل کو عموماً فقر و فاقہ اور قحط و خشک سالی کا سامنا رہتا تھا اور مالی رشوت و لالچ ان کی بہت بڑی کمزوری تھی۔ یہودیوں نے

Marfat.com

انھیں خوب لالچ دیا۔ اس ساری سازش اور ملی بھگت کے نتیجے میں دس ہزار کا لشکر جرار حجاز ونجد سے مدینہ کی طرف بڑھا اور سورۂ احزاب میں جیسے نقشہ کھینچا گیا ہے، مدینہ کے گردونواح میں بالائی وزیریں، ہر سمت لشکر اعدا ہی نظر آتا تھا۔ اس کی وجہ سے اہلِ مدینہ کی آنکھیں پتھرا گئی تھیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے تھے۔ ان دس ہزار حملہ آوروں کے ساتھ حُیَی بن اخطب کی شرارت وخباثت کے نتیجے میں بنوقریظہ کے ایک ہزار جنگ جو بھی عملاً اسلام کی مخالفت میں سینہ سپر ہو گئے۔

مال یا جان؟

قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ خیبر کے یہودیوں نے اتحادی افواج کو مال و دولت اور فصل و ثمرات کی پیداوار کا لالچ تو دیا مگر عملاً اپنے مردانِ جنگ کو اس پوری جنگ سے الگ تھلگ رکھا۔ جب بعض عرب قبائل نے اس جانب اشارہ کیا تو حُیَی بن اخطب نے کمال شاطرانہ انداز میں کہا۔ جنھوں نے مال پیش کر دیا ہے ان سے انفس و دما (جان وخون) کا مطالبہ درست نہیں۔ [یہ تو اسلام ہی کا کمال ہے کہ اہلِ ایمان مال وجان ہر چیز کو اللہ کی راہ میں پیش کر دیتے ہیں۔ جہاں کہیں بھی جہاد کا حکم آیا ہے، یہ دونوں عزیز متاع طلب کیے گئے ہیں۔] یوں اگرچہ یہودِ خیبر عملاً اس جنگ میں شریک نہیں تھے مگر بالواسطہ ان کا اشتراک پوری طرح سے ثابت و محقق ہے۔ اس طرح سے ان یہودیوں نے خود کو مجرم بنا کر خود اپنی قبر کھود لی۔

......❀❀❀......

Marfat.com

غزوۂ خیبر کیوں؟

ایک نیا گٹھ جوڑ

نبی اکرمؐ حدیبیہ کے سفر سے واپس مدینہ منورہ پہنچے تو آپؐ کو مختلف قسم کی خبریں ملنا شروع ہوگئیں۔ ایک اہم خبر یہ تھی کہ دشمنانِ اسلام مدینے پر حملہ کرنے کے لیے ایک نیا گٹھ جوڑ کر رہے ہیں۔ ابنِ سعد نے طبقات میں غزوۂ خیبر کے حوالے سے یہ روایت لکھی ہے کہ خیبر کے یہودیوں نے جنگِ خندق میں اتحادی فوجوں کی ناکامی کے بعد یہ سوچنا شروع کر دیا تھا کہ اب وہ خود بھی خطرے میں ہیں۔ اس لیے انھوں نے دوبارہ بنوغطفان سے سلسلۂ جنبانی شروع کر دیا۔ بنوغطفان کے لوگوں کو اب جو لالچ دیا گیا وہ پہلے سے بھی زیادہ تھا یعنی اگر ان کی مدد سے یہودِ خیبر مدینہ فتح کر لیں گے تو خیبر کی پیداوار کا نصف حصہ ہمیشہ کے لیے بنوغطفان کو دیا جاتا رہے گا۔ بنوغطفان کے پاس چار ہزار سے زاید جنگ جُو تھے جو ہر وقت مہم جوئی کے لیے تیار رہتے تھے۔ اس کے ساتھ اہلِ خیبر کے پاس بھی دس ہزار کے لگ بھگ مردانِ جنگی کی قوت موجود تھی۔

دشمن کے عزائم سے واقفیت

نبی اکرمؐ دشمن کے ارادوں سے باخبر رہنے کے لیے ہر ممکن ذریعہ استعمال میں لاتے تھے۔ جس طرح دشمنانِ اسلام نے جاسوسی کا ایک جال پھیلا رکھا تھا، اسی طرح آنحضورؐ بھی ان کے عزائم اور ارادے معلوم کرنے کے لیے مخبروں کو اس خدمت پر بھیجتے رہتے تھے۔ بعض اوقات یہ خدمت آپؐ کے ساتھ دوستی کے معاہدے کرنے والے قبائل کے وہ لوگ بھی سرانجام دیتے تھے جو اگرچہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے مگر ان کی ہمدردیاں آنحضورؐ کے ساتھ تھیں۔ دراصل یہ لوگ آنحضورؐ کے اخلاقِ عالیہ کی وجہ سے ان کے گرویدہ ہو چکے تھے۔ سیرت النبی میں کئی واقعات ملتے

Marfat.com

ہیں کہ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے دشمن کے مخبروں یا ان کے لیے مخبری کرنے والے ایجنٹوں کو پکڑ لیا یا اللہ نے آپ کو بذریعہ وحی کسی مخبر کے بارے میں اطلاع دی اور آپؐ نے اسے گرفتار کرایا تو آپؐ کا طرزِ عمل اس معاملے میں بھی آپؐ کے حسنِ اخلاق کا مکمل ترجمان رہا۔ آپؐ مخبروں کو قتل کرنے یا ان پر سختی کرنے کے قائل نہ تھے۔ آپؐ ان سے نرمی سے معلومات حاصل کرتے اور اگر وہ درست معلومات دے دیتے تو آپؐ ان سے مزید حسنِ سلوک فرماتے۔ اگر کوئی مخبر درست خبر کو چھپانے کی کوشش کرتا تو آپؐ سختی کی اجازت بھی دیتے تھے مگر اس کے لیے بھی حد سے تجاوز کی اجازت نہ تھی۔ اس کے برعکس اہلِ کفر کا رویہ یہ تھا کہ مخبر تو مخبر، وہ آنحضورؐ کے سفیروں تک کو شہید کر دیا کرتے تھے۔ اس کے باوجود ردِّ عمل میں آپؐ نے کبھی اپنے مقامِ رفیع سے فروتر کوئی عمل نہ کیا۔ یاربّ صلّ و سلّم علیه۔

جاسوسی اور تخریب کاری

جاسوسی اور مخبری ہر دور میں مخالف و متحارب قوتوں کے درمیان جاری رہی ہے۔ جس طرح مسلح دستے قتال کے میدان میں دشمن کا مقابلہ کرتے ہیں اسی طرح یہ شعبہ دشمن کے بارے میں صحیح معلومات اور دفاعی و جارحانہ اقدامات کے لیے درست فیصلوں تک پہنچنے کی خاطر معلومات کا ذخیرہ جمع کرتا ہے۔ یہاں یہ موضوع اس لیے بیان کیا جا رہا ہے کہ نبی اکرمؐ ایک مثالی حکمران تھے جو اپنی ریاست اور رعایا کی حفاظت کے لیے ہر وقت مستعد اور باخبر رہتے تھے لیکن اس کے ساتھ آپؐ کا یہ معمول اور کردار بھی تھا کہ مخالفین کے ساتھ معاملہ کرتے ہوئے کبھی ظلم و زیادتی کے مرتکب نہیں ہوئے۔ آج کے دور میں تو جنگیں ذرائع ابلاغ، خفیہ ایجنسیوں کے نیٹ ورک اور اعصابی جنگی حکمت عملی کے تحت جاتی ہیں۔ جاسوسوں کا کام اگر معلومات جمع کرنے تک محدود ہو تو انھیں مخبر ہی سمجھا جاتا ہے لیکن وہ براہِ راست تخریب کاری اور قتل و غارت گری کے منصوبوں پر بھی عمل پیرا ہوں تو انھیں مخبر نہیں تخریب کار ہی قرار دیا جاتا ہے۔ یہ بہت حساس اور اہم بحث ہے جس پر اہلِ علم قرآن و سنت کی روشنی میں مختلف آرا کا اظہار کرتے ہیں۔

Marfat.com

بعض لوگوں کے نزدیک مطلق جاسوسی بھی فساد فی الارض اور محاربہ میں شمار ہوتی ہے اور اس کی سزا حالات کے مطابق سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۳۳ تا ۳۴ کی روشنی میں طے کی جاسکتی ہے۔ دوسرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ جاسوسی کا جرم بہت شنیع اور قبیح تصور ہوتا ہے مگر یہ محاربہ سے کم تر درجے میں آتا ہے۔ رہا یہ معاملہ کہ کوئی ایجنٹ مخبری سے آگے بڑھ کر تخریب کاری کرے اور اس کے نتیجے میں انسانی جان و مال کا اتلاف وضیاع عمل میں آئے تو بلاشبہ ایسے لوگ اپنے جرم کے مطابق ان تمام سزاؤں میں سے کسی سزا کے مستحق قرار پاتے ہیں، جو مذکورہ آیات میں بیان کی گئی ہیں اور اس میں قتل و پھانسی اور مخالف سمتوں سے ہاتھ پاؤں کاٹنا بھی شامل ہے۔ ان آیات کا ترجمہ ذیل میں دیا جارہا ہے، ارشادِ ربانی ہے:

> ”جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں اس لیے تگ ودو کرتے پھرتے ہیں کہ فساد برپا کریں اُن کی سزا یہ ہے کہ قتل کیے جائیں، یا سولی پر چڑھائے جائیں، یا اُن کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ ڈالے جائیں، یا وہ جلاوطن کردیے جائیں۔ یہ ذلت و رسوائی تو ان کے لیے دنیا میں ہے اور آخرت میں ان کے لیے اس سے بڑی سزا ہے مگر جو لوگ توبہ کرلیں قبل اس کے کہ تم اُن پر قابو پاؤ، تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے“۔ (سورۃ المائدہ: ۳۳ تا ۳۴)

تائیدِ ربانی

نبی اکرمؐ اور اہلِ مدینہ کو جنگِ خندق کے دوران محاصرے کی مشکلات کا تلخ تجربہ ہو چکا تھا۔ اس لیے حاصل شدہ معلومات کی روشنی میں اب جنگی حکمتِ عملی کے طور پر مدینہ میں دشمن کا انتظار کرنے کے بجائے پیش قدمی کا فیصلہ کیا گیا۔ اس فیصلے کو اللہ رب العالمین کی غیبی تائید کے علاوہ براہِ راست پہلے سے نازل شدہ وحیِ ربانی کی ہدایات و راہ نمائی بھی حاصل تھی۔ سورۃ الفتح میں اس کی جانب بہت واضح اشارات موجود ہیں۔ اللہ رب العالمین نے بتایا دیا تھا کہ وہ وقت بالکل قریب آ گیا ہے جب فتوحات کے دروازے کھل جائیں گے۔ ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا گیا تھا کہ پیچھے بیٹھ رہنے والے منافقین اور بدوی عرب بھی اس مہم میں شریک ہونے کی کوشش کریں گے مگر انھیں اس

Marfat.com

مہم میں شرکت کی ہرگز اجازت نہ دینا۔ یہ لوگ زبان سے کچھ کہتے ہیں اور دل میں کچھ اور چھپائے ہوئے ہیں۔

سورۃ الفتح میں اس صورتِ حال کا نقشہ یوں کھینچا گیا ہے:

''جب تم مالِ غنیمت حاصل کرنے کے لیے جانے لگو گے تو یہ پیچھے چھوڑے جانے والے لوگ تم سے ضرور کہیں گے کہ ہمیں بھی اپنے ساتھ چلنے دو۔ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے فرمان کو بدل دیں۔ ان سے صاف کہہ دینا کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے، اللہ پہلے ہی یہ فرما چکا ہے۔ یہ کہیں گے کہ نہیں، بلکہ تم لوگ ہم سے حسد کر رہے ہو۔ (حالانکہ بات حسد کی نہیں ہے) بلکہ یہ لوگ صحیح بات کو کم ہی سمجھتے ہیں۔ ان پیچھے چھوڑے جانے والے بدوی عربوں سے کہنا کہ عنقریب تمہیں ایسے لوگوں سے لڑنے کے لیے بلایا جائے گا جو بڑے زور آور ہیں۔ تم کو ان سے جنگ کرنی ہوگی یا وہ مطیع ہو جائیں گے۔ اس وقت اگر تم نے حکمِ جہاد کی اطاعت کی تو اللہ تمہیں اچھا اجر دے گا، اور اگر تم پھر اُسی طرح منہ موڑ گئے جس طرح پہلے موڑ چکے ہو تو اللہ تم کو دردناک سزا دے گا۔ ہاں اگر اندھا اور لنگڑا اور مریض جہاد کے لیے نہ آئے تو کوئی حرج نہیں۔ جو کوئی اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرے گا اللہ اُسے اُن جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی، اور جو منہ پھیرے گا اسے وہ دردناک عذاب دے گا''۔ (سورۃ الفتح: ۱۷-۱۵)

زبان و عمل کا تضاد

اب اس وقت جس انداز میں یہ لوگ مفادات حاصل کرنے کے لیے بے تاب تھے اس کے بالکل برعکس آنحضورؐ کے سفرِ عمرہ پر روانہ ہونے کے وقت یہ سمجھ رہے تھے کہ آپؐ اور آپؐ کے ساتھی کبھی زندہ سلامت واپس نہیں آئیں گے۔ اسی وجہ سے یہ اس سفر میں شریک ہونے سے جی چراتے رہے اور اپنے پیچھے بیٹھ رہنے کو انھوں نے اپنی کامیابی اور خوش قسمتی قرار دیا۔ ان لوگوں کو قرآن نے مختلف ناموں سے منسوب کیا ہے۔ یہ منافقین تھے، مُخَلَّفِین بھی کہلائے اور مُتَرَبِّصِین بھی۔ ان کو مُذَبْذَبِین بھی کہا گیا ہے اور ''خُشُبٌ مُّسَنَّدَۃ'' (لکڑی کے کندے) بھی۔ جھوٹ ان کی عادتِ ثانیہ بن چکی تھی، اس کا نقشہ بھی سورۃ الفتح میں یوں کھینچا گیا ہے:

Marfat.com

''اے نبیؐ، بدوی عربوں میں سے جو لوگ پیچھے چھوڑ دیے گئے تھے اب وہ آ کر ضرور تم سے کہیں گے کہ ہمیں اپنے اموال اور بال بچوں کی فکر نے مشغول کر رکھا تھا، آپ ہمارے لیے مغفرت کی دعا فرمائیں۔ یہ لوگ اپنی زبانوں سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہوتیں۔ ان سے کہنا اچھا، یہی بات ہے تو کون تمہارے معاملہ میں اللہ کے فیصلے کو روک دینے کا کچھ بھی اختیار رکھتا ہے اگر وہ تمہیں کوئی نقصان پہنچانا چاہے یا نفع بخشنا چاہے؟ تمہارے اعمال سے تو اللہ ہی باخبر ہے (مگر اصل بات وہ نہیں ہے جو تم کہہ رہے ہو) بلکہ تم نے یوں سمجھا کہ رسولؐ اور مومنین اپنے گھر والوں میں ہرگز پلٹ کر نہ آ سکیں گے اور یہ خیال تمہارے دلوں کو بہت بھلا لگا اور تم نے بہت بُرے گمان کیے اور تم سخت بد باطن لوگ ہو۔ اللہ اور اس کے رسولؐ پر جو لوگ ایمان نہ رکھتے ہوں ایسے کافروں کے لیے ہم نے بھڑکتی ہوئی آگ مہیا کر رکھی ہے''۔ (سورۃ الفتح: ۱۳۔۱۱)

وعدۂ نصرت

غزوۂ خیبر میں آنحضورؐ نے انھی لوگوں کو شریک ہونے کی اجازت دی تھی جو سفرِ عمرہ میں آپؐ کے ساتھ تھے اور جنھوں نے حدیبیہ کے مقام پر آپؐ کے ہاتھ پر بیعتِ رضوان کی تھی۔ عجیب بات یہ ہے کہ اس اصول کے مطابق اس جنگ میں صرف وہی چودہ سو صحابہ شرکت کر سکتے تھے جو بیعتِ رضوان میں شریک تھے جبکہ دوسری جانب دشمن کی تعدد یہود اور مشرکین کو شامل کر کے چودہ پندرہ ہزار کے قریب بنتی تھی۔ پھر مدینہ سے خیبر تک راستہ دشوار گزار تھا، اس میں مختلف قسم کی مشکل گھاٹیاں اور پہاڑی وادیاں پڑتی تھیں، جن کے بارے میں پہلے سے مسلمانوں کو بہت زیادہ معلومات نہیں تھیں لیکن اللہ تعالیٰ کے احکام پر مسلمانوں کو اس قدر پختہ یقین اور اطمینانِ قلب تھا کہ کسی ایک شخص کے دل میں بھی یہ خیال پیدا نہ ہوا کہ ہم کسی خطرے میں گھر جائیں گے۔ مادی پیمانوں سے بھی حالات کا موازنہ اور تیاری ضروری ہے مگر جہاں اللہ کی طرف سے فیصلہ آ جاتا تھا وہاں ایمان کا تقاضا یہی تھا کہ مادی پیمانوں اور اعداد و شمار سے صرفِ نظر کر کے اللہ کے وعدے پر یقین کیا جائے۔ اللہ اپنے وعدوں کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ اللہ کے یہ وعدے

Marfat.com

دو طرح کے ہیں۔ ایک تو وہ جو کسی خاص موقع پر اللہ نے اپنے نبیؐ سے کیے تھے۔ دوسرے وعدے وہ ہیں جو اللہ نے اس عالمِ اسباب میں مادی تیاری کے ساتھ اخلاقی، روحانی اور ایمانی اقدار، عملِ صالح اور اخلاص و وابستگی سے مشروط کیے ہیں۔ یہ وعدے امتِ مسلمہ کے لیے تا قیامت موجود ہیں اور ان کے نتائج یقیناً حاصل کیے جاسکتے ہیں لیکن ان شرائط کو پورا کرنے کے بعد، جنھیں کامیابی کے لیے لازمی قرار دیا گیا ہے۔ بعض اوقات سادہ لوح مسلمان یہ کہتے ہوئے سنے جاتے ہیں کہ اللہ نے اہلِ ایمان کو جس غلبے کی بشارت دی تھی وہ غلبہ کیوں حاصل نہیں ہوتا۔ غلبے کی بشارتیں مختلف مقامات پر قرآن مجید میں موجود ہیں۔ ہم اختصار کے لیے صرف ایک آیت کا حوالہ دیتے ہیں، جس میں اللہ نے ارشاد فرمایا:

''دل شکستہ نہ ہو اور غم نہ کرو، تمھی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو'' (سورۃ آل عمران ۳:۱۳۹)۔

اب ایمان کے بارے میں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ محض دعویٰ کر دینے سے اس کی برکات حاصل ہو جاتی ہیں، جبکہ قرآن مجید کی جامع ہدایات اور نبی اکرمؐ اور ان کے صحابہ کرامؓ کا مسلّمہ طرزِ عمل یہ بتاتا ہے کہ اقرارِ ایمان کے بعد اس کے عملی تقاضوں کو پورا کیے بغیر نتائج برآمد نہیں ہوتے۔ اقبالؒ نے کیا خوب کہا تھا:

خرد نے کہہ بھی دیا لاالہٰ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

شاطر دشمنوں کے مغالطے

سادہ لوح مسلمانوں کے علاوہ شاطر اسلام دشمن بھی مسلمانوں کی زبوں حالی، زوال اور انحطاط کو ہدفِ تنقید بناتے ہوئے اسلام کے بنیادی تصور ہی کو مشکوک بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ لوگ حق پر ہوتے تو انھیں غلبہ کیوں نہ ملتا۔ یہ ایک مغالطہ ہے جس سے چوکنا رہنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں جان لینا چاہیے کہ اس طرح کے مغالطے ہماری ہمت پست کرنے کے لیے پھیلائے جاتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ چونکہ ایمان کی کسوٹی پر مکمل طور پر پورے اترتے

Marfat.com

تھے، اس لیے تاریخ گواہ ہے کہ تعداد اور ساز وسامان کے عدم توازن کے باوجود وہ سرخ رو اور کامیاب ہوئے اور دنیا کی دونوں سُپر طاقتوں سے بیک وقت ان کا آمنا سامنا ہوا اور ایک ہی وقت میں انھوں نے دونوں کو شکست و ہزیمت سے دوچار کر دیا۔ اس جنگ میں بھی صحابہ کرامؓ کے جذبہ جاں سپاری اور خلوص و وفاداری کی بدولت نامساعد حالات سازگار ہوئے اور بظاہر ناممکن یوں ممکن بنا کہ سارا عالم حیران رہ گیا۔ آج بھی وہی فکر و عمل اور ماحول و فضا وجود میں آ جائے تو ملائکہ نصرت قطار در قطار نازل ہو سکتے ہیں ؎

فضائے بدر پیدا کر، فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

......❀❀❀......

Marfat.com

سوئے خیبر روانگی

یہودیوں کی نئی قیادت

غزوۂ خیبر کے حالات بیان کرتے ہوئے ابنِ خلدون نے یہ لکھا ہے کہ حُیَیّ بن اخطب کے غزوۂ بنوقریظہ میں قتل ہوجانے کے بعد یہودِ بنی نضیر نے ایک دوسرے شخص کو متفقہ طور پر اپنا سردار بنالیا جس کا نام سلام بن ابی الحُقَیق تھا اور وہ ابورافع کی کنیت سے معروف تھا۔ یہ بھی حُیَیّ کی طرح بڑا موثر اور مالدار سردار تھا۔ آنحضورؐ کو اس کی اسلام دشمنی کے بارے میں معلومات ملیں تو آپؐ نے حضرت عبداللہ بن عتیک انصاریؓ کو اس کی سرکوبی کے لیے بھیجا۔ صحیح بخاری میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ شخص آنحضورؐ کو ایذائیں پہنچایا کرتا تھا اور آپؐ کے مقابلے میں آپؐ کے ہر دشمن کی مدد کرتا تھا۔ رمضان سن ٦ ھ میں حضرت عبداللہ بن عتیکؓ نے اسے خیبر جاکر اس کے قلعے کے اندر رات کو قتل کردیا۔ اس کے بعد یہودیوں کے نئے سردار اُسیر بن زارم نے خیبر میں یہودیوں کے پورے معاشرے کی قیادت سنبھال لی۔

غدر اور اس کا انجام

اُسیر کے بارے معلوم ہوا کہ وہ مدینہ پر بنوغطفان کی مدد سے چڑھائی کرنا چاہتا ہے۔ آپؐ کو جیسے ہی اس کی اطلاع ملی آپؐ نے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو تحقیقِ حال کے لیے خیبر روانہ فرمایا۔ آپؓ کے ساتھ چند اور صحابہ بھی تھے۔ انھوں نے واپس آکر اس بات کی تصدیق کی کہ یہودی سردار ابن زارم واقعتاً مدینہ پر حملے کی تیاری کررہا ہے۔ آنحضورؐ نے اس اطلاع کے باوجود کوشش کی کہ جنگ ٹل جائے۔ آپؐ نے دوبارہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ ہی کو تیس دیگر صحابہ کے ساتھ خیبر روانہ فرمایا اور یہودی سردار کو پیغام دیا کہ اگر وہ آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوجائے

Marfat.com

اور جنگ سے دست برداری کا اعلان کر دے تو اسے خیبر کی حکومت پر بحال رکھا جائے گا۔ اس پیشکش پر وہ خاص مقاصد کے تحت ان صحابہ کے ساتھ اپنے تیس ساتھیوں سمیت روانہ ہوا۔ راستے میں اس نے ایک صحابی حضرت عبداللہ بن انیس سے اچانک تلوار چھیننا چاہی۔ وہ فوراً متنبہ ہوئے اور انھوں نے بلند آواز سے کہا کہ اے دشمن خدا تو بدعہدی پر اتر آیا ہے؟ ساتھ ہی اس کے عزائم کو بھانپتے ہوئے انھوں نے تلوار کا بھرپور وار کیا۔ دونوں گھوڑوں پر سوار تھے۔ یہودی سردار کی ران کٹ گئی اور وہ گھوڑے سے گر پڑا۔ اس نے بھی گرتے ہوئے اپنی تلوار کے وار سے حضرت عبداللہؓ کو زخمی کر دیا۔ اس افسوس ناک واقعہ کے بعد دونوں فریقوں کے درمیان جنگ ہوئی جس میں ابنِ سعد کے مطابق ایک کے سوا تمام یہودی قتل ہو گئے۔

ابنِ اُبیّ، مارِ آستین

اس واقعہ کے بعد یہودیوں نے بنو غطفان کے ساتھ مل کر مدینہ پر حملہ کرنے کا حتمی فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ نبی پاکؐ نے بھی ان کا مقابلہ کرنے کی خاطر ۷ ھ کے آغاز میں خیبر پر حملہ کرنے کے لیے صحابہ کو تیار ہونے کا حکم دیا۔ عبداللہ بن ابی نے ہمیشہ مارِ آستین کا کردار ادا کیا۔ اس موقع پر بھی اس نے اس فوجی تیاری کی اطلاع اہل خیبر کو بھجوا دی۔ ساتھ ہی صحابہ کی تعداد کے بارے میں بتا دیا۔ اس کا خیال تھا کہ یہ مٹھی بھر لوگ اس مرتبہ اتنی بڑی قوت کے مقابلہ پر شکست فاش سے دوچار ہوں گے۔ اس کی تمام سابقہ تمناؤں کی طرح یہ تمنا بھی بر نہ آئی۔

فوجی علم

نبی اکرمؐ نے اپنے سابقہ معمولات کی طرح اس مرتبہ بھی حضرت سباع بن عرفطہ غفاریؓ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا اور چند بڑے بڑے جنگی جھنڈے تیار کروائے۔ اس سے قبل اتنے بڑے بڑے جنگی جھنڈے کسی جنگ میں استعمال نہیں ہوئے تھے۔ قرعہ اندازی میں اس مرتبہ بھی سفرِ حدیبیہ کی طرح ام المومنین حضرت اُمِ سلمہؓ کا نام نکلا جو اس غزوہ میں آنحضورؐ کے ساتھ روانہ ہوئیں۔ بعض روایات کے مطابق اس غزوہ کے لیے ازواجِ مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی

Marfat.com

نہیں کی گئی کیونکہ یہ اصول طے کر دیا گیا تھا کہ حدیبیہ کے سفر میں جو لوگ شریک تھے وہی اس مہم میں بھی شامل ہوں گے۔ ہمارے خیال میں یہ دوسری رائے زیادہ ارجح ہے۔ ایک خاص بات یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ جو تین جنگی جھنڈے تیار ہوئے تھے ان میں سے ایک ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی چادر سے تیار کیا گیا تھا۔ دو جھنڈے دو انصاری صحابہ حضرت حباب بن عبد المنذرؓ اور حضرت سعد بن عبادہؓ کو دیے گئے اور ایک جھنڈا مہاجرین میں سے حضرت علی بن ابی طالبؓ کو عطا کیا گیا۔ یہ تیسرا جھنڈا چادرِ صدیقہ سے تیار شدہ تھا۔ ایک دوسری روایت کے مطابق جھنڈے تین نہیں بلکہ چار تھے اور مہاجرین میں سے دو جھنڈے حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کو عطا کیے گئے۔

نبی اکرمؐ نے کچھ صحابہ کو فوج سے آگے روانہ کیا اور انھیں حکم دیا کہ وہ دشمن کی نقل و حرکت اور دیگر امور کے علاوہ راستوں کے متعلق بھی معلومات حاصل کر کے لشکر کی راہ نمائی کریں۔ اس دستے میں سب گھڑ سوار شریک تھے جن کی قیادت حضرت عباد بن بشر انصاریؓ کر رہے تھے۔

مشتبہ شخص

لشکر کے آگے چلنے کے دوران حضرت عباد بن بشرؓ نے ایک شخص کو مشتبہ حالت میں پایا۔ انھیں یقین ہو گیا کہ یہ یہودیوں کا جاسوس ہے۔ جب اسے پکڑا گیا اور اس سے پوچھ گچھ ہوئی تو اس نے کہا کہ میں ایک بدو ہوں میرے اونٹ گم ہو گئے ہیں اور میں انھیں ڈھونڈنے کے لیے نکلا ہوں لیکن جب اس سے زیادہ سختی سے پوچھ گچھ کی گئی تو اس نے کہا کہ آپ لوگ کیا معلومات چاہتے ہیں۔ حضرت عبادؓ نے کہا کہ کیا تمھیں خیبر کے بارے میں معلومات ہیں تو اس نے کہا کہ میں زیادہ تو نہیں جانتا لیکن کیا آپ یہودیوں کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں تو انھوں نے کہا ہاں تو اس نے بیان کیا کہ کنانہ بن ابی الحقیق اور ہوذہ بن قیس کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ وہ قبیلہ بنو غطفان کے سرداروں سے ملے ہیں اور ان کے درمیان ایک معاہدہ ہوا ہے۔ اس کے بعد عتبہ بن بدر غطفانی کی قیادت میں عرب قبائل اپنے گھوڑوں اور اسلحے سمیت خیبر پہنچ گئے ہیں۔ ان کے پاس بہت زیادہ اسلحہ بھی ہے اور راشن کا بہت زیادہ ذخیرہ بھی موجود ہے۔ حصولِ پانی کے ان کے

Marfat.com

پاس ایسے ذرائع ہیں جو دائمی اور غیر منقطع ہیں۔ ان کے پاس اتنی قوت ہے کہ میرے خیال میں کوئی بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ان کے قلعے بھی بہت مضبوط ہیں، کوئی محاصرہ کرنے والا مہینوں تک ان کو زیر نہیں کر سکتا۔

جاسوس

یہ شخص اپنے جاسوس ہونے کا انکار کرتا رہا اور یہی تاثر دیا کہ وہ کوئی عام سا بدو ہے جو قبیلۂ اشجع سے تعلق رکھتا ہے اور جس کو خیبر کے بارے میں عمومی معلومات ہیں۔ حضرت عبادؓ نے جب مزید سختی کی تو وہ مان گیا کہ واقعی وہ جاسوسی کے لیے بھیجا گیا تھا۔ یہودیوں کا خیال تھا کہ یہ شخص ایک عامی بدو کی حیثیت سے ایک جانب مسلمانوں کی فوج کی خبر ان تک پہنچا دے گا اور دوسری جانب یہودیوں کی قوت کا نقشہ کھینچ کر مسلمانوں کے حوصلے پست کرنے کی خدمت سرانجام دے گا۔ اس اشجعی نے جب اپنی اصلیت ظاہر کی تو معلوم ہوا کہ یہودیوں نے بنوغطفان کو بھی ساتھ ملا لیا ہے مگر قریش اس مرتبہ جنگ میں شریک ہونے سے کنی کترا گئے ہیں۔ البتہ قریش کے بارے میں اس نے یہ بتایا کہ انھوں نے اپنی مجلس میں اندازے لگائے کہ جنگ کون جیتے گا تو کچھ لوگوں کی رائے تھی کہ محمد (ﷺ) غالب آئے گا اور کچھ دوسرے لوگوں کا خیال تھا کہ اس مرتبہ اہلِ خیبر فتحیاب ہوں گے۔ بہر حال سب لوگوں کا حتمی تبصرہ یہ تھا کہ اگر غلبہ محمد (ﷺ) کا مقدر ہوا تو یہ زمانے بھر کے لیے ذلت و رسوائی کی خبر ہوگی۔

جان کی امان اور قبولِ اسلام

جب اس جاسوس کو لے کر حضرت عبادؓ آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت عمرؓ کو اس کی خبر ہوئی تو انھوں کہا کہ لاؤ میں اس کی گردن اڑا دوں لیکن حضرت عبادؓ نے کہا کہ نہیں میں اس کو امان دے چکا ہوں۔ آنحضورؐ نے بھی یہی فرمایا کہ اس کو بحفاظتِ تمام جنگ کے اختتام تک مقید رکھا جائے۔ جنگ کے خاتمے پر آنحضورؐ نے اس جاسوس کو طلب کیا۔ جب وہ لایا گیا تو آپؐ نے اس کے سامنے کمال محبت کے ساتھ اسلام کی دعوت پیش کی۔ یہ پہلے ہی آنحضورؐ کے اخلاق

Marfat.com

کریمانہ کو دیکھ چکا تھا، اس نے اسلام قبول کرلیا اور آنحضورؐ نے اسے آزاد کردیا۔ (مغازی للواقدی: ج ۲، ص ۶۴۰-۶۴۱)

منظّم و مربوط فوج

نبی اکرمؐ نے جتنی جنگیں لڑی ہیں، ان میں انسانیت کے بنیادی حقوق کا خیال رکھا گیا ہے۔ جنگ وقتال شدت اور سختی کا متقاضی ہوتا ہے اور بلاشبہ جب تلواریں تلواروں سے ٹکرائیں تو اس میں نرمی اور کمزوری، بزدلی اور شکست کی علامت ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ جنگ میں فوج کے نظم و ضبط، اخلاق و کردار اور مورال کا بھی امتحان ہوتا ہے۔ بے ہنگم اور بے ترتیب ہجوم غوغہ آرائی اور خون ریزی تو کرسکتا ہے مگر وہ کوئی تعمیری کام یا معاشرے کی خدمت کا کوئی ریکارڈ قائم نہیں کرسکتا۔ نبی اکرمؐ نے صحابہؓ کو ایک منظّم فوج کی صورت دی تھی جو پیشہ ور فوجی نہیں بلکہ رضا کار تھے مگر دورانِ جنگ ان کی ہر حرکت فوجی ڈسپلن کے تابع ہوتی تھی۔ میدانِ جنگ میں آنحضورؐ کی کمان پوسٹ نہ صرف جنگی احکام کا اعصابی مرکز ہوتی تھی بلکہ مختلف امور و معاملات پر مشاورت اور تبادلۂ خیالات کے لیے وہ دارالندوہ کا درجہ بھی رکھتی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ نبی اکرمؐ طبی امداد اور زخمیوں کی دیکھ بھال کے لیے بھی باقاعدہ منصوبہ بندی کیا کرتے تھے۔

ایک صحابی کو سرزنش

نظم و ضبط کے حوالے سے ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ جب آنحضورؐ خیبر کی طرف پیش قدمی کررہے تھے تو چاندنی رات میں اچانک آپؐ نے دیکھا کہ ایک آدمی سب لوگوں سے آگے آگے چل رہا تھا۔ چاند کی روشنی میں اس کے لباس سے ایک ایسی چمک نکل رہی تھی جیسے سورج کی شعاعیں، آنحضورؐ نے دیکھا تو آپؐ نے نکیر فرمائی اور پوچھا یہ کون شخص ہے؟ آپؐ کے صحابہؓ نے آپؐ کو بتایا کہ یہ ابوعبس بن جبرؓ ہے، جس نے ایک خَود پہن رکھی ہے جو بہت چمک دار ہے اور چاند کی کرنوں کی وجہ سے اس میں سے شعاعیں نکل رہی ہیں۔ اس واقعہ کو خود ابوعبس بن جبرؓ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مجھے آنحضورؐ کے حکم سے پکڑلیا گیا کیوں کہ یہ سبقت فوجی نظم و ضبط کی

Marfat.com

خلاف ورزی شمار ہوئی۔ مجھے خیال گزرا کہ شاید میری شامت آ گئی ہے اور ممکن ہے میرے بارے میں کوئی حکمِ الٰہی نازل ہو گیا ہو۔ جب میں آنحضورؐ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپؐ نے اظہارِ ناراضی کرتے ہوئے مجھ سے پوچھا تجھے کیا مسئلہ درپیش ہے کہ تو دیگر لوگوں کے ساتھ چلنے کے بجائے ان سے آگے آگے چلتا ہے۔ حضرت ابوعبسؓ نے جواب دیا یا رسول اللہ میری اونٹنی بہت برق رفتار ہے، یہ خود ہی آگے نکلنے اور تیز چلنے میں کوشاں رہتی ہے۔ آپؐ نے اس صحابی کو سخت سرزنش فرمائی اور کچھ دیر انھیں محبوس رکھنے کے بعد پھر آزاد کر دیا۔ گویا یہ تادیبی قید تھی جس سے یہ ذہن نشین کرانا مطلوب تھا کہ کوئی شخص بھی فوجی نظم و ضبط کو ہاتھ میں لینے کی کوشش نہ کرے۔

نامہ و پیام

خیبر کی طرف جاتے ہوئے آنحضورؐ نے جنگی حکمتِ عملی اور احتیاط کے طور پر بنوغطفان کے عربوں سے رابطہ کر کے انھیں یہود کی مدد سے دست کش ہو جانے کی دعوت دی۔ یہودیوں کے ساتھ معاہدے کے تحت ان کے بڑے جنگ جو سردار عیینہ بن حصن، طلیحہ بن خویلد اور حذیفہ بن بدر الفزاری اپنے جنگ جو دستوں کے ساتھ خیبر کے قلعوں میں پہنچ گئے تھے۔ ان کے علاوہ بنوغطفان کے چار ہزار جنگ جو اس بات کے لیے مختص کیے گئے تھے کہ وہ آنحضورؐ اور آپؐ کے ساتھیوں کی گھات میں رہیں اور جب وہ ان کی کمین گاہوں سے آگے بڑھ کر خیبر کے قریب ہو جائیں تو یہ پیچھے سے اچانک ان پر حملہ کر دیں۔ نبی اکرمؐ بھی ان جنگی تدبیروں سے بے خبر نہیں تھے۔ آپؐ نے اپنے ایلچی کے ذریعے پہلے تو ان لوگوں کو بتایا کہ اللہ نے ان سے خیبر کی فتح کا وعدہ کر رکھا ہے اور یہ وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔ تم لوگ اس جنگ سے الگ تھلگ رہو۔ آپؐ نے ان کو اسلام کی دعوت بھی دی اور ان کے غیر جانب دار ہونے کی صورت میں انھیں خیبر کے پھلوں کا نصف حصہ دینے کی پیشکش بھی کی۔ ابنِ سعدؒ اور واقدی کے بقول بنوغطفان اور بنو اسد کے سرداروں نے نبی اکرمؐ کی اس پیشکش کو ٹھکرا دیا۔

Marfat.com

اعلیٰ سطحی سفارت

اس سلسلۂ جنبانی کے ضمن میں ایک اہم سفارتی مشن مشہور صحابی حضرت سعد بن عبادہؓ کے ذریعے بنو غطفان کے رئیس عیینہ بن حصن سے ملاقات کے لیے روانہ کیا گیا۔ جب عیینہ کو حضرت سعدؓ کی آمد کا علم ہوا اور یہ بھی کہ وہ رسول اللہ کے قاصد اور نمایندے بن کر آئے ہیں تو اس نے یہودیوں کے قلعے کے اندر ان سے ملاقات کا فیصلہ کیا۔ اس کی اس رائے سے یہودی سردار مرحب کو شدید اختلاف تھا۔ اس نے عرب سردار کو کہا خدا کے بندے آنے والا شخص کوئی معمولی آدمی نہیں۔ وہ ہمارے اندرونی حالات سے باخبر ہو جائے گا اور یوں ہم دشمن کو اپنے رازوں تک رسائی کا موقع فراہم کر دیں گے۔ عیینہ بھی اپنی ہٹ کا پکا تھا۔ اس نے کہا کہ اے سردارِ یہود ہماری فوج کی شان و شوکت، قلعوں کی مضبوطی اور ساز و سامان کی بہتات دیکھ کر سفیر کو اندازہ ہو گا کہ کس قوت سے ان کو مقابلہ درپیش ہے اور اس سے ہماری دھاک بیٹھ جائے گی۔

حضرت سعدؓ نے آنحضورؐ کا پیغام عیینہ تک پہنچایا، جس کا خلاصہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے تو اس کے جواب میں عیینہ نے بڑی رعونت کے ساتھ کہا کہ بخدا جن لوگوں سے اب تمھارا مقابلہ ہے یہ قریش کی طرح کے لوگ نہیں۔ تم اس جنگ میں کبھی سرخ رو نہیں ہو سکو گے بلکہ تھک ہار کر واپس چلے جاؤ گے۔ عیینہ نے مزید کہا کہ تم میرا یہ پیغام اپنے قائد تک پہنچا دو۔ حضرت سعدؓ نے اتمامِ حجت اور اپنی جلالی طبیعت کے عین مطابق فرمایا ''عیینہ ہم ضرور اس قلعے میں داخل ہوں گے اور فتح اللہ کے رسول اور ان کے ساتھیوں کے قدم چومے گی۔ اللہ کے لشکر جب کسی کے صحن میں جا اترتے ہیں تو دشمنوں کے لیے وہ لمحہ بدقسمتی اور ہزیمت کا پیغام لے کر آتا ہے۔ میں اپنی آنکھوں سے وہ وقت دیکھ رہا ہوں جب تو ہم سے اس پیشکش کی تجدید کا مطالبہ کرے گا مگر تب وقت بیت چکا ہو گا اور مہلت ختم ہو چکی ہو گی''۔ عیینہ بھی اپنی بات پر قائم رہا اور اس نے کہا بہر حال تمھارا کام تو پیغام پہنچانا ہے۔ تم میرا پیغام جا کر دے دو۔ حضرت سعدؓ بظاہر ناکام مذاکرات کے بعد واپس پلٹے مگر وہ بہت پرامید تھے اور انھوں نے آنحضورؐ کے سامنے پوری رپورٹ پیش کرنے کے بعد عرض

Marfat.com

کیا کہ یا رسول اللہ لا تعطھم الا السیف یعنی انھیں تلوار کے سوا کسی چیز کی پیشکش نہ کیجیے۔ اللہ کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا اور دینِ حق ضرور غلبہ پائے گا۔

رعب ونصرت

بنوغطفان کے جن دستوں کو عقب سے حملہ کرنا تھا، ان پر بھی ایسا رعب طاری ہوا کہ حملے سے پہلے ہی ان کے حوصلے پست ہو گئے۔ بنوغطفان کے لوگوں نے ایک کہانی سنائی، جس کو مؤرخ واقدی نے بیان کیا ہے کہ انھیں ایک بہت خوف ناک آواز سنائی دی جو تین دفعہ فضا میں بلند ہوئی۔ ان پر اس سے خوف طاری ہو گیا۔ انھیں سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ یہ آواز زمین سے بلند ہو رہی ہے یا آسمان سے نازل ہو رہی ہے۔ اس آواز میں یہ کہا گیا کہ اے بنوغطفان اپنے بال بچوں کی خبر لو، انھیں سخت خطرات لاحق ہیں۔ یہ آواز بیک وقت بنوغطفان کے قلعہ بند لوگوں نے بھی سنی اور قلعے سے باہر وادیوں اور میدانوں میں مقرر کیے گئے دستوں کو بھی سنائی دی۔ قلعے کے باہر اور اندر سب مشرکین عرب کو خیال گزرا کہ ان کے اہل وعیال پر ان کی عدم موجودگی میں مسلمانوں نے حملہ کر دیا ہے۔ اپنے بیوی بچوں کی فکر میں وہ قلعے اور میدان دونوں جگہوں سے گھروں کی طرف بھاگے۔ یہودیوں کے لیے بھی یہ بہت بڑا صدمہ تھا۔ یہود ومشرکین کی چالیں ہوا میں بکھر گئی تھیں اور اللہ کا منصوبہ کامیاب ہوا۔

ندامت وناکامی

جب یہ لوگ واپس اپنے گھروں میں پہنچے اور اپنے اہل وعیال سے ان کی خیریت دریافت کی تو انھوں نے کہا ہم تو بالکل بخیریت ہیں۔ نہ ہمیں کسی چیز نے ڈرایا نہ ہمیں کوئی خطرہ لاحق ہوا۔ اس پر تمام بنوغطفان سخت پشیمان ہوئے اور ایک دوسرے کو کوسنے لگے۔ غطفانیوں کے بیوی بچے بھی انھیں کوس رہے تھے کہ ہم تو سمجھ رہے تھے تم مالِ غنیمت لے کر آؤ گے مگر تم الٹے پاؤں، خالی ہاتھ گھروں کو لوٹ آئے ہو۔ اس موقع پر مؤرخین نے عُیَینہ بن حِصن اور حارث بن عوف المری کے درمیان ایک مکالمہ نقل کیا ہے۔ عُیینہ نے کہا کہ ہمیں محمد (ﷺ) اور اس کے ساتھیوں نے

Marfat.com

دھوکہ دیا ہے۔ حارث نے کہا تم سے کیا دھوکہ ہوا ہے تو اس نے بیان کیا کہ تین دفعہ آواز آئی کہ اپنے اہل وعیال کی خبر لو نہ قبرستان نہ مال، ہمیں سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ یہ آواز زمین سے آ رہی ہے یا آسمان سے۔ حارث بن عوف بہت زیرک اور سمجھ دار انسان تھا۔ اس نے کہا عیینہ یہ آواز زمین سے نہیں آسمان سے آ رہی تھی اور اگر تو نے اس آواز پر کان دھرے تو تیری بچت ہے ورنہ تجھے تباہی سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ خدا کی قسم محمد (ﷺ) کے مقابلے پر اگر سمندر اور پہاڑ بھی آ جائیں تو وہ اس کے ارادوں میں حائل نہیں ہو سکتے۔ وہ ضرور اپنے دشمنوں پر غالب آئے گا۔ عیینہ مال و دولت کے لالچ اور اپنے غلط فیصلے پر احساسِ ندامت کے تحت خیبر کی طرف جانا چاہتا تھا مگر حارث نے اسے کہا کہ تمھارے خیبر پہنچنے سے پہلے سقوطِ خیبر ہو چکا ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ یہ لوگ ابھی راستے ہی میں تھے کہ انھیں فتحِ خیبر کی اطلاع مل گئی۔

......❁❁❁......

Marfat.com

خیبر کا سفر

حدی خوانی

نبی اکرمؐ نے خیبر کی جانب پیش قدمی کرتے ہوئے حدی خوانی کی تلقین بھی فرمائی۔ عربوں کے پرانے رسم ورواج کے مطابق حدی کے مختلف الفاظ متداول تھے۔ حدی خوانی کا مقصد اونٹوں کو تیز چلانا اور فضا میں ایک پُر کیف ماحول پیدا کرنا ہوتا ہے۔ نبی اکرمؐ عام گفتگو میں بھی خلافِ واقعہ اور لغو کلام کو پسند نہیں کرتے تھے۔ حدی کے انتخاب میں بھی آپؐ کا ذوق بہت بلند تھا۔ آنحضورؐ تو اس حد تک تربیت فرماتے تھے کہ اگر کسی شخص کے نام میں کوئی شائبہ کفر وشرک کا ہوتا یا اس سے ظلم وتعدی کا احساس ابھرتا تو آپؐ وہ نام تبدیل فرمادیتے۔ اس سفر میں حدی خوانی کا فریضہ حضرت عامر بن اَکوعؓ ادا کر رہے تھے۔ ان کی حدی خوانی کا تذکرہ ابتدائی جنگوں کے حالات میں بھی ملتا ہے۔ اس موقع پر نبی اکرمؐ کی ہدایت کے تحت انھوں نے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے یہ اشعار پڑھے:

وَاللّٰهِ لَوْ لَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَيْنَا
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَاَنْزِلِ السَّكِيْنَةَ عَلَيْنَا
وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَّا قَيْنَا

خدا کی قسم اگر اللہ (کا فضل) نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پاسکتے اور نہ ہی صدقہ کرتے اور نہ نماز پڑھتے۔ پس (اے ہمارے رب) ہم پر ضرور سکینت نازل فرمانا اور جب دشمن سے مقابلہ ہو تو ہمیں ثابت قدمی عطا فرمانا۔

Marfat.com

شہادت کا اشارہ

حضرت عامر بن اکوعؓ کے حالات میں بہت دلچسپ واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ نبی اکرمؐ نے ان کی خوش الحانی سے متاثر ہو کر فرمایا ''اللہ تجھ پر رحم فرمائے''۔ صحابہ کرامؓ کے درمیان عموماً اس بات پر اتفاق تھا کہ جنگوں کے موقع پر آنحضورؐ کسی کے بارے میں یہ الفاظ فرماتے تو وہ مرتبۂ شہادت پر سرفراز ہو جایا کرتا تھا۔ اس موقع پر حضرت عمرؓ نے آنحضورؐ سے درخواست کی تھی کہ ان کے حق میں بھی ایسے الفاظ ارشاد فرمائیں تو آنحضورؐ نے سکوت اختیار فرمایا۔ جب عملاً معرکہ شروع ہوا تو حضرت عامر بن اکوعؓ کے مقابلے پر جو یہودی آیا وہ دراز قد تھا جبکہ آپؓ پستہ قامت تھے۔ لڑائی کے دوران اس پر حملہ کرتے ہوئے آپؓ کی تلوار اچٹ کر ان کی اپنی ہی پنڈلی کے اوپر آ لگی اور انھیں گہرا زخم لگ گیا۔ اسی زخم سے بالآخر ان کی وفات ہوئی۔ صحابہ کرامؓ کے درمیان اس پر اختلاف ہوا کہ آیا وہ شہید ہیں یا ان کی موت کو خودکشی قرار دیا جائے۔ حضرت عامرؓ کے بھتیجے سلمہ بن عمرو اکوعؓ بھی جنگ میں شریک تھے، وہ آنحضورؐ کے پاس حاضر ہوئے اور اس واقعہ کے بارے میں استفسار کیا تو آپؐ نے اپنے صحابی کے مناقب بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کے بارے میں منفی بات کرنے والے جھوٹ کہہ رہے ہیں۔ آپؐ نے اپنی دو انگلیوں کو ملا کر کہا کہ اللہ کے اس بندے کے لیے دہرا اجر ہے۔ اس نے جہاد میں بھی حصہ لیا اور حدی خوانی کر کے اونٹوں کو اس انداز میں چلایا کہ عربوں میں اس کا ثانی کم ہی ہوگا۔

مربیّ اعظم کا اندازِ تربیت

اس سفر کے دوران میں کچھ اور اہم باتوں کا تذکرہ بھی تاریخ میں کیا گیا ہے۔ بعض پُرجوش نوجوانوں نے دعا کے الفاظ بلند آواز میں ادا کیے اور زیادہ پرجوش نوجوانوں نے تو تکبیر کے نعروں سے فضا میں گونج پیدا کر دی۔ آنحضورؐ کی تربیت کا کمال ہے کہ سفر و حضر ہو یا امن و جنگ، کوئی موقع ایسا نہیں جب آپؐ نے مربی کا فریضہ ادا نہ کیا ہو۔ اس موقع پر بھی آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''آہستگی اختیار کرو تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں سنا رہے''۔ بلند آواز سے تکبیریں کہنا کسی موقع پر پسندیدہ

Marfat.com

ہوتا ہے اور کسی وقت اس سے سکون ومحویت میں خلل واقع ہوتا ہے۔ دعا کا تو قرآنی اصول ہی یہ ہے کہ:

اپنے رب کو پکارو گڑگڑاتے ہوئے اور چپکے چپکے۔ یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (سورۃ الاعراف ۷:۵۵)

سورۃ الاعراف ہی کے آخر میں ارشاد فرمایا:

اپنے رب کو صبح وشام یاد کیا کرو دل ہی دل میں۔ زاری اور خوف کے ساتھ اور زبان سے بھی یاد کرو تو ہلکی آواز کے ساتھ۔ تم ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ (آیت:۲۰۵)

اس دوسری آیت سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ جہاں بہت بلند آواز سے پکارنے کے مقابلے میں دل میں یا دھیمی آواز کے ساتھ پکارنا اولیٰ ہے وہیں دعا ومناجات سے غفلت برتنا بھی ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

نبی اکرمؐ کی سیرت کا مطالعہ جو طالب علم بھی تربیت کے نقطۂ نظر سے کرے گا، اسے قدم قدم پر تربیت وتزکیہ کے موتی بکھرے ہوئے نظر آئیں گے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی رخصتی کے موقع پر انصار کی خواتین گھر کے اندر پاکیزہ گیت گا رہی تھیں اور نعتیہ اشعار بھی پڑھ رہی تھیں۔ اشعار میں بالخصوص ان اشعار کا اعادہ تھا، جو آپ کی ہجرت کے وقت میں پڑھے گئے تھے۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع
ایھا المبعوث فینا
جئت بالامر المطاع

انھی اشعار کے ساتھ صحابیات میں سے بعض نے ایک مصرع اور پڑھا

و فینا نبیٌ یعلم ما فی غدِ

ترجمہ: اور ہمارے درمیان نبی پاک موجود ہیں جو مستقبل (غیب) کا علم رکھتے ہیں۔

Marfat.com

یہ مصرع سنتے ہی آنحضورؐ نے اس سے منع فرما دیا اور کہا کہ جو اشعار تم پہلے پڑھ رہی تھیں، وہی پڑھو۔ کس قدر احتیاط اور سلامت روی ہے۔

ادعیۃ الرسول

نبی اکرمؐ نے ہر موقع کے لیے دعائیں سکھائیں۔ جب صبح ہوتی تو آنحضورؐ اللہ سے دعا مانگتے اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ خَيْرَ هٰذَا الْيَوْمِ وَ خَيْرَ مَا بَعْدَهٗ وَ نَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ هٰذَا لْيَوْمِ وَ شَرِّ مَا بَعْدَهٗ۔ ''ہمارے اوپر اور اللہ کے ملک پر صبح طلوع ہوگئی ہے۔ اللہ ہی حمد و تعریف کا مستحق ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ وحدہ لاشریک ہے۔ حکمرانی بھی اسی کی ہے اور حمد بھی اسی کے لیے وقف ہے، وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ میں تجھ سے آج کے دن کا ہر خیر طلب کرتا ہوں اور اس دن کے بعد کا خیر بھی۔ اے اللہ میں آج کے دن کے ہر شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس کے بعد کے شر سے بھی''۔ اسی طرح شام کو بھی آنحضورؐ صبح کی جگہ شام اور دن کی جگہ رات کے الفاظ استعمال کر کے انھی الفاظ میں اللہ سے حصولِ خیر اور دفعِ شر کے لیے دعائیں کرتے تھے۔ گھر سے نکلنے اور داخل ہونے کی دعاؤں میں بھی بڑی جامعیت اور پیغام ہے۔

خیبر کی دعا

خیبر کے قریب پہنچنے کے موقع پر بھی آنحضورؐ نے جو دعا فرمائی وہ حدیث کی کتابوں میں منقول ہے۔

''اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ وَمَا أَظْلَلْنَ وَ رَبَّ الْاَرْضِيْنَ وَمَا أَقْلَلْنَ، وَ رَبَّ الشَّيَاطِيْنَ وَمَا أَضْلَلْنَ، وَرَبَّ الرِّيَاحِ وَ مَا أَذْرَيْنَ نَسْأَلُكَ خَيْرَ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ وَ خَيْرَ أَهْلِهَا وَ نَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَ شَرِّ مَا فِيْهَا.'' ثُمَّ قَالَ لِأَصْحَابِهٖ ''أَقْدِمُوْ بِاسْمِ اللّٰهِ''۔ ''اے اللہ جو آسمانوں کا اور ہر اس چیز کا جس پر آسمان سایہ کیے ہوئے ہیں رب ہے اور زمینوں کا اور جو کچھ بھی بوجھ انھوں

Marfat.com

نے اٹھا رکھا ہے اور شیاطین کا اور جن حربوں سے وہ لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اور ہواؤں کا اور اپنی تیزی سے وہ جن چیزوں کو اڑاتی پھرتی ہیں (سب کا رب تو ہے)، ہم تجھ سے اس بستی اور اس کے باشندوں کی طرف سے خیر کی دعا کرتے ہیں اور اس بستی اور جو کچھ بھی اس میں ہے، خود کو تیری پناہ میں دیتے ہیں''۔ پھر آپؐ نے اپنے صحابہ کرام سے فرمایا ''اللہ کا نام لے کر آگے بڑھو''۔

فتح اللہ کے ہاتھ میں ہے

نبی اکرمؐ نے ہمیشہ اپنے صحابہ کرامؓ کو یہ بات سمجھائی کہ فتح خالصتاً اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں بھی جگہ جگہ اس مضمون کو بیان کیا گیا ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۶۰ میں ارشاد فرمایا:

اللہ تمہاری مدد پر ہو تو کوئی طاقت تم پر غالب آنے والی نہیں، اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے، تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کر سکتا ہو؟ پس جو سچے مومن ہیں ان کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔

سورۃ الانفال کی آیت نمبر ۱۷ میں جنگِ بدر کا نقشہ کھینچتے ہوئے اللہ رب العالمین نے اہلِ ایمان کو یوں ہدایت فرمائی:

پس حقیقت یہ ہے کہ تم نے انہیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کو قتل کیا اور اے نبیؐ، تو نے نہیں پھینکا بلکہ اللہ نے پھینکا (اور مومنوں کے ہاتھ جو اس کام میں استعمال کیے گئے) تو یہ اس لیے تھا کہ اللہ مومنوں کو ایک بہترین آزمائش سے کامیابی کے ساتھ گزار دے، یقیناً اللہ سننے اور جاننے والا ہے۔

اسی طرح غزوۂ حنین کا تذکرہ جو سورۃ التوبہ میں ہے یہ بتانے کے لیے کافی ہے کہ فتح و شکست کا تعلق کثرتِ تعداد اور ساز و سامان پر نہیں خالصتاً اللہ کے فیصلوں پر منحصر ہے۔ غزوۂ حنین کے بارے میں ارشاد ربانی سورۃ التوبہ کی آیات نمبر ۲۵ تا ۲۷ میں ملاحظہ فرمائیے۔

حکیمانہ نصیحت

غزوۂ خیبر کے آغاز سے قبل ہی اللہ کی نصرت کے واضح اشارات صحابہؓ نے اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ اس سے قبل بنوغطفان کے مشرکین پر طاری ہونے والے خوف کا تذکرہ آچکا ہے۔

Marfat.com

مؤرخین نے بیان کیا ہے، یہود کی ساری جاسوسی اور احتیاطی تدابیر کے باوجود انھیں اللہ نے یوں اندھا کیا کہ انھیں مسلمانوں کے وہاں آ دھمکنے کی رات خوابِ غفلت نے اپنی گرفت میں لیے رکھا۔ اس سے قبل ہر رات کو وہ چوکنا رہتے اور جگانے والے علی الصبح سونے والوں کو جگا دیا کرتے تھے۔ اتفاق سے اس روز طلوعِ آفتاب تک کسی مرغ نے بھی اذان نہ دی [اگر دی تو یہود کی غفلت ونیند کی وجہ انہیں سنائی ہی نہ دی]۔ روشنی پھیلنے پر جب وہ ہڑ بڑا کر اٹھے اور قلعوں کے باہر اسلامی فوج کو پایا تو حواس باختہ ہو گئے۔ اب چونکہ دشمن قلعہ بند تھے اور انھیں دفاعی حصار کی وجہ سے کافی تحفظ حاصل تھا۔ اس لیے حملہ آور فوج کو جو کھلے میدان میں تھی بظاہر خطرات کا سامنا تھا لیکن آنحضورؐ کے حوصلے بہت بلند تھے اور صحابہ کی بھی یہی شان تھی۔ اس کے باوجود آنحضورؐ اپنی فطرتِ سلیمہ کے عین مطابق صحابہؓ سے خطاب کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ دشمن سے لڑائی اور قتال کی تمنا نہ کیا کرو۔ اللہ رب العالمین سے ہمیشہ عافیت کی دعا مانگا کرو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ جنگ میں کس قسم کی آزمائشوں کا سامنا ہوگا لیکن جب دشمن سے مقابلہ ہو ہی جائے تو پھر ثابت قدمی اختیار کرو اور اپنی زبان سے کہو: ''اے اللہ ہمارا رب بھی تو ہے اور مدمقابل لوگوں کا رب بھی تو۔ ہماری پیشانیاں اور ان کی پیشانیاں تیرے ہاتھ میں ہیں۔ اے اللہ ان میں سے جو قتل ہوتے ہیں انھیں دراصل تو ہی موت کے گھاٹ اتارتا ہے''۔ سبحان اللہ! کس قدر حکیمانہ نصیحت ہے!

موقع محل کے مطابق طرزِ عمل

پھر آنحضورؐ نے صحابہ کرامؓ کو ایک اہم ہدایت یہ دی کہ دشمن کے تیروں سے بچنے کے لیے زمین پر لیٹ جانا پڑے تو اس کا اہتمام کرو اور جب بالکل دو بدو جنگ ہو تو پھر اچھل کر کھڑے ہو جاؤ اور اللہ کی کبریائی کا نعرہ لگا کر حملہ کر دو۔ آپ ملاحظہ فرمائیں کہ اسی جنگ میں کچھ وقت پہلے آنحضورؐ نے بلند نعروں سے منع فرمایا تھا اور یہاں نعرے بلند کرنے کی ترغیب دی۔ گویا ہر موقع محل کے مطابق طرزِ عمل اختیار کرنا، اسلامی تعلیمات کا حصہ ہے۔ اسی اسوۂ نبوی کی روشنی میں آج کے دور میں سیاسی، معاشرتی، سماجی اور تربیتی و تعلیمی پروگراموں کے دوران کہیں تو نعروں کی گونج

Marfat.com

مطلوب ہوتی ہے اور کہیں نعروں سے مکمل اجتناب کے ساتھ نہایت پرسکون ماحول میں بات کرنے اور سننے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جنگِ خیبر کے دوران کئی قلعوں کا محاصرہ اور ہر قلعے کی فتح کے لیے شبانہ روز تگ ودو کا تذکرہ بڑا ایمان افروز ہے جو محض ضرب وحرب کے فنون ومہارت تک محدود نہیں بلکہ ایک جامع نظامِ حیات اور تربیت کا مرقع ہے۔

......❀❀❀......

Marfat.com

خیبر کے قلعے

قلعے اور ان کے نام

نبی اکرمؐ نے خیبر کے قلعوں کا محاصرہ کرلیا۔ ان قلعوں کے بارے میں مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ بڑے قلعے تعداد میں دس تھے۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری اپنی سیرت رحمۃ للعالمین میں بیان کرتے ہیں کہ یہ دس قلعے تین حصوں میں تقسیم تھے۔ پہلے حصے میں چار قلعے تھے اور ان سب کو حصون نطاۃ کے نام سے پہچانا جاتا تھا۔ اس میں شامل قلعوں کو مندرجہ ذیل ناموں سے منسوب کیا گیا۔

۱- قلعہ ناعم

۲- قلعہ نطاۃ

۳- قلعہ صعب بن معاذ

۴- قلعہ الزبیر

دوسری قسم میں تین قلعے تھے اور تینوں حصونِ شق کے نام سے معروف تھے۔ ان میں

۱- قلعہ شق

۲- قلعہ البر

۳- قلعہ الابی شامل تھے۔

تیسری قسم میں بھی تین ہی قلعے تھے اور انھیں حصونِ کتیبہ کا نام دیا گیا تھا۔ ان میں

۱- قلعہ قموص طبری

۲- قلعہ وطیح

Marfat.com

۳- قلعہ سلالم شامل تھے۔

قلعہ سلالم ہی کو حصن بنی الحقیق بھی کہا جاتا تھا (رحمۃ للعالمین از قاضی محمد سلیمان منصور پوری ج ۱، ص ۲۲۰)۔

سپہ سالار کی شہادت

جنگ کا آغاز قلعہ نطاۃ کے حصے ناعم پر ہوا، جو سب سے اہم تھا۔ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری صاحب کے بقول حملہ کرنے کے لیے علم اور فوج کی کمان مشہور انصاری صحابی حضرت محمود بن مَسلمہؓ کو سونپی گئی تھی۔ جنگی حکمتِ عملی کے تحت فوج کا ایک حصّہ اگلی صفوں میں لڑ رہا تھا اور آنحضورؐ خود اس میں شامل تھے جبکہ باقی ماندہ فوج کو کیمپ میں رہنے کا حکم دیا گیا تھا اور کیمپ کی نگرانی اور انتظام و انصرام حضرت عثمان بن عفانؓ کے سپرد تھا۔ اس جنگ میں سب سے پہلی شہادت کمانڈر حضرت محمود بن مَسلمہؓ کے حصے میں آئی۔ اسلامی لشکر نے کئی دنوں تک قلعے پر مسلسل حملے کیے مگر قلعے کی مضبوطی اور قلعہ بند فوج کی جرأت و بہادری اور منظم دفاع کی وجہ سے پیش رفت نہ ہو سکی۔ اسی دوران حضرت محمود بن مَسلمہؓ گرمی کی شدت سے ذرا ستانے کے لیے ایک دیوار کی اوٹ میں بیٹھے تو یہودی سردار کنانہ بن ابی الحقیق نے تاڑ لیا اور اوپر سے ایک پتھر گرا کر حضرت محمود بن مَسلمہؓ کو شہید کر دیا۔

نیا کمانڈر اور اجتہادی رائے

سپہ سالار کی شہادت پر ان کے بھائی محمد بن مَسلمہؓ نے کمان سنبھال لی اور شام تک دشمن سے برسرِ پیکار رہے۔ اسی دوران حضرت محمد بن مَسلمہؓ کے ذہن میں ایک خیال آیا۔ انھوں نے سوچا کہ یہودیوں کو اپنے باغات اور کھجور کے درخت اپنے بچوں کی طرح پیارے ہیں۔ ان کے درخت کاٹ کر انھیں بے حوصلہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ ان کا اجتہاد تھا۔ چنانچہ انھوں نے حکم دیا تو کچھ درخت کاٹ دیے گئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو یہ بات پسند نہ آئی مگر کمان چونکہ حضرت محمد بن مَسلمہؓ کے ہاتھ میں تھی، اس لیے براہِ راست ان سے بحث و تکرار کے بجائے آپؓ آنحضورؐ کی

Marfat.com

خدمت میں حاضر ہو گئے اور عرض کیا کہ سالارِ لشکر نخلستانوں کو کاٹنے کا فیصلہ کر چکے ہیں لیکن یہ فیصلہ درست نہیں کیونکہ ہمیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان قلعوں اور نخلستانون کا مالک بنا دے گا۔ یہ قلعے سرنگوں ہوں گے اور ہم فتح یاب۔ درختوں کو کاٹنا پسندیدہ عمل نہیں۔ آنحضورؐ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی رائے سے اتفاق فرمایا اور محمد بن مَسلمہؓ کے پاس فوراً پیغام بھیجا کہ درختوں کو نہ کاٹیں۔ یہ واقعہ آنحضورؐ کی طرف سے صحابہ کی اعلیٰ تربیت اور پھر صحابہ کی طرف سے اس تربیت کے تحت اجتماعی نظامِ جماعت کی پابندی اور نظم وضبط کا احترام ملحوظ رکھنے کی بہترین اور از حد خوشنما تصویر پیش کرتا ہے۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ حضرت محمد بن مسلمہؓ سے ہر لحاظ سے سینیئر اور بزرگ تر تھے مگر ذمہ داری آخرالذکر کو سونپی گئی تھی، اس لیے ان کے عمل کو ناپسند کرنے کے باوجود صدیق اکبرؓ نے براہ راست ان سے بحث وتکرار کے بجائے قائد اعلیٰ نبی رحمت کے سامنے جا کر اپنی رائے پیش کی۔ دونوں صحابہ کی سوچ اجتہاد کا درجہ رکھتی ہے اور دونوں کی آرا میں کسی قسم کا شخصی یا ذاتی مفاد پنہاں نہیں تھا۔ حضور پاکؐ نے جس رائے کو درست اور اقرب الی الصّواب والحکمہ سمجھا اس پر عمل کرنے کا حکم دیا۔ اس حکم پر حضرت محمد بن مسلمہ کو کسی قسم کا اشکال پیش نہیں آیا۔ انھوں نے فوراً اپنی رائے سے رجوع کر لیا۔ رضی اللہ عنھم اجمعین۔

اللہ اور رسول کا محبوب

شام کے وقت جب فوج اپنے سالار کی کمان میں واپس آئی تو آنحضورؐ نے ان سے احوال دریافت کیے۔ حضرت محمد بن مَسلمہؓ نے دن بھر کی کارکردگی کی رپورٹ دی، وہ اپنے بھائی کی مظلومانہ شہادت پر بہت غم زدہ تھے مگر دن بھر انھوں نے قیادت کا حق ادا کیا۔ آنحضورؐ نے ان کی کارکردگی پر تحسین کے ساتھ ان کو تسلی اور حوصلہ بھی دیا اور ان کے شہید بھائی کی بلندی درجات کے لیے دعا بھی کی۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ قلعہ فتح ہونے میں تاخیر ہو رہی ہے مگر پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ کل جھنڈا اس شخص کو دیا جائے گا جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتے ہیں۔ اس کے ہاتھ پر اللہ فتح عطا فرمائے گا۔ صحابہ کرامؓ نے کبھی کسی منصب کی تمنا نہیں کی تھی۔ اس موقع پر چونکہ

Marfat.com

آنحضورؐ نے اپنے اس صحابی کو اللہ اور اس کے رسول کا محبوب قرار دیا اور یہ ایسا اعزاز ہے جس کے مقابلے میں دنیا کی کوئی دولت اور منصب کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اس لیے بہت سے صحابہ کرامؓ کے دلوں میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ کاش جھنڈا انھیں عطا کیا جائے۔

شفائے روح و بدن

اگلے روز نمازِ فجر کے بعد آنحضورؐ صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے تو ہر صحابی کا دل دھڑک رہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا علی بن ابی طالبؓ کہاں ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ان کی طبیعت ناساز ہے اور آشوبِ چشم کی وجہ سے ان کی آنکھوں میں شدید درد ہے۔ نبی مہربان روحانی و جسمانی جملہ بیماریوں کے لیے نسخہ ہائے شفا لے کر آئے تھے۔ حضرت علیؓ حاضر ہوئے تو آپؐ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور ان کے لیے دعا کی۔ ان کی آنکھیں بالکل ٹھیک ہوگئیں۔ نہ سرخی رہی نہ تکلیف۔ پھر آپؐ نے انھیں جھنڈا عطا فرمایا اور حکم دیا: "علی اٹھو اور اللہ کی راہ میں جہاد کا حق ادا کرو۔ سب سے پہلے ان لوگوں کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کرنا۔ وہ قبول کرلیں تو فبہا ورنہ پھر انھیں جنگ و مبارزت کا پیغام دے دو اور جان لو کہ اگر ایک شخص بھی تمھارے ہاتھ پر مسلمان ہوجائے تو یہ بہت کثیر مالِ غنیمت (اور بعض روایات میں سرخ اونٹوں کے ریوڑ) سے بہتر ہے"۔

یہودی مخبر

اسی موقع پر حضرت عمر بن خطابؓ نے جورات کو لشکر کی پاسبانی و پہرے کے فرائض ادا کر رہے تھے، گزشتہ رات کی رپورٹ آنحضورؐ کی خدمت میں پیش کی۔ انھوں نے رات کو ایک یہودی کو گرفتار کیا تھا۔ اسے لے کر آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آنحضورؐ نمازِ تہجد ادا فرما رہے تھے۔ فجر کی مجلس میں اس یہودی نے آپؐ کے سامنے حاضر ہوکر اپنی اور اپنے اہل و عیال کی جان کی امان طلب کی اور کہا کہ میں اس کے بدلے میں آپ کو بہت سے جنگی راز بتا سکتا ہوں۔ آپؐ نے اسے اور اس کے اہل و عیال کو امان عطا کردی۔ اس نے بتایا کہ نطاۃ کے یہودی اس جنگ سے خاصے پریشان ہوئے ہیں۔ گزشتہ رات انھوں نے ایک اہم فیصلہ کیا ہے اور وہ یہ کہ راتوں رات

Marfat.com

اپنے بیوی بچوں کو قلعہ شق میں منتقل کر رہے ہیں اور ساری نقدی اور اجناس کو قلعہ نطاۃ کے اندر ایک خاص مقام پر دفن کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ مجھے اس مقام کا بخوبی پتہ ہے۔ آپ لوگ فتح پائیں گے تو میں وہ جگہ آپ کو بتادوں گا۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ قلعہ شق کے تہہ خانوں میں قلعہ شکنی کے بہت سے آلات اور منجنیقیں وغیرہ موجود ہیں۔ جب مسلمان قلعہ شق فتح کرلیں گے تو میں اس تہہ خانے کی بھی نشان دہی کردوں گا۔ یہ قیمتی معلومات تھیں۔ آنحضورؐ نے اس شخص کو امان عطا فرمادی تھی اور چونکہ حالتِ جنگ تھی اس لیے اس کی نگرانی کا حکم فرمایا۔ اس کے بعد لشکر کو حملے کے لیے آنحضورؐ نے روانہ فرمادیا۔

مناقبِ صحابہؓ

آنحضورؐ اپنے تمام صحابہ کے مناقب وقتاً فوقتاً بیان کیا کرتے تھے۔ مناقب صحابہ کا باب اتنا وسیع اور ایمان افروز ہے کہ ایک تو اسے پڑھتے ہوئے انسان پوری طرح اس میں محو ہوجاتا ہے۔ دوسرے اس سے یہ تاثر ذہن میں راسخ ہوتا ہے کہ نبی مہربانؐ کا ہر جاں نثار ساتھی ممتاز و منفرد ہے۔ آنحضورؐ نے ان سب کو عظمت کے اعلیٰ مقام پر فائز کر دیا تھا۔ اس واقعہ میں سیدنا علی بن ابی طالبؓ کو جو اعزاز بخشا گیا ہے وہ منفرد و ممتاز ہے۔ مومن وہی ہے جو اللہ اور اس کے رسول کی مکمل فرماں برداری اور ان کے ہر حکم کی بلاچوں چرا تعمیل کرے۔ ایمان کا یہ تقاضا بھی قرآن و سنت میں بیان ہوا ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک نبیؐ مہربان کو اپنی جان، اولاد، والدین اور دنیا بھر کے انسانوں سے زیادہ محبوب نہ سمجھے۔ یہ سب اعمال کھیتی کی مانند ہیں اور ان کا پھل اور حاصل یہ ہے کہ جواب میں اللہ اور اس کے رسولؐ بندے کو محبوب بنالیں۔ علی بن ابی طالبؓ تو اس مقام پر پہلے سے فائز تھے ہی، نبی پاکؐ نے اس روز اس کا اعلان فرمایا تھا۔

ایک چرواہے کا قبولِ اسلام

نبی اکرمؐ نے جب خیبر کے قلعوں کا محاصرہ کیا ہوا تھا تو فتح سے قبل ایک دن ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا۔ نبی اکرمؐ اپنی کمان پوسٹ میں تشریف فرما تھے اور صحابہ قلعے کی فصیل کے پاس دشمن

Marfat.com

سے برسرِ پیکار تھے۔ ایک چرواہا بکریاں چراتا ہوا آنحضورؐ کے پاس سے گزرا۔ وہ اس وقت بکریوں کو واپس لے جا رہا تھا۔ آنحضورؐ کو دیکھتے ہی وہ آپؐ کی طرف متوجہ ہو گیا۔ یہ ایک لمبا تڑنگا حبشی تھا اور کسی یہودی کے ہاں غلام یا ملازم تھا۔ بعض مؤرخین نے اس کا نام بیان کیا ہے جبکہ دیگر کا کہنا ہے کہ اس کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ محمد احمد باشمیل اس کا نام اسلم بیان کرتے ہیں۔ دیگر مورخین نے اس کی سیاہ رنگت کی وجہ سے اسود کے لقب سے اس کا تعارف کرایا ہے اور چرواہا ہونے کی مناسبت سے اسے اسود الراعی کے نام سے منسوب کیا ہے۔

سیرت نگار واقدی کے بقول یہ شخص یہودیوں کے قلعوں میں ان کی جنگی تیاریوں کے دوران تعجب سے انھیں دیکھتا تھا۔ ایک دن اس نے اپنے آقا اور مشہور یہودی سردار عامر سے پوچھا کہ یہ سامانِ جنگ کیوں جمع کیا جا رہا ہے؟ تو اس نے کہا ہم ایک شخص کے مقابلے کی تیاری کر رہے ہیں جو سمجھتا ہے کہ وہ نبی ہے۔ یہ کلمہ اس حبشی غلام کے دل میں بیٹھ گیا تھا۔ چنانچہ وہ بکریاں چراتے ہوئے جب آنحضورؐ کے سامنے آیا تو اس نے دور سے باریابی کی اجازت چاہی۔ رسالت مآب کی طرف سے اجازت دے دی گئی۔ اس نے آپؐ سے پوچھا کہ کیا آپؐ اللہ کے نبی ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ اس نے پوچھا آپ کی دعوت کیا ہے۔ آپؐ نے سادہ الفاظ میں اسے بتایا کہ ''میں اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں یہ سلامتی کا راستہ ہے اور اس میں داخل ہونے کا طریقہ یہ ہے کہ تو اللہ کی توحید اور میری رسالت کی گواہی دے اور تو اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرے''۔

نبی مہربان کے یہ الفاظ سنتے ہی اسلام اس چرواہے کے دل پر اثر گیا اور اس نے کلمۂ شہادت پڑھ لیا۔ کلمۂ شہادت پڑھتے ہی اس نے پوچھا ''یہ بھیڑ بکریاں میرے پاس امانت ہیں۔ میں ان کا کیا کروں''؟ آپؐ نے فرمایا ''انھیں ان کے راستے پر ڈال دو۔ انھیں بلند آواز سے ہانکو پھر کنکریاں مارو۔ یہ اپنی منزل پر خود پہنچ جائیں گی اور تو اللہ کے ہاں ادائیگیِ امانت میں سرخرو ہو جائے گا''۔ اس نے ایسا ہی کیا اور اپنے بدویانہ انداز سے کہنے لگا ''جاؤ اب اپنے مالک کے پاس چلی جاؤ، میں اب تمھارے ساتھ نہیں جاؤں گا''۔ سب بکریاں یوں تنظیم کے ساتھ اپنے راستے پر چل پڑیں کہ گویا کوئی چرواہا انھیں ہانکنے لیے جا رہا ہو۔ یہودیوں نے جب یہ منظر دیکھا تو

Marfat.com

وہ سمجھ گئے کہ ان کا غلام ہاتھ سے نکل گیا ہے۔

جنت مکین

اسلام قبول کرنے کے بعد اس شخص نے آنحضورؐ سے سوال کیا: یارسول اللہ میں سیاہ رو ہوں اور بدشکل ہوں۔ میرے جسم سے پسینے کی بو آ رہی ہے اور میرے پاس کوئی مال و دولت بھی نہیں۔ اگر میں دشمنانِ اسلام سے لڑوں اور قتل ہو جاؤں تو کیا میں جنت میں جاؤں گا'' آپؐ نے فرمایا: ''یقیناً''۔ یہ حبشی مسلمان آنحضورؐ کی زبان سے یہ الفاظ سنتے ہی جھوم اٹھا، گویا جنت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے یا اسے اس کی خوشبو آنے لگی ہے۔ وہ اسلامی فوج کے ساتھ قلعے کی طرف بڑھا اور اگلے ہی لمحے شہادت سے ہمکنار ہو گیا۔ زاد المعاد جلد دوم صفحہ ۳۲۹ پر حافظ ابن قیم تحریر فرماتے ہیں کہ یہ شخص جنت میں داخل ہو گیا حالانکہ اس نے نہ کوئی نماز پڑھی نہ ہی اسے کبھی سجدے میں سر رکھنے کی مہلت ملی۔

نبی اکرمؐ کو جب اس کی شہادت کی اطلاع ملی تو آپؐ اس کے جسد خاکی کے پاس پہنچے اور فرمایا:

''حَسَّنَ اللّٰهُ وَجْهَكَ وَطَيَّبَ رِيْحَكَ وَكَثَّرَ مَالَكَ'' (اللہ تیرے چہرے کو حسین بنا دے۔ تیرے جسم کو خوشبو سے معطر کر دے اور اللہ تجھے مالا مال کر دے) پھر آپؐ نے فرمایا: میں نے اس کے پاس جنت کی خوبصورت موٹی آنکھوں والی دو حوریں دیکھی ہیں جو اس کا استقبال کر رہی ہیں۔

اخلاص وللّٰہیت

اس واقعہ میں نبی پاکؐ کی پیغمبرانہ حکمت، مؤثر دعوت اور محبتِ فاتح قلوب کا عکس بھی نظر آتا ہے اور تعلیماتِ اسلامی میں دیانت و امانت کی جو اہمیت ہے وہ بھی واضح ہوتی ہے۔ حربی دشمنوں کی بکریاں جو ایک شخص کے پاس امانت تھیں واپس لوٹا دینا اور وہ بھی عین حالتِ جنگ میں، دیانت و امانت کی کتنی بلند اور بے نظیر مثال رہے۔ اسی طرح ایک شخص کا وارثِ جنت بن جانا حالانکہ اس نے نہ کوئی نماز پڑھی اور نہ کوئی روزہ رکھا، اس بات کی علامت ہے کہ اللہ کے ہاں

Marfat.com

اخلاص اور للّٰہیت ہی اصل چیز ہے۔ نماز، روزہ اور دیگر عبادات اس کے نامۂ اعمال میں اس لیے موجود نہیں تھے کہ اس کو اس کا موقع ہی نہ مل سکا۔ گویا کثرتِ عبادت اگر اخلاص سے خالی ہو تو اس کا کوئی وزن نہیں اور اگر اخلاص سے مالا مال کوئی شخص ایک قدم بھی منزل کی جانب بڑھے تو منزل آگے بڑھ کر اس کے قدم چوم لیتی ہے۔ جس قلعے کے باہر یہ واقعہ پیش آیا وہ قلعہ ناعم تھا جو نطاۃ کے قلعوں میں سب سے زیادہ مضبوط قلعہ تھا۔ (اس واقعے کی تفصیلات سیرت الحلبیہ ج دوم ص ۶۳ اور المغازی للواقدی ج دوم ص ۶۴۹ پر بھی دیکھی جا سکتی ہیں)۔

......❀❀❀......

Marfat.com

قلعۂ ناعم کی فتح

دشمنِ اسلام، مرحب

سب سے پہلے مسلمانوں نے قلعۂ ناعم پر حملہ کیا۔ یہ یہودیوں کا سب سے مضبوط اور ناقابلِ تسخیر قلعہ تھا۔ قلعے کی مضبوطی کے علاوہ اس قلعے کا دفاع کرنے والا کمانڈر نہ صرف یہودیوں کے درمیان بلکہ پورے عرب میں بہت مشہور جنگجو شمار ہوتا تھا۔ پورے علاقے میں اس کی بہادری کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی اور اکثر و بیشتر مجلسوں میں اس کی بہادری کے قصے سنائے جاتے تھے۔ جب خیبر کا تذکرہ ہوتا ہے تو جہاں اس میں ایک جانب حیدرِ کرار، شیرِ خدا، علی المرتضیٰ کا نامِ نامی فوراً ذہن میں آجاتا ہے وہیں دوسری جانب بلاشبہ اس یہودی کمانڈر کا نام بھی ضرور ذہن میں آتا ہے جس کا اوپر ہم نے ذکر کیا ہے۔ تاریخ نے اس کو مرحب کے نام سے یادگار بنا دیا ہے۔ کوئی بھی شخص جو ذاتی خوبیوں اور مہارت سے مالا مال ہوتا ہے اس کے ساتھ کئی معاونین بھی اس کی ناموری میں حصہ ڈالتے ہیں۔ مرحب کا معاملہ یہ تھا کہ اس کے دو بھائی یاسر اور حارث بھی اسی کی طرح کے بہادر اور ماہر جنگجو تھے اور ہر کٹھن موقع پر اس کے دست و بازو بن جایا کرتے تھے۔ تمام مؤرخین اس بات کا تذکرہ کرتے ہیں کہ قلعہ ناعم پر کئی دنوں کی مسلسل چڑھائی کے باوجود یہ فتح نہیں ہو رہا تھا۔

معجزۂ رسول

مسلمانوں کو جنگ کی عمومی سختیوں کے علاوہ فوری طور پر ایک اور مشکل بھی پیش آگئی۔ اس علاقے میں آنے کے بعد کھجور اور دیگر پھلدار درختوں کے پھل جو ابھی پوری طرح پکے ہوئے نہیں تھے، بھوک کی وجہ سے مسلمانوں نے کھالیے۔ اس سے ان کے گلے خراب ہوگئے اور نزلے زکام کے ساتھ بیشتر لوگوں کو شدید بخار ہوگیا۔ امام بیہقی نے معجزاتِ رسول میں ابو قلابہ

Marfat.com

کی روایت سے بیان کیا ہے کہ نبی اکرمؐ کو اس بات کا علم ہوا تو آپؐ نے فرمایا پانی کو رات کے وقت بہت ٹھنڈا کرو یہاں تک کہ وہ جمنے کے قریب ہو جائے۔ پھر فجر کے وقت بخار میں مبتلا لوگوں کو اس سے نہلاؤ اور ان کے جسم پر پانی ڈالتے ہوئے اللہ کے نام کا ذکر کرتے رہو۔ اس حکمِ نبویؐ کی تعمیل سے معجزانہ طور پر صحابہ کے بخار اتر گئے اور وہ بالکل چاق و چوبند ہو گئے۔

یہود کا زوردار حملہ

نبی اکرمؐ نے کئی دن انصار و مہاجرین میں سے اکابر صحابہ کو کمان عطا فرمائی مگر ہر روز کی شدید جدوجہد کے باوجود شام کو صحابہ فتح کے بغیر واپس پلٹ آتے رہے۔ حضرت محمد بن مسلمہ انصاریؓ نے بھی قیادت کی ذمہ داری ادا کی۔ اگرچہ وہ بہت بہادر اور نڈر کمانڈر تھے لیکن وہ بھی کامیاب نہ ہو سکے۔ ایک دن تو یہودیوں کے جنگی دستے مرحب کے بھائی حارث کی کمان میں قلعے کے باہر مسلمانوں سے نبرد آزما ہوئے اور مسلمانوں کو پیچھے دھکیل دیا۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کو آنحضورؐ کے کیمپ تک پیچھے ہٹنا پڑا۔ یہاں سے آنحضورؐ کی ہدایات سننے کے بعد صحابہؓ نے پھر اپنی قوت مجتمع کر کے دشمن پر حملہ کیا اور اسے پیچھے تو دھکیل دیا مگر قلعے میں داخل ہونے میں کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ اس شام کو آنحضورؐ بہت غمزدہ ہوئے مگر ساتھ ہی مسلمانوں کو خوشخبری دیتے ہوئے آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ اس قلعے کو اب سرنگوں کر دے گا۔ یہودی افواج کی اس روز کی عارضی کامیابی کے بعد مرحب کا حوصلہ بہت بڑھ گیا اور اگلے دن اپنے بھائی کے بجائے وہ خود اپنے لڑاکا دستوں کے ساتھ قلعہ سے باہر نکلا۔ ابن کثیر البدایہ والنہایہ جلد ۲، ص ۱۸۷-۱۸۸ میں اس صورت حال کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مرحب کے ذہن میں یہ خنّاس سما گیا تھا کہ وہ حملہ آوروں کو آج بھاگنے پر مجبور کر دے گا۔ اکڑتے ہوئے جب وہ میدان میں اترا تو اس نے یہ رجزیہ اشعار پڑھے:

قَدْ عَلِمَتْ خیبر اَنِّیْ مَرْحَبٌ
شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبٌ
اِذَا الْحُرُوْبُ اَقْبَلَتْ تَلَهَّبُ

Marfat.com

ترجمہ: سرزمین خیبر بخوبی جانتی ہے کہ میں مرحب ہوں، (مہلک) ہتھیاروں سے لیس؛ آزمودہ کارسورما! جب میدانِ جنگ تیار ہوتا ہے تو میرا چہرہ دمکتا اور میرا اسلحہ شعلے اگلتا ہے۔

اس کے مقابلے کے لیے مشہور انصاری صحابی عامر بن سنان بن الاکوعؓ میدان میں اترے اور انھوں نے بھی یہ رجزیہ شعر پڑھا:

قد علمت خيبر اني عامر

شاكي السلاح بطل مغامر

ترجمہ: خیبر کی دھرتی باخبر ہے کہ میں عامر ہوں، اسلحہ کے زیور سے مزیّن، مردِ میدان اور ماہر جاں باز۔

شیرِ خدا میدانِ جنگ میں

حضرت عامرؓ کے ساتھ مرحب کا مقابلہ ہوا تو اس یہودی جنگجو نے انھیں ایسی جنگی طرح دی کہ ان کی تلوار ان کی اپنی ہی پنڈلی کو کاٹ گئی۔ اس واقعہ کا ذکر اس سے قبل ہو چکا ہے کہ اس سے وہ شہید ہو گئے۔ اس شہادت کے بعد مرحب اور تکبر میں آ گیا لیکن فوراً مسلمانوں کی صف سے حضرت محمد بن مسلمہ انصاریؓ اس کے مقابلے پر نکلے اور اسے کاری ضربیں لگا کر شدید زخمی کر دیا۔ بعد میں حضرت علیؓ نے اسے سر کاٹ کر قتل کر دیا۔ بعض مؤرخین کے نزدیک حضرت علیؓ ہی نے مرحب کا مقابلہ کیا تھا اور اسے قتل کیا تھا۔ سیرتِ ابن هشام ج ۲،ص ۳۳۴-۳۳۵ البدايه والنهايه ج ۴،ص ۱۸۸ پر اس واقعہ کی تفصیلات دیکھی جا سکتی ہیں۔ حضرت علیؓ اور مرحب کے درمیان تلواروں کے ٹکراؤ سے پہلے رجزیہ اشعار کا جو تبادلہ ہوا وہ بھی تاریخ میں منقول ہے۔ اس کے مطابق جب آمنا سامنا ہوا تو مرحب نے اپنی قوت کا اظہار یوں کیا:

قد علمت خيبر اني مرحب

شاكي السلاح بطل مجرب

اذا الحروب أقبلت تَلهَّب

وأحجمت عن صولةِ المغلّب

Marfat.com

ترجمہ: سرزمین خیبر بخوبی جانتی ہے کہ میں مرحب ہوں، (مہلک) ہتھیاروں سے لیس؛ آزمودہ کار سورما! جب میدانِ جنگ تیار ہوتا ہے تو میرا چہرہ دمکتا اور میرا اسلحہ شعلے اگلتا ہے۔ میری جرأت و دبدبے سے خوف زدہ ہو کر مقابل میدان سے بھاگ جایا کرتے ہیں۔

حضرت علیؓ نے اس کے جواب میں فرمایا:

أنا الذي سمتني أمي حيدرة

كالليث غابات شديد القسورة

اكليكم بالصاع كيل السندرة

ترجمہ: میں وہ ہوں کہ میری ماں نے مجھے حیدر کا نام دیا ہے۔ جنگل کے شیروں میں سے شیرِ ببر! تم ناپ تول کر دو گے تو میں بے حساب لوٹاؤں گا۔

مرحب کا قتل

دونوں جنگجو جب آپس میں نبرد آزما ہوئے تو دونوں نے اپنا اپنا ہنر اور قوت آزمائی۔ حضرت علیؓ نے ایک ایسی ضرب لگائی کہ آہنی خود اور حفاظتی زرہ کے باوجود مرحب کی کھوپڑی اڑا دی۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بھی اس واقعہ کو بیان کیا گیا ہے اور اس میں حضرت علیؓ ہی کو مرحب کا قاتل بیان کیا گیا ہے۔ مرحب کا قتل یہودیوں کے حوصلے پست کرنے کا سبب تو بنا مگر ابھی تک اس کے جرأت مند بھائی میدان میں ڈٹے ہوئے تھے۔ مرحب کے قتل کے بعد اس کا بھائی یاسر جو بعض لوگوں کے نزدیک مرحب سے بھی زیادہ طاقتور تھا یہودیوں کی کمان کرتے ہوئے آگے بڑھا۔ اسے حضرت زبیر بن العوامؓ نے قتل کیا تھا۔

مقابلۂ یاسر و زبیر

حضرت زبیرؓ اور یاسر کے رجزیہ اشعار بھی تاریخ میں بیان ہوئے ہیں۔ یاسر نے بھائی کے قتل کے باوجود بڑی بہادری سے یہ اشعار پڑھے۔

قد علمت خيبر أني ياسر

شاكي السلاح بطل مغامرُ

Marfat.com

إذا الليوث أقبلت تُبادِر

وأحجمت من صولتي المخاطر

إنَّ حماي فيه موت حاضر

ترجمہ: خیبر جانتا ہے کہ میں یاسر ہوں۔ اسلحے میں ڈوبا ہوا، دشمن کو مغلوب کر لینے والا۔ بڑھتے ہوئے شیروں کے بھی قدم میرے مقابلے میں اکھڑ جاتے ہیں۔ میرا دبدبہ مخالفین پر چھا جاتا ہے۔ میرے حصار میں موت (دشمن کے لیے) حاضر رہتی ہے۔

اس کے جواب میں حضرت زبیرؓ نے بھی رجزیہ اشعار بآواز بلند کہے۔

قد علمت خيبر أني زبّار

قرم لقرم غير نكسٍ فرَّار

وابن حماة المجد وابن الأخيار

ياسر لا يغررک جمع الكفَّار

فجمعهم مثل السراب الجرّار

ترجمہ: خیبر جان لے کہ میں زبّار [بہادروں کا بہادر] ہوں۔ دشمن کو چھیل ڈالتا ہوں، پیٹھ پھیرنا اور میدان سے منہ موڑنا میری لغت ہی میں نہیں۔ میں نے عزت وشرف کے گھرانے میں آنکھ کھولی۔ اعلیٰ نسب اجداد کی اولاد ہوں۔ اے یاسر کافروں کے لشکر جرار کے دھوکے میں نہ پڑ جا۔ یہ تو خوف سے بھاگ جانے والے جنگلی جانوروں کا غول ہے۔

سیرت ابنِ هشام ج ۲، ص ۳۳۴ سیرت الحلبیہ ج ۲، ص ۱۶۳ پر پوری تفصیلات موجود ہیں کہ دونوں جنگجوؤں نے کیسے پینترے بدل بدل کر ایک دوسرے پر حملے کیے اور کس مہارت و مشاقی کے ساتھ ایک دوسرے کا وار روکنے کے لیے داؤ پیچ کھیلے۔ آنحضورؐ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ جو اس غزوہ میں شریک تھیں دور سے جنگ کا یہ منظر دیکھ رہی تھیں۔ زبیرؓ ان کے اکلوتے لختِ جگر تھے، نہ ان کا کوئی بھائی تھا نہ بہن۔ حضرت صفیہؓ نے آنحضورؐ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یوں لگتا ہے کہ دشمن میرے بیٹے کو قتل کر دے گا۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا: پھوپھی جان! ایسا نہیں ہوگا۔ ان شاء اللہ آپ کا نورِ نظر دشمن کا گلا کاٹ ڈالے گا۔ اور پھر وہ منظر بھی کمال تھا جب

Marfat.com

حضرت زبیرؓ کی شمشیرِ برّاں فضا میں چمکی اور بجلی کی تیزی کے ساتھ یاسر یہودی کی رگِ جان کاٹتی ہوئی کامیابی سے ہمکنار ہوگئی۔

حواریٔ رسولؐ

صحابہ کرام نے حضرت زبیرؓ کی ضربِ کاری کی تعریف کی اور نبی اکرمؐ نے اس موقع پر فرمایا: زبیر! تجھ پر میرے چچا و ماموں قربان۔ ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور زبیر میرا حواری ہے۔ سیدنا حضرت زبیر بن عوّامؓ کے بہت سے مناقب و فضائل میں سے یہ ان کا ایک منفرد اعزاز ہے۔ وہ حواریٔ رسول ہیں اور حواریانِ عیسیٰ کو قرآن نے انصار اللہ کہا ہے۔ حضرت زبیرؓ نے بھی اللہ اور اس کے رسول کی نصرت کا ہر مشکل گھڑی میں حق ادا کیا۔

یہود کی کمر ٹوٹ گئی

یاسر کے قتل سے یہودیوں کی کمر ٹوٹ گئی مگر ابھی تک ان کے بہادر سرداروں نے ہمت نہیں ہاری تھی۔ عامر نامی یہودی مقابلے کے لیے نکلا تو قلعے کے قریب اگلی صفوں میں موجود علیؓ بن ابی طالب نے اس کا کام تمام کر دیا۔ ایک اور جنگجو سردار اُسَیر اس منظر کو دیکھ کر ہنکارتا ہوا نکلا اور مبارزت طلب کی۔ اس کے مقابلے کے لیے محمد بن مسلمہ انصاریؓ آگے بڑھے اور اس کا گلا کاٹ ڈالا۔ اس قلعے میں یہ پانچ بہادر سردار تھے جو قیادت کر سکتے تھے۔ پانچوں یعنی مرحب، حارث، عامر، یاسر اور اُسیر یکے بعد دیگرے قتل ہوگئے۔ اب عملاً یہودیوں کی قیادت کرنے والا ان کے پایے کا کوئی سردار نہ رہا تھا۔ اس کے باوجود انھوں نے باہم مشورے سے طے کیا کہ ہتھیار نہیں ڈالیں گے۔ آلِ مرحب کے بارے میں مؤرخ ابنِ اسحاق اور دیگر قدماء بیان کرتے ہیں کہ اصلاً تو یہ لوگ عرب تھے۔ ان کا سلسلۂ نسب یمن کے مشہور حکمران خاندان حِمیَر سے جا ملتا ہے۔ کافی عرصہ پہلے ان کے آباواجداد یہودیت میں داخل ہوگئے تھے۔ یہ بہت بہادر اور ماہر جنگجو تھے۔

آنحضورؐ کی جنگ میں شرکت

آخری مراحل میں نبی اکرمؐ خود بھی گھوڑے پر سوار ہو کر جنگ میں شریک ہوئے۔ آنحضورؐ نے اس روز زِرہ اور خود بھی پہن رکھے تھے اور آپؐ اسلحے سے لیس بھی تھے۔ آپؐ کے گھوڑے کا

Marfat.com

نام واقدی نے اظرب بیان کیا ہے۔ قلعہ ناعم کے دو دروازے تھے۔ ایک دروازے پر نگرانی کرنے والے دستوں کی قیادت مرحب کا ایک بھائی ابوزینب کر رہا تھا۔ اسے حضرت سماک بن خرشہ المعروف بہ ابی دجانہؓ نے قتل کر دیا۔ اس روز ابودجانہؓ نے اپنا مشہور سرخ عمامہ سر پر باندھ رکھا تھا۔ صحابہ بیان کرتے ہیں کہ ابودجانہ جس روز جنگ میں یہ عمامہ پہنتے تھے تو دشمن کے لیے پیغام اجل بن جاتے تھے۔ دائیں بائیں ہر جانب تلوار چلاتے اور کشتوں کے پشتے لگا دیتے۔ اس جنگ میں رئیس الخزرج سعدؓ بن عبادہ شدید زخمی ہو گئے تھے۔

حضرت ابودجانہؓ کا نام یہودیوں میں اس قدر شہرت پا گیا تھا کہ واقدی کے بقول مسلمانوں کا ایک وفد فلسطین کے شہر اریحا میں اترا۔ یہ بنوامیہ کے بادشاہ سلیمان بن عبدالملک کا دورِ حکومت تھا۔ اریحا میں یہودیوں کی کافی آبادی تھی۔ مسلمانوں سے ایک یہودی نے پوچھا کہ آپ لوگ کہاں سے آئے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ہم حجاز سے آئے ہیں۔ یہودی نے چیخ مارنے کے انداز میں کہا! ہائے حجاز! میں خیبر کے اس یہودی سردار کی اولاد میں سے ہوں جسے محمدؐ کے ساتھیوں میں سے ایک شخص ابودجانہؓ نے قتل کر دیا تھا اور عمرؓ بن خطاب کے دور میں جب ہمیں جلاوطن کیا گیا تو میرے دل میں خیال گزرا کہ مسلمان ہو جاؤں مگر یہودیوں نے مجھے عار دلائی کہ تیرا باپ کس بہادری سے یہودیت پر قتل ہو گیا تھا اور تو اب اس دین کو چھوڑنا چاہتا ہے۔ اس وجہ سے میں اسلام قبول کرنے سے انکاری رہا۔

مضبوط قلعہ سرنگوں ہو گیا

حضرت علیؓ اس قلعے پر شدید حملے کرتے رہے۔ حباب بن المنذرؓ، ابودجانہؓ، زبیر بن عوامؓ، محمد بن مسلمہؓ اور دیگر جرأت مند صحابہ ان کے دائیں اور بائیں آگے بڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ قلعہ فتح ہو گیا۔ اس قلعے کا فتح ہو جانا مسلمانوں کے لیے بہت بڑی خوش خبری تھی۔ مسلمانوں کے قلعے میں داخل ہونے سے قبل تمام یہودی جنگ جو قلعہ خالی کر کے دیگر قلعوں میں منتقل ہو گئے تھے، انھوں نے اپنے بیوی بچوں اور قیمتی ساز و سامان کو پہلے ہی یہاں سے منتقل کر دیا تھا۔ [illegible] قلعہ مسلمانوں کو خالی ہی ملا مگر خوراک کا کچھ سامان ہاتھ آ گیا جو اس مشکل اور فاقہ کشی کے احول [illegible] بسا غنیمت تھا۔

Marfat.com

قلعۂ صعب کا محاصرہ اور فتح

یہود کی دوسری دفاعی لائن

قلعۂ ناعم کی فتح کے بعد مسلمانوں نے دوسرے مضبوط ترین قلعے یعنی قلعۂ صعب بن معاذ کی طرف پیش قدمی کی۔ یہودیوں نے اپنی جنگی حکمت عملی کے تحت اپنی پہلی دفاعی لائن قلعہ ناعم میں رکھی تھی اور دوسری قلعۂ صعب میں۔ اس قلعے پر حملہ کرنے کے لیے نبی اکرمؐ نے حضرت حباب بن المنذر انصاری رضی اللہ عنہ کو سالارِ جیش مقرر کیا۔ اگرچہ قلعۂ ناعم سے کچھ معمولی خوراک ملی تھی مگر وہ تو ایک ہی وقت میں ختم ہو چکی تھی۔ اب ایک طرف تو سخت جنگ درپیش تھی جس میں ماہر تیر انداز اپنے محفوظ مورچوں سے تیروں کی بارش برسا رہے تھے اور دوسری جانب مجاہدین بھوک کی شدت سے نڈھال تھے مگر میدان میں ڈٹے ہوئے تھے۔ قبیلہ بنو اسلم کے مجاہدین نے آنحضورؐ سے آ کر شکایت بھی کی کہ بھوک نے نڈھال کر کے رکھ دیا ہے۔ آپؐ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اس سے نجات کی کوئی سبیل نکلے۔ نبی اکرمؐ نے دعا بھی فرمائی اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ بخدا میرے پاس کچھ ہوتا تو میں تم لوگوں کو ضرور کھلا دیتا لیکن اس وقت کھانے پینے کی کوئی چیز دستیاب نہیں ہے۔ اس کٹھن اور مشکل موقع پر کی گئی آنحضورؐ کی دعا تاریخ میں یوں منقول ہے:

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ عَلَیْھِمْ اَعْظَمَ حصنٍ فِیْہِ اَکْثَرُہٗ طعاماً وَّاَکْثَرُہٗ وَدْکاً (اے اللہ اہل ایمان کے لیے بڑے قلعے کو مفتوح کر دے جس میں بکثرت طعام اور غذائی لوازم موجود ہے۔)

یوشع کا قتل

قبیلہ بنو اسلم کی ایک صحابیہ ام مطاعؓ جو اس جنگ میں آنحضورؐ کے ساتھ شریک تھیں، بیان کرتی ہیں کہ آنحضورؐ کی دعا کے بعد میں نے دیکھا کہ قبیلہ بنو اسلم کے جنگجو بھوک کے باوجود اٹھے

Marfat.com

اور بہادری سے قلعے پر حملہ آور ہو گئے اور غروبِ آفتاب تک قتال کا حق ادا کیا۔ اس روز شدید لڑائی ہوئی۔ ایک یہودی اسلحہ سے لیس اور مکمل دفاعی لباس پہنے ہوئے قلعے سے نکلا اور مبارزت طلب کی۔ لوگوں نے کہا کہ لوہے میں غرق اس یہودی کا نام یوشع ہے اور یہ بڑا بہادر آدمی ہے۔ سالارِ لشکر حباب بن المنذرؓ خود اس کے مقابلے پر نکلے اور دونوں کے درمیان شدید مقابلہ ہوا۔ آخر حضرت حبابؓ اسے قتل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

بنو غِفار کا سپوت

یہودی سردار یوشع کے گرتے ہی ایک دوسرا جنگجو قلعے سے نکلا۔ اس کا نام دیال بیان کیا گیا ہے۔ اس کے مقابلے میں بنو غفار کے نوعمر صحابی حضرت عمار ابن عقبہ بن حارثہ الغفاریؓ نکلے۔ یہودی نے انھیں للکارا تو جواب میں انھوں نے بھی للکارا۔ یہودی سردار نے ان پر تابڑتوڑ حملے کیے مگر وہ اس کے ہر وار سے بچ جاتے رہے۔ حضرت عمارؓ بڑی پامردی سے وار روکنے کے ساتھ موقع کی تلاش میں رہے۔ آخر کار انھوں نے اس کی کھوپڑی اڑانے کے لیے ضرب لگائی تو یہ ضرب کاری ثابت ہوئی۔ دشمن پر ضرب لگاتے ہوئے بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا: خُذْهَا وَاَنَا الْغُلَامُ الْغِفَارِیُّ یعنی میری ضرب کا مزہ چکھ لے اور جان لے میں بنی غفار کا سپوت ہوں۔ علامہ ابنِ کثیر البدایہ والنہایہ اور ابن ہشام اپنی سیرت میں بیان کرتے ہیں کہ اس نوجوان کی یہ بات سن کر صحابہ نے نکیر کی اور بعض نے کہا کہ اس نوجوان نے اپنا جہاد ضائع اور اجر برباد کر دیا۔ یہ بات آنحضورؐ تک پہنچی تو آپؐ نے فرمایا: مَابَأْسَ بِهٖ یُؤْجَرُ وَیُحْمَدُ۔ یعنی اس کی اس بات میں کوئی حرج نہیں۔ اسے اس کا اجر ملے گا اور اس کا یہ عمل قابلِ تحسین ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۴، ص ۱۹۵۔ سیرت ابنِ ھشام ج ۲، ص ۳۳۲)

شوکتِ اسلام کا اظہار

نبی اکرمؐ کی تعلیماتِ عالیہ اور سیرتِ مطہرہ سے ہر قدم پر رہنمائی ملتی ہے۔ عام حالات میں اسلام کا حکم یہی ہے کہ انسان انکسار اختیار کرے۔ فخر و کبر اور بڑا بول اللہ کو ہرگز پسند نہیں۔ البتہ خاص مواقع پر بالخصوص حق و باطل کی کشمکش کے دوران کئی مراحل ایسے آجاتے ہیں جب اظہار

Marfat.com

قوت اور جوش و جذبے کی افزائش ضروری قرار پاتی ہے۔ اس سے مقصود دکھلاوا اور ریاکاری نہیں ہونی چاہیے ورنہ اجر ضائع ہو جاتا ہے۔ حضرت ابودجانہؓ کا بعض مواقع پر میدان جنگ میں تلوار لہراتے ہوئے اکڑ کر چلنا اور حضرت زبیرؓ کا مختلف جنگوں میں اپنی تلوار کے ساتھ اپنے طاقتور ہاتھ کی تعریف کرنا بھی ایسی ہی مثالیں ہیں۔ حضرت ابودجانہؓ کے اکڑ کر چلنے پر تو نبی اکرمؐ نے فرمایا تھا کہ اللہ کو بندے کا اکڑ کر چلنا ہرگز پسند نہیں مگر آج ابودجانہؓ کا یہ انداز پسند آیا ہے کیونکہ یہ کفر کے مقابلے میں اسلام کی شوکت کا اظہار ہے۔

پالتو گدھے کا گوشت؟

اسی جنگ کے دوران پالتو گدھے کے گوشت کے حلال و حرام ہونے کے بارے میں سوال پیدا ہوا تھا۔ ہوا یوں کہ قلعہ صعب بن معاذ کے باہر یہودیوں کے گدھے پھر رہے تھے۔ مسلمانوں کو قریب آتے ہوئے دیکھ کر گدھوں کے رکھوالے انھیں ہانک کر اندر لے گئے مگر بیس اور تیس کے درمیان گدھے باہر رہ گئے۔ مسلمانوں نے ان کو پکڑ لیا اور بھوک کی شدت نے انھیں مجبور کیا تو گدھوں کو ذبح کر کے ان کا گوشت بنایا اور دیگیں آگ پر چڑھا دیں۔ رسول اللہ ﷺ اس جانب سے گذرے اور یہ صورتحال دیکھی تو دیگوں کے بارے میں استفسار فرمایا۔ جب آپؐ کو بتایا گیا کہ پالتو گدھوں کا گوشت پکایا جا رہا ہے تو آپؐ نے اسے ناپسند فرمایا اور آپ کی جانب سے ایک صحابی نے بلند آواز میں پکار کر کہا: ''رسول اللہ ﷺ نے پالتو گدھے کا گوشت کھانے سے منع فرما دیا ہے''۔ ایک روایت کے مطابق اسی موقع پر آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ عورتوں کے ساتھ نکاحِ متعہ بھی منع ہے اور ہر چیرنے پھاڑنے والا درندہ اور ہر سموں والا جانور اور ہر گوشت خور شکاری پرندہ بھی حرام ہے۔ تاہم آنحضورؐ نے گھوڑے کا گوشت کھانا جائز قرار دیا۔ اس واقعہ کی تفصیل البدایہ والنہایہ ج ۲، ص ۱۹۲ کے علاوہ صحیح البخاری ج ۵، ص ۲۸۱ پر بھی دیکھی جا سکتی ہے۔ علماء کا کہنا ہے کہ گھوڑا حلال ہونے کے باوجود اس کا گوشت استعمال نہ کرنے کی وجہ گھوڑے کی جہادی ضرورت اور خدمات بھی ہیں اور بعض کے نزدیک طبعی کراہت بھی علت ہے۔

Marfat.com

بکری کا گوشت

اسی جنگ کے حوالے سے ایک صحابی حضرت ابوالیسر کعب بن عمرو انصاریؓ کا واقعہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ انھوں نے قلعے کے اندر داخل ہوتی ہوئی بکریوں کا ایک ریوڑ دیکھا۔ نبی اکرمؐ نے اس موقع پر بھوک کی شدت سے فرمایا کہ اس ریوڑ میں سے کون ہمارے لیے کچھ کھانے کے لیے لائے گا؟ تو اس انصاری صحابی نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں یہ خدمت سرانجام دیتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت ابوالیسر ریوڑ کی طرف ہرن کی طرح چوکڑیاں بھرتے ہوئے بھاگے۔ آنحضورؐ نے انھیں اس طرح پھرتی سے دوڑتے دیکھا تو دعا فرمائی: اللھم متعنا به (اے اللہ ہمیں ابوالیسر کے ذریعے سامان (خوراک) فراہم فرما)۔ بکریاں قلعے میں داخل ہو رہی تھیں کہ انھوں نے آخری حصے سے دو بکریوں کو پکڑ کر اپنی دونوں بغلوں کے نیچے دبا لیا اور پھر بھاگتے ہوئے آنحضورؐ کی خدمت میں آ گئے۔ آپؐ کے حکم سے یہ دونوں بکریاں ذبح کی گئیں۔ پھر آنحضورؐ نے ان کا گوشت تیار کروا کر پورے لشکر میں تقسیم کروایا۔ لشکر میں سے کوئی شخص ایسا نہ رہ گیا جس نے گوشت نہ کھایا ہو۔ البتہ بعض صحابہ کرام رجیع کے کیمپ میں تھے ان تک گوشت نہ پہنچایا جا سکا۔

آخری صحابی

حضرت ابوالیسرؓ کے بارے میں سیرت نگاروں نے بیان کیا ہے کہ آنحضورؐ کے صحابہ کرامؓ میں سے مدینہ منورہ میں سب سے آخر میں انھوں نے ہی وفات پائی۔ وہ آنحضورؐ اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ کے فراق میں اکثر رونے لگتے تھے۔ ایک مرتبہ ان کے بچوں میں سے کسی نے انھیں ناراض کر دیا تو انھوں نے آنحضورؐ کی اسی حدیث کے حوالے سے کہا کہ میری عمر کی قسم! میں صحابہ سے پیچھے رہ گیا ہوں۔ انھوں نے مجھ سے فائدہ (تمتع) اٹھایا۔ اب نہ معلوم میری قسمت میں کیا کیا لکھا ہے جسے دیکھنے کے لیے زندہ رہ گیا ہوں۔

شہ سوار رسولِ رحمتؐ

یہودیوں کے بڑے سرداروں کے قتل کے بعد یہودیوں نے جو شدید تیر اندازی کی اس میں

Marfat.com

بہت سارے مسلمان زخمی بھی ہوئے اور کئی ایک شہید بھی، لیکن مسلمانوں نے قلعے کے گرد اپنا گھیرا توڑنے کے بجائے ڈٹ کر ان کا مقابلہ کیا۔ ایک موقع پر یہودی دروازے کھول کر اچانک مسلمانوں پر حملہ آور ہوگئے۔ حضرت حباب بن منذرؓ جو کمان کر رہے تھے، وہ تو ڈٹے رہے مگر بعض دیگر صحابہ پیچھے ہٹنے لگے۔ اس موقع پر آنحضورؐ نے خود آگے بڑھ کر صحابہ کو حوصلہ دیا۔ خاتونِ احد حضرت ام عمارہؓ اس موقع پر بھی شریک جہاد تھیں۔ وہ احد کی طرح آج بھی پوری جرأت کے ساتھ میدان میں ڈٹی رہیں۔ نبی اکرمؐ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر آگے بڑھے اور کمانڈر کے ساتھ جا کھڑے ہوئے حالانکہ اس وقت تیروں اور پتھروں کی بارش ہو رہی تھی۔ آپ کے گھوڑے کو آپؐ کے غلام حضرت مدعمؓ نے پکڑ رکھا تھا۔ کئی دنوں کی جنگ کے بعد یہ قلعہ فتح ہوا تھا۔ سخت حملے کے وقت میں یہودیوں کے مقتولین کے علاوہ کئی مسلمان بھی شہید ہوئے تھے۔ خاص طور پر دو بدری صحابہ حضرت حارث بن حاطب اور ابو صیاح رضی اللہ عنہما نے جام شہادت نوش کیا۔ ایک تیسرے صحابی آنحضورؐ کے ساتھ آپؐ کا دفاع بھی کرتے رہے اور دشمنوں سے لڑتے بھی رہے اور شہادت کے مرتبے پر فائز ہوگئے۔ ان کا نام عدی بن مرہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ بیان کیا گیا ہے۔

یہود کا ابوجہل

ثقہ روایات کے مطابق اسی دن مشہور یہودی سردار جس کا پہلے بھی ذکر آ چکا ہے، سلاّم بن مِشکَم بھی قتل ہوا تھا۔ آنحضورؐ کو گوشت میں زہر ملا کر شہید کرنے کی سازش اسی سردار کی بیوی زینب بنت الحارس نے کی تھی۔ یہ عورت مرحب کی بھتیجی تھی۔ سلاّم بن مِشکَم کے بارے میں واقدی کا بیان ہے کہ یہ بیمار تھا اور یہودیوں نے اسے کہا بھی کہ وہ دوسرے محفوظ قلعوں میں چلا جائے مگر اس نے یہ کہہ کر کہ سردار کو راہِ فرار زیب نہیں دیتی، کہیں جانے سے انکار کر دیا۔ جس طرح ابوجہل کو اس کی قوم ابوالحکَم کہتی تھی اسی طرح سلاّم بن مِشکَم کو بھی اس کی قوم ابوالحکَم ہی کہتی تھی۔ یہ یہودی بھی قریشی ابوجہل کی طرح سخت جان اور دلیر تھا۔ حضرت حباب بن المنذرؓ نے اس قلعے کو فتح کیا۔ اس روز مسلمانوں کی خوشی دیدنی تھی۔ اس قلعے سے مسلمانوں کو اسلحے اور خوراک کا بڑا ذخیرہ بھی ملا اور بے شمار یہودی جنگی قیدی بھی بنا لیے گئے۔

Marfat.com

ذخیرہ اندوزی ممنوع ہے

قلعۂ صعب کی فتح اہلِ اسلام کے لیے بڑی بشارت تھی۔ یہاں سے بڑی مقدار میں جو اسلحہ ملا اس میں نیزے، تلوار اور تیر کمان کے علاوہ منجنیقیں بھی تھیں جنھیں آج کے دور میں قلعہ شکن توپیں کہا جا سکتا ہے۔ نبی اکرمؐ نے سارے اسلحے کی فہرستیں بنوائیں۔ ماہر صحابہ کرامؓ کی رائے کے مطابق کچھ اسلحہ تو مقامی طور پر تیار کیا گیا تھا اور کچھ شام سے منگوایا گیا تھا، جو اپنی کوالٹی کے لحاظ سے بہت اعلیٰ قسم کا تھا۔ چونکہ مسلمان بہت بھوکے تھے اور یہاں کھانے پینے کی اشیا بھی بکثرت تھیں اس لیے نبی اکرمؐ نے ایک اہم ہدایت فرمائی۔ آپؐ نے فرمایا کہ اپنے پیٹ کی آگ ٹھنڈی کرنے کے لیے جتنا کچھ کھانے کی ضرورت ہو وہ کھالو مگر ضرورت سے زاید اپنے قبضے میں مت لینا۔ لوگوں نے حسب ضرورت غذا استعمال کی اور زاید از ضرورت پورا ذخیرہ نبی اکرمؐ کے کیمپ اور لشکر گاہ میں پہنچا دیا گیا۔

شراب کے بارے میں حکم

ایک دل چسپ بات یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ نبی اکرمؐ سے صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ یہودیوں کے برتنوں میں کھانے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ان کو دھولو۔ پھر ان میں کھاؤ پیو اور پکانے کے برتنوں میں کھانا پکاؤ۔ ایک اور واقعہ مؤرخین نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس قلعے میں یہودیوں نے بہت بڑی مقدار میں شراب بھی جمع کر رکھی تھی۔ پورے لشکر میں سے صرف ایک شخص کے شراب پینے کا ذکر ملتا ہے جس کا نام عبد اللہ بیان کیا جاتا ہے جسے خمار (شرابی) کہا گیا۔ صحابہ نے آنحضورؐ سے اس کی شکایت کی اور اسے آپؐ کی خدمت میں حاضر کیا۔ آپؐ نے اپنے جوتے سے اسے ہلکی ضربیں لگائیں اور صحابہ سے بھی کہا کہ اسے جوتے لگاؤ۔ ہلکی سرزنش کے بعد اسے چھوڑ دیا گیا۔ آپؐ کے حکم سے شراب کے برتن بھی توڑ دیے گئے اور تمام شراب بھی بہا دی گئی۔ حضرت عمرؓ نے شراب پینے والے شخص پر لعنت بھیجی تو آنحضورؐ نے فرمایا: ''اے عمر! ایسا مت کرو۔ اس شخص سے بھول چوک سے غلطی ہوگئی ہے (یعنی یہ کوئی عادی شرابی نہیں) یہ اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہے''۔ بس حضرت عبد اللہ کو اپنے کیے پر ندامت

Marfat.com

ہوئی اور وہ سچے دل سے تائب ہوئے اور پھر صحابہ کے اندر یوں گھل مل گئے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔

دینِ اسلام کی وسعتِ نظر

اس واقعہ کے اندر بڑی حکمت اور اسلام کی وسعت ہے۔ عادی مجرم اور اس پر اصرار کرنے والوں کا معاملہ ان لوگوں سے بالکل مختلف ہوتا ہے جن سے بھول چوک سے کوئی غلطی یا گناہ سرزد ہو جائے۔ اسلام میں تنگ نظری اور جور و جفا نہیں، وسعتِ نظر اور اصلاح کے لیے تادیب کے ساتھ تعلیم و تربیت اور حسنِ سلوک کی بڑی اہمیت ہے۔ شراب نوشی پر شرابی کے حال کے مطابق اسے تعزیر کا سزاوار گردانا جاتا ہے۔ اس قلعے سے ملنے والی خوراک اور جانوروں کا چارہ، اتنا زیادہ تھا کہ حضرت ام عمارہؓ کے بقول ایک مہینہ سے زاید لشکر اور ان کی سواریوں کے لیے اس نے کفایت کی۔ اس قلعے سے بہت سارے یہودی گرفتار ہوئے مگر بڑی تعداد میں یہاں سے بھاگ کر دوسرے قلعوں میں پناہ لینے میں کامیاب ہو گئے۔

تطہیر واستراحت

اب اگلا معرکہ قلعۂ زبیر پر ہونا تھا لیکن نبی اکرمؐ نے اس پر حملہ کرنے سے پہلے فتح شدہ قلعوں کے گرد و نواح میں گھروں اور مورچوں کی تفتیش و تطہیر کا حکم دیا کہ وہاں دشمن کے ایجنٹ چھپے ہوئے نہ ہوں۔ ساتھ ہی آنحضورؐ کے پیش نظر یہ بھی تھا کہ دو قلعوں پر ہونے والی پر مشقت جنگ کے بعد صحابہ کو کچھ آرام بھی مل جائے تاکہ وہ تازہ دم ہو کہ قلعہ زبیر پر چڑھائی کریں۔

......❀❀❀......

Marfat.com

قلعۂ زبیر کی فتح

ایک یہودی خدمتِ رسولؐ میں

اب تک پہلی قسم میں شمار ہونے والے دو قلعے تو فتح ہو چکے تھے۔ اب تیسرے قلعے زبیر پر چڑھائی کی گئی۔ یہ یہودیوں کی تیسری دفاعی لائن تھی۔ پہلے قلعوں کی طرح یہاں بھی برجوں میں بیٹھے ہوئے تیراندازوں نے اپنے آپ کو لیس کر لیا تھا۔ یہ قلعہ بلندی پر بھی تھا اس لیے نشیب میں مسلمانوں کی فوج کو زیادہ مشکلات تھیں۔ مسلمانوں کی خواہش تھی کہ یہودی قلعے سے باہر نکلیں۔ آخر کئی دنوں کے بعد قلعے میں سے ایک شخص جس کا نام غزال بیان ہوا ہے رات کے وقت قلعے سے نکل کر اسلامی لشکر کی طرف آیا اور آنحضورؐ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ آنحضورؐ سے ملاقات کے وقت اس یہودی نے آپ کو یقین دلایا کہ وہ کسی بری نیت سے نہیں آیا بلکہ وہ آپ کو نہایت اہم راز بتانے آیا ہے جس کے نتیجے میں مسلمانوں کو قلعہ فتح کرنے میں آسانی ہوگی مگر وہ یہ راز اس شرط پر بتائے گا کہ اس کو اور اس کے اہل وعیال کو جان اور مال کی امان مل جائے گی۔ آنحضورؐ نے اسے امان دے دی۔

ایک اہم جنگی راز

امان پانے کے بعد اس شخص نے بتایا کہ قلعہ والوں نے ہر چیز کا ذخیرہ جمع کر رکھا ہے لیکن انھیں صرف ایک پانی باہر سے حاصل کرنا پڑتا ہے۔ مگر پانی جن چشموں سے حاصل کرنا پڑتا ہے ان کے سوتوں سے قلعے کے اندر تک خفیہ نالیوں کے ذریعے سے پانی پہنچتا ہے اور اس پانی کے جمع کرنے کے لیے قلعے کے نیچے فصیل کے اندر بڑے بڑے حوض بنائے گئے ہیں۔ میں پانی کی گذرگاہ کو جانتا ہوں۔ اگر آپ پانی کی گذرگاہ بند کر دیں گے تو یہودی فوجیں دو میں سے ایک کام کرنے پر مجبور ہوں گی یا تو وہ ہتھیار ڈال دیں گے یا قلعے سے باہر نکل کر مقابلہ کرنے پر مجبور ہوں گے۔

Marfat.com

موجودہ صورتحال میں وہ لمبے عرصے تک قلعہ بند ہو کر لڑ سکتے ہیں۔ اس یہودی غزال کی نشاندہی پر آنحضورؐ کے صحابہ اس مقام پر گئے جہاں سے پانی کی آمد ہوتی تھی اور پانی کا رخ موڑ دیا۔

یہود قلعہ سے باہر نکل آئے

مخبر کی طرف یہ ایک نہایت اہم جنگی راز تھا جس کے انکشاف نے حالات کا پانسہ پلٹنے میں اہم کردار ادا کیا۔ مؤرخ واقدی اپنی المغازی میں بیان کرتے ہیں کہ اس قلعے کی مضبوطی اور بلندی ایسی تھی کہ اس پر نہ تو گھوڑ سوار قابو پا سکتے تھے نہ پیادہ فوجیں۔ بہر حال اس نئی سکیم کے بعد یہودیوں کو قلعے سے باہر نکلنا پڑا۔ اس میں شک نہیں کہ یہودی یک جان ہو کر بڑی بہادری سے لڑے مگر مسلمانوں نے بھی جذبۂ شہادت سے سرشار ہو کر جنگ کا حق ادا کیا۔ وہ یہودیوں کو دباتے دباتے قلعے کے دروازوں تک لے آئے۔ کئی یہودی قتل ہوئے اور بہت سے مسلمان بھی شہید ہوئے۔ اس روز تو یہودیوں نے پیچھے ہٹتے ہٹتے قلعے میں داخل ہونے اور اس کے دروازے بند کر لینے میں کامیابی حاصل کر لی۔

حق کی فتح، باطل کی شکست

اگلے روز کے معرکے میں یہودی پھر نکلے مگر آج کے مقابلے میں انھوں نے خود کو مجاہدین کے سامنے بے بس پایا اور مسلمانوں نے ان پر غلبہ حاصل کر کے قلعہ فتح کر لیا۔ کچھ یہودی پکڑے گئے باقی دوسرے قلعوں کی طرف بھاگ گئے۔ حق کی اس واضح کامیابی سے مسلمانوں کے حوصلے مزید بلند ہو گئے جبکہ یہودی اپنی تمام شیخیاں بھول کر ہزیمت کا زخم چاٹتے رہے۔ حضورؐ کی عطا اور عفو و درگزر بے مثال تھی۔ آنحضورؐ نے غزال کو اس کے جان مال اور اولاد کی امان تو پہلے ہی دے دی تھی اس کی درخواست پر چند اور افراد کو بھی آنحضورؐ نے امان عطا فرمائی۔ ان واقعات کی تفصیلات زاد المعاد ج ۲ ص ۳۳۱ کے علاوہ البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۱۹۸ السیرۃ الحلبیہ جلد ۲ ص ۱۶۵ پر بھی دیکھی جا سکتی ہیں مگر زیادہ تفصیلی واقعات واقدی ہی نے بیان کیے ہیں دیکھیے جلد ۲ ص ۶۶۷-۶۶۶۔

Marfat.com

حصنِ اُبیّ

قلعوں کے نام اور حقیقت

دوسری قسم کے قلعوں میں سب سے اہم قلعہ حصن اُبی تھا۔ مسلمانوں نے قلعہ زبیر کی فتح کے بعد اس کا محاصرہ کیا۔ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری کی خیبر کے قلعوں کی فہرست جو ہم نے اوپر بیان کی ہے اس میں قلعہ نطاۃ کو ایک الگ قلعے کے طور پر بھی بیان کیا گیا ہے مگر تاریخ کے ریکارڈ میں اس نام کے قلعہ پر حملے اور اس کے نتیجے میں اس کے سقوط کا کوئی تذکرہ ہماری نظروں سے نہیں گزرا۔ ہماری رائے یہ ہے کہ جن تین قلعوں کا اوپر ذکر ہوا ہے یا تو ان کے مجموعے کو نطاۃ کا نام دیا گیا ہے یا پھر یہ یہ قلعہ اگر تھا تو اس میں ممکن ہے یہودیوں کی زیادہ آبادی اور اموال وغیرہ نہ ہوں اور اس کی حفاظت کے لیے انھوں نے تگ و دو کرنے کے بجائے دیگر قلعوں پر اپنی توجہ مرکوز کی ہو اور ان ہی میں اس کے مکینوں کو منتقل کر دیا ہو اور وہیں پر اپنی فوجی قوت کو مجتمع کرنے کا فیصلہ کیا ہو۔ دوسری قسم کے قلعوں میں سے بھی صرف قلعہ ابی پر لڑائی کا تذکرہ ملتا ہے۔ واقدی اور ابنِ کثیر نے بھی اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے جس میں قلعہ شَنّ اور قلعہ اُلبَرُ پر کسی بڑی لڑائی کی تفصیلات نہیں ملتیں۔ منصور پوری صاحب نے جس قلعے کا نام شَن لکھا ہے عرب مورخین نے اسے الشق کے نام سے موسوم کیا ہے۔

احتیاطی تدبیر

ہمارے خیال میں یہ صرف نام کا فرق ہے اصل میں یہ ایک ہی مقام کا نام ہے اور الشق ایک خاص جغرافیائی علاقے کو بھی کہا جاتا تھا۔ اس میں قلعہ ابی دیگر قلعوں سے زیادہ معروف و مشہور تھا۔ اس قلعے کے باہر یہودیوں کے گھنے باغات تھے۔ نبی اکرمؐ کو جنگی حکمت عملی کے تحت اس بات کا خدشہ تھا کہ رات کی تاریکی میں یہودی ان گھنے باغات میں چھپ کر شب خون نہ

Marfat.com

ماریں۔ حضرت حباب بن المنذرؓ نے بھی نبی اکرمؐ کو یہ مشورہ دیا تھا کہ آپ اپنی کمان پوسٹ اور لشکر کے خیمے ذرا فاصلے پر رکھیں جہاں باغات سے نکل کر کھلے میدان میں یہودیوں کو آنا پڑے۔ آنحضورؐ نے ان کی اس رائے کو پسند فرمایا اور ان کی رائے کے مطابق کمین گاہ بنائی گئی۔ حضرت حباب بن المنذرؓ نے جنگِ بدر میں بھی بڑی صائب رائے دی تھی جسے تحسین کے ساتھ آنحضورؐ نے قبول فرمایا۔ اس کی تفصیل اس کتاب کی جلد اول میں دیکھی جاسکتی ہے۔ ان کو نبی مہربان نے صاحب الرائے کا خطاب بھی دیا تھا۔ پچھلے قلعوں کی فتح کے دوران جو منجنیقیں ملی تھیں اب انھیں بھی استعمال کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ قلعہ زبیر کے اندر بھی نبی اکرمؐ نے اپنی فوج اتار دی جہاں انھوں نے مورچہ بند ہو کر خود کو تیار رکھا۔

صاحب الرائے، صاحب السیف

قلعۂ اُبی کا محاصرہ کیا گیا تو یہ نسبتاً زیادہ پہاڑی علاقے، گھاٹیوں اور وادیوں سے گھرا ہوا تھا۔ یہودیوں نے یہاں بھی جرأت مندی سے مقابلہ کیا اور گھمسان کا رن پڑا۔ علی بن برہان الدین السیرۃ الحلبیہ ج ۲ ص ۱۶۵ پر لکھتے ہیں کہ یہودیوں نے اس قلعے کے دفاع کے لیے سردھڑ کی بازی لگا دینے کا فیصلہ کر رکھا تھا۔ اس قلعے پر حملہ کرنے کے لیے مشہور جنگجو صحابی حضرت ابودجانہؓ انصاری کو کمان عطا کی گئی۔ یہودیوں نے کچھ دن تو محصور رہ کر مقابلہ کیا اور اپنے تیروں سے مسلمانوں کو زخمی کرتے رہے پھر قلعے سے باہر نکل آئے۔ یہاں یہودیوں کا ایک سورما عزّ وال کے نام سے مشہور تھا۔ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر باہر نکلا تو اس کے مقابلے کے لیے حضرت حباب بن المنذر نکلے۔ لڑائی کے دوران حضرت حبابؓ نے اس کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا۔ ہاتھ کٹنے کے بعد یہ یہودی قلعے کی طرف بھاگا۔ حضرت حبابؓ نے اس کا تعاقب کیا اور قلعے میں داخل ہونے سے قبل اس کی پنڈلی پر ضرب لگا کر اس کا پاؤں کاٹ دیا۔ پھر ایک اور کاری ضرب لگا کر اس کا کام تمام کر کے واپس لوٹ آئے۔

سالارِ لشکر کی جرأت اور قلعہ کی فتح

دوسرا یہودی جنگجو نکلا تو اس کے مقابلے پر دستوں کے سالار ابودجانہ انصاریؓ خود گئے۔

Marfat.com

اگرچہ ابودجانہؓ ماہر جنگجو تھے مگر اس موقع پر شروع میں یوں نظر آتا تھا جیسے یہودی بہت تیز طرار اور مشاق لشکری ہے۔ دونوں ایک دوسرے کو زیر کرنے کے لیے دیر تک شمشیر زنی کرتے رہے۔ آخر حضرت ابودجانہؓ نے اس یہودی مقاتل کو تہ تیغ کر دیا۔ دونوں بہادر جانبازوں کے قتل کے بعد یہودیوں نے قلعے کے دروازے بند کر دیے۔ کچھ دن قلعہ بند ہو کر یہودیوں نے مقابلہ کیا لیکن آخر کار مسلمانوں نے قلعے کی دیواروں کو چھلنی کر دیا۔ یہودیوں کی اپنی ہی منجنیقوں نے (جو مال غنیمت میں ملی تھیں) مسلمانوں کو بڑی تقویت پہنچائی۔ آخر کار یہودیوں کے قدم اکھڑ گئے، ان کی ہمت جواب دے گئی اور وہ دوسری جانب سے، قلعے کو چھوڑ کر بھاگے اور باقی ماندہ قلعوں کی راہ لی۔ جب مسلمان قلعے میں داخل ہوئے تو یہودی تو وہاں نہیں تھے البتہ ان کا ساز و سامان کافی مقدار میں ہاتھ آیا۔ اس میں قیمتی اشیا کے علاوہ بھیڑ بکریوں اور خوراک کے ذخائر کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ اب یہودی قلعہ نزار میں مجتمع ہو گئے اسی قلعے کو قلعہ النّبرْ بھی کہا جاتا تھا۔ بنی نضیر کے یہودی جو مدینہ سے نکل کر آئے تھے اسی قلعے میں مقیم تھے۔

……❀❀❀……

Marfat.com

قلعہ نزار

موت کا رقص

قلعۂ ابی میں شکست کھانے کے بعد یہودی قلعہ نزار میں مجتمع ہو گئے۔ یہاں ان کے بال بچے بھی تھے جن کی تعداد دو ہزار بیان کی جاتی ہے۔ جنگجوؤں کی تعداد اس کے علاوہ تھی۔ یہودیوں کے زیرک سردار کنانہ بن ابی الحقیق النضری نے اپنی جرأت و شجاعت کے باوجود کمزوری کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ دیگر مضبوط قلعوں کو فتح کرنے کے بعد اب محمدؐ اور اس کی فوجیں پوری قوت قلعہ نزار پر لگا دیں گی۔ اب ان کا مقابلہ کسی کے بس کی بات نہیں۔ نطاۃ اور شق کے قلعوں کی طرح یہاں بھی اب موت رقصاں ہوگی۔ بعض دوسرے سرداروں نے اس کی بات کو کاٹتے ہوئے کہا کہ جنگ کے موقع پر ایسی گفتگو حکمت کے خلاف ہے۔

یہود کا مبارزت سے گریز

قلعۂ نزار میں بھی یہودیوں نے جنگ کو طول دینے کے لیے خاصا سامان جمع کر رکھا تھا۔ انھوں نے سطحِ مرتفع پر واقع اپنے اس بلند و بالا قلعے پر موجود مضبوط برج اور مورچے خوب استعمال کیے اور ان کے ماہر تیر اندازوں نے مسلمانوں کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔ سیرۃ الحلبیہ اور البدایہ والنہایہ کے مطابق ان تیر اندازوں کے ایک تیر سے آنحضور بھی زخمی ہوئے، مگر آنحضورؐ نے پیچھے ہٹنے کی بجائے آگے بڑھ کر خود صحابہ کرامؓ کو ہدایات دیں اور جنگ میں ڈٹے رہنے کی تلقین کی۔ اس قلعے میں کئی دنوں کے محاصرے کے باوجود سابقہ قلعوں کے برعکس یہودی سورما باہر نکل کر مبارزت طلب کرنے سے کنی کتراتے رہے۔ نبی اکرمؐ کے زخمی ہونے کی اطلاع بھی قلعے میں پہنچی جس سے یہودی بڑے خوش ہوئے اور اس واقعہ کو اپنا کارنامہ بنا کر تمام آبادی کے حوصلے بڑھانے کی کوشش کی۔ تفصیلات البدایہ و النہایہ جلد ۴ ص ۱۹۸

Marfat.com

کے علاوہ الواقدی کی المغازی، جلد ۲ ص ۶۶۸ اور علی بن برہان الدین کی السیرۃ الحلبیہ جلد ۲ ص ۱۶۵ میں بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔

منجنیقوں کی کارکردگی

نبی اکرمؐ نے زخمی ہونے کے باوجود صحابہ کی قیادت کے لیے خود کو مسلسل متحرک رکھا۔ آخر آپؐ نے فیصلہ کیا کہ اگر چہ قلعہ بلندی پر ہے لیکن منجنیقوں کے ذریعے دیواروں میں دراڑیں ڈالی جاسکتی ہیں۔ قلعہ نزار کی دیواریں بھی بڑی مضبوط تھیں۔ اس سکیم کے مطابق ماہر صحابہ نے منجنیقوں کا استعمال جاری رکھا۔ کافی تگ و دو کے بعد قلعے میں دراڑیں پڑنے لگیں۔ اب یہودیوں کو کچھ فکر لاحق ہوئی جبکہ اس سے قبل ان کو یقین تھا کہ اس قلعے کو فتح کرنا مسلمانوں کے بس کی بات نہیں اور بالآخر طویل محاصرے سے عاجز آ کر وہ واپس پلٹ جائیں گے۔ دیواروں میں دراڑیں پڑتے ہی یہودیوں نے فی الفور یہ فیصلہ کیا کہ عورتوں اور بچوں کو قلعے سے باہر نکال کر محفوظ مقامات کی طرف منتقل کر دیا جائے اور پھر ڈٹ کر مسلمانوں کا مقابلہ کیا جائے۔ کئی مؤرخین کہتے ہیں کہ یہ قلعہ نبی اکرمؐ اور صحابہ کرامؓ کے لیے مشکل ترین ثابت ہوا۔ آخر جب یہودیوں کو احساس ہو گیا کہ مسلمان اپنے عزم کے پکے ہیں اور وہ قلعہ فتح کیے بغیر کسی صورت واپس نہیں پلٹیں گے تو ان کی ہمت جواب دینے لگی۔

آخری مشکل قلعہ اور اس کی فتح

کئی دنوں تک صحابہ نے قلعے پر مسلسل سنگ باری کی۔ اس کے نتیجے میں قلعے کی دیواریں اپنی تمام تر مضبوطی کے باوجود جگہ جگہ سے چھلنی ہوگئیں۔ چنانچہ ایک دن نبی اکرمؐ نے حضرت محمد بن مسلمہؓ سے فرمایا: ''یہ آخری قلعہ ہے جس پر لوگوں کو خود کو جان جوکھوں میں ڈالنا پڑ رہا ہے۔ اس کے بعد خیبر کے علاقے میں کوئی قلعہ تمھارے سامنے نہیں ٹھہر سکے گا۔'' صحابہ نے یہ بات سن کر اور زیادہ جوش اور جذبۂ شہادت سے سرشار ہو کر قلعہ پر چڑھائی کر دی۔ چنانچہ لمبے محاصرے کے بعد آخر یہ قلعہ بھی فتح ہو گیا۔

اس قلعے کی فتح کے بعد جو جنگی قیدی حضورؐ کے ہاتھ آئے ان میں آپ کے بدترین دشمن

Marfat.com

حُیَیّ بن اخطب کی بیٹی صفیہ بنت حُیَیّ بھی تھیں۔ مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ حضرت صفیہؓ کی شادی پہلے سلام بن مشکم سے ہوئی تھی لیکن رخصتی سے قبل ہی اس نے انھیں طلاق دے دی تھی۔ پھر ان کی شادی کنانہ بن ابی الحقیق سے ہوئی۔ کنانہ بن ابی الحقیق قلعہ ابی کی جنگ میں قتل ہوگیا تھا۔ حضرت صفیہؓ قیدی بنیں تو وہ مشہور صحابی حضرت دِحیہ بن خلیفہ کلبیؓ کے حصے میں آئیں مگر صحابہ کرام نے حضرت صفیہ کے مقام ومرتبے کو دیکھتے ہوئے تجویز پیش کی کہ آنحضورؐ انھیں خود اپنی تحویل میں لے لیں۔ ان کے حالات ہم نے اپنی کتاب روشن قندیلیں صفحہ ۷۱ تا ۷۵ میں تفصیل سے بیان کیے ہیں۔ وہیں سے چند سطور یہاں بھی ان کے تعارف کے لیے پیش کی جاتی ہیں۔

بنت ہارونؑ

یہ عظیم خاتون صفیہؓ بنت حُیَیّ کے نام سے معروف ہیں جنھیں ام المومنین ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ حُیَیّ بن اخطب بنونضیر کا سردار تھا۔ حضرت صفیہؓ کی والدہ بنوقریظہ کے شرفا میں سے تھی۔ غزوۂ خیبر میں جب لشکرِ اسلام کو فتح ملی اور مالِ غنیمت کے علاوہ جنگی قیدی بھی ہاتھ آئے تو صفیہ آنحضورؐ کے صحابی حضرت دحیہ کلبیؓ کے حصے میں آئیں۔ چونکہ وہ لوگوں کے درمیان اپنی خاندانی وجاہت کی وجہ سے معروف تھیں اس لیے کبار صحابہؓ نے آنحضورؐ کو تجویز پیش کی کہ صفیہؓ کو کسی اور کو بطور کنیز نہ دیا جائے بلکہ آنحضورؐ خود اسے اپنی کنیزوں میں شامل فرمالیں۔

مخلص صحابیہ

آنحضورؐ انسانوں کی قدر جانتے تھے اور عزت والوں کی عزت کو ملحوظ بھی رکھا کرتے تھے۔ آپؐ نے صحابہؓ کی تجویز کو پسند فرمایا۔ صفیہؓ کو اپنی تحویل میں لیا اور پھر لوگوں کے سامنے اعلان فرمایا کہ آپؐ نے اسے آزاد کر دیا ہے۔ حضرت صفیہؓ نے خلوص دل کے ساتھ دین حق کو قبول کرلیا۔ پھر آپؐ نے صفیہؓ سے نکاح کر کے انھیں اپنی ازواجِ مطہرات میں شامل فرمالیا۔ حضرت صفیہؓ نے اسلام میں داخل ہونے کے بعد علم وعمل، دونوں میدانوں میں خوب محنت کی اور بڑا درجہ پایا۔ آنحضورؐ کی زوجیت میں آنے سے قبل دو مرتبہ یہودیوں کے درمیان ان کا نکاح ہوا تھا۔ ان کے پہلے خاوند سلام بن مشکم نے انھیں طلاق دے دی تھی جبکہ دوسری شادی کنانہ بن ابی الحُقَیق سے ہوئی تھی

Marfat.com

جو غزوہ خیبر میں مسلمانوں کے مقابلے پر مارا گیا تھا۔

ایمان افروز واقعہ

امام بیہقیؒ حضرت صفیہؓ کی زبانی ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد حیّی اور چچا ابو یاسر یہود کے بڑے سردار اور علما میں سے تھے۔ آنحضورؐ کی ہجرت کے بعد دونوں بھائی آپ کو دیکھنے کے لیے قبا گئے۔ واپسی پر وہ دونوں تھکے ماندے اور پریشان حال تھے۔ دونوں بھائیوں کے اس انہماک اور تفکر کو ذہین و فطین صفیہؓ نے غور سے دیکھا اور سنا۔ وہ آپس میں آنحضورؐ ہی کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ لب لباب یہ تھا کہ یہ وہی سچا نبیؐ ہے جس کی بشارت کتب ساویہ میں دی گئی تھی۔

اس گواہی کے بعد ابو یاسر نے اپنے بھائی سے پوچھا تو پھر اب ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ اس نے جواب دیا ''بخدا میں زندگی بھر اس کی مخالفت کرتا رہوں گا۔'' حضرت صفیہؓ کے نزدیک تو یہ واقعہ انتہائی ایمان افروز تھا۔ پوری توجہ سے انھوں نے یہ ساری گفتگو سنی، والد اور چچا کے رعب کی وجہ سے وہ خاموش رہیں مگر ان کے دل میں ایک کشمکش برپا ہوگئی۔ وہ سوچنے لگیں کہ اگر تورات کے ورثا حقیقت کو پالینے کے بعد بھی محض ضد اور عناد کی وجہ سے رسولِ برحقؐ کا انکار کر رہے ہیں تو پھر اللہ کے برگزیدہ بندے اور منتخب قوم ہونے کا یہود کا دعویٰ کیا وزن رکھتا ہے۔ یہ پہلی چوٹ تھی جو دل پر لگی۔ صاف دل اور راست رو صفیہؓ اس کے بعد اس معاملے پر مسلسل سوچ بچار کرتی رہیں۔

یہود کی عبرت ناک شکست

کئی سالوں بعد جب آنحضورؐ نے یہودیوں کی مسلسل خباثتوں اور بدعہدیوں کی وجہ سے خیبر کے قلعوں کا محاصرہ کیا تو یہود بڑی رعونت سے لشکرِ اسلام کے مقابلے پر ڈٹ گئے۔ قلعے کے اندر لوگ بیم و رجا کی کیفیت میں تھے اور نوجوان صفیہؓ کے دل میں ایک ہلچل مچی ہوئی تھی۔ خاندان کی محبت ایک جانب اور حقیقت و صداقت کا اعتراف دوسری جانب۔ اسے یقین سا ہو چلا تھا کہ حق غالب آئے گا اور اس کا باپ اور قبیلہ شکست کھا جائے گا۔ آخر ایسا ہی ہوا۔ یہود بہت بری طرح شکست سے دوچار ہوئے۔ آنحضورؐ کو عظیم الشان فتح ملی۔ یہودی جنگجو مارے گئے، جو

Marfat.com

قتل ہونے سے بچ رہے وہ غلام بنا لیے گئے۔

چاند گود میں آ گیا

آنحضورؐ حضرت صفیہؓ کے قبولِ اسلام کے بعد ان سے بڑی محبت کرتے تھے۔ سیدہ صفیہؓ کے بارے میں مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ وہ انتہائی ذہین اور عقل مند، حسین وجمیل اور دین دار، متحمل مزاج اور باوقار، شریف النفس اور عالی نسب خاتون تھیں۔ ان کے بارے میں ایک واقعہ تاریخ میں ملتا ہے۔ آنحضورؐ نے ان کی آنکھ کے اوپر زخم کا نشان دیکھا تو اس کے بارے میں پوچھا۔ انھوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے ایک خواب دیکھا تھا جو میں نے اپنے خاوند کے سامنے بیان کر دیا تھا۔ خواب یہ تھا کہ چاند آسمان سے اترا اور میری گود میں آ گرا۔ اس خواب کا سننا تھا کہ میرے خاوند نے میرے منہ پر زوردار تھپڑ رسید کیا۔ پھر گالی دے کر کہا کہ اس کی تعبیر یہی ہے کہ تم یثرب کے بادشاہ پر فریفتہ ہو۔ اس کا اشارہ آنحضورؐ کی طرف تھا۔

اس خواب اور حضرت صفیہؓ کی اپنے والد اور چچا کی آنحضورؐ کے بارے میں گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام بہت پہلے ان کے دل میں گھر کر گیا تھا مگر قبولِ اسلام کی منزل فتح خیبر کے بعد آئی۔ آنحضورؐ کے لیے ان کے دل میں بہت پہلے سے نرم گوشہ موجود تھا۔ آخر ان کی خوش قسمتی سے انھیں ماہِ کامل کی رفاقت میسر آ گئی۔ ازواجِ مطہرات میں شمولیت اور مؤمنین کی ماں ہونے کا مقام کوئی معمولی بات نہیں۔

خوب صورت دلہن

آنحضورؐ ان سے بہت زیادہ حسن سلوک کیا کرتے تھے کیونکہ ان کا خاندان قتل ہو چکا تھا۔ شادی کے بعد حضرت صفیہؓ کو پہلے دن حضرت اُمِّ سُلَیمؓ کے گھر میں بطور دلہن لایا گیا۔ بعد میں کچھ ایام ان کو حضرت حارثہ بن نعمان انصاریؓ کے گھر میں ٹھہرایا گیا۔ صحابیات انھیں دیکھنے کے لیے جمع ہوگئیں۔ وہ اتنی خوبصورت تھیں کہ تمام خواتین نے ان کے حسن و جمال کی تعریف کی۔ ایک مرتبہ ام المومنین حضرت حفصہؓ نے انھیں بنت الیہودی کہہ کر خطاب کیا تو حضرت صفیہؓ نے آنحضورؐ سے شکایت کی۔ آپؐ نے حضرت صفیہؓ کو تسلی دی اور فرمایا ''تمھیں کہہ دینا چاہیے تھا کہ

Marfat.com

بی بی سنو، میرا خاوند محمدؐ ہے۔ میرا باپ ہارونؑ اور میرا چچا موسیٰؑ کلیم اللہ ہے۔'' آنحضورؐ کی یہ بات سن کر حضرت صفیہؓ کا سینہ ٹھنڈا ہو گیا۔

حضورؐ کی تادیبی سرزنش

ایک مرتبہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ام المومنین حضرت صفیہؓ کو ان کے پست قد ہونے کا طعنہ دیا تو آنحضورؐ نے فرمایا'' عائشہؓ آج تم نے ایسی بات کہہ دی کہ اگر یہ سمندر میں ملا دی جائے تو سارا سمندر اس کے اثر سے کڑوا ہو جائے۔'' چونکہ حضرت صفیہؓ اپنے خاندان اور ماحول سے کٹ چکی تھیں اس لیے آنحضورؐ ان کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے۔ خود حضرت صفیہؓ کی روایت ہے کہ میں نے آنحضورؐ سے بڑھ کر کسی کو حسن اخلاق کا نمونہ نہیں پایا۔ آپؓ کی وفات ۵۰ ھ میں ہوئی۔(غزوہ بنو قریظہ از محمد احمد باشمیل، ص۷۹ تا ۸۱)

درسِ عبرت

حضرت صفیہؓ کے حالات کا مطالعہ کرتے ہوئے سیرت کے بعض ایمان افروز پہلو ذہن نشین ہوتے ہیں۔ ایک اہم درس یہ ملتا ہے کہ عزیز و اقارب، اہل و عیال اور حلقۂ احباب میں جو لوگ کسی محرومی کا شکار ہوں وہ خصوصی شفقت اور توجہ کے مستحق ہوتے ہیں۔ ایک اعلیٰ اخلاق رکھنے والا انسان کبھی ان لوگوں کو نظر انداز کر کے ان کے اندر احساسِ محرومی پیدا نہیں ہونے دیتا۔ ہمارے لیے بھی اس مصطفوی مثال میں بہترین اسوہ ہے۔ ایک اور حقیقت جو کھل کر سامنے آتی ہے یہ ہے کہ یہودیوں میں سے بہت کم لوگ اسلام کی طرف مائل و راغب ہوتے ہیں مگر جن کو اللہ توفیق دے دے وہ مثالی مسلمان بن جاتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ میں حضرت عبداللہ بن سلامؓ اور سیدہ صفیہؓ بنت حیی بن اخطب اس کی بہترین مثال ہیں۔ دورِ جدید میں مریم جمیلہ بھی ایسی ہی زندہ مثال ہیں۔

Marfat.com

حصون الکُتیبہ کی فتح

قلعۂ نزار کی فتح کے بعد نبی اکرمؐ باقی ماندہ قلعوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ ان قلعوں میں مشہور قلعے الکتیبہ، القموص اور السلالم تھے۔ کتیبہ کا قلعہ آسانی سے فتح ہو گیا۔ بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ اہلِ کُتَیبہ نے بغیر جنگ کے ہتھیار ڈال دیے تھے جبکہ بعض مؤرخین کے نزدیک جنگ تو ہوئی تھی مگر جلد ہی فیصلہ ہو گیا تھا۔ یہاں سے مسلمانوں کو بہت قیمتی متاع اور زرخیز زمینیں ملیں، جن میں سے کچھ آنحضورؐ نے تقسیم کر دیں اور باقی مصالح عامہ کے لیے محفوظ کر لیں۔

مصالح عامہ کا اسلام میں بڑا مقام ہے۔ جہاں مصالح عامہ کو پامال کیا جانے لگے وہاں ادارے تباہ، نظام پراگندہ، طاقتور طبقے بدعنوان اور عوام بدحال ہو کر رہ جاتے ہیں۔ یہاں کی زمینوں میں کھجور کے علاوہ غلے بالخصوص گندم اور جو کی کاشت ہوتی تھی اور زرخیز زمینوں کی وجہ سے پیداوار کی اوسط بھی بہت ہوتی تھی۔ خیبر کی فتح کے بعد پہلی بار صحابہ کرامؓ بالخصوص اہلِ مدینہ کی معاشی مشکلات آسان ہوئیں۔

قلعوں کا فاتح، دلوں کا فاتح

انھی قلعوں کے محاصرے اور فتح کے دوران، امام نسائی کی روایت کے مطابق ایک بدو آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ اجنبی بھی تھا اور بالکل بدویانہ مزاج اور درشتی کا حامل بھی۔ وہ آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپؐ سے ہم کلام ہوا تو آپؐ کے حسنِ اخلاق سے بہت متاثر ہوا۔ وہ آپؐ پر ایمان لے آیا اور اس نے آپؐ کی مکمل اتباع کا عہد کیا۔ آنحضورؐ نے صحابہ سے کہا کہ اس کا خیال رکھنا۔ اس شخص نے اسلامی لشکر کو اپنی خدمات پیش کرتے ہوئے کہا کہ میں تمھارے اونٹوں کے چرانے اور ان کی دیکھ بھال کی ذمہ داری ادا کروں گا۔ چنانچہ اس نے یہ خدمت بہت اچھی طرح انجام دی۔ آنحضورؐ نے اسے مالِ غنیمت میں سے حصہ ادا کیا اور اس کے

Marfat.com

ساتھیوں کا بھی حصہ نکالا۔ آنحضورؐ کے ساتھ چند دنوں کی صحبت کے بعد اس شخص میں اتنی تبدیلی آ گئی کہ وہ تربیت یافتہ لوگوں کے لیے بھی باعثِ رشک ہو گیا۔

دو عالم سے بیگانہ

ایک روز وہ اونٹوں کو چرا کر واپس آیا اور صحابہ نے اسے بتایا کہ یہ تمھارا حصہ ہے تو اس نے کہا کس چیز کا حصہ ہے؟ اُسے کہا گیا مالِ غنیمت کا، تو وہ اپنا حصہ اٹھائے ہوئے آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بڑے استغنا کے ساتھ عرض کیا یارسول اللہ یہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا یہ تمھارا حصہ ہے۔ اس شخص نے کہا اے اللہ کے رسول میں نے اس مال و متاع کے لیے آپؐ کی اتباع اختیار نہیں کی۔ میں نے تو آپؐ کی اطاعت اس لیے اختیار کی ہے کہ دشمن کا کوئی تیر آئے اور (اپنے حلق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا) یہاں پیوست ہو جائے، اسی سے میری موت واقع ہو جائے اور میں سیدھا جنت میں چلا جاؤں۔ آنحضورؐ اس کے اس مخلصانہ جذبے سے بہت خوش ہوئے اور آپؐ نے فرمایا اگر تو نے اللہ کے ساتھ اپنا عہد نبھایا تو اللہ بھی اپنا عہد نبھائے گا۔

نبیِ مہربانؐ کی گواہی

صحابہ کرام دشمن کے قلعوں کی طرف پیش قدمی کرنے لگے تو یہ شخص بھی ان کے ساتھ شامل ہو گیا۔ اسی مہم میں ایک تیر اس کے گلے میں لگا جس سے اس کی موت واقع ہو گئی۔ اس کا جسدِ خاکی اٹھا کر آنحضورؐ کے پاس لایا گیا۔ آپؐ نے پوچھا کیا یہ وہی شخص ہے۔ صحابہ نے عرض کیا جی ہاں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اس نے بھی خود کو سچا ثابت کیا اور اللہ نے بھی اپنا وعدہ سچ کر دیا۔ پھر آپؐ نے اپنا کرتہ اتارا اور اس شہید کو پہنا کر اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اس موقع پر آپؐ نے یہ دعا کی ''اَللّٰھُمَّ ھٰذَا عَبْدُكَ خَرَجَ مُهَاجِراً فِيْ سَبِيْلِكَ قُتِلَ شَهِيْداً وَّاَنَا عَلَيْهِ شَهِيْدٌ'' اے اللہ یہ تیرا بندہ ہے جو تیری راہ میں ہجرت کر کے گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ شہادت کی موت سے ہم کنار ہوا اور میں اس [کے ایمان، ہجرت اور شہادت] پر گواہ ہوں۔ (بحوالہ زاد المعاد ج ۲، ص ۳۳) یہ تو اس خوش نصیب انسان کا تذکرہ تھا، جسے مالِ دنیا کی کوئی غرض ہی نہ تھی لیکن بعض ایسے بدقسمت انسانوں کا ذکر بھی تاریخ میں ملتا ہے جو جان سے گزر گئے لیکن ساتھ ہی ان سے کچھ ایسے جرم بھی

Marfat.com

سرزد ہو گئے کہ وہ جنت کے بجائے دوزخ کے مستحق قرار پائے۔

مالِ غنیمت میں غبن

ایک واقعہ سیرت نگار واقدی کی المغازی میں ہماری نظر سے گزرا کہ نبی اکرمؐ کے ساتھ ایک حبشی غلام تھا جس کا نام کرکرہ بیان کیا گیا ہے۔ وہ آنحضورؐ کی سواری کی باگ پکڑ کر چلا کرتا تھا۔ اس روز وہ بھی قتل ہو گیا۔ لوگوں نے کہا کہ کرکرہ شہید ہو گیا ہے۔ یہ سن کر آنحضورؐ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور آپؐ نے فرمایا کہ وہ آگ میں جل رہا ہے۔ صحابہ کو اس پر بڑی حیرت ہوئی تو آپؐ نے فرمایا کہ اس نے ایک چادر چرا لی تھی جس کی وجہ سے عذاب میں گرفتار ہو گیا ہے۔ اسی طرح سے نبی اکرمؐ نے ایک شخص کا جنازہ پڑھنے سے پہلو تہی فرمائی اور صحابہ سے کہا کہ آپ لوگ جنازہ پڑھ لیں۔ تمھارے دوست نے غبن کیا ہے۔ اس کے سامان کو ٹٹولا گیا تو اس میں یہودیوں سے ملنے والے مالِ غنیمت میں سے چرایا ہوا معمولی سا ہار نکلا، جس کی قیمت چند درہم سے زیادہ نہ تھی۔ ان واقعات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات چھوٹی چھوٹی چیزیں انسان کے لیے وبال بن جاتی ہیں کیونکہ اصولی طور پر اصل چیز قیمت کا کم یا زیادہ ہونا نہیں بلکہ انسان کا پھسل جانا اور ناجائز طریقے سے مال قبضے میں لے لینا ہے۔ ان واقعات میں جن مقتولین کے آگ میں جلنے کا ذکر کیا گیا ہے، اس کی تاویل یہ معلوم ہوتی ہے کہ ویسے تو شہدا شہادت کے بعد سیدھے جنت میں چلے جاتے ہیں لیکن جیسا کہ ان کا قرض انھیں معاف نہیں ہوتا، اسی طرح دورانِ جہاد کسی طرح کا معمولی غبن بھی ناقابلِ معافی ہے اور اس کی سزا بھگتنے کے بعد اللہ انھیں پاک کر کے جنت میں داخل کر دیتا ہوگا۔ (واللہ اعلم بالصواب)

باغی اور گناہ گار کا فرق

مالِ غنیمت میں خیانت کرنے کے حوالے سے سورۂ آل عمران میں اللہ کا ارشاد ہے: ''کسی نبی کا یہ کام نہیں ہو سکتا کہ وہ خیانت کر جائے...... اور جو کوئی خیانت کرے تو وہ اپنی خیانت سمیت قیامت کے روز حاضر ہو جائے گا، پھر ہر متنفس کو اس کی کمائی کا پورا پورا بدلہ مل جائے گا اور کسی پر کچھ ظلم نہ ہوگا...... بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جو شخص ہمیشہ اللہ کی رضا پر چلنے والا ہو وہ اس شخص کے

Marfat.com

سے کام کرے جو اللہ کے غضب میں گھر گیا ہو اور جس کا آخری ٹھکانا جہنم ہو جو بدترین ٹھکانا ہے؟ اللہ کے نزدیک دونوں قسم کے آدمیوں میں بدرجہا فرق ہے اور اللہ سب کے اعمال پر نظر رکھتا ہے'' (سورۂ آلِ عمران ۳: ۱۶۱-۱۶۳)۔

ان آیات سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ خیانت (بالخصوص مالِ غنیمت میں) ایک ایسا جرم ہے کہ جس کی باز پرس روزِ قیامت جرم کی نوعیت اور حجم کے مطابق کی جائے گی۔ پھر سزا کے بعد اللہ معاف فرمائے گا کیونکہ اس کے ہاں ظلم نہیں کیا جاتا۔ ان آیات میں یہ تذکیر اور درس بھی موجود ہے کہ مستقل جہنم کا ایندھن بننے والے اسلام کے منکر اور اللہ کے باغی ہی ہوں گے۔ رہے گنہگار تو اپنے گناہ کے باوجود اپنے ایمان کی بدولت وہ اللہ کی رضا کے طلبگار رہتے ہیں۔ ان کے لیے خلود فی النار نہیں ہے۔ (ھذا ما عندنا والعلم عند اللہ)

مالِ غنیمت کی تقسیم

خیبر کے سب قلعے جب فتح ہو گئے تو نبی اکرمؐ نے مالِ غنیمت کی تقسیم کا فیصلہ فرمایا۔ قرآن مجید کے احکام کے مطابق اس جنگ میں حاصل ہونے والے غنائم اصحابِ حدیبیہ کے لیے تھے۔ ان میں سے اگر کوئی کسی وجہ سے جنگ میں شریک نہ ہو سکا تو آنحضورؐ نے اس کا بھی حصہ نکالا۔ مغازی کی کتابوں میں بیان کیا گیا ہے کہ کسی عذر کی وجہ سے حضرت مری بن سنانؓ، حضرت ایمن بن عبیدؓ، حضرت سباع بن عرفطہ الغفاریؓ اور حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ اس جنگ میں شریک نہ ہو سکے تھے، لیکن آنحضورؐ نے ان کا بھی حصہ نکالا۔ اسی طرح بعض صحابہ کو آنحضورؐ نے کچھ اور ذمے داریاں سونپ کر کہیں بھیج دیا تھا، ان کا حصہ بھی دیا گیا اور بعض صحابہ عین میدانِ جنگ میں بیمار پڑ جانے کی وجہ سے جنگ میں شریک نہ ہو سکے، انھیں بھی حصہ دیا گیا۔ ان میں حضرت محیصہ بن مسعود الحارثیؓ کو فدک کی طرف بھیجا گیا تھا جبکہ مریضوں میں حضرت سوید بن نعمانؓ اور عبداللہ بن سعد بن خیثمہؓ کے نام مذکور ہیں۔ شہید ہونے والے تمام صحابہ کا بھی حصہ نکالا گیا، جو ان کے ورثا کو دیا گیا۔ آنحضورؐ نے بعض یہودیوں کو بھی جو یہودیوں کے مقابلے پر آپؐ کے لشکر کے ساتھ شامل ہو کر لڑائی میں شریک ہوئے، حصہ دیا۔ زاد المعاد ج ۲، ص ۳۳۸ پر ایسے دس یہودیوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

Marfat.com

شہدائے خیبر

سالارِ کارواں میرِ حجازؐ

خیبر کی مہم اعصاب شکن اور تھکا دینے والی تھی لیکن اللہ کی نصرت اور مسلسل فتوحات کی بدولت مسلمانوں میں کسی موقع پر بھی بددلی اور مایوسی پیدا نہیں ہوئی البتہ بھوک کی شدت اور قلعوں کی مضبوطی نیز دشمنوں کے ماہر تیر اندازوں کی مزاحمت سے وقتی طور پر مسلمانوں کو پریشانی ضرور لاحق ہوئی۔ مشکل ترین مرحلوں اور نازک ترین لمحات میں سالارِ کارواں، میرِ حجازؐ خود آگے بڑھتے اور صحابہ کے لیے آرام جاں کا سامان فراہم فرماتے۔ شیرِ خدا حضرت علیؓ بن ابی طالب کا ایک قول ہے کہ جنگوں میں مشکل ترین حالات میں ہم لوگ حضورؐ کی سرپرستی اور سائے میں خود کو محفوظ و مامون بناتے تھے۔ اقبال نے اسی لیے کہا تھا۔

سالارِ کارواں ہے میرِ حجاز اپنا
اس نام سے ہے باقی آرامِ جاں ہمارا

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ خیبر کے معرکوں میں سولہ مسلمان شہید ہوئے، جن میں قریش، اشجع، اسلم، بنوغفار، خزرج اور اوس کے قبیلوں کے مسلمانوں کے علاوہ عین دورانِ جنگ اسلام قبول کرنے والے بعض صحابہ بھی شامل ہیں۔ ان شہدا کے جو نام ہمیں مل سکے ہیں، ان کے مطابق مہاجرین میں سے:

شہدائے مہاجرین

۱- حضرت ربیعہ بن اکثم الاسدیؓ: یہ بنوامیہ بن عبدمناف کے حلیف تھے۔ ہجرت کے بعد مکہ سے مدینہ آئے۔ بدر و احد میں بھی شریک تھے۔ بدر کی جنگ میں ان کی عمر بائیس

Marfat.com

تیئس سال تھی جبکہ شہادت کے وقت تیس سال کے تھے۔ الاصابہ کے مطابق یہ قلعہ نطاۃ کے محاصرے کے دوران الحارث یہودی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

۲- حضرت ثقاف بن عمرو بن شمیطؓ: یہ بنو اسد بن خزیمہ میں سے تھے۔ یہ بھی بدری صحابی ہیں۔ نطاۃ کے معرکے ہی میں ان کی شہادت ہوئی۔ ان کو اُسیر یہودی نے شہید کیا تھا۔

۳- حضرت رفاعہ بن مسروحؓ: یہ بھی اسدی ہیں اور انھیں بھی نطاۃ کے معرکے میں مذکورہ بالا یہودی، الحارث نے شہید کیا تھا۔

۴- حضرت عبداللہ بن ابی امیہ بن وہبؓ: یہ قبیلہ اسد کے نواسے تھے۔ یہ بھی نطاۃ ہی میں شہید ہوئے۔

۵- حضرت عمارہ بن عقبہؓ: یہ قبیلہ غفار سے تھے۔ خیبر کے قلعوں میں سے کسی ایک قلعے کے محاصرے کے دوران تیر لگنے سے شہید ہوئے۔

۶- حضرت عامر بن سنان بن الاکوعؓ: یہ اپنی ہی تلوار لگنے سے شہید ہو گئے تھے۔ یہ قبیلہ اسلم سے تعلق رکھتے تھے۔

سرزمینِ خیبر کے شہدا

۷- حضرت الاسود الراعیؓ (ان کا اصل نام معلوم نہیں): اسلام قبول کرتے ہی ان کی شہادت ہو گئی تھی اور آنحضورؐ نے ان کے لیے جنت اور حوروں کے استقبال کی بشارت دی تھی۔ شہادت کا واقعہ پہلے گزر چکا ہے۔

۸- شہیدِ اشجع: یہ اسی شہید کا تذکرہ ہے جس نے مالِ غنیمت کے بجائے شہادت کی آرزو کی تھی اور جس کے ایمان، ہجرت اور شہادت کی آنحضورؐ نے خود گواہی دی تھی اور اسے اپنا کرتہ پہنا کر دفن کیا تھا۔ اس شہیدِ وفا کے بارے میں اتنا ہی معلوم ہے کہ ان کا تعلق قبیلہ اشجع سے تھا، ان کا نام معلوم نہیں ہے یہ خیبر کے قلعوں کے محاصرے کے دوران ہی آنحضورؐ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور پھر شہادت کے مقامِ عظیم پر فائز ہو گئے۔ واقعۂ شہادت پہلے بیان ہو چکا ہے۔

Marfat.com

شہدائے انصار

انصار میں سے شہید ہونے والے صحابہ میں سے تین کا تعلق خزرج سے، آٹھ کا تعلق قبیلہ اوس سے اور ایک کا تعلق بنوزہرہ سے ہے۔ خزرج کے شہدا میں سے:

۹- حضرت بشر بن البراء بن المعرورؓ: یہ ان صحابہ میں سے ہیں جنھوں نے بیعتِ عقبہ میں شرکت کی تھی۔ ان کے والد براء بن معرور کو آنحضورؐ نے خزرج کی شاخ بنونضلہ کا سردار مقرر کیا تھا۔ ان سے پہلے جُد بن قیس ان لوگوں کی قیادت پر فائز تھا جو بہت مال دار مگر انتہائی بخیل انسان تھا۔ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ بخل سے بڑھ کر کون سی بیماری ہوسکتی ہے؟ تم لوگوں کا سردار ابوبشر البراء بن معرور ہے۔ حضرت بشر نے آنحضورؐ کے ساتھ والد کی معیت میں تمام معرکوں میں حصہ لیا تھا۔ ان کی شہادت خیبر کے یہودیوں میں سے ایک یہودی خاتون کی دعوت کے دوران زہریلا گوشت کھانے کی وجہ سے ہوئی تھی۔ اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

۱۰- حضرت فضیل بن النعمانؓ

۱۱- مسعود بن سعد بن قیسؓ

قبیلہ اوس چھوٹا ہونے کے باوجود اس غزوہ میں شہدا کی تعداد میں سب سے بازی لے گیا۔ اس کے شہدا میں:

۱۲- حضرت محمود بن مَسلمہؓ: قلعہ ناعم کے محاصرے میں مرحب یہودی کے تیر سے زخمی ہوکر شہید ہوئے۔

۱۳- حضرت عمیر بن ثابت بن نعمانؓ المعروف ابی ضیاح: بدر، احد، خندق کی جنگوں اور حدیبیہ کے سفر میں ان کی شرکت ثابت ہے۔

۱۴- حضرت الحارث بن حاطبؓ: بدر کی جنگ میں آنحضورؐ کے ساتھ شرکت کے لیے نکلے مگر روحاء کے مقام سے آنحضورؐ نے انھیں کوئی ذمہ داری سونپ کر واپس بھیج دیا لیکن فرمایا

Marfat.com

کہ وہ بدر کے شرکا میں شمار ہوتا ہے۔ اسی لیے انھیں بدر کے مالِ غنیمت میں سے حصہ بھی دیا گیا تھا۔ اُحد اور خندق کے معرکوں میں بھی وہ شریک رہے۔

۱۵- حضرت عُروہ بن مُرّہ بن سراقہؓ

۱۶- حضرت اوس بن القائدؓ

۱۷- حضرت اُنیف بن حبیبؓ

۱۸- حضرت ثابت بن اثلہؓ

۱۹- حضرت طلحہ بن یحییٰ بن ملیلؓ

کے اسمائے گرامی بھی شہدائے خیبر میں شامل ہیں۔

شہیدِ بنی زہرہ:

۲۰- حضرت مسعود بن ربیعہ: یہ بنو قارہ میں سے تھے اور بنو زہرہ کے حلیف تھے۔ اس لیے بنو زہرہ ہی میں انھیں شمار کیا جاتا تھا۔ یہ بھی خیبر کے شہدا میں شامل ہیں۔

......❀❀❀......

Marfat.com

مقتولینِ یہود

خیبر کے مختلف معرکوں میں اسی (۸۰) کے قریب یہودی قتل ہوئے تھے۔ ان سب کے نام تاریخ میں محفوظ نہیں ہیں، تاہم ان کے چند ایک مشہور مقتولین کے نام یہ ہیں:

۱۔ **مرحب:** اس کے قتل کے بارے میں دو روایات پائی جاتی ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت علی بن ابی طالبؓ نے اسے قتل کیا اور دوسری یہ کہ یہ حضرت محمد بن مَسلمہؓ کے ہاتھوں قتل ہوا۔ بہرحال زیادہ معروف یہی اور زبان زدِ عام ہے کہ اس کے قاتل حضرت علیؓ ہیں۔ یہ قلعہ ناعم کے سامنے قتل ہوا تھا۔

۲۔ **یاسر:** یہ بھی قلعہ ناعم کے سامنے قتل ہوا۔ اس کے قاتل حضرت زبیر بن العوامؓ تھے اور یہ مرحب کا بھائی ہے۔

۳۔ **الحارث:** یہ حضرت علی بن ابی طالبؓ کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اترا۔ یہ بھی مرحب کا بھائی اور اپنی قوم میں ابوزینب کے نام سے معروف تھا۔ اس کا مقتل بھی قلعہ ناعم ہے۔ اس کی بیٹی زینب وہی یہودی خاتون تھی جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دے کر شہید کرنے کی کوشش کی تھی۔

۴۔ **اُسیر:** یہ بھی قلعہ ناعم کے مقتولین میں سے ہے۔

۵۔ **عامر:** قلعہ ناعم کے معرکے میں حضرت علیؓ کے ہاتھوں قتل ہوا اور اس کے قتل کے بعد قلعہ مفتوح ہوگیا۔

۶۔ **یوشع:** قلعہ صعب کے معرکے میں حضرت حباب بن عبدالمنذر انصاریؓ نے اس کا کام تمام کیا۔

۷۔ **الدیال:** شہیدِ خیبر حضرت عمارہ بن عقبہ غفاریؓ نے اپنی شہادت سے قبل اسے جہنم واصل

Marfat.com

کیا تھا۔

۸- **سلاَّم بن مِشکَم**: یہ قلعہ نطاۃ کی جنگ میں مارا گیا تھا۔

۹- **عزّوَل**: قلعہ ابی کے سامنے حضرت حباب بن عبد المنذرؓ کا مقابلہ کرتے ہوئے یہ موت کے گھاٹ اترا۔

۱۰، ۱۱- کنانہ بن ابی الحقیق النضری اور الربیع بن ابی الحقیق النضری: یہ دونوں بھائی تھے اور جنگ میں قتل ہونے سے بچ گئے تھے لیکن جنگ کے بعد خیانت اور عہد شکنی کی وجہ سے ان کو سزائے موت دی گئی۔

سازش کا انجام

ان کے قتل کی تفصیل یوں بیان کی گئی ہے کہ نبی اکرمؐ نے جب قموص، وطیح اور سلالم کے قلعوں کو محاصرے میں لیا اور منجنیقیں نصب کر دی گئیں تو یہودی سردار کنانہ نے آنحضورؐ کے پاس شماخ نامی یہودی کی قیادت میں صلح کے لیے ایک وفد بھیجا اور پیش کش کی کہ اگر یہودیوں کے جان و مال کی امان دی جائے تو وہ جزیہ ادا کرنے پر تیار ہیں۔ آنحضورؐ جانتے تھے کہ کنانہ بن ابی الحقیق دھوکے بازی کر رہا ہے لیکن اس کے باوجود اس خیال سے کہ شاید اس کے نتیجے میں قتل و خوں ریزی سے بچا جاسکے، آپؐ نے یہودیوں کے ساتھ معاہدہ کر لیا جس میں تفصیلاً تمام شرائط طے کر دی گئیں۔ ان شرائط کے مطابق یہودیوں نے اپنا سب کچھ مسلمانوں کے سپرد کرنے کا عہد کیا، اپنے مذہب پر قائم رہنے کی آزادی مانگی اور خیبر سے جلاوطن ہو کر شام چلے جانے کا عہد بھی کیا۔ معاہدے میں یہ بھی طے پایا کہ یہودی اپنی سواریوں پر جتنا سامان لے جاسکتے ہیں لے جائیں گے اور اپنے مخفی خزانوں کے متعلق مسلمانوں کو پوری معلومات دیں گے۔

یہ معاہدہ ہو تو گیا مگر اس دوران میں کنانہ بن ابی الحقیق اور اس کے ساتھیوں کی خفیہ کوشش یہ رہی کہ قلعوں میں اپنی مزید قوت مجتمع کی جائے اور مسلمانوں کو دھوکے میں رکھ کر کاری ضرب لگائی جائے۔ ان قلعوں میں انھی دنوں کے اندر نبی اکرمؐ کو زہر دے کر شہید کرنے کی کوشش بھی کی

Marfat.com

گئی۔ یہودیوں کی اس شرارت کی وجہ سے آنحضورؐ نے جنگ کے بعد معاہدے کی خلاف ورزی اور دھوکہ دہی پر ان دونوں سرداروں کو قتل کیا۔ قرآن نے سچ کہا ہے کہ بری چالیں اپنے چلنے والوں ہی کو لے ڈوبتی ہیں (فاطر ۳۵:۴۳)۔ مسلمان جنگ کے بعد خیبر کے تمام قلعوں پر قابض ہو گئے اور خیبر کے یہودیوں سے ان کی تمام جائیدادیں اپنے قبضے میں لے لیں لیکن کچھ یہودیوں کو زمینوں کی کاشت پر بٹائی اور مزارعت کے تحت کام کرنے کا موقع بھی دیا گیا۔

نبی اکرمؐ کو زہر دینے کا واقعہ

یہودیوں کے قلعوں کی فتح کے بعد ایک یہودی خاتون زینب بنت الحارث جس کا خاوند سلّام بن مشکم اور والد اور چچا سب خیبر کے معرکوں میں قتل ہو چکے تھے، نے آنحضورؐ سے انتقام لینے کے لیے ایک خطرناک منصوبہ بنایا۔ اس نے آنحضورؐ کو بظاہر اظہارِ خیر سگالی کے لیے اپنے ہاں منتخب صحابہ کے ساتھ کھانے پر مدعو کیا۔ اس نے پہلے یہ معلوم کیا آنحضورؐ کو بکری کے گوشت کا کون سا حصہ زیادہ پسند ہے۔ اسے بتایا گیا کہ حضور پاکؐ بکری کے گوشت میں اس کا کندھا اور دستی زیادہ پسند فرماتے ہیں۔ اس خاتون نے بکری ذبح کر کے اس کے پورے گوشت میں زہر بھرا اور بالخصوص دستی اور کندھے میں زیادہ مقدار میں زہر بھرا۔ پھر اسے بھون کر دسترخوان پر رکھ دیا۔ اس زہر کو عربی میں لابطی کہا جاتا ہے۔ یہ اتنا خطرناک ہوتا ہے کہ انسان کے چکھتے ہی اسے موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے۔

ایک صحابی کی شہادت

ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس عورت نے دعوت دینے کے بجائے حضورؐ کے خیمے میں مغرب کے بعد خود داخل ہو کر یہ گوشت پیش کیا۔ حضورؐ کے پوچھنے پر اس نے کہا ''ابوالقاسم! میں یہ ہدیہ لائی ہوں اور میں نے سنا ہے کہ آپ ہدیہ ضرور قبول کرتے ہیں''۔ نبی اکرمؐ نے اس سے ہدیہ قبول کر لیا اور جو صحابہ آپؐ کے پاس موجود تھے ان سے کہا کہ آؤ اور گوشت کھا لو۔ حضرت بشر بن براءؓ نے ایک لقمہ لیا۔ رسول اکرمؐ نے بھی دستی کو پکڑا اور اس سے گوشت کا ایک لقمہ منہ میں ڈالا۔ آنحضورؐ نے

Marfat.com

جونہی لقمہ منہ میں چبایا تو آپ کو احساس ہو گیا کہ گوشت میں زہر ملایا گیا ہے۔ آپؐ نے فوراً لقمہ منہ سے نکال کر باہر پھینک دیا۔ حضرت بشرؓ اس وقت تک لقمہ حلق سے نیچے اتار چکے تھے۔ انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو عزت و شرف عطا کیا ہے مجھے احساس ہو گیا تھا کہ گوشت میں زہر ملا ہوا ہے مگر میں نے اس لیے لقمہ نہیں اُگلا کہ دسترخوان پر بیٹھے ہوئے، آپؐ اس سے بدمزہ نہ ہو جائیں اور یہ بات آپؐ کی طبیعت پر شاق نہ گزرے۔ حضرت بشرؓ پر زہر کی تاثیر اتنی شدت سے ظاہر ہوئی کہ ان کا رنگ فی الفور سیاہ پڑ گیا۔ وہ کچھ عرصے تک زہر کے اس اثر کی وجہ سے شدید درد اور تکلیف میں مبتلا رہے۔ پھر اس سے ان کی موت واقع ہو گئی۔

حضور پاکؐ پر زہر کا اثر

جن جن صحابہؓ نے گوشت میں سے کچھ حصہ لیا تھا انھیں آنحضورؐ نے پچھنے لگوانے کا حکم دیا تاکہ زہر کا اثر زائل ہو جائے۔ خود حضورؐ نے بھی پچھنے لگوائے۔ اس واقعہ کے بعد آنحضورؐ چار سال تک زندہ رہے لیکن اس زہر کا اثر ہمیشہ محسوس کرتے رہے۔ آخری مرض میں بھی آپؐ نے اس واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ بکری کے اس زہر آلود گوشت کی وجہ سے مجھے شدید تکلیف ہے۔ آنحضورؐ اگرچہ طبعی طریقہ سے دارِ فنا سے دارِ بقا کو سدھارے مگر بعض سیرت نگار اس واقعہ کی بنیاد پر آنحضورؐ کی رحلت کو طبعی وصال کے بجائے شہادت کا درجہ دیتے ہیں۔ مشہور مفسر و محدث امام زہریؒ بھی اسی رائے کے قائل تھے۔ تاریخ کی کتابوں میں بیان کیا گیا ہے کہ آنحضورؐ نے وقوعہ کے وقت اس یہودی عورت کو اُس کے اِس جرم پر حاضر ہونے کا حکم دیا۔ سوال جواب پر اس نے تسلیم کیا کہ اس نے واقعی آنحضورؐ کو قتل کرنے کے لیے گوشت کو مسموم کیا تھا۔ اس سے پوچھا گیا کہ اس قبیح عمل پر اسے کس چیز نے ابھارا تو اس نے لاگ لپیٹ کے بغیر صاف صاف کہا کہ میرے والد، چچا، خاوند اور اعیانِ قوم کو آپؐ نے قتل کرا دیا۔ آپؐ کے حملے سے میری ساری قوم مشکل اور مصیبت میں پڑ گئی۔ ہمیں آپ کے ہاتھوں جو ناقابلِ برداشت تکلیف پہنچی ہے وہ آپ سے پوشیدہ نہیں۔ میں نے یہ عمل اس لیے کیا کہ اگر آپ اللہ کے نبی ہیں تو اللہ آپ کو بتادے گا اور آپ

Marfat.com

کی جان بچ جائے گی اور اگر آپ دنیا کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ ہیں تو زہر سے ہلاک ہو جائیں گے اور ہمیں راحت مل جائے گی۔

اس خاتون کا جرم نا قابلِ معافی تھا۔ اس کے باوجود نبی پاکؐ نے اپنا حق تو اسے معاف کر دیا اور اس وقت اس کا کوئی مواخذہ نہ کیا گیا۔ البتہ بعد میں حضرت بشر بن براءؓ کی شہادت ہو گئی تو اس عورت کو قصاص میں قتل کر دیا گیا۔ یوں یہ عورت بھی یہودی مقتولین میں شامل ہے۔

استراحت

نبی اکرمؐ خیبر کے قلعوں پر تو اسلام کا جھنڈا گاڑ چکے تھے اور یہود کا یہ مضبوط گڑھ اپنی تمام تر مضبوطی اور کثرتِ تعداد کے باوجود اہلِ اسلام کی مختصر سی فوج کے سامنے ریت کی دیوار ثابت ہوا تھا۔ آنحضورؐ ابھی مدینہ واپس نہیں گئے تھے، کیونکہ بڑے قلعوں کی فتح کے بعد ابھی کچھ نسبتاً چھوٹے قلعے فتح کرنے کا مرحلہ باقی تھا۔ نبی اکرمؐ نے اس مہم کے دوران یہودیوں کی قوت کو پورے جزیرہ نمائے عرب سے ملیا میٹ کرنے کا فیصلہ کر رکھا تھا۔ فدک، تیما اور وادی القریٰ کے قلعے اگلی مہم میں جنگ کا مرکز بننے والے تھے۔ خیبر کے قلعوں کی سخت مہم کے دوران صحابہ کو جو تھکاوٹ اور مشقت برداشت کرنا پڑی تھی، اس کو ملحوظ رکھتے ہوئے نبی اکرمؐ نے صحابہ کو کچھ استراحت کا موقع دیا۔ فوجی اور جنگی نقطہ نظر سے اس کی بڑی اہمیت بھی ہوتی ہے۔

مہاجرینِ حبشہ کی آمد

اسی مقام پر آنحضورؐ کو اطلاع ملی کہ مہاجرین حبشہ جن کی طرف آنحضورؐ نے اپنے صحابی حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ کو بھیجا تھا کہ وہ اب حبشہ سے واپس آ جائیں وہ آ گئے ہیں۔ ان کے سربراہ اس سارے عرصے میں آنحضورؐ کے نامور چچازاد بھائی حضرت جعفر بن ابی طالبؓ تھے۔ مہاجرین حبشہ انھی کی سربراہی میں واپس پلٹے اور جب انھیں معلوم ہوا کہ حضور اکرمؐ خیبر میں ہیں تو وہ خیبر ہی میں آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آنحضورؐ کو حضرت جعفرؓ سے بے پناہ محبت تھی۔ آنحضورؐ نے اپنے بھائی کو دیکھا تو خوشی کی انتہا نہ رہی۔ آپؐ اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور آگے بڑھ کر

Marfat.com

حضرت جعفرؓ کو سینے سے لگا لیا۔ پھر آپؐ کا ماتھا چومتے ہوئے فرمایا" جعفر اور اس کے ساتھیوں کو خوش آمدید"۔ آپؐ کے یہ الفاظ بھی نقل کیے گئے ہیں کہ "مَا اَدْرِیْ بِاَیِّھِمَا اَنَا اَسَرُّ، بِفَتْحِ خَیْبَرَ اَمْ بِقُدُوْمِ جَعْفَرَ" (آج مجھے اندازہ نہیں ہو رہا کہ میں خیبر کی فتح پر زیادہ خوش ہوں یا جعفر کی آمد پر) سیرت ابنِ ہشام میں یہ واقعہ ج ۲، ص ۳۵۹ پر دیکھا جا سکتا ہے۔ مؤرخ ابن ہشام نے حضرت جعفرؓ کے ساتھیوں کے اسمائے گرامی بھی نقل کیے ہیں۔

شہدا اور غازیوں کا مقام

آنحضورؐ کے الفاظ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپؐ اس موقع پر کس قدر مسرور تھے۔ انھی الفاظ اور منظر سے قاری یہ سمجھ سکتا ہے کہ حضرت جعفرؓ اور ان کے ساتھیوں کو اس طویل مہاجرت کے بعد واپس آنے اور آنحضورؐ اور ان کے ساتھیوں سے ملاقات کرنے کی کس قدر خوشی ہوئی ہوگی۔ حضرت جعفرؓ نے اس موقع پر آنحضورؐ سے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے زیرِ قیادت جن صحابہؓ نے بدر و احد اور خندق و خیبر کے معرکوں میں حصہ لیا ان کی قسمت پر بڑا رشک آتا ہے۔ جو شہدا جانوں کے نذرانے پیش کر کے جنت میں جا چکے ہیں وہ بڑا رتبہ پا گئے اور جن غازیوں نے آپ کے ساتھ کفر کا مقابلہ کیا وہ بھی ہم سے بہت آگے نکل گئے۔ نبی اکرمؐ نے اپنے بھائی کے اس جذبۂ سبقت فی الخیر کی تحسین فرمائی اور کہا کہ جعفر اللہ تمھیں بھی مواقع عطا فرمائے گا۔

حضرت جعفرؓ ان جنگوں سے فارغ ہونے کے بعد مدینہ چلے گئے اور پھر آنحضورؐ کے ساتھ عمرہ ادا کرنے کے لیے مکہ تشریف لے گئے۔ وہاں سے واپسی پر وہ موقع آ گیا جب حضرت جعفرؓ کو جہاد و قتال اور شہادت و جنت کا عظیم انعام ملنے کی سبیل نکل آئی۔ غزوۂ موتہ میں ان کی شرکت اور پھر کارہائے نمایاں ہماری زریں تاریخ کا روشن باب ہے۔ یہ واقعات ان شاء اللہ غزوۂ موتہ کے بیان میں قارئین کے سامنے آجائیں گے۔

ایک دلچسپ واقعہ

الکتیبہ کے قلعوں کی فتح کے بعد جو دلچسپ واقعہ رونما ہوا، اس کا تذکرہ بھی مؤرخین نے کیا

Marfat.com

ہے اور وہ بنو غطفان کے مشرک سرداروں کا آنحضورؐ سے مالِ غنیمت کے حصے میں شرکت کا مطالبہ تھا۔ عُیَیْنَہ بن حِصَن الفزاری اگرچہ بعد میں مسلمان ہوا مگر اس نے غزوۂ خندق سے لے کر غزوۂ خیبر تک مشرکین و یہود کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف اپنی پوری قوت استعمال کی۔ یہ الگ بات ہے کہ اللہ کے فیصلے کے مطابق یہ قبائل نہ خندق میں کوئی کامیابی حاصل کرسکے اور نہ خیبر ہی میں ان کو کوئی خیر نصیب ہوا۔ خیبر میں تو ان کی جو بھد اُڑی اور ہوا اکھڑی وہ تاریخ عرب کا ایک بہت عبرت انگیز اور تاریخِ اسلام کا نہایت ایمان افروز واقعہ ہے۔ یہ مضمون پہلے گزر چکا ہے کہ کس طرح یہ قبائل یہود کا ساتھ چھوڑ کر واپس اپنے علاقے کو بھاگے تھے کیونکہ ایک خوفناک آواز نے ان کے چھکے چھڑا دیے تھے، جس میں ان کو سنائی دیا کہ ان کے گھربار اور اہل و عیال سخت خطرے میں ہیں۔ ان کو شک گزرا کہ شاید مسلمانوں کی کچھ فوج ان کی غیر حاضری میں ان کے علاقے میں شب خون مارنے کے لیے پہنچ گئی ہے۔ نبی اکرمؐ جنگ سے قبل کوشش کرتے رہے کہ ان قبائل کو مصالحت پر آمادہ کریں اور اس کے بدلے میں ان کو آپؐ نے بہت اچھی پیشکش بھی کی مگر یہ ڈبل گیم کھیلتے رہے، اس وجہ سے ''نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم'' ان کا مقدر ٹھہرا۔ بڑے نازک مرحلے میں یہودیوں کا ساتھ چھوڑ کر چلے جانا بھی ان کا ایسا عمل تھا جو عربوں کے غیرت مندانہ ماحول میں سخت عار کا باعث سمجھا جاتا تھا۔ پھر یہودیوں کو ان کے بارے میں ایسے شکوک وشبہات پیدا ہوئے کہ ان کے نزدیک یہ مکمل طور پر ناقابلِ اعتماد قرار پائے۔

نیک شگونی یا بدشگونی؟

اب جو خیبر کے تمام قلعے اسلامی فوجوں کے سامنے سرنگوں ہوئے تو اس سردار کی آنحضورؐ کے پاس آمد کا حال یہ تھا کہ چار ہزار جنگ جو اس کے ساتھ تھے۔ دورِ جدید کا عرب سیرت نگار محمد احمد باشمیل لکھتا ہے کہ عُیَیْنَہ کو کوئی شرم وحیا مانع نہ ہوئی کہ وہ فاتح فوج کے پاس مالِ غنیمت میں حصہ طلب کرنے جا پہنچا (بحوالہ غزوۂ خیبر از محمد احمد باشمیل ص ۲۵۶)۔ اس کا دعویٰ یہ تھا کہ مالِ غنیمت میں ہمارا حصہ بنتا ہے کیونکہ ہم نے اپنے حلیف اہلِ خیبر کا ساتھ چھوڑ دیا تھا اور آپ

Marfat.com

کے لیے فتح کو آسان بنا دیا تھا۔ اس کا یہ دعویٰ حقائق کا منہ چڑانے کے مترادف تھا۔ نبی اکرمؐ نے اس کا مطالبہ سکون سے سنا اور پھر فرمایا عُیَیْنَہ تم جھوٹے ہو۔ تم خوف کی وجہ سے بھاگ گئے تھے جو صدا لگانے والے نے تمھارے دل میں پیدا کر دیا تھا۔ نہ تم نے ہمارے ساتھ کوئی احسان کیا نہ کوئی آسانی پیدا کی۔ حضور اکرمؐ کی کھری کھری باتیں سن کر عرب سردار کھسیانا ہو گیا اور اس نے آنحضورؐ سے التماس کی کہ اے محمدؐ مجھے کچھ نہ کچھ دے دیجیے۔ آپؐ نے فرمایا تیرے لیے ذوالرقبہ ہے۔ اس نے کہا ذوالرقبہ کیا ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا وہی پہاڑ جو تو نے خواب میں دیکھا تھا۔ دراصل ذوالرقبہ خیبر کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے۔ لفظی معنی ہے گردن والا۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ ذوالرقبہ پہاڑ اسے مل گیا ہے۔ اس نے اپنے خواب کو نیک شگون جانا اور خواب کی تاویل یہ کی کہ اس نے آنحضورؐ کو گردن سے پکڑ لیا ہے۔ العیاذ باللہ۔ آنحضورؐ کو اللہ نے اس کے اِس خواب اور مذموم خیالات سے آگاہ کر دیا تھا۔ جب آنحضورؐ کی زبان سے اس نے یہ الفاظ سنے اور ساتھ ہی خیبر میں موجودہ حالات اور آپؐ کی فاتحانہ شان کا تصور کیا تو اپنے شگون کو بدشگونی سمجھنے لگا اور بدمزہ ہو کر وہاں سے اٹھ گیا۔

......❀❀❀......

Marfat.com

فدک، وادی القریٰ اور تیما کی فتح

یہود کے آخری گڑھ

خیبر کے تمام معرکے سر ہوگئے تو چھ دنوں کی استراحت کے بعد آنحضورؐ نے فدک کی طرف کوچ کا حکم دیا۔ خیبر کے قلعوں کی مضبوطی اور یہودیوں کے جنگ جو سور ماؤں کی شہرت نیز سامانِ حرب وضرب کی کثرت تمام یہودی قبائل کے نزدیک ناقابلِ شکست تھی۔ جب یہ قلعے سرنگوں ہوگئے تو دیگر قبائل کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے۔ لیکن انھوں نے ایک آخری معرکہ لڑنے کے لیے تیاریاں کر رکھی تھیں۔ تاہم اب یہود کو کسی قسم کی فتح کی کوئی امید باقی نہ رہی تھی۔ ظاہر ہے کہ خیبر کے قلعوں کا دفاع کرنے والے یہود جیسی دلچسپی و دلجمعی باقی ماندہ قبائل کے سرداروں میں مفقود تھی۔ یہودیوں کی باقی پوسٹیں جو رہ گئی تھیں ان میں فدک، تیماؔ اور وادی القرٰی قابلِ ذکر ہیں۔

جنگ کے بغیر صلح

نبی اکرمؐ نے از راہِ احتیاط خیبر کی طرف پیش قدمی سے بھی قبل، فدک کے یہودیوں کے پاس ایک دعوتی و تبلیغی وفد بھیجا تھا جو حضرت مُحیّصہ بن مسعودؓ کی سربراہی میں فدک کے یہودیوں سے جا کر ملا۔ آنحضورؐ کی ہدایت کے مطابق وفد نے ان کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی اور کہا کہ اگر وہ مسلمان ہو جائیں گے تو امتِ مسلمہ کا حصہ بن جائیں گے اور انھیں وہی حقوق حاصل ہوں گے جو مسلمانوں کو حاصل ہیں۔ ان لوگوں کو خیبر اور اہلِ خیبر کی قوت پر بھروسہ تھا اس لیے انھوں نے اسلام قبول کرنے اور مثبت جواب دینے سے انکار کر دیا اور ساتھ ہی آنحضورؐ کی سابقہ جنگوں میں کامیابیوں اور اپنی مقدس کتابوں کی بشارت جس میں بالکل واضح طور پر بتایا گیا تھا کہ آنحضورؐ وہی نبی ہیں جن کی آمد متوقع تھی، کو جانتے ہوئے اس تذبذب کا شکار تھے کہ اگر مسلمانوں نے خیبر کو فتح کرلیا تو پھر کیا

Marfat.com

ہوگا۔ لہٰذا انھوں نے حضرت محیصہ کو کبھی چکنی چپڑی باتوں سے خوش کرنے کی کوشش کی اور کبھی ترش روئی سے اپنی اسلام دشمنی کا اظہار کیا۔ اسی دوران خیبر کے قلعے یکے بعد دیگرے سرنگوں ہو گئے۔ اب یہود کی کمر ٹوٹ گئی تھی چنانچہ وہ آنحضورؐ سے بغیر جنگ کے صلح پر تیار ہو گئے۔

شرائطِ صلح

یہودِ فدک کے ساتھ اس صلح کے نتیجے میں انھیں ان کے علاقے میں رہنے کی اجازت دے دی گئی اور ان کی زمینوں پر خراج اور افراد پر جزیہ لگا دیا گیا۔ مؤرخ واقدی اور ابنِ ہشام کی رائے یہ ہے کہ ان لوگوں نے آدھی زمین مسلمانوں کو دے دی جس پر صلح ہو گئی۔ آنحضورؐ نے اس زمین پر مزارعت کے اصولوں پر ان ہی لوگوں کو کاشتکاری کی اجازت دے دی۔ یہ روایت زیادہ مضبوط ہے۔ اسی کو صاحب الکامل نے اپنی تاریخ میں اور حلبی نے اپنی سیرت میں ترجیح دی ہے۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے المغازی للواقدی ج ۲ ص ۷۰۶ کے علاوہ الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۱۵۰ تا ۱۵۲، سیرت ابنِ ھشام ج ۲ ص ۳۵۳ اور السیرۃ الحلبیہ ج ۲ ص ۱۷۵۔

وادی القریٰ

وادی القریٰ خیبر اور مدینہ کے درمیان واقع ہے مگر براہِ راست مدینہ اور خیبر کے راستے سے ذرا ہٹ کر۔ فدک کے یہودیوں کے برعکس یہاں کے یہودیوں نے ہتھیار ڈالنے سے انکار کر دیا۔ ابن کثیر بیان کرتے ہیں کہ یہودِ خیبر کے تلخ تجربات کے باوجود ان یہودیوں نے بت پرست عرب قبائل کو اپنی مدد کے لیے پکارا۔ حقیقت میں یہ ان کی ضد سے زیادہ حماقت تھی۔ یہودی فطری طور پر شاطر اور چالاک ہوتے ہیں مگر معلوم ہوتا ہے ان سے اس موقع پر چوک ہو گئی۔ مشرک قبائل نے بھی یہودیوں کی پکار پر لبیک کہا۔ ان قبائل کی مہم جوئی تو سمجھ میں آتی ہے لیکن یہودیوں کا موقف ناقابلِ فہم معلوم ہوتا ہے۔ نبی اکرمؐ نے جس طرح فدک کے یہودیوں کو اسلام کی دعوت دی تھی، انھیں بھی آپؐ اسی انداز میں دعوت دینے کا ارادہ کر چکے تھے مگر انھوں نے اس کا موقع ہی نہ دیا۔

Marfat.com

یہود کی عاجلانہ شرارت

نبی اکرمؐ وادی القریٰ میں پہنچے ہی تھے کہ یہودیوں نے کسی حیل وحجت کے بغیر مسلمانوں پر تیراندازی شروع کر دی۔ اس کے نتیجے میں مسلمانوں کی صفوں میں سے جو شخص سب سے پہلے زخمی اور شہید ہوئے وہ نبی اکرمؐ کے خادم خاص حضرت مُدعمؓ تھے۔ مُدعم آنحضورؐ کی سواری کی نکیل پکڑے ہوئے آگے آگے چل رہے تھے۔ گویا یہودیوں نے کسی قسم کی بات چیت اور مذاکرات کی گنجایش ہی نہ چھوڑی تھی چنانچہ رسولِ رحمتؐ نے اپنے خادمِ خاص کے جسد خاکی کو اٹھوا کر لشکر کی پچھلی جانب خیموں میں بھیج دیا اور اسی وقت صحابہ کو صف بندی کا حکم دیا۔

چار کمانڈروں کا تقرر

آپؐ نے صحابہ کو چار ٹکڑیوں میں تقسیم کر دیا اور ہر ایک کے الگ الگ کمانڈر مقرر کر کے انھیں علم دے دیے۔ ان صحابہ میں حضرت سعد بن عبادہ، حضرت حباب بن عبد المنذر، حضرت سہل بن حنیف اور حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی ملتے ہیں۔ بڑے بڑے قلعوں کو فتح کر لینے والی اس عظیم فوج کے لیے وادی القریٰ کے اس قلعے کو فتح کر لینا کچھ بھی مشکل نہ تھا لیکن یہود کی اس اشتعال انگیز عجلت کے باوجود نبی اکرمؐ نے کمانڈروں کو حکم دیا کہ وہ تیار تو رہیں لیکن حملہ کرنے میں توقف برتیں۔ آپؐ نے خون ریزی سے بچنے کے لیے یہودیوں کو قبولِ اسلام کی دعوت دی اور فرمایا کہ قبولِ اسلام کے نتیجے میں ان کا کوئی مواخذہ نہیں کیا جائے گا، انھیں ان کے حال پر قائم رہنے کی اجازت ہوگی۔ اس دعوت سے یہودیوں کو اور غلط فہمی پیدا ہوگئی۔

جنگ کا آغاز

یہود کے شاہسوار میدان میں نکل آئے اور مبارزت کے لیے پکارنے لگے۔ جو شخص سب سے پہلے نکل کر آیا اس کے مقابلے کے لیے حضرت زبیر بن العوامؓ گئے اور اسے ڈھیر کر دیا۔ دوسرا نکلا تو اس کا مقابلہ بھی حضرت زبیرؓ ہی نے کیا اور اسے بھی ڈھیر کر دیا۔ تیسرے کے مقابلے کے لیے حضرت علی بن ابی طالبؓ نکلے اور اسے جہنم واصل کر دیا۔ پھر دو اور یہودی آگے بڑھے تو

Marfat.com

حضرت ابودجانہؓ نے ان کا مقابلہ کرنے کے لیے اپنے روایتی انداز میں پیش قدمی کی اور یکے بعد دیگرے ان دونوں کو قتل کر دیا۔ یہودیوں نے اپنی حماقت سے دس جوان قتل کرا دیے اور ان میں سے کوئی بھی اپنے کسی مدِمقابل مسلمان کو زیر کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ ہر یہودی کے قتل پر آنحضورؐ بلند آواز سے ان کو اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ نبی اکرمؐ نمازوں کے اوقات میں صحابہ کرامؓ کے ساتھ صلوۃ الحرب (جسے اصطلاح میں صلوۃِ خوف کہا جاتا ہے) ادا کرتے رہے۔ ہر نماز کے بعد آپؐ نے اس بدبخت قوم کو اسلام کی دعوت کا اعادہ کیا مگر بے سود۔ شام کو یہودیوں نے قلعوں کے دروازے بند کر دیے۔

فتح

اگلے دن لڑائی شروع ہوئی تو سورج ابھی ایک نیزے کے بقدر بھی بلند نہیں ہوا تھا کہ یہودیوں کے چھکے چھوٹ گئے اور انھوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ نبی اکرمؐ چاہتے تو ان لوگوں کو غلام بنا لیتے لیکن کمال ہے کہ آپؐ نے ان کے ساتھ آخری حد تک حلم اور محبت فرمائی جو آپؐ ہی کے شایانِ شان تھی۔ آپؐ نے ان کے تمام اموال و جائیداد کو غنیمت بنا لیا مگر انھیں یہ زمینیں بٹائی پر دے دیں، جس کے مطابق وہ آدھی پیداوار مسلمانوں کو دیتے تھے اور آدھی خود رکھ لیتے تھے۔ وادی القریٰ پر فتح کے بعد اب جزیرہ نمائے عرب میں یہودیوں کا پرانا تسلط مکمل طور پر زمین بوس ہو گیا۔ نبی اکرمؐ نے اس علاقے میں چار دن گزارے۔ اب صرف ایک ہی بستی رہ گئی تھی جو یہودیوں کا گڑھ تھا اور یہ تھی تیما کی بستی۔

تیما مسلمانوں کے قبضے میں

یہ جزیرہ نمائے عرب کے شمال مغربی خطے میں واقع ایک بستی تھی۔ آج کل سعودی عرب کے انتظامی بندوبست کے مطابق یہ صوبہ تبوک میں شامل ہے۔ یہ ایک خوش حال اور پر رونق شہر ہے۔ یہاں بھی مضبوط قلعے اور پہاڑی چوٹیاں موجود تھیں، کئی ایک نخلستان بھی تھے۔ آنحضورؐ کے مقابلے پر یہودیوں نے عمومی طور پر ہمیشہ ضد اور ہٹ دھرمی کی روش اپنائی اور اپنے پاؤں پر کلہاڑا

Marfat.com

مارتے رہے، مگر تیما کے یہودیوں نے عقلمندی کا مظاہرہ کیا۔ انھوں نے خود ہی آنحضورؐ کو پیغام بھیج کر پیش کش کی کہ وہ اطاعت قبول کرنے کے لیے تیار ہیں۔ چنانچہ نبی اکرمؐ نے ان کے اموال و اراضی کو فے میں شمار نہیں کیا بلکہ انھی کی ملکیت میں رہنے دیا۔ انھیں اسلامی ریاست کی ذمی رعایا کا درجہ دے دیا گیا اور ان سے جزیہ وصول کرنے کا معاہدہ ہو گیا۔

قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ جب خلیفۂ دوم حضرت عمر بن الخطابؓ کے دورِ خلافت میں یہودیوں کو جزیرۂ نمائے عرب سے مکمل طور پر جلاوطن کیا گیا تو تیما کے یہودیوں کو استثنا ملا اور انھیں اس علاقے میں قیام کی اجازت ملی۔ اس کی تفصیلات ابنِ کثیرؒ، ابن ہشام اور حافظ ابن القیم کی کتب میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ سیرت الحلبیہ اور المغازی للواقدی میں بھی یہی بیان کیا گیا ہے۔ (دیکھیے: البدایہ و النہایہ ج ۲ ص ۲۱۸، سیرت ابنِ ہشام ج ۲ ص ۳۳۸۔ زاد المعاد ج ۲ ص ۳۵۴)

......❀❀❀......

Marfat.com

نبی اکرمؐ کی رواداری

ایفائے عہد

نبی اکرمؐ نے قلعہ نزار کی فتح سے قبل ایک یہودی کو اس بنیاد پر امان دی تھی کہ اس نے آپ کو قلعے کے اندرونی حالات کے بارے میں معلومات دی تھیں۔ اس یہودی کا نام سماک بیان کیا گیا ہے۔ آپؐ نے اس شخص کو قبولِ اسلام کی دعوت دی تو اس نے کہا کہ مجھے کچھ ایام کی مہلت دیجیے کہ میں ذرا غور و خوض کرلوں۔ آپ نے بخوشی اسے سوچنے سمجھنے کے لیے مہلت دے دی۔ آنحضورؐ نے قلعہ نزار کی فتح کے بعد اس شخص کو حسبِ وعدہ امان بھی عطا فرمائی اور آپؐ اس کو مزید کچھ انعام بھی دینا چاہتے تھے اور ساتھ ہی آپؐ کی خواہش تھی کہ یہ شخص ہدایت سے بہرہ ور ہو جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ راہِ ہدایت سے بڑا کوئی انعام کسی کو نہیں دیا جاسکتا۔ نبی پاکؐ اس کے وعدے کے مطابق اس کے جواب کے منتظر تھے۔ آپؐ کے حسنِ خلق کو دیکھ کر اس شخص کا دل پہلے ہی اسلام کی طرف مائل ہو چکا تھا۔ غور و خوض کے بعد اس نے آپؐ کی دعوت کا مثبت جواب دیا۔ اب یہ خوش قسمت انسان اسلام کی دولت سے مالا مال ہو چکا تھا۔ اس کے بیوی بچے جو قلعے کے اندر مقیم تھے، قلعہ فتح ہو جانے کے بعد آنحضورؐ کی خدمت میں دیگر یہودیوں کے ساتھ پیش کیے گئے۔ آپؐ نے اس کے بیوی بچوں کو آزاد کر دیا۔ اس کی بیوی نُفَیلہ ایک خوبصورت خاتون تھی۔ سماک اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑ کر خوشی خوشی اپنے گھر کو لوٹ گیا۔

کتبِ مقدسہ کا احترام

مختلف قلعوں سے نبی اکرمؐ کو جو مالِ غنیمت ملا اس میں بڑی تعداد میں توراۃ کے نسخے بھی تھے۔ ہر چند کہ توراۃ تحریف شدہ کتاب ہے اور اس زمانے میں بھی یہود کے پاس جو توراۃ تھی اس

Marfat.com

کا حقیقی توراۃ سے برائے نام ہی تعلق تھا۔قرآنِ مجید میں بہت تفصیل کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ یہودیوں نے اللہ کے کلام کو خواہشاتِ نفس کے تحت اس حد تک بدل دیا تھا کہ حقیقت مکمل طور پر خرافات میں کھوگئی۔اس کے باوجود چونکہ یہودیوں کے نزدیک توراۃ ان کی کتاب مقدس ہے اس لیے توراۃ کی کسی مسلمان نے کوئی بے حرمتی نہ کی۔مسلمانوں کی پوری تاریخ میں کبھی بھی کسی مذہب کے مقدسات اور عبادت خانوں کو کوئی نقصان نہ پہنچایا گیا۔اس کے مقابلے میں دیگر مذاہب کے پیروکاروں نے مقدسات اور عبادت خانوں کے علاوہ دیگر مذاہب کی کتبِ مقدسہ کی ہمیشہ بے حرمتی کی ہے۔قرآنِ مجید پر تو آج بھی دشمنانِ اسلام مسلسل حملہ آور ہیں۔

حقیقی تہذیب

حضور ختمی مرتبتؐ نے ہر جنگ کے موقع پر صحابہؓ کو یہ تلقین فرمائی کہ مقدسات یعنی کسی بھی مذہب کی عبادت گاہوں، ان کی کتب اور ان کے تمام دینی شعائر کو جنگی دست برد سے محفوظ رکھنا۔ فی الحقیقت انسانیت کو تہذیب تو ملی ہی انبیا کرامؑ سے ہے اور اس کی تکمیل نبوت کی تکمیل کی طرح محمد رسول اللہؐ پر ہوئی ہے۔اس موقع پر جب گوانتاناموبے میں قرآن مجید کی بے حرمتی اور صلیبیوں وصہیونیوں کی دیدہ دلیری پوری دنیا نے دیکھ لی ہے اور ''چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر'' کی تصویر کے ساتھ بزعمِ خود مہذب، یہ درندے بالکل ننگے ہوگئے ہیں۔

نبی اکرمؐ سے یہودیوں نے درخواست کی کہ توراۃ کے تمام نسخے انھیں واپس دے دیے جائیں تو آپؐ نے ان کے مطالبے پر بلا تأمل تمام نسخے ان کے حوالے کر دیے۔

......❀❀❀......

Marfat.com

فتحِ خیبر اور اہلِ مکہ

غزوۂ خیبر سے اہلِ مکہ کی دلچسپی

نبی اکرمؐ نے قریشِ مکہ کے ساتھ غزوۂ خیبر سے کچھ عرصہ قبل ۶ ھ میں حدیبیہ کے مقام پر معاہدۂ صلح کیا تھا اس لیے اہلِ مکہ اور ان کے حلیفوں کی طرف سے مسلمانوں کو کسی بڑے خطرے کا سامنا نہ تھا۔ اس کے باوجود یہ حقیقت اپنی جگہ قائم تھی کہ قریش کے دلوں میں اسلام دشمنی کے جذبات ابھی ٹھنڈے نہیں پڑے تھے۔ قریش کا سربراہ ابوسفیان اور دیگر سرداران، خیبر کی جنگ کے حالات بڑی دل چسپی سے معلوم کرتے رہتے تھے۔ ان کی دلی خواہش تھی کہ یہود فتح پا جائیں اور اہلِ اسلام مغلوب ہو جائیں۔ چونکہ مکہ میں کچھ مسلمان بھی موجود تھے جو معاہدۂ حدیبیہ کی شرائط کے تحت مدینہ نہیں جاسکتے تھے اس لیے فطری طور پر ان لوگوں کی ہمدردیاں اور دعائیں اہلِ اسلام کے ساتھ تھیں۔ بعض لوگ ایسے بھی تھے کہ جنھوں نے ابھی تک قبولِ اسلام کا اعلان تو نہیں کیا تھا لیکن ان کا میلان اور رجحان کفر کے مقابلے میں اسلام کی طرف زیادہ تھا۔ قریش کی ہر مجلس میں خیبر کی مہمات زیرِ بحث آتیں اور سب لوگ اپنی اپنی تمنا اور خواہش کے مطابق تبصرہ کرتے۔ اس صورتِ حال کا تفصیلی ذکر المغازی للواقدی میں ملتا ہے۔

ایک وضاحت

واضح رہے کہ بہت سے اہلِ علم وتحقیق واقدی کو بہت معتبر اور ثقہ ذریعہ تسلیم نہیں کرتے، اس کے باوجود تاریخی نقطہ نظر سے بھی اور عقلی و منطقی پیمانوں سے بھی یہ موضوع ایسا ہے کہ اسے واقدی کے حوالے سے قبول کرنے میں ہمارے نزدیک کوئی چیز مانع نہیں۔ واقدی نے جو

Marfat.com

تفصیلات لکھی ہیں وہ عمومی تاریخی کیفیت اور درایت پر پوری اترتی ہیں۔ جس طرح واقدی کے خلاف اہلِ علم نے بہت کچھ کہا ہے، اسی طرح نہایت مستند علما نے اس کے حق میں بھی مضبوط اور محکم دلائل دیے ہیں۔ مولانا مناظر احسن گیلانی، مولانا محمد انور شاہ کاشمیری، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا محمد ادریس کاندھلوی جیسے ثقہ اہلِ علم کی آرا بھی ان کی تحریروں میں ہماری اس رائے کی تائید کے لیے کافی ہیں مگر ہم یہاں تاریخ اسلام کے نابغۂ روزگار فرزند امام ابنِ تیمیہؒ کی کتاب ''الصارم المسلول'' سے ایک عبارت نقل کرتے ہیں۔

''واقدی نے جو کچھ بھی روایات جمع کی ہیں، ابنِ اسحاق سے ان کی تصدیق ہوتی ہے۔ اس بات میں کوئی دورائے نہیں کہ غزوات اور اس سے متعلق معلومات کا سب سے بڑا عالم واقدی ہے۔ امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور دیگر ائمہ نے بھی اس کی کتب سے استفادہ کیا ہے۔ مغازی کے باب میں روایات کا آپس میں خلط ملط ہوجانا عام سی بات ہے، کیونکہ ایک ہی وقت میں مختلف لوگ ایک وقت میں پیش آنے والے واقعے کو اپنے مشاہدے کے مطابق بیان کرتے ہیں۔ راوی جب حالات جنگ بیان کررہا ہوتا ہے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ پورے کا پورا قصہ ایک ہی استاد سے روایت کررہا ہے جبکہ وہ درحقیقت مختلف اساتذہ سے اسے سن چکا ہوتا ہے لیکن روایت کرتے وقت وہ اس چیز میں [عموماً] صرف بیان نہیں کرتا۔ حدیث مرسل اور حدیث مقطوع کو ایک ہی انداز سے بیان کردیا جاتا ہے۔ بعض اوقات راوی ایک واقعے کو دیگر قرائن کی روشنی میں اپنے اندازے سے بیان کرتا ہے۔ اس سلسلے میں جو چیز سب سے زیادہ عام ہے وہ روایت کرنے میں بے پروائی برتنا ہے اور اس میں تحقیق کیے بغیر بات کو نقل کرنا ہے۔ اس وجہ سے ان روایات پر اعتماد کرتے ہوئے [احکام کے متعلق] استدلال کرنا مشکل ہے جن میں واقدی منفرد ہے۔ البتہ حدیث کے معاملے میں اس کی بیان کردہ روایت سے استدلال اور بطور تقویت اس کو بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ خاص طور پر ایسی روایات میں جب وہ قاتل اور مقتول کا نام صراحت کے ساتھ بیان کررہا ہو۔ واقدی کی روایت بطور تاکید اور تقویت کے لیے استعمال کرنے میں حرج نہیں، یہی اصول ہم واقدی کے علاوہ دیگر مورخین کے لیے بھی استعمال کریں

Marfat.com

گے۔'' (الصارم المسلول امام ابن تیمیہ، ص۹۶-۹۷)

واقدی نے غزوۂ خیبر کے تناظر میں جو واقعات بسلسلہ اہل کتاب لکھے ہیں، ان کا خلاصہ قارئین کی دل چسپی کے لیے ان صفحات میں پیش کیا جارہا ہے، مگر اس سے قبل مکی زندگی کے ایک اہم واقعہ کا تذکرہ بھی دلچسپ اور ایمان افروز ہے۔ اس میں بھی ایک سردار نے شرط لگائی اور ہار گیا تھا۔ خیبر کے معرکے میں اسی سردار کے بھتیجے کے ساتھ یہی کچھ ہوا۔

جنگ پر شرطیں لگانا

دونوں متحارب فوجوں کے بارے میں مجلسوں اور محفلوں میں بحث ومباحثے ہوتے رہتے تھے۔ رفتہ رفتہ یہ معاملہ تبصروں سے آگے بڑھ کر تکرار اور کش مکش کی حدود میں داخل ہوگیا۔ ایسے میں کئی لوگوں نے اپنی پرانی روایات کے مطابق ایک دوسرے سے شرطیں لگانا شروع کردیں۔ کم وبیش ویسا ہی منظر مکے میں ایک بار پھر پیدا ہوگیا جیسا ہجرت سے قبل ایران اور روم کی جنگوں کے بارے میں مسلمانوں اور مشرکین مکہ کے درمیان تاریخ نے دیکھا تھا۔ اُس موقع پر قرآنِ مجید کی سورۃ الروم میں اللہ نے فرمادیا تھا کہ رومی اپنی مغلوبیت کے باوجود چند سالوں میں غالب آجائیں گے۔ اُس وقت مسلمانوں کی ہمدردیاں فطری طور پر رومیوں کے ساتھ تھیں کیونکہ وہ خود کو حضرت عیسیٰؑ کے پیروکار مانتے تھے اور ان کا شمار اہلِ کتاب میں ہوتا تھا۔ اس کے برعکس مشرکینِ مکہ اپنی بت پرستی کی وجہ سے خود کو ایرانیوں سے قریب تر سمجھتے تھے کیونکہ ایرانی آتش پرست تھے۔ اس دور میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور قریش کے سردار ابی بن خلف کے درمیان شرط لگی تھی جس کا تفصیلی تذکرہ تاریخ میں معتبر ذرائع سے ملتا ہے۔

ہجرت سے قبل کی قرآنی پیشین گوئی

ان حالات میں قرآن مجید کی یہ سورۃ نازل ہوئی تھی اور اس میں یہ پیشین گوئی کی گئی کہ ''قریب کی سرزمین میں رومی مغلوب ہوگئے ہیں، مگر اس مغلوبیت کے بعد چند سال کے اندر ہی وہ غالب آجائیں گے، اور وہ دن ہوگا جب کہ اللہ کی دی ہوئی فتح سے اہل ایمان خوش ہورہے

Marfat.com

ہوں گے۔'' (سورۃ الروم آیت ۱ تا ۴)۔ اس حکم ربانی میں ایک کے بجائے دو پیشین گوئیاں تھیں۔ ایک یہ کہ رومیوں کو غلبہ نصیب ہوگا۔ دوسری یہ کہ مسلمانوں کو بھی اُسی زمانے میں فتح حاصل ہوگی۔ بظاہر دور دور تک کہیں اس کے آثار نظر نہ آتے تھے کہ ان میں سے کوئی ایک پیشین گوئی بھی چند سال کے اندر پوری ہو جائے گی۔ ایک طرف مٹھی بھر مسلمان تھے جو مکے میں مارے اور کھدیڑے جا رہے تھے اور پیشین گوئی کے بعد بھی آٹھ سال تک ان کے لیے غلبہ و فتح کا کوئی امکان کسی کو نظر نہ آتا تھا۔ دوسری طرف روم کی مغلوبیت روز بروز بڑھتی چلی گئی اور ظاہر بین نگاہوں میں اس کے دوبارہ اٹھنے کے امکانات بالکل معدوم ہو گئے۔

مولانا مودودیؒ اس صورت حال کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں:

''۶۱۹ء تک پورا مصر ایران کے قبضہ میں چلا گیا اور مجوسی فوجوں نے طرابلس کے قریب پہنچ کر اپنے جھنڈے گاڑ دیے۔ ایشیائے کوچک میں ایرانی فوجیں رومیوں کو مارتی دباتی باسفورس کے کنارے تک پہنچ گئیں اور ۶۱۷ء میں انھوں نے عین قسطنطنیہ کے سامنے خِلقدون (Chalcedon موجودہ قاضی کوئی) پر قبضہ کر لیا۔ قیصر نے خسرو کے پاس ایلچی بھیج کر نہایت عاجزی کے ساتھ درخواست کی کہ میں ہر قیمت پر صلح کرنے کے لیے تیار ہوں۔ مگر اس نے جواب دیا کہ ''اب میں قیصر کو اس وقت تک امان نہ دونگا جب تک وہ پابہ زنجیر میرے سامنے حاضر نہ ہو اور اپنے خدائے مصلوب کو چھوڑ کر خداوندِ آتش کی بندگی نہ اختیار کر لے۔'' آخر کار قیصر اس حد تک شکست خوردہ ہو گیا کہ اس نے قسطنطنیہ چھوڑ کر قرطاجنہ (Carthage، موجودہ ٹیونس) منتقل ہو جانے کا ارادہ کر لیا۔ غرض، انگریز مؤرخ گِبَن کے بقول، قرآن مجید کی اس پیشین گوئی کے بعد بھی سات آٹھ برس تک حالات ایسے تھے کہ کوئی شخص یہ تصور تک نہ کر سکتا تھا کہ رومی سلطنت ایران پر غالب آ جائے گی، بلکہ غلبہ تو درکنار اس وقت تو کسی کو یہ اُمید بھی نہ تھی کہ اب یہ سلطنت زندہ رہ جائے گی۔

قرآن کی یہ آیات جب نازل ہوئیں تو کفارِ مکہ نے ان کا خوب مذاق اڑایا اور اُبی بن خلف نے حضرت ابوبکرؓ سے شرط باندھی کہ اگر تین سال کے اندر رومی غالب آ گئے تو دس اونٹ میں دوں گا ورنہ دس اونٹ تم

Marfat.com

کو دینے ہوں گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شرط کا علم ہُوا تو آپؐ نے فرمایا کہ قرآن میں فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ کے الفاظ آئے ہیں، اور عربی زبان میں بِضْع کا اطلاق دس سے کم پر ہوتا ہے، اس لیے دس سال کے اندر کی شرط کرو اور اونٹوں کی تعداد بڑھا کر سو کر دو چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے اُبی سے پھر بات کی اور نئے سرے سے یہ شرط طے ہوئی کہ دس سال کے اندر فریقین میں سے جس کی بات غلط ثابت ہوگی وہ سو اُونٹ دے گا"۔ (تفہیم القرآن ج ۳ ص ۷۲۶-۷۲۷)

ہرقل نے اس جواب کے ملنے کے بعد تخت یا تختہ کے اصول کے تحت ذلت کی زندگی جینے سے عزت کی موت مرجانے کو ترجیح دی۔ اس نے خود اپنی فوجوں کی کمان کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ وہ افریقی علاقوں کی طرف سے آکر ایرانی فوجوں کی پشت پر حملہ کرنے کے لیے آدھمکا۔ اب جنگ کا پانسہ پلٹنا شروع ہوگیا۔ یہ ۶۲۲ء کی بات ہے جب نبی اکرمؐ ہجرت کرکے مدینہ تشریف لے گئے۔ ۶۲۳ء میں ہرقل کو پے درپے فتوحات حاصل ہوئیں۔ یہاں تک کہ ۶۲۴ء میں وہ آذربائیجان کو فتح کرنے میں کامیاب ہوگیا جہاں اس نے زرتشت کے مولد کو تباہ کرنے کے ساتھ ایرانیوں کے سب سے بڑے آتش کدے کو بھی ملیامیٹ کردیا۔ یہی سال تھا جب مسلمانوں کو غزوۂ بدر میں مشرکینِ مکہ کے مقابلے پر فیصلہ کن فتح نصیب ہوئی۔ اس کے بعد پے درپے ایسے واقعات رونما ہوئے کہ ادھر جزیرہ نمائے عرب میں اسلام فتوحات کے جھنڈے گاڑتا چلا گیا اور اُدھر ایران کے مقابلے میں ہرقل نے کامرانیاں پائیں۔ ادھر خسرو پرویز کے خلاف گھر میں بغاوت ہوگئی۔ وہ قید کیا گیا اور اس کے پورے خاندان کو موت کے گھاٹ اتار کر اس کا باب ہی ختم کردیا گیا۔ یہ سارے واقعات تاریخ میں تفصیلاً مذکور ہیں۔ مولانا مودودیؒ بعد کے حالات پر یوں تبصرہ فرماتے ہیں:

"اس کے بعد کسی کے لیے بھی اس امر میں شبہ کی گنجائش باقی نہ رہی کہ قرآن کی پیشین گوئی بالکل سچی تھی۔ عرب کے بکثرت مشرکین اس پر ایمان لے آئے۔ اُبی بن خَلف کے وارثوں کو ہار مان کر شرط کے اونٹ ابوبکر صدیقؓ کے حوالے کرنے پڑے۔ وہ انھیں لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے حکم دیا کہ انھیں صدقہ کردیا جائے۔ کیونکہ شرط اُس وقت ہوئی تھی جب شریعت

Marfat.com

میں جوئے کی حرمت کا حکم نہیں آیا تھا، مگر اب حرمت کا حکم آ چکا تھا، اس لیے حربی کافروں سے شرط کا مال تو لے لینے کی اجازت دے دی گئی مگر ہدایت کی گئی کہ اسے خود استعمال کرنے کے بجائے صدقہ کر دیا جائے''۔(تفہیم القرآن ج۳ ص۷۲۸)

چچا کی طرح بھتیجا بھی ہار گیا

خیبر کے معرکوں میں بھی ایران و روم کی جنگ عظیم کی طرح مکہ کے سرداروں میں سے دو سرداروں کے درمیان ایک شرط کا تذکرہ ملتا ہے۔ حویطب بن عبدالعزیٰ جو قریش کے بہت مالدار سرداروں میں سے تھا، اصرار کرتا تھا کہ یہودیوں کے مقابلے پر مسلمان فتح پائیں گے۔ دوسری جانب ابی بن خلف کا بھتیجا صفوان بن امیّہ بن خلف اس رائے پر مضبوطی سے قائم تھا کہ فتح یہودیوں کا مقدر ہوگی۔ ان دونوں کے درمیان شرط لگی جس میں روم و ایران کے تصادم کی طرح سو اونٹ طے پائے۔ یہ دونوں ہی نہیں بلکہ ان کے حامی بھی خیبر کی طرف سے آنے والے ہر شخص سے تجسس اور شوق سے جنگ کے نتائج کے بارے میں پوچھتے تھے۔ انھی دنوں میں ایک شخص عباس بن مرداس جو قبیلہ بنو سُلَیم سے تھا مکہ آیا۔ اس سے ان لوگوں نے خیبر کے حالات پوچھے۔ جس مجلس میں یہ گفتگو ہو رہی تھی اس میں قریش کے دیگر سرداروں کے علاوہ ابوسفیان بن حرب بھی موجود تھا۔ عباس بن مرداس نے کہا کہ یہودی غالب آئیں گے جبکہ حویطب نے کہا ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ میں نے حدیبیہ کے مقام پر محمدؐ کی جو شان دیکھی تھی اس سے مجھے یقین ہو گیا ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

ابوسفیان کی لاتعلقی

صفوان بن امیہ نے عباس بن مرداس کو اپنا حامی پایا تو اس کا حوصلہ اور بڑھ گیا۔ ایک اور سردار نوفل بن معاویہ نے بھی کہا کہ عباس کی بات سچی معلوم ہوتی ہے۔ دونوں جانب سے شرط لگائی گئی جس کا آغاز پانچ اونٹوں سے ہوا اور آخر سو اونٹوں پر شرط کا معاملہ طے پا گیا۔ ابوسفیان بن حرب بظاہر اس معاملے سے لاتعلق اور بے زار نظر آ رہا تھا مگر بحث و تکرار اور شور سن کر اس نے

Marfat.com

کہا: ''لات وعزیٰ کی قسم! مجھے تو عباس بن مرداس کی باتیں مشکوک نظر آتی ہیں''۔ چونکہ یہ بات صفوان بن امیہ کے خلاف جاتی تھی اس لیے اس نے کہا کہ سردارِ قریش! تو نے ہمیشہ میری مخالفت کی ہے۔ آخر ابو سفیان نے اختلافی باتوں سے بچنے کے لیے سب کو خاموش کرایا اور مجلس برخاست کر دی۔ کچھ ہی دنوں کے بعد حقیقت کھل گئی اور صفوان بن امیہ اپنے چچا ابی بن خلف کی طرح بازی ہار گیا۔

ایک مسلمان کی تدبیر

اسی طرح کا ایک اور واقعہ بنو سلیم ہی کے ایک شخص کے بارے میں بیان کیا گیا ہے جو مسلمان تو ہو گیا تھا مگر ابھی تک اس نے اپنا ایمان خفیہ رکھا ہوا تھا۔ اس شخص کا یہ اعزاز ہے کہ سب سے پہلا صدقہ جو معدنی کانوں پر زکوٰۃ کی مد میں بیت المال میں جمع کرایا گیا وہ اسی کی طرف سے تھا۔ اس کا نام حجاج بن علاط تھا۔ اس کی زمین میں دیگر معدنیات کے علاوہ سونے کی کانیں بھی تھیں۔ یہ غزوۂ خیبر کے دوران ہی آنحضورؐ سے ملا اور ایمان لے آیا۔ اس کی رہائش مکہ میں تھی۔ یہ چونکہ مالدار آدمی تھا اس لیے اس کا خاصا سرمایہ اس کے گھر میں اس کی بیوی ام شَیبہ بنت عمیر کے پاس تھا۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی کہ وہ اپنے اسلام کو سرِ دست خفیہ رکھے گا اور حکمت کے تحت ضرورت پڑی تو کوئی بات خلافِ واقعہ بھی اہلِ مکہ کے سامنے کہہ دے گا۔ آپؐ نے اسے اجازت دے دی۔ یہ شخص سچا مسلمان تھا، اس کے دل میں آنحضورؐ کی محبت تھی۔ آپؐ بھی اس بات کو جانتے تھے۔ آپ نے اس کی درخواست مان کر ایک بڑا مسئلہ حل کرنے کی راہ ہموار کر دی۔ اس مثال کو آج کے دور میں بلکہ آنحضور کے بعد کسی بھی حالت میں کسی موقع کے لیے دلیل نہیں بنایا جا سکتا کیوں کہ یہ ایک خاص موقع تھا جس پر خود آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصی اجازت وحجت فرمائی تھی۔ یہ آپؐ کا خالصتاً ذاتی استحقاق تھا جو کسی بھی دوسرے شخص کو بشمول صحابہ کرامؓ بھی حاصل نہیں۔ یہ شخص جب مکہ پہنچا اور اہلِ مکہ کو معلوم ہوا کہ وہ خیبر و بطحا کی طرف سے آ رہا ہے تو وہ اس کے گرد جمع ہو گئے اور اس سے جنگ کا حال پوچھنے لگے۔

Marfat.com

اس نے کہا میں تمھارے لیے بہت بڑی خوش خبریاں لایا ہوں۔

حجاج بن علاط کا توریہ

یہ بات سن کر لاتعلق لوگ بھی حجاج بن علاط کی طرف دوڑے۔ اس نے کہا کہ اہلِ خیبر بہت طاقتور لوگ ہیں اور انھوں نے اپنی قوت کے علاوہ گردونواح کے قبائل کی فوجی قوت بھی اپنی حمایت کے لیے بلالی ہے۔ محمدؐ اس سے قبل کی جنگوں میں تو ہر میدان میں جیتتا رہا ہے مگر اب یہودیوں کا پلڑا بھاری نظر آ رہا ہے۔ چند دنوں تک آپ خوش ہو جائیں گے کہ اہلِ مدینہ کو عبرت ناک شکست ہوئی ہے۔ اب معاملہ یہ ہے کہ اہلِ خیبر کو بڑی فتح ملی ہے اور بڑا مالِ غنیمت ہاتھ آیا ہے جس کو وہ نیلام کر رہے ہیں۔ تم لوگ میری مدد کرو کہ جن جن لوگوں کے پاس میرا مال ہے وہ فوراً میرا مال لوٹا دیں تاکہ میں دوسرے تاجروں سے پہلے وہاں پہنچ کر بولی لگا سکوں۔ قریش نے تمام لوگوں سے اس کا مال وصول کیا اور اکٹھا کر کے اس کے سپرد کر دیا۔ پھر وہ اپنی بیوی کے پاس پہنچا تو اسے بھی اسی انداز میں کہانی سنائی اور سارا مال اس سے وصول کر لیا۔

حضرت عباسؓ کی قلبی کیفیت

سارا مال وصول کرنے کے بعد حجاج نے اطمینان کا سانس لیا لیکن اس دوران اس نے یہ بات بھی نوٹ کی کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب جو مسلمان ہو چکے تھے ان خبروں کو سن کر پریشان ہو گئے، تاہم وہ زیرک انسان تھے۔ وہ دشمنوں کو اپنے اوپر پھبتیاں کسنے اور جگ ہنسائی کا موقع فراہم نہیں کرنا چاہتے تھے۔ انھوں نے بلند آواز سے نبی پاکؐ کی شان اور مدح میں جرأت مندانہ اشعار پڑھے۔ تمام مسلمان مرد اور عورتیں اس افواہ پر غمزدہ تھے اور حضرت عباسؓ نے اندرونی پریشانی کے باوجود سب کو خوش رکھنے اور اطمینان دلانے کی پوری کوشش کی۔ ظاہر ہے کہ اس خبر نے خود ان کو بھی اندر سے ہلا ڈالا تھا۔ اس کیفیت کے تحت جب انھیں بے چینی اور پریشانی ہوئی تو اپنے ایک غلام کو حجاج کے پاس بھیجا اور کہا کہ اسے جا کر بتا دو کہ تو نے جو خبر دی ہے وہ ناقابلِ یقین ہے۔ اللہ تعالیٰ بڑی شان کا مالک ہے وہ ایسا واقعہ ہرگز رونما نہیں ہونے دے گا۔

Marfat.com

عمِ رسولؐ کو خوش خبری

حجاج کے پاس جب وہ غلام پہنچا تو حجاج حضرت عباسؓ کی قلبی کیفیت کو سمجھ گیا اور ان کے غلام سے کہا کہ تم خاموشی سے واپس چلے جاؤ اور ابوالفضل سے کہو کہ آپ نے ہمیشہ میرے اوپر احسانات کیے ہیں، پریشان نہ ہوں میں کچھ دیر کے بعد اصلی خبر لے کر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوں گا لیکن خدا کے لیے ابھی آپ اس کو راز ہی رہنے دیں۔ وعدے کے مطابق ظہر کے قریب حجاج حضرت عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؓ کا غلام ابوزبینہ پہلے ہی آپؓ کو خوشخبری دے چکا تھا۔ آپؓ نے اس کی زبان سے خوشخبری سنتے ہی اسے سینے سے لگالیا اور خوش ہو کر فرمایا: اِذْهَبْ اَنْتَ حُرٌّ لِلّٰهِ (جا میں نے تجھے اللہ کی رضا کی خاطر آزادی دے دی ہے)۔ جب حجاج نے خود آ کر حقیقتِ حال بیان کی تو حضرت عباسؓ نے کہا: ''خدا کی قسم! میرے اوپر دس غلاموں کو آزاد کرنا فرض ہوگیا ہے''۔ حجاج نے عرض کیا ''اے عمِ رسولؐ میں مسلمان ہو چکا ہوں، میری درخواست ہے کہ خدا کے لیے تین دن تک آپ اس خبر کو پوشیدہ رکھیں۔ میں نے اہلِ مکہ کو جو خبر پہنچائی ہے وہ آنحضورؐ کی اجازت کے بعد پہنچائی ہے اور آپ جانتے ہیں کہ مجھے میرا مال واپس نہ ملتا اگر میں درست خبر ان تک پہنچا دیتا''۔ اس کے بعد وہ حضرت عباسؓ سے اجازت لے کر شام کے جھٹ پٹے میں مدینہ کی طرف روانہ ہوگیا۔

مکہ میں اعلانِ فتح

تین دن کے بعد حضرت عباسؓ اعلیٰ لباس زیب تن کیے گھر سے نکلے۔ ان کے ہاتھ میں خوبصورت چھڑی تھی اور جسم سے خوشبو کی مہک آرہی تھی۔ حضرت عباسؓ حرم میں گئے اور بڑی شان کے ساتھ قریش کی مجلس میں وارد ہوئے۔ قریش کے لوگوں کو حضرت عباسؓ کی حالت دیکھ کر فکر لاحق ہوگئی لیکن وہ خاموش ہو کر انھیں دیکھتے رہے۔ پھر آپؓ نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ آخر قریش کے لوگوں نے ہمت کر کے ان سے پوچھا: ''عباس آپ تین دن کہاں غائب تھے''۔ انھوں نے کہا: ''میں نے ایک حکمت کے تحت خود کو تین دن تک اپنے گھر میں مقیم رکھا اور سن لو

Marfat.com

میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ محمدؐ نے خیبر کو فتح کر لیا ہے اور سردار یہود حیی بن اخطب کی بیٹی سے شادی کر لی ہے۔ یہود کے تمام بڑے سرداروں کو اس کے ساتھیوں نے اپنی تلواروں سے تہہ تیغ کر دیا ہے''۔ قریش کی صفوں میں کھلبلی مچ گئی اور زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ سچی خبریں مکہ پہنچ گئیں۔ ان خبروں سے مکہ کے مسلمانوں کے دلوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور اہلِ کفر کی امیدوں پر پانی پھر گیا۔ (مغازی للواقدی ج ۲، ص ۷۰۲ تا ۷۰۵۔ غزوہ خیبر از محمد احمد باشمیل ص ۳۰۱ تا ۳۰۹)

……❀❀❀……

Marfat.com

باب نہم

عمرۃ القضا

(ذوالقعدہ ۷ھ)

Marfat.com

رسولِ رحمتؐ کا سچا خواب

صلح حدیبیہ کے حالات وواقعات میں بیان ہو چکا ہے کہ اس معاہدے کے مطابق ۶ ھ میں مسلمانوں کو عمرہ کیے بغیر ہی واپس جانا پڑا تھا۔ معاہدے میں اگلے سال مسلمانوں کو عمرہ کرنے کی اجازت دی گئی تھی۔ نبی اکرمؐ کو اللہ رب العالمین نے وحی کے ذریعے پہلے ہی خوش خبری سنادی تھی کہ اللہ نے آپ کا خواب سچا کر دیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

''فی الواقع اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا تھا جو ٹھیک ٹھیک حق کے مطابق تھا۔ ان شاء اللہ تم ضرور مسجدِ حرام میں پُورے امن کے ساتھ داخل ہو گے اپنے سر منڈواؤ گے اور بال ترشواؤ گے، اور تمھیں کوئی خوف نہ ہوگا۔ وہ اُس بات کو جانتا تھا جسے تم نہ جانتے تھے اس لیے وہ خواب پُورا ہونے سے پہلے اُس نے یہ قریبی فتح تم کو عطا فرمادی۔'' (الفتح: ۲۷)

اللہ والوں کا قافلہ

جب آپؐ نے عمرہ کا ارادہ کیا تو آپؐ کے ساتھ تقریباً دو ہزار صحابہ وصحابیات اس مقدس سفر کے لیے تیار ہوگئے۔ آپؐ نے ذوالحلیفہ کے مقام پر احرام باندھا اور تلبیہ کا ورد شروع کیا۔ تمام صحابہ کرامؓ نے بھی آپؐ کا اتباع کیا۔ سفر پر روانہ ہونے سے قبل اپنے معمولات کے مطابق آپؐ نے حضرت ابورہم غفاریؓ کو مدینے میں اپنا قائم مقام مقرر کیا۔ اللہ والوں کا یہ کارواں مدینہ سے ذوالحلیفہ پہنچا تو بھی ایک شان تھی مگر ذوالحلیفہ سے آگے تو ہر قدم پر ایمان افروز مناظر سے صحابہ اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرتے رہے۔ لبیک اللھم لبیک کی صدائیں، اللہ کی کبریائی اور اس کے بندوں کی عبدیت کا اعلان کر رہی تھیں۔

Marfat.com

سفرِ شوق

یہ سفرِ شوق طے کرنے کے لیے اونٹ، گھوڑے بھی ساتھ تھے اور قربانی کے لیے ہدی کے جانور بھی۔ نبی اکرمؐ نے قربانی کے ساٹھ اونٹوں پر حضرت ناجیہ بن جندب اسلمیؓ کو نگران مقرر کیا جبکہ گھوڑوں کا دستہ حضرت محمد بن مسلمہ انصاریؓ کے زیر قیادت تھا۔ مسلمانوں کے پاس عربوں کے معروف طریقے کے مطابق ہتھیار نہیں تھے البتہ نیام میں بند تلواریں اپنی کمروں سے باندھ رکھی تھیں۔ جوں جوں مکہ قریب آ رہا تھا، جذبۂ ایمانی اور عقیدت دوبالا ہوتی جا رہی تھی۔ ایک سال قبل کافروں نے جو راستہ مسدود کیا آج وہ کھلا تھا۔ عرب کے سب قبائل بھی یہ منظر دیکھ رہے تھے اور ان اللہ والوں کی للّٰہیت، تقوٰی اور اخلاص کے قائل اور گرویدہ ہوتے چلے جا رہے تھے۔ واقعی ہر لحاظ سے یہ فتح مبین تھی جو اللہ رب العالمین نے نبی مہربانؐ کے لیے مقرر فرما دی تھی۔ قافلہ جب حدودِ حرم پر آ پہنچا تو آپؐ اپنی اونٹنی قصوٰی پر سوار تھے۔ آپ حجون کے راستے بلد الحرام میں داخل ہوئے۔

رمل اور اصطباغ

معاہدے کے مطابق کفار نے تین دن کے لیے شہر خالی کر دیا تھا اور وہ پہاڑوں کے اوپر چلے گئے تھے۔ ان پہاڑوں کے اوپر سے اس زمانے میں پورا حرم، بیت اللہ، مطاف، صفا مروہ اور مقامِ ابراہیم وغیرہ نظر آتے تھے۔ کفار بے بسی کے ساتھ مسلمانوں کو دیکھ رہے تھے مگر اپنے دل کو خوش کرنے کے لیے ایک دوسرے کو کہا کہ یہ جو جماعت حرم میں داخل ہو رہی ہے، یثرب کی ناموافق آب و ہوا نے ان کو بہت لاغر کر دیا ہے۔ نبی اکرمؐ نے صحابہ کرام کو اظہارِ قوت کے لیے اصطباغ یعنی اپنا داہنا کندھا اور بازو احرام سے باہر نکالنے اور طواف کے پہلے تین چکروں میں رمل یعنی بازو جھٹکتے ہوئے اور تیزی کے ساتھ دوڑ لگانے کا حکم دیا۔ آج کے دن تک یہ سنت زندہ ہے۔ خانہ کعبہ کے اندر ابھی تک بت آویزاں تھے مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ آپ نے معاہدے کی مکمل پابندی کی۔ (مسند احمد، حدیث ۳۵-۳۶۔ فتح الباری ج ۷، ص ۵۰۸-۵۰۹)

زمزم، زندہ معجزہ

نبی اکرمؐ اور آپؐ کے صحابہؓ جب طواف کے سات چکر مکمل کر چکے تو آپؐ زمزم پر تشریف

Marfat.com

لائے اور خوب سیر ہو کر پانی پیا۔ زمزم کے بارے میں آنحضورؐ کا ارشاد ہے کہ جس مقصد کے لیے اسے استعمال کیا جائے یہ نفع بخش ہوتا ہے۔ یہ غذا بھی ہے، دوا بھی اور شفا بھی۔ اس کے بعد آپؐ صفا مروہ کی طرف تشریف لے گئے اور صفا سے مروہ تک سات چکر مکمل کیے۔ جس مقام پر حضرت ہاجرہ تیز دوڑتی تھیں، وہاں آپ بھی تیز دوڑے۔ یوں اپنی دادی اماں کی سنت کو آپؐ نے زندۂ جاوید بنا دیا۔

جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو سواری کے اونٹوں اور ہتھیاروں کو وادی یاجج میں چھوڑ دیا اور دو سو صحابہ حضرت اوس بن خولی انصاریؓ کی قیادت میں ان کی حفاظت پر مقرر کر دیے۔ ان صحابہؓ نے دیگر صحابہؓ کے عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد مناسکِ عمرہ ادا کیے۔ سعی کے بعد نبی مہربانؐ نے مروہ پہاڑی کے پاس قربانی کے جانور ذبح کیے اور وہیں اپنا سر منڈوایا۔ پھر آپؐ نے غسل فرمایا اور احرام اتار دیا۔ آنحضورؐ اور صحابہ تین دن مکہ میں مقیم رہے اور زیارتِ بیت اللہ سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ اس دوران بعض روایات کے مطابق سیدنا بلالؓ خانہ کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر اذانیں دیتے رہے۔ معاہدے کے مطابق چوتھے دن فجر کی نماز کے بعد سورج چڑھے آپؐ اپنے صحابہ کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

ام المومنین میمونہ بنت حارثؓ حرمِ نبوی میں

ہمارے ہاں لوگ ان بحثوں میں کافی وقت ضائع کر دیتے ہیں کہ کن دنوں میں نکاح کی تقریب ہو سکتی ہے اور کن دنوں میں نہیں۔ نکاح ایک مسنون عمل ہے اور ہر مسنون عمل اجر کا باعث ہوتا ہے۔ معلوم رہے کہ اگر کوئی خاتون عدت کی وجہ سے پابند نہ ہو تو کسی بھی دن نکاح کیا جا سکتا ہے۔ اللہ کے نزدیک کوئی دن مبغوض و منحوس نہیں، نہ کسی دن کا تقدس اس دینی فرض کی ادائیگی میں رکاوٹ کا باعث بن سکتا ہے۔ آنحضورؐ ہی امتؐ بلکہ انسانیت کے لیے اسوۂ حسنہ ہیں اور آپؐ نے ایک نکاح احرام کی حالت میں بھی کیا۔ یہ خوش قسمت زوجۂ مطہرہ، جو عمرۃ القضا (۷ھ) کے مقدس سفر میں آنحضورؐ کے عقد میں آئیں قبیلہ بنو مضر کی شاخ بنو ہوازن سے تعلق رکھتی تھیں۔ تاریخ

Marfat.com

انھیں ام المومنین میمونہؓ بنت حارث کے نام سے سلام عقیدت پیش کرتی ہے۔

اس نکاح کا واقعہ مؤرخین نے یوں بیان کیا ہے کہ وہ آنحضورؐ کی زوجیت میں آنے سے قبل، پہلے خاوند سے مطلقہ اور دوسرے خاوند سے بیوہ ہوگئی تھیں۔ صادق الایمان اور مخلص صحابیہ تھیں۔ یہ خاتون آنحضورؐ کے چچا حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کی اہلیہ ام الفضل کی حقیقی بہن تھیں۔ یوں حبر الامت حضرت عبداللہ بن عباسؓ ان کے بھانجے لگتے ہیں۔ اپنی بہن کے ہاں ان کا آنا جانا تھا اور دونوں بہنیں آپس میں محض بہنیں ہی نہیں سہیلیاں بھی تھیں اور نظریے و عقیدے میں بھی ہم آہنگ و ہم قدم تھیں۔ حضرت عباسؓ اپنی بیوہ سالی کے بارے میں فکرمند تھے، چنانچہ سفرِ عمرہ کے دوران ہی انھوں نے آنحضورؐ سے ان کے مصائب کا تذکرہ کر کے تجویز پیش کی کہ آپؐ انھیں اپنی زوجیت میں لے لیں۔

آنحضورؐ نے اپنے چچا کی تجویز کو قبول فرمالیا۔ حضرت میمونہؓ کے ساتھ پانچ سو درہم حق مہر کے عوض آپؐ نے نکاح کرلیا جبکہ ابھی آپؐ نے احرام نہیں کھولا تھا۔ حضرت عباسؓ حضرت میمونہؓ کے وکیل تھے۔ عمرے سے فارغ ہونے کے بعد آنحضورؐ مکے سے کچھ فاصلے پر سرف کے مقام پر مقیم تھے کہ آنحضورؐ کے غلام حضرت ابورافعؓ آپؐ کی زوجہ مطہرہ کو لے کر وہاں پہنچے۔ یہیں پر آپؐ نے لوگوں کے لیے دعوتِ ولیمہ کا اہتمام فرمایا۔ آنحضورؐ کی حیاتِ طیبہ میں یہ آپؐ کا آخری نکاح اور حضرت میمونہؓ آپؐ کی آخری بیوی تھیں۔ حضرت میمونہؓ آپؐ کے ساتھ ہی مکہ سے مدینہ روانہ ہوگئیں۔

......❀❀❀......

Marfat.com

Marfat.com

باب دہم

غزوۂ موتہ

(جمادی الاولیٰ ۸ھ)

Marfat.com

خودداروبیدار قیادت

نبی امیؐ کی عالمگیر دعوت

غزوۂ موتہ میں نبی اکرمؐ خود شریک نہیں ہوئے مگر مؤرخین و محدثین نے اسے بھی غزوات میں شمار کیا ہے۔ صحیح بخاری کتاب المغازی میں امام بخاری نے غزوۂ موتہ کے عنوان ہی سے اس جنگ کا تعارف کروایا ہے۔ یہ جنگ سن ۸ ھ میں فتح مکہ سے تقریباً چار ماہ قبل شام کے علاقے میں موتہ کے مقام پر صحابہ کرام اور رومی وشامی عیسائی فوجوں کے درمیان ہوئی۔ اس جنگ کا پس منظر یہ ہے کہ نبی اکرمؐ نے صلح حدیبیہ کے بعد دنیا بھر کے بادشاہوں کو خطوط لکھ کر قبولِ اسلام کی دعوت دی۔ نبی اکرمؐ پوری دنیا کے لیے ہادیٔ برحق بنا کر بھیجے گئے تھے۔ جزیرہ نمائے عرب کی کافر قوتوں نے آنحضورؐ کو اس قدر الجھائے رکھا کہ ہجرت کے بعد بھی کم وبیش چھے سال آپ کو عرب سے باہر کی دنیا تک اپنی دعوت پہنچانے کے مواقع میسر نہ آسکے۔

صلح حدیبیہ کے بعد جوں ہی آپ کو اندرونی حالات نے اجازت دی آپؐ نے اس وقت کی معلوم دنیا کے تمام حکمرانوں تک اپنا پیغام پہنچادیا۔ ان ہی حکمرانوں میں ایک حکمران شام کے علاقے میں برسرِ اقتدار تھا۔ یہ اصلاً عرب تھا اور رومی شہنشاہیت کے زیرِ اثر عیسائیت اختیار کر چکا تھا۔ یہ خود ہی نہیں بلکہ اس کے قبیلے (غسان) کے کم وبیش سبھی لوگ حلقۂ بگوش عیسائیت ہو چکے تھے۔ نبی اکرمؐ کے دور میں یہاں کا حکمران شرحبیل بن عمرو تھا۔ اندرونی طور پر غسانی بادشاہوں کو آزادی حاصل تھی مگر عالمی قوتوں کی راجدھانیاں اتنی طاقتور تھیں کہ عملاً تمام ممالک یا تو کسریٰ کی ایرانی حکومت کے باجگزار تھے یا قیصر کی بازنطینی (رومی) ملوکیت کے زیرِ تصرف تھے۔ شام کے غسانی حکمران خود کو قیصر کے نمائندے سمجھتے تھے۔

Marfat.com

سفیرِ رسول کی شہادت

نبی اکرمؐ کے صحابی حضرت حارث بن عمیرؓ آپؐ کا خط لے کر شرحبیل کے پاس گئے۔ شرحبیل نے خط دیکھا اور جب اس کا مضمون پڑھا تو غصے سے آگ بگولا ہو گیا۔ اصولی طور پر پوری دنیا میں اس وقت جو اخلاقی اقدار رائج اور معلوم تھیں ان کے مطابق پیغام خواہ کیسا بھی ہوتا تھا، قاصد پر اس کی کوئی ذمہ داری ڈالی جاتی تھی نہ اس کا مواخذہ کیا جاتا تھا۔ قاصدوں اور سفیروں کا کام تو پیغام رسانی تھا۔ ان کی جان محفوظ و مامون تصور ہوتی تھی کیونکہ اس کے بغیر نامہ و پیام کا سلسلہ منقطع ہو سکتا تھا۔ اس بدبخت حکمران نے ان تمام اخلاقی و عرفی اصولوں کو پامال کرتے ہوئے، اپنے دربار ہی میں صحابیِ رسول کو شہید کرا دیا۔ یہ خبر نبی اکرمؐ تک پہنچی تو آپؐ بہت غمزدہ ہوئے۔ آپؐ نے اسی وقت فیصلہ فرمایا کہ غسانی حکمران کے اس ظلم کا بدلہ لینا اور مظلوم صحابی کے خون کو رائیگاں ہونے سے بچانا اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔ (الاصابہ ج ۱، ص ۵۹)

دعوت و قصاص

بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ یہ جنگ قصاص کے لیے نہیں بلکہ دعوت کے پیغام کی تجدید کے لیے تھی، مگر حقیقت یہ ہے کہ اس کا مقصد قصاص بھی تھا اور دعوت بھی۔ نبی اکرمؐ دعوت و تبلیغ کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ اسی لیے آپؐ نے لشکر روانہ کرتے وقت جو ہدایات دیں ان میں یہ ارشاد بھی ملتا ہے کہ سب سے پہلے ان لوگوں کو دعوتِ اسلام دی جائے۔ اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو ان سے جنگ نہ لڑی جائے۔ [اس صورت میں مقتول کا خون یا تو اس کے ورثا معاف کر دیتے یا دیت کی ادائیگی پر معاملہ طے پا جاتا۔] اسی دور میں ملکِ شام میں نبی اکرمؐ کے صحابہ کی ایک جماعت نے تجارتی سفر کے دوران بھی تبلیغ اسلام کا فریضہ ادا کیا اور ظالم عیسائیوں نے انھیں بھی تہ تیغ کر دیا۔ عیسائیوں کی طرف سے یہ دونوں واقعات بلا اشتعال، پرامن لوگوں کے قتل اور انسانی جان کی بے حرمتی کی بدترین مثال ہیں۔ نبی مہربان صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ عیسائیوں سے نرم سلوک کیا اور ان کو مشترکات پر باہمی تعاون کی دعوت دی مگر ان کی طرف سے

Marfat.com

رونما ہونے والے ان واقعات نے اسلامی ریاست کو ان کے متعلق اپنی پالیسی پر نظر ثانی کرنے پر مجبور کر دیا۔

شہید سفیر کا لسانِ رسالت مآبؐ سے تذکرہ

طبقات ابنِ سعد میں بیان کیا گیا ہے کہ نبی اکرمؐ نے فوج کی روانگی کے وقت کافی دور تک خود پیدل چل کر فوج کو رخصت کیا۔ اس دوران آپؐ اپنے صحابہ کے لیے دعا بھی کرتے رہے اور ضروری ہدایات بھی دیتے رہے۔ آپ ثنیۃ الوداع تک فوج کے ساتھ گئے۔ وہاں پر آپؐ نے صحابہؓ سے یہ بھی فرمایا کہ جس مقام پر تمھارے بھائی حارث بن عمیرؓ نے اپنا فرض ادا کرتے ہوئے جان قربان کی تھی اس پر بھی جانا کہ یہ اس سے محبت کے اظہار کا طریقہ ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا اللہ تمھیں کامیابی عطا فرمائے۔

اسلام کی ابھرتی ہوئی قوت

شام میں آنحضورؐ کے سفیرِ خاص کی شہادت کے علاوہ ایک دوسرا واقعہ، جس کی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے، بھی ایسا رونما ہوا تھا، جس سے شامی و رومی حکمرانوں کی اسلام دشمنی اور مستقبل کے عزائم بالکل واضح ہو گئے تھے۔ صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت نے شام کے علاقے میں اپنے تجارتی سفر کے دوران بعض عرب قبائل کو اسلام کی دعوت دی۔ دعوتِ اسلام سن کر کچھ لوگوں نے دلچسپی کا اظہار کیا مگر حکومتی جاسوسوں نے غسانی حکمران تک اس کی اطلاع پہنچا دی۔ اس بدبخت حکمران نے عربوں کی تاریخی روایات کو پسِ پشت ڈالتے ہوئے ان مہمانوں کو بلقا کے علاقے میں شہید کرا دیا۔ ان صحابہ کی تعداد بارہ یا چودہ تھی۔ نبی اکرمؐ اپنے سفیر اور اپنی ریاست کے بے گناہ شہریوں کے خون کی حرمت کو کسی صورت نظر انداز نہیں کر سکتے تھے۔ آپ کو شمال کی جانب سے چڑھائی کا خطرہ بھی محسوس ہو رہا تھا۔ سابقہ ادوار میں جزیرہ نمائے عرب کے قبائلی نظام سے کبھی آس پاس کی حکومتوں کو کوئی خطرہ محسوس نہ ہوا تھا۔ اب جب انھوں نے دیکھا کہ یہ قبائل ایک منظم حکومت اور ریاست کی شکل میں خود کو مسلح کر چکے ہیں تو انھیں احساس ہوا کہ یہ بہادر قبائل جو منظم

Marfat.com

ہو چکے ہیں کسی وقت ہمارے لیے خطرہ نہ بن جائیں۔

دشمن کا اعتراف

بادشاہوں کے نام آنحضورؐ کے مکاتیب اس سے قبل کے صفحات میں قارئین کی نظر سے گزر چکے ہیں۔ اس ضمن میں تمام مؤرخین نے یہ بات لکھی ہے کہ ہرقل نے آنحضورؐ کا خط پڑھنے اور سردارِ قریش ابوسفیان سے مکالمہ کرنے کے بعد اپنے درباریوں سے کہا تھا: ''اے اہلِ روم میرے پاس ایک عظیم آدمی کا خط آیا ہے جس نے مجھے اپنے دین کی طرف دعوت دی ہے۔ بخدا میرے خیال میں یہ وہی نبی ہے جس کا ہم سے وعدہ کیا گیا تھا اور جس کے لیے ہم سراپا انتظار تھے۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں اس کی تصدیق کرنی چاہیے۔ اس میں ہماری دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔'' ہرقل کی اس گفتگو کو تاریخ طبری جلد دوم ص ۴۵۰ اور البدایہ و النہایہ جلد چہارم ص ۲۶۶ پر نقل کیا گیا ہے۔ جب سردارانِ روم اور فوجی جرنیلوں نے قیصر کی یہ بات سنی تو سب نے شدید احتجاج کیا۔ ہرقل بھی صورتِ حال کو بھانپ گیا اور اس نے ڈپلومیسی اختیار کرتے ہوئے جرنیلوں اور وزیروں کو کہا: ''دراصل میں تمھارا ردعمل ہی معلوم کرنا چاہتا تھا ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ہمارا مذہب سب سے ارفع و اعلیٰ ہے اور ہماری قوت عالمگیر ہے۔ ہم ایک صحرا نشین کی اطاعت کیسے قبول کر سکتے ہیں؟''

یوں تو ہرقل نے وقتی طور پر بحرانی کیفیت کو سنبھال لیا لیکن ساتھ ہی تاریخ میں یہ تذکرہ بھی ملتا ہے کہ ہرقل نے اپنے دربار میں یہ الفاظ بھی کہے تھے کہ آج جس جگہ میرا تخت ہے، کسی وقت یہ اس نبی کے پیروکاروں کے قدموں میں ہوگی (بحوالہ رحمۃ للعالمین جلد اول ص ۱۵۹)۔ نبی اکرمؐ کی شخصیت اور آپؐ کے پیروکاروں کی صفات بھی ہرقل نے ابوسفیان کی زبانی سن لی تھیں، اب اسے اس بات کا یقیناً خطرہ تھا کہ کسی وقت یہ نئی ریاست اس کی سپر یمیسی کو ختم کر دے گی۔ جنگِ موتہ کے حالات پڑھنے سے قبل یہ عالمی تناظر ذہن میں رہنا چاہیے۔

سپہ سالاروں کا انوکھا انتخاب

نبی اکرمؐ نے موتہ کی اس جنگ کے لیے اپنے بہترین صحابہ کو منتخب کیا اور انھیں آپؐ نے

Marfat.com

مدینہ سے تین میل باہر جُرف کے مقام پر پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا۔ ان صحابہ کی تعداد تین ہزار بیان کی گئی ہے۔ یہاں آنحضورؐ نے ان صحابہ کو شامی علاقے پر حملہ کرنے اور ظلم وخیانت کرنے والوں سے انتقام لینے کی تلقین فرمائی۔ تمام سابقہ سرایا کے برعکس اس جنگ میں نبی اکرمؐ نے کسی ایک جاں نثار کو قیادت سونپنے کے بجائے سپہ سالاروں کا انتخاب ایک نئے انداز میں کیا۔ جب بھی کبھی آپ کوئی مہم بھیجا کرتے تھے تو کسی صحابی کی کمان میں فوج روانہ کر دیتے تھے اور یہ بات عام فہم تھی کہ اگر سالارِ لشکر شہید ہو جائیں تو مسلمان کسی دوسرے کی کمان میں جنگ جاری رکھیں گے۔ اس مرتبہ نبی اکرمؐ نے تین صحابہ کو ذمہ داری سونپی، آپؐ نے فرمایا کہ فوجوں کی کمان زید بن حارثہؓ کریں گے۔ اگر انھیں کچھ ہو جائے تو جعفر بن ابی طالبؓ کمان سنبھال لیں۔ جعفرؓ کو بھی کچھ ہو جائے تو عبداللہ بن رواحہؓ فوجوں کی قیادت کریں۔ اگر وہ بھی میدان میں شہید ہو جائیں تو پھر باہمی مشورے سے جسے تم لوگ چاہو، اپنا سالار منتخب کر لینا۔ یہ ایک نیا انداز تھا، اس لیے جب مدینہ میں رہ جانے والے صحابہ کرامؓ نے اس لشکر کو رخصت کیا تو ان تینوں صحابہ سے ملتے ہوئے ہر شخص یہ سوچ رہا تھا کہ وہ غازی اور مجاہد سے نہیں، شہید سے گلے مل رہا ہے، کیونکہ نبی اکرمؐ نے اس سے قبل کبھی اس انداز میں فوج کی کمان کا فیصلہ نہیں کیا تھا۔ (فتح الباری ج۷، ص۵۱۰۔ سیرۃ ابن ھشام ج۳، ص۴۲۷)

جنگی خطاب اور اہم ہدایات

نبی اکرمؐ نے غزوۂ موتہ کے لیے لشکر کو روانہ کرنے سے پہلے ایک بہت جامع اور ایمان افروز خطاب فرمایا۔ آپؐ کے اس خطاب کا خلاصہ یہ بات ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ اسلام نے جنگ کو دفعِ شر کا ذریعہ بنایا ہے، قتل وغارت گری اور کشور کشائی کبھی اس کا مقصود نہیں رہا۔ آپؐ نے حمد وثنا کے بعد پہلی بات جو فرمائی وہ یہ تھی: اُوْصِیْکُمْ بِتَقْوَی اللّٰہِ (میں تم لوگوں کو اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی نصیحت کرتا ہوں)۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اللہ کا نام لے کر اس کی راہ میں منکرین حق سے جنگ کرو۔ جنگ کے دوران اپنے ساتھی مسلمان بھائیوں سے خیر خواہی کا اہتمام کر۔ ۔نگ

Marfat.com

کے دوران کبھی اخلاقی حدود سے تجاوز نہ کرنا۔ کبھی خیانت نہ کرنا اور نہ ہی کبھی بچوں کو قتل کرنا۔ سپہ سالار کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: جب تم اپنے دشمنوں سے ملو تو انھیں دعوت دو کہ وہ اسلام قبول کرلیں۔ اگر ان کا جواب مثبت ہو تو انھیں کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچانا۔ اگر وہ ہجرت پر بھی آمادہ ہو جائیں تو انھیں بتا دینا کہ انھیں وہی حقوق حاصل ہوں گے جو سابقون کو حاصل ہیں۔ اگر وہ ہجرت پر آمادہ نہ ہوں تو بطورِ مسلمان دیگر اعراب کی طرح انھیں بھی اپنے گھروں میں رہنے کی آزادی حاصل ہوگی لیکن انھیں مالِ غنیمت میں سے کچھ نہ ملے گا البتہ اگر جہاد میں شریک ہو جائیں تو مالِ غنیمت میں بھی برابر حصہ دار ہوں گے۔ اگر وہ اسلام قبول کرنے سے انکاری ہوں تو انھیں جزیہ دینے اور اسلام کی سیاسی برتری قبول کرنے کی دعوت دینا۔ اگر وہ ایسا کرلیں تو نہ ان سے جنگ کرنا اور نہ ہی انھیں کوئی اذیت دینا۔ اس کا بھی انکار کردیں تو آخری چارہ کار کے طور پر اعلانِ جنگ کر کے ان سے لڑائی لڑنا۔ جنگ میں اپنی قوت پر نہیں بلکہ اللہ کی مدد پر بھروسہ رکھنا۔

عام لوگوں کی جان کا احترام

اس کے بعد نبی اکرمؐ نے عام آبادیوں کے بارے میں ہدایت دیتے ہوئے فرمایا: عبادت خانوں میں تم کچھ لوگوں کو مصروفِ عبادت پاؤ گے۔ ان لوگوں سے کوئی تعرض نہ کرنا۔ نہ ان کے گرجا گھروں کو نقصان پہنچانا۔ ہاں کچھ لوگوں کے سر میں شرارت کا خناس سمایا ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں پر تلوار اٹھانے کی اجازت ہے۔ کسی عورت، بچے اور بوڑھے کو قتل نہ کرنا۔ کھیتوں، درختوں اور باغات کو تباہ نہ کرنا۔ نہ ہی گھروں اور آبادیوں کو منہدم کرنا۔ نبی اکرمؐ کی یہ جامع ہدایات اسلام کے زریں اصولوں کی بہترین ترجمان ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ شاید ہی کبھی ایسا ہوا ہو کہ نبی اکرمؐ یا خلفائے راشدین نے جب کسی لشکر کو روانہ کیا ہو تو یہ بنیادی ہدایات نہ دی ہوں۔ اسلامی جنگوں کی تاریخ میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ضعفا پر ہتھیار اٹھایا گیا ہو۔ ایسے لوگوں کو ہمیشہ پناہ دی گئی ہے۔ (ایضاً)

جہاد کے ہر لمحے کی فضیلت ہے

حضرت زیدؓ کی سپہ سالاری پر بعض لوگوں کو کچھ تحفظات تھے اور ان میں حضرت جعفرؓ کا نام

Marfat.com

بھی ملتا ہے۔ نبی اکرمؐ نے اس موقع پر زیدؓ کے فضائل ومناقب بیان فرمائے اور انھیں منصب قیادت کے لیے اہل تر اور موزوں تر قرار دیا۔ فوج کو جمعہ کے دن علی الصبح روانہ ہو جانا تھا۔ جب نبی اکرمؐ نے جمعہ کی نماز مسجدِ نبوی میں ادا کی تو دیکھا کہ عبداللہ بن رواحہ مسجد میں موجود ہیں۔ آپؐ نے انھیں کہا کہ تم فوج کے ساتھ کیوں نہیں گئے تو انھوں نے عرض کیا بس میں جا ہی رہا ہوں۔ میں نے چاہا کہ نمازِ جمعہ آپؐ کے ساتھ پڑھ کر روانہ ہو جاؤں۔ اس موقع پر آپؐ نے ارشاد فرمایا تھا اگر تو زمین کی پوری دولت بھی خرچ کر دے تو اپنے بھائیوں کے صبح جانے کے وقت کے ثواب کو نہیں پا سکتا (ترمذی)۔

ابنِ رواحہؓ کی درخواست

جمادی الاولیٰ ۸ھ بروز جمعہ اس پاکیزہ فوج نے شام کی طرف پیش قدمی شروع کی۔ نبی اکرمؐ کے ساتھ عمرۃ القضا میں فوج کے بیش تر سپاہی اور کمانڈر مکہ گئے تھے۔ اب حضرت جعفرؓ کی اس تمنا کی تکمیل کا وقت آ گیا تھا جو انھوں نے حبشہ سے واپسی پر خیبر کے مقام پر آنحضورؐ کی خدمت میں عرض کی تھی۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ آنحضورؐ سے رخصت ہوتے وقت عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ مجھے کوئی وصیت فرما دیجیے جسے میں دل میں بٹھا لوں۔ آپؐ نے انھیں جو وصیت فرمائی اس میں پہلی ہدایت یہ تھی کہ عبداللہ جس علاقے میں تو جا رہا ہے وہاں اللہ کے سامنے بہت کم سجدے ہوتے ہیں۔ پس تو سجدوں کی کثرت سے اپنی جبینِ نیاز کو تر رکھنا اور ہر وقت اللہ کی یاد سے دل آباد رکھنا۔ تجھے جو مطلوب ہوگا اللہ اس میں تیری مدد کرے گا۔ پھر حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور تیز رفتاری سے اپنے ساتھیوں سے جا ملے۔ ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ حضرت عبداللہ رخصت ہوتے ہوئے رو پڑے تھے۔ جب وجہ پوچھی گئی تو کہا کہ بخدا دنیا کی کوئی پریشانی یا شوق ومحبت میرے رونے کا سبب نہیں۔ مجھے قرآن مجید کی آیت نے رلا دیا ہے۔ پھر سورۃ مریم کی آیت نمبر ۷۱ پڑھی۔ ترجمہ: ”تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو جہنم پر وارد نہ ہو، یہ تو ایک طے شدہ بات ہے جسے پورا کرنا تیرے رب کا ذمہ ہے۔“ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو اس

Marfat.com

سے اگلی ہی آیت کا حوالہ دے کر تسلی دی گئی، جس میں فرمایا گیا ہے: ''پھر ہم ان لوگوں کو بچالیں گے جو (دنیا میں) متقی تھے اور ظالموں کو اسی میں گرا ہوا چھوڑ دیں گے۔''

ابنِ رواحہؓ کے اشعار

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ بہت فصیح و بلیغ شاعر تھے۔ اس موقع پر ان کے اشعار بھی مؤرخین نے نقل کیے ہیں:

''میں ربِ رحمان سے مغفرت کا طلبگار ہوں اور اس کے راستے میں ایسی ضربِ کاری کی تمنا رکھتا ہوں جو خون کی جھاگ نکال دے اور مجھے دشمن کے ہاتھوں نیزے کے ایسے زخم پسند ہیں جو قلب و جگر کے آر پار ہو جائیں اور یوں راہِ خدا میں جان کی بازی لگا کر رخصت ہو جاؤں تو لوگ میری قبر کے پاس سے گزرتے ہوئے مجھے دعائیں دیں''۔ پھر آنحضورؐ کی شانِ اقدس میں نعتیہ شعر کہتے ہوئے حضرت عبداللہؓ مدینہ کو الوداع کہہ گئے۔ مدینہ کی طرف رخ کر کے کہا: ''کھجوروں کے درختوں سے آباد اس شہر سے میں اس شخصؐ سے جدا ہو کر جا رہا ہوں جو بہترین سرپرستی کرنے اور محبت بانٹنے والا ہے۔ اے اللہ اسؐ پر ہمیشہ اپنی سلامتی کا نزول فرمانا۔'' (فتح الباری لابن حجر ج ۷، ص ۳۹۳، مطبوعہ بیروت)

کثرت و قلت کا سوال

فوج مدینہ سے روانہ ہو کر شام کی حدود میں داخل ہوئی اور موتہ کے مقام پر وہ معرکہ پیش آیا جو ہماری تاریخ کا عظیم ترین واقعہ ہے۔ یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ دشمن نے ایک بڑا لشکر جمع کر رکھا ہے۔ اس دوران دشمن کے ایک جاسوس مسلح دستے سے مسلمانوں کا آمنا سامنا ہو گیا۔ اس میں بہت سے دشمن قتل ہوئے۔ غسانی حکمران شرحبیل بن عمرو کا بھائی بھی مقتولین میں شامل تھا۔ شرحبیل پر اس واقعہ کے بعد خوف طاری ہوا اور اس نے ہرقل کے پاس اپنا تیز رفتار ایلچی بھیجا۔ ہرقل اس وقت بیت المقدس میں موجود تھا۔ ہرقل نے ایک بہت بڑا لشکر اپنے باجگوار کی حفاظت اور مدد کے لیے بھیج دیا۔ روایات میں آتا ہے کہ اس لشکر کی تعداد ایک لاکھ تھی جبکہ غسانی بادشاہ کے

Marfat.com

اپنے لشکر اور مختلف قبائل کے مسلح دستوں کی تعداد بھی بیس ہزار تھی۔ یوں مجموعی طور پر ایک لاکھ بیس ہزار کا لشکر تین ہزار مسلمانوں کے مقابلے پر جمع ہو گئے۔ رومی فوج کی قیادت قیصرِ روم کا بھائی تھیوڈر کر رہا تھا۔ اس موقع پر ضروری تھا کہ مسلمان باہمی مشاورت سے اپنی حکمتِ عملی طے کریں۔ حضرت زید بن حارثہؓ نے فوراً اہلِ شوریٰ کو جمع کیا اور ان کے سامنے پوری صورتِ حال رکھی۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے اس موقع پر امیرِ لشکر کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم نے کبھی تعداد اور ساز و سامان کی کثرت و قلت کی بنیاد پر جنگیں لڑی ہیں نہ یہ چیزیں فیصلہ کن ہوتی ہیں۔ فیصلے تو اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ جہاں تک ہمارا معاملہ ہے تو ہمیں اللہ نے بتادیا ہے کہ شہادت ملے گی یا فتح اور ہمارے لیے تو دونوں حالتوں میں بہتری اور کامیابی ہے۔ حضرت عبداللہ کے الفاظ تھے۔ "اِمَّا الظَّفَر وَاِمَّا الشَّهَادَة"۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی اس گفتگو کے بعد پوری مجلس مشاورت کو مکمل اطمینان حاصل ہو گیا اور تمام صحابہ نے پوری یک سوئی کے ساتھ میدانِ جہاد میں اترنے کا فیصلہ کر لیا۔

(سیرۃ ابن ہشام ج ۴ ص ۴۲)

بھلائی ہی بھلائی

حضرت عبداللہؓ کا یہ بیان در حقیقت قرآن مجید ہی کی تفسیر ہے جو اللہ رب العالمین نے سورۂ توبہ میں یوں بیان کی ہے: "ان سے کہو تم ہمارے معاملہ میں جس چیز کے منتظر ہو وہ اس کے سوا اور کیا ہے کہ دو بھلائیوں میں سے ایک بھلائی ہے۔ اور ہم تمہارے معاملہ میں جس چیز کے منتظر ہیں وہ یہ ہے کہ اللہ خود تم کو سزا دیتا ہے یا ہمارے ہاتھوں دلواتا ہے؟ اچھا تو اب تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی تمہارے ساتھ منتظر ہیں" (آیت ۵۲)۔

Marfat.com

میدانِ معرکہ میں

کامیابی کا معیار

جب عملاً جنگ شروع ہوئی تو بظاہر یوں لگ رہا تھا کہ کفار کا بہت بڑا لشکر مسلمانوں کی تین ہزار کی معمولی جمعیت کو کچل ڈالے گا۔ حضرت ابو ہریرہؓ جیسے اولوالعزم صحابی جو اس جنگ میں شریک تھے بیان کرتے ہیں کہ دشمن کی طاقت کو دیکھ کر میری آنکھیں چندھیا گئیں۔ مجھے بدری صحابی ثابت بن اقرمؓ نے کہا: ''ابو ہریرہؓ تم ہمارے ساتھ بدر میں شریک نہیں تھے؟'' میں نے کہا: ''نہیں''۔ اس نے کہا: ''جان لو کہ ہم کثرت سے کامیاب نہیں ہوا کرتے۔'' حضرت ابو ہریرہؓ ہی کی طرح بہت بڑے عالمِ قرآن و سنت حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی اس جنگ میں شریک تھے۔ وہ جنگ شروع ہونے کے بعد بہادری سے لڑے اور انھوں نے سپہ سالاروں کی شہادت کے واقعات بھی بیان کیے ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زید بن حارثہؓ نے دشمن کا مقابلہ جس بہادری اور بے جگری سے سے کیا وہ جاں سپاری اور فداکاری کی تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ حضرت زید بن حارثہؓ کو احساس تھا کہ ان کی جمعیت بہت کم اور ان کا وطن بہت دور ہے۔ انھوں نے اپنے ساتھیوں کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے خود آگے بڑھ کر اگلی صفوں میں دشمن کا مقابلہ کیا۔ مسلمان بھی شہید ہو رہے تھے اور کافروں کے لاشے بھی گر رہے تھے۔

سالارِ اول کی شہادت

یہ جنگ کتنے دنوں تک جاری رہی اس بارے میں مؤرخین کے درمیان اختلاف ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ جنگ سات دن تک جاری رہی۔ پہلے پانچ دن حضرت زید کمان کرتے رہے۔ چھٹے دن نہایت گھمسان کا رَن پڑا اور حضرت زیدؓ بن حارثہ شہید ہو گئے۔ شہادت سے پہلے

Marfat.com

انھوں نے آنحضورؐ کا دیا ہوا جھنڈا بھی سر بلند رکھا اور اپنی تلوار کا حق بھی خوب ادا کیا۔ ان پانچوں دنوں میں حضرت زیدؓ اگلی صف میں لڑتے رہے۔ شہادت سے قبل دشمنوں نے ان کے گرد گھیرا ڈالا اور جھنڈا چھیننا چاہا مگر انھوں نے جھنڈے کی حفاظت کی اور بہادری سے لڑتے ہوئے بے شمار زخم سہنے کے بعد شہید ہوئے۔ ان کے جسم سے بہت زیادہ خون بہہ گیا تھا۔

سالارِ ثانی کی شہادت

حضرت زیدؓ کی شہادت کے بعد حضرت جعفرؓ نے جھنڈا تھام لیا۔ انھیں نظر آ رہا تھا کہ اب موت آنکھوں کے سامنے ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ انھوں نے اپنے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں۔ دشمن سے بڑی بہادری سے لڑے، جس طرف حملہ کرتے تھے دشمن کی صفیں الٹ دیتے تھے۔ جنگ میں ان کا ایک بازو کٹ گیا مگر جھنڈا دوسرے بازو میں تھام لیا پھر دوسرا بازو بھی کٹ گیا۔ دونوں بازو کٹ جانے کے بعد بھی جھنڈا نیچے نہیں گرنے دیا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضرت جعفرؓ کو ہم نے لاشوں کے انبار میں تلاش کیا تو ان کے کٹے ہوئے بازوؤں کے علاوہ ان کے جسم کا کوئی حصہ ایسا نہ تھا جو زخموں سے چھلنی نہ ہو گیا ہو۔ ہاں البتہ ان کی پشت پر کوئی ایک بھی زخم نہ تھا۔

ایمان افروز اشعار

حضرت جعفرؓ کی شہادت کے وقت مسلمانوں میں ذرا سی سراسیمگی پیدا ہوئی جس سے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ بھی کچھ متاثر ہوئے مگر انھوں نے فوراً صورتِ حال کو سنبھالا دیا اور رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے دشمن پر جھپٹے۔ ان کے بعض اشعار تو زبان زدِ عام ہیں۔ فرمایا: اے دل میں نے قسم کھائی ہے کہ تو خوشی اور ناخوشی ہر حال میں میری بات مانے گا۔ اب تجھے کیا ہوا کہ دشمنوں کی کسی ہوئی کمانوں اور تنے ہوئے نیزوں کو دیکھ کر تو جنت سے فرار چاہتا ہے۔ کبھی تو تو بڑا مطمئن رہا کرتا تھا، آج کیا ہوا؟ تو جان لے کہ تیری حیثیت محض یہ ہے کہ تو ایک چھوٹی سی بوسیدہ مشک سے ٹپکنے والا ایک قطرہ ہے۔ پھر آپؓ نے اپنی سواری کو بھی خطاب کرتے ہوئے یہ کہا کہ تو واپس

Marfat.com

مدینہ جائے گی لیکن تیرا سوار تیرے ساتھ واپس نہیں جائے گا۔ میرے ساتھی واپس جائیں گے اور مجھے طویل قیام کے لیے شام کا یہ علاقہ نصیب ہوگیا ہے۔ میں نے خدائے رحمان کی طرف رجوع کرلیا ہے۔ مجھے درختوں اور کھجوروں کے خوش منظر جھنڈ کی اب کوئی تمنا نہیں۔

جنت کا عاشق جنت میں

حضرت زید بن ارقمؓ اپنے سالار کے بالکل قریب تھے۔ ان کے پر جوش اشعار سنے تو فرطِ جذبات سے ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ کہتے ہیں میری اس کیفیت کو دیکھ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے مجھے درے سے ہلکی سی ضرب لگائی اور کہا: ''اے نادان! اگر اللہ تعالیٰ مجھے شہادت کا اعزاز عطا فرمادے تو تجھے کیا تکلیف ہے۔ تو اونٹنی کے پالان میں بیٹھا واپس مدینہ پہنچے گا۔'' آخری وقت میں انھوں نے اپنے دونوں پیش رو سپہ سالاروں کا نام لے کر ان کے لیے دعا کی اور اپنے آپ سے کہا: اے نفس! زید اور جعفر کی اعلیٰ مثال کی پیروی کر تیری تمنائیں بر آئیں گی اور تو ہدایت یافتہ لوگوں میں شمار ہوگا۔ کسی ساتھی نے آپؓ کو ایک ہڈی پکڑائی جس کے ساتھ کچھ گوشت تھا اور کہا کہ آپ کو بہت بھوک لگی ہے ذرا اس سے کچھ قوت حاصل کر لیجیے۔ انھوں نے ابھی ایک لقمہ ہی لیا تھا کہ تلواریں ٹکرانے کی آواز آئی۔ پس گوشت کو پھینک دیا اور اگلی صفوں میں جا کر لڑنے لگے۔ چھٹے روز کے اختتام تک حضرت عبداللہ بن رواحہ بھی شہادت کے اعلیٰ مقام تک پہنچ گئے۔ اب مسلمانوں کو فکر دامن گیر ہوئی کہ جنگ کا کیا بنے گا۔

جھنڈا کس نے اٹھایا؟

حضرت خالد بن ولیدؓ کچھ ہی عرصہ قبل مسلمان ہوئے تھے اور یہ جہاد میں ان کی پہلی شمولیت تھی۔ انھوں نے جھنڈا اٹھالیا اور مسلمانوں سے کہا کہ جسے تم چاہو یہ جھنڈا دے دو مگر سب نے انھی کو یہ ذمہ داری سونپی۔ اس روز بہت سے رومی قتل ہوئے۔ ان کا ایک بڑا جرنیل مالک بن رافلہ بھی اس روز مارا گیا۔ اسے حضرت قُتَیبہ بن قتادہؓ نے قتل کیا تھا۔ اس کے قتل کا واقعہ ابنِ ہشام نے جلد چہارم صفحہ ۲۳ پر لکھا ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ ابنِ رواحہؓ کی شہادت کے بعد حضرت

Marfat.com

قُتَیبہ بن عامر انصاریؓ نے جھنڈا اٹھالیا تھا جن سے حضرت ثابت بن اقرمؓ نے یہ جھنڈا لیا اور بلند آواز سے کہا کہ پیٹھ پھیر کر قتل ہونے سے آمنے سامنے مقابلہ کر کے قتل ہونا زیادہ باعثِ عزت ہے۔ پھر انھوں نے آوازیں دیں کہ لوگو! اپنے میں سے کسی اہل بھائی پر اتفاق کرلو۔ لوگوں نے کہا کہ آپ ہی یہ ذمہ داری سنبھالیں۔ انھوں نے کہا: نہیں میں اس قابل نہیں ہوں۔ ظاہر ہے کہ عین حالتِ جنگ میں زیادہ بحث مباحثے کا موقع ہی نہ تھا۔ اس موقع پر تین ماہ قبل اسلام میں داخل ہونے والے خالد بن ولیدؓ کی طرف سب کی نظریں اٹھیں اور حضرت ثابت نے آواز دے کر کہا اے ابوسلیمان آگے بڑھو اور جھنڈے کو بلند کرو۔

ماہر جنگ جُو

حضرت ابوسلیمانؓ (خالد بن ولید) نے معذرت کی اور کہا کہ آپ اس کے زیادہ مستحق ہیں اور پھر آپ عمر میں بھی بڑے ہیں۔ انھوں نے کہا: اے جوان بحث مت کرو۔ میں نے اسے تمھارے ہی لیے اٹھایا تھا اور مجھے معلوم ہے کہ تم فنونِ جنگ کو مجھ سے زیادہ جانتے ہو۔ سب لوگوں نے یک زبان ہو کر کہا خالد! کمان سنبھال لو۔ نبی اکرمؐ نے حضرت خالدؓ اور حضرت عمرو بن عاصؓ کے قبولِ اسلام کے وقت صحابہؓ سے فرمایا تھا کہ آج مکہ نے اپنے جگر کے ٹکڑے مدینے کی گود میں پھینک دیے ہیں۔ اس مشکل گھڑی میں حضرت خالدؓ نے کمان سنبھالی اور قیادت کا حق ادا کر دیا۔ وہ قبولِ اسلام سے قبل بھی ایک ماہر جنگ جو اور منجھے ہوئے کمانڈر تھے۔ اب قبولِ اسلام کے بعد تو اللہ نے ان کی صلاحیتوں کو چار چاند لگا دیے تھے۔ حضور پاکؐ کے ان کے قبولِ اسلام کے وقت کہے ہوئے الفاظ سے بھی ان کی شان اور اہمیت واضح ہوتی ہے۔ اللہ اللہ! کیا مقام ہے اصحابِ رسولؐ کا!!

مشکل مرحلہ، کٹھن ذمہ داری

تینوں سپہ سالاروں کی شہادت کے بعد فوج فطری طور پر پریشان تھی اور حوصلے بُری طرح پست ہو گئے تھے۔ ایسے میں حضرت خالدؓ کو بڑی بھاری ذمہ داری ادا کرنا تھی۔ دشمن پر پھر سے اپنا

Marfat.com

رعب قائم کرنا کارِ دارد تھا اور پھر اسی ماہرانہ حکمت عملی کے تحت اپنی فوج کو بسلامت واپس لے جانا بھی ایک بڑا چیلنج تھا۔ حضرت خالدؓ نے چھٹے دن شام تک بڑی بے جگری سے دشمن کا مقابلہ کیا اور پھر جب دونوں فوجیں واپس اپنی اپنی کمین گاہوں میں پہنچیں تو حضرت خالدؓ نے ہنگامی شوریٰ کا اجلاس طلب کرلیا۔ انھوں نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ حالات بڑے نازک ہیں، فوری طور پر کوئی کمک پہنچنے کی صورت بھی ممکن نہیں۔ ان حالات میں ہمیں اپنی ہمت اور حوصلہ بحال رکھنا ہے اور ایسا جنگی منصوبہ بنانا ہے جس سے بگڑے ہوئے حالات سدھر جائیں۔ سب لوگوں کو حضرت خالدؓ کی جرأت وشجاعت کے علاوہ فہم وفراست پر بھی مکمل اعتماد تھا۔ وہ اپنی جاہلی زندگی میں بھی اس لحاظ سے نمایاں اور منفرد تھے کہ انھیں بیک وقت یہ دونوں صلاحیتیں حاصل تھیں۔ اب وہ قبولِ اسلام کے لحاظ سے اگرچہ بالکل نئے تھے لیکن اپنی شخصیت کے لحاظ سے اجنبی اور غیر معروف نہیں تھے۔

منفرد جنگی منصوبہ

اس موقع پر سپہ سالار نے تجویز دی کہ شاہسواروں کو جنوب کی طرف کچھ فاصلے پر مخصوص مقامات پر بھیج دیا جائے۔ ان کی کئی ایک ٹکڑیاں بنادی جائیں اور ہر ایک دستے کا ایک کمانڈر مقرر کردیا جائے۔ اسی طرح لڑاکا فوج کے میمنہ کو میسرہ کی جگہ اور میسرہ کو میمنہ کی جگہ دی جائے۔ ہراول اور مقدمہ کے دستے پیچھے لے آئے جائیں اور پچھلے دستوں کو اگلے محاذ پر منظم کیا جائے۔ علی الصبح جب ہم اپنی صفیں درست کریں تو عین اسی لمحے گھڑسوار دستے جنوب کی طرف سے کچے راستوں پر گھوڑوں کو تیز دوڑاتے ہوئے ہماری طرف پیش قدمی کریں۔ کچے راستوں پر گھوڑوں کو دوڑانا اس لیے ضروری ہے کہ بہت زیادہ گردوغبار اٹھے اور دشمن اندازہ نہ کرسکے کہ گھڑسواروں کی تعداد کتنی ہے؟ یہ لوگ تکبیر کے نعرے بلند کرتے ہوئے آگے بڑھیں۔ کچھ دستوں کے آنے کے بعد ان کے پیچھے دوسرے دستے بھی اسی انداز میں کچھ وقفے کے بعد آوارد ہوں۔ یہ گھڑسوار آتے ہی اپنے اپنے کمانڈروں کی سربراہی میں دشمن کے کسی بازو پر حملہ آور ہوجائیں۔ ارکانِ مشاورت

Marfat.com

نے اس صائب تجویز کی بڑی تحسین کی اور بالاتفاق اس پر عمل درآمد کا فیصلہ ہوا۔

نو تلواریں ٹوٹنا

اپنی اس شاندار حکمتِ عملی کے ساتھ حضرت خالدؓ نے دوسرا جنگی حربہ یہ استعمال کیا کہ دشمن کی فوجوں میں پیغام بھیج دیا، جس کا مفہوم یہ تھا کہ مسلمانوں کے تینوں سپہ سالاروں کے قتل کے بعد مسلمانوں کے ریزرو دستے جو موتہ اور مدینہ کے درمیان محفوظ مقامات پر تھے، کل میدانِ جنگ میں پہنچنے والے ہیں اور ادھر مدینہ سے بھی ایک تازہ دم فوج روانہ ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ دشمن کو یہ بھی باور کرایا گیا کہ موتہ ہی کے آس پاس موجود پیدل فوج کی تازہ دم نفری بھی رات کی تاریکی میں میدان میں آ گئی ہے اور صبح یہ نئی فوج لڑائی کا میدان گرم کرے گی۔ اگلے دن ایسا ہی ہوا کہ رومیوں کے میمنہ، میسرہ اور مقدمہ کے فوجیوں نے اپنے سامنے بالکل نئے لوگ دیکھے، جنھیں پچھلے چھ دنوں میں انھوں نے نہیں دیکھا تھا۔ حضرت خالدؓ نے کمان خود سنبھالی ہوئی تھی۔ یہ جنگ کا ساتواں دن تھا۔ اس روز حضرت خالدؓ کے ہاتھ سے یکے بعد دیگرے نو تلواریں ٹوٹیں۔ جب تلوار ٹوٹتی تو کوئی مجاہد آگے بڑھ کر حضرت خالدؓ کو اپنی تلوار پیش کر دیتا۔ حضرت خالدؓ نے اس جنگ کے بارے میں فرمایا تھا کہ آخر کار یمنی شمشیر نے میرا ساتھ دیا۔ یہ واقعہ امام بخاریؒ نے بھی بیان فرمایا ہے اور سیرۃ الحلبیہ میں علی بن برہان الدین نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے۔

جنگ کا اعصابی محاذ

رومی فوج کو حضرت خالدؓ نے جس انداز میں مرعوب کیا، جنگی تاریخ میں یہ منفرد مثال ہے۔ گھڑ سوار دستوں نے بھی اس روز حق ادا کر دیا۔ رومیوں کو اب جان کے لالے پڑ گئے۔ کہاں تو ان کے ذہن میں یہ خناس سمایا ہوا تھا کہ اب دشمن کا کوئی جنگ جو ان کی گرفت سے بچ نہ سکے گا اور کہاں اب انھیں یہ نظر آنے لگا کہ شکست ان کا مقدر ہے۔ حضرت خالدؓ جانتے تھے کہ اس طرح کی حکمتِ عملی وقتی طور پر بہت فائدہ مند ثابت ہوتی ہے مگر طویل المیعاد جنگ کے لیے اس پر اعتماد

Marfat.com

نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے انھوں نے خود بھی ارادہ کر رکھا تھا اور فوج کو بھی اس کے لیے ذہنا تیار کر لیا تھا کہ اس دن پوری قوت سے دشمن کے اعصاب توڑ دیے جائیں۔ رومی اور شامی فوجوں کے عام سپاہی سے لے کر جرنیلوں تک سب کی رگوں میں خون خشک ہونے لگا اور تشویش کی لہر نے اوپر سے نیچے تک سب کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ چھٹے دن جس طرح مسلمان پریشان حال اور منتشر ہو کر واپس پلٹے تھے، ساتویں روز کے اختتام پر رومیوں پر یہ حالت طاری تھی۔

غیبی خبر

یہ تو میدانِ جنگ کی صورتِ حال تھی، جسے اصحابِ موتہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ دوسری جانب اللہ نے اپنے نبیؐ کو مدینہ میں جنگ کا پورا نقشہ دکھا دیا۔ آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو جنگ کے پورے حالات بتائے۔ اس واقعہ کا تذکرہ سیرت کے علاوہ حدیث کی کتب میں بھی ملتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ میرے صحابہ دشمن سے برسرِ پیکار ہیں اور بہت شدید لڑائی ہو رہی ہے۔ زید نے فوج کی کمان کرتے ہوئے دشمن پر حملہ کیا، بہادری سے لڑا، میدانِ جنگ میں لڑتے لڑتے شہید ہو گیا۔ پھر آپؐ نے حضرت زیدؓ کے لیے مغفرت اور درجات کی بلندی کی دعا کی۔ اس کے بعد فرمایا کہ اب جعفرؓ نے جھنڈا اٹھا لیا ہے اور دشمن سے نبرد آزما ہے۔ خوب لڑا، اس کے بازو اللہ کی راہ میں کٹ گئے مگر پیچھے نہیں ہٹا اور آخر شہادت کی خلعت اسے مل گئی۔ حضرت جعفرؓ کے لیے بھی آپؐ نے درجات کی بلندی کی دعا کی۔ اس کے بعد فرمایا کہ عبداللہ بن رواحہؓ نے کمان سنبھالی۔ وہ ذرا سا متذبذب ہوا مگر پھر ڈٹ گیا اور وہ بھی اپنے بھائیوں کی طرح ثابت قدمی سے دشمن سے لڑتا رہا، یہاں تک کہ وہ بھی شہید ہو گیا۔ آپؐ نے حضرت عبداللہؓ کے حق میں بھی اسی طرح دعا کی جس طرح پہلے سالاروں کے لیے کی تھی۔

اللہ کی تلوار

ادھر آنحضرتؐ یہ بیان فرما رہے تھے اور ادھر صحابہ کرامؓ کے دلوں میں غم و حزن کے ساتھ پریشانی اور اضطراب پھیلتا چلا جا رہا تھا کہ تینوں سپہ سالاروں کی شہادت کے بعد اب کیا ہوگا۔ اللہ

Marfat.com

کے نبیؐ منبر پر کھڑے تھے۔ یہ لمحہ بلاشبہ بڑا نازک تھا مگر آپؐ نے پورے اطمینان کے ساتھ صحابہؓ کو کہا کہ انھیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ کمانڈر تو بلاشبہ شہید ہو گئے مگر اب جھنڈا اس کے ہاتھ میں ہے جو ''سیف من سیوف اللّٰہ'' ہے۔ صحابہؓ کو شوق و تجسس تھا کہ یہ خوش قسمت کون ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ پرچمِ جہاد اب خالد بن ولید نے اٹھالیا ہے اور وہ اللّٰہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔ پھر دعائیہ کلمات ادا کرتے ہوئے کہا: ''اے پروردگار خالد تیری تلواروں میں سے ایک تلوار ہے، تو اس کی مدد کرتا ہے (اب بھی اپنی مدد سے اسے سرخرو فرمادے)''۔ آنحضورؐ کے اس فرمان کے تحت حضرت خالدؓ کو ہمیشہ کے لیے خالد سیف اللّٰہ کہا جانے لگا۔ گویا یہ رسول اللّٰہ کا دیا جانے والا وہ خطاب ہے جو جنگِ موتہ میں آپؐ نے حضرت خالدؓ کو ان کی غیر موجودگی میں عطا فرمایا تھا۔

باوقار حکمتِ عملی

نبی اکرمؐ حضرت خالدؓ سے بہت محبت کرتے تھے لیکن شہید ہونے والے تینوں سالاروں سے آنحضورؐ کو ان سے بھی زیادہ محبت تھی۔ ان تینوں کی سبقت فی الاسلام اور آنحضورؐ کے ساتھ ہر مشکل گھڑی میں اعلیٰ درجے کی وفاداری کا اظہار ایسا اعزاز ہے، جس میں بعد میں آنے والے ان کے ثانی نہیں ہو سکتے۔ صحابہ کرامؓ کو آنحضورؐ کے خطاب کے اس آخری حصے نے بڑا حوصلہ دیا اور انھیں جو خدشات تینوں سپہ سالاروں کی شہادت کی وجہ سے لاحق ہوئے تھے، وہ دور ہو گئے۔ مدینہ منورہ میں یہ صورتِ حال تھی اور موتہ میں حضرت خالدؓ نے ساتویں روز کی جنگ کے بعد پھر اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا اور طے پایا کہ اگلے روز اپنے مورچوں کو چھوڑ کر پورے منظم طریقے سے مکمل فوجی ڈسپلن کے ساتھ پروقار انداز میں جنوب کی طرف پیچھے ہٹ جایا جائے۔ ساتھ ہی یہ پیغام بھی کسی طریقے سے رومی فوجوں تک پہنچا دیا گیا کہ مسلمان کسی کمزوری کی وجہ سے پیچھے نہیں ہٹ رہے بلکہ ایک جنگی حکمتِ عملی کے تحت اپنی مصلحت کے مطابق نیا میدانِ جنگ منتخب کر چکے ہیں، جہاں وہ تمھارا انتظار کریں گے۔ زخم خوردہ رومی لشکر کو اس پیغام سے ایک طرح کی آسودگی ملی۔ گویا اگلے دن کی جنگ ٹل گئی تھی۔ اب اگر رومی اور شامی فوجوں میں جرأت و ہمت ہوتی تو وہ

Marfat.com

مسلمان فوج کا تعاقب کرتے لیکن ان کے اعصاب شل ہو چکے تھے۔ اس طرح حضرت خالدؓ کی جنگی حکمت عملی نہایت کامیاب تھی اور عملاً ایک لاکھ بیس ہزار (اور بعض روایات کے مطابق دو لاکھ) رومی اور شامی فوجوں کا مقابلہ کرتے ہوئے یوں سلامتی اور حفاظت کے ساتھ اپنی مختصر سی فوج کو پیچھے ہٹا لینا ایک بڑا عظیم الشان کارنامہ ہے۔ (ابن حجر نے صحیح بخاری کی شرح فتح الباری میں غزوہ موتہ کے بیان میں اس کی تفصیلات لکھی ہیں)

اہلِ مدینہ کا ردِّعمل

جنگِ موتہ کے حالات و واقعات پڑھتے ہوئے بہت سی عجیب باتیں قارئین کے سامنے آتی ہیں۔ جنگِ موتہ کے ان واقعات کا تذکرہ بعد میں پیش آنے والے معرکوں بالخصوص غزوۂ تبوک میں بھی آتا ہے۔ رومیوں نے اس وقت تک مسلمانوں کی ثابت قدمی اور سخت جانی کو یاد رکھا تھا۔ حضرت خالدؓ اس فوج کو لے کر مزید پیچھے ہٹے۔ ان کی توقع کے عین مطابق رومی و شامی لشکر میدان سے جی چرا گئے تھے۔ حضرت خالدؓ جب مدینہ کے گرد و نواح میں پہنچے تو اہلِ مدینہ میں سے بعض لوگوں نے کہا کہ یہ لوگ میدانِ جنگ سے بھاگ کر آ گئے ہیں۔ آنحضورؐ خود اہلِ ایمان کے درمیان موجود تھے اور وہ جماعت صحابہؓ کی جماعت تھی نیز حضرت خالدؓ کی تعریف اہلِ مدینہ نے آنحضورؐ کی زبان سے سنی تھی لیکن اس کے باوجود تاریخ میں یہ واقعہ بھی منقول ہے کہ اہلِ مدینہ نے جرف کے مقام پر ان فوجوں کو ملامت کرتے ہوئے کہا کہ اے بھگوڑو تم نے جہاد فی سبیل اللہ سے راہِ فرار اختیار کی ہے۔ (سیرۃ ابن ھشام ج۳، ص۴۳۸)

غازیو تمھاری عظمت کو سلام

اس موقع پر حضرت خالدؓ اور ان کے ساتھیوں کا کمال ہے کہ انھوں نے اپنے مشتعل بھائیوں کے جواب میں کوئی ہلکی بات نہیں کی نہ کسی اشتعال کا مظاہرہ کیا۔ وہ جانتے تھے کہ ان کے اس کام اور نیت سے اللہ بخوبی واقف ہے۔ ساتھ ہی انھیں اپنے سپریم کمانڈر اور قائد، ہادیِ اعظم، رہبر کامل صلی اللہ علیہ وسلم کی سرپرستی کا یقین تھا کہ وہ اپنے ساتھیوں کے قدر دان ہیں۔ چنانچہ خود

Marfat.com

آنحضورؐ آگے بڑھے اور آپؐ نے مجاہدین موتہ کا دفاع کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ نہ بھگوڑے ہیں، نہ بزدل۔ یہ اللہ کی راہ میں بار بار سروں سے کفن باندھ کر نکلنے والے مجاہدین ہیں۔ آپؐ کو اللہ نے بھی ان کے کارناموں سے خبردار کر دیا تھا اور آپؐ کے اپنے خبر گیری کے نظام میں شامل ایک نوجوان صحابی حضرت ابو عامرؓ نے بھی فوج کی واپسی سے قبل مدینہ پہنچ کر آپؐ کو تمام حالات کی اطلاع دے دی تھی۔ آنحضورؐ نے ان لوگوں کا استقبال کیا اور انھیں اس خطرناک مہم سے عہدہ برآ ہونے پر تحسین وآفرین سے نوازا۔ (ایضاً)

......❀❀❀......

Marfat.com

مدینہ بعد از جنگِ موتہ

آلِ جعفرؓ

نبی اکرمؐ نے جب جبریلؑ کی زبانی جنگ کے حالات کی تفصیل سنی تھی اور اسے صحابہؓ کے سامنے بیان کیا تھا تو آپؐ خود کافی غم زدہ تھے مگر منبر پر کھڑے آپؐ نے لوگوں کو یہ اندوہ ناک خبر بھی سنائی اور ساتھ ساتھ انھیں حوصلہ بھی دیا۔ آپؐ کے چہرے سے صحابہ کرام محسوس کر رہے تھے کہ آپؐ کے دل پر کیا گزر رہی ہے۔ تینوں سپہ سالار، جماعتِ صحابہ میں بہت ممتاز اور نمایاں تھے۔ تینوں کی بڑی خدمات ہیں اور تینوں سے آنحضورؐ کی محبت اور تعلق بہت گہرا تھا۔ مختلف مواقع پر آنحضورؐ نے تینوں صحابہ کے مناقب وفضائل بھی بیان کیے ہیں۔ حضرت جعفرؓ کی شہادت کے وقت ان کے بچے بالکل چھوٹے چھوٹے تھے۔ آنحضورؐ مسجد میں خطاب کے بعد تیزی سے حضرت جعفرؓ کے گھر کی طرف چل دیے۔ حضرت جعفرؓ کی اہلیہ حضرت اسماء بنت عمیسؓ بھی بڑی بلند پایہ صحابیہ تھیں۔ وہ بیان فرماتی ہیں کہ میں اپنے گھر میں کام کاج میں مصروف تھی۔ میں نے بچوں کو نہلا دھلا کر ان کے سروں میں تیل لگایا اور انھیں کپڑے پہنائے۔ میں سالن تیار کر چکی تھی اور اب آٹا گوندھنے لگی تھی۔ اس اثنا میں نبی اکرمؐ ہمارے گھر تشریف لائے۔ میرے پاس آکر مجھ سے پوچھا: ''اے اسماء جعفر کے بیٹے کہاں ہیں؟'' میں انھیں آپؐ کے پاس لائی تو آپؐ نے ان کو اپنے ساتھ چمٹا لیا اور پیار کیا۔ اس دوران میں نے دیکھا کہ آنحضورؐ رو رہے ہیں اور آپؐ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہیں۔ مجھے بہت فکرمندی ہوئی اور میں نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسولؐ! کیا اہلِ موتہ کی طرف سے کوئی تکلیف دہ خبر پہنچی ہے؟'' آپؐ نے فرمایا: ''ہاں''۔ پھر آپؐ نے شہدا کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جعفر شہید ہو گیا ہے۔ یہ خبر سنتے ہی حضرت اسماءؓ کے اپنے قول کے

Marfat.com

مطابق ان کی چیخ نکل گئی۔ حضرت اسماءؓ کی چیخ کی آواز سن کر صحابیات ان کے گھر جمع ہوگئیں۔ اس وقت آپؐ نے فرمایا: ''اے اسماء! صبر سے کام لینا، اپنی زبان سے کوئی ایسی بات نہ کہنا جو اللہ کو ناپسند ہو اور سینہ کوبی اور گریبان پھاڑنے سے اجتناب کرنا۔'' اس دوران چونکہ پورے مدینے میں شہدا کی خبر پہنچ چکی تھی، اس لیے ہر گھر اور مجلس میں غم کی چادر تن گئی تھی۔ ہر زبان سے شہدا کا تذکرہ اور ان کی خوبیاں بیان کی جارہی تھیں۔

غم اور صبر

حضرت اسماءؓ کو نصیحت کرنے کے بعد آپ گھر سے باہر نکل آئے۔ وہاں سے آپؐ تیز قدموں کے ساتھ اپنی صاجزادی سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ حضرت فاطمہؓ حضرت جعفرؓ کی شہادت پر غم زدہ تھیں۔ آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور زبان سے مسلسل یہی کہے جارہی تھیں ہائے میرے محبوب چچا۔ آپؐ نے فرمایا کہ جعفر جیسے بلند پایہ آدمی پر رونے والیوں کو رونا چاہیے مگر اے فاطمہ صبر افضل ہے۔ پھر آپؐ نے اپنی بیٹی کو تلقین کی کہ آل جعفر پر آج بہت مشکل وقت ہے، انھیں آج اپنے آپ کا بھی ہوش نہیں۔ ان کے لیے کھانا تیار کرو اور ہر طرح سے ان کی دلجوئی وخبر گیری کرو۔ نبی اکرمؐ تمام شہدا کے گھروں میں تشریف لے گئے اور سب کو تسلی دی۔

جعفر طیّارؓ

تین دنوں کے بعد آنحضورؐ نے تمام لوگوں کو تلقین فرمائی کہ شہدا پر کوئی مت روئے۔ آپؐ نے حضرت اسماء بنت عمیسؓ کو بھی کہا کہ آج کے بعد میرے بھائی پر مت رونا۔ آپؐ نے حضرت اسماءؓ کو یہ بھی بتایا کہ جعفرؓ کے کٹے ہوئے بازوں کے بدلے میں اللہ نے انھیں پَر عطا فرمائے ہیں جن سے وہ جنت میں جہاں چاہیں پرواز کر کے چلے جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے حضرت جعفرؓ تاریخ میں طیّار کہلائے۔ آپؐ نے تین دنوں تک حضرت جعفرؓ کے بچوں کو اپنے گھر میں رکھا۔ آپؐ ان سے ان تین دنوں میں بہت قریب رہے۔ انھیں خود کھانا کھلاتے، ان کی دلجوئی کرتے اور پیار و محبت سے ان کے زخمی دلوں پر مرہم رکھتے۔ حضرت جعفرؓ کے ساتھ بھی آپ کو بڑی محبت تھی اور ان

Marfat.com

کے بچوں سے بھی آپؐ نے ہمیشہ گہری محبت کا اظہار کیا۔

شہید کے بچوں کا اکرام واعزاز

حضرت جعفرؓ کی شہادت کا واقعہ ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کی زبانی تاریخ میں بیان ہوا ہے۔ وہ اس وقت بالکل نوعمر تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب آنحضورؐ ہمارے والد کی شہادت کی خبر دینے ہمارے گھر تشریف لائے اور میری والدہ کو واقعہ بتایا تو وہ رونے لگیں۔ میں بھی آپؐ کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ آپؐ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور آپؐ کی داڑھی مبارک تر ہو رہی تھی۔ اس موقع پر آپؐ نے ہمارے لیے دعا کی اور فرمایا کہ اے اللہ تو جعفرؓ کے درجات بلند فرما اور اس کے پسماندگان کا اس سے بہتر قائم مقام بن جا۔ نبی اکرمؐ نے جب میری والدہ کو میرے والد کی شہادت کے بعد انھیں جنت میں پر عطا کیے جانے کی خبر دی تو والدہ نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں، آپؐ لوگوں کو بھی یہ خوش خبری سنا دیجیے۔'' اس موقع پر آنحضورؐ اٹھے، میرا ہاتھ پکڑا، میری پیشانی چومی اور میرے سر پر دستِ شفقت پھیرنے لگے۔ یوں میری انگلی پکڑے ہوئے مسجد تشریف لائے اور آپؐ منبر پر چڑھے۔ لوگ مسجد میں جمع ہو گئے۔ آپؐ نے مجھے منبر پر اپنے آگے نچلی سیڑھی پر بٹھایا۔ آپؐ کی آواز میں نقاہت اور چہرے پر غم نمایاں تھا۔ فرمایا: ''اے لوگو جعفر شہید ہو چکا ہے۔ میدانِ کارزار میں اس کے بازو کٹ گئے تھے، ان کے بدلے میں اللہ نے اسے دو ایسے بازو عطا فرمائے ہیں جن سے وہ پرندوں کی مانند پرواز کرتا ہے۔''

بیتِ نبویؐ میں

جب آپؐ منبر سے اترے تو آپؐ مجھے اور میرے بھائی کو اپنے ساتھ اپنے گھر لے گئے۔ آپؐ نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ بچوں کے لیے کھانا لاؤ۔ پھر آپؐ نے ہمیں اپنے ساتھ کھانا کھلایا۔ وہ کھانا جو کے آٹے سے تیار کیا گیا تھا، اسے تیل میں بھون کر سیاہ مرچ اور نمک ڈالا گیا تھا۔ ہم تین دن تک آپؐ کے گھر میں رہے۔ ہر کھانے کے وقت آپؐ ہمیں اپنے ساتھ بٹھاتے اور

Marfat.com

بڑے پیار سے کھانا کھلاتے۔ خدا کی قسم آپؐ کے گھر کا کھانا بہت پاکیزہ، بابرکت اور انتہائی لذیذ تھا۔ ان تین دنوں میں آپؐ جب بھی کسی زوجہ مطہرہ کے ہاں تشریف لے جاتے تو ہمیں بھی ساتھ لے جاتے۔ تین دنوں کے بعد آپؐ ہمیں لے کر ہمارے گھر آئے اور ہماری والدہ کو نصیحت فرمائی اور ہمیں دعائیں دیں۔

اظہارِ محبت و برکت کی دعائیں

اس عرصے میں آنحضورؐ نے حضرت جعفرؓ کے بیٹوں کی دلجوئی کے لیے کئی بار مختلف انداز میں حضرت جعفرؓ کی فضیلت بیان فرمائی۔ ایک دن آپؐ نے حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کو اپنے ساتھ چمٹاتے ہوئے فرمایا کہ جعفرؓ شکل وصورت اور طبیعت و اخلاق کے لحاظ سے مجھ سے مشابہ تھا اور عبداللہ بھی مجھ سے مشابہ ہے۔ چھوٹے بیٹے محمد بن جعفرؓ کو اپنے سینے سے لگاتے ہوئے فرمایا کہ محمد بہت پیارا بچہ ہے، اس کی شکل میرے چچا ابوطالب سے ملتی ہے۔ آپؐ نے حضرت جعفرؓ کے بیٹوں کو یوں دعا دی ''اے اللہ آل جعفر کی سرپرستی فرما، ان کو برکت دے اور ان کے بیع وشرا کو نفع بخش بنا۔ آپؐ نے فرمایا میں دنیا وآخرت میں آلِ جعفر کا ولی ہوں۔ آنحضورؐ کی اس دعا کا اثر لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ اپنے وقت کے مالدار ترین تجار میں شامل تھے جو اپنا مال اللہ کی راہ میں بے دریغ خرچ کیا کرتے تھے۔ (بخاری کتاب المغازی۔ مسند احمد، حدیث ۷۵)

......❀❀❀......

Marfat.com

باب یازدہم

غزوہ ذات السلاسل

(جمادی الاولیٰ ۸ ھ)

Marfat.com

جوہرِ قابل کی قدر

جرأت مندانہ فیصلہ

غزوۂ موتہ جمادی الاولیٰ ۸ ھ میں وقوع پذیر ہوا تھا اور غزوۂ ذات السلاسل چند ہفتوں بعد جمادی الاخریٰ ۸ ھ میں رونما ہوا۔ ذات السلاسل مدینہ سے وادی القریٰ کی جانب ایک مقام ہے جو عربوں کے بہت بڑے قبیلے قضاعہ کا مرکز و مسکن تھا۔ قضاعہ دراصل ''بلی'' اور ''عذرہ'' دو قبائل پر مشتمل تھا اور یہ دونوں قبائل اس کی شاخیں ہیں۔ قبیلہ بنو قضاعہ کا علاقہ بہت وسیع و عریض تھا۔ یہ حجاز میں بھی تھے اور دائیں اور بائیں جانب بھی دور تک ان کی بستیاں چلی گئی تھیں حتیٰ کہ عراق و شام کی سرحدوں تک ان کے اثرات تھے۔ مدینہ سے ان کے مرکزی علاقے ذات السلاسل کا فاصلہ دس روز کی مسافت پر تھا۔ ان قبائل میں سے بعض نے غزوۂ موتہ میں بھی رومیوں اور شامیوں کے ساتھ شرکت کی تھی۔ ان کا ایک سردار مالک بن رافلہ تو مسلمانوں کے مقابلے پر غزوہ موتہ میں لڑتے ہوئے قتل بھی ہوا تھا۔ ان قبائل کے عزائم بھی یہی تھے کہ مدینہ پر حملہ کر کے یہاں کی آباد و زرخیز زمینوں پر قبضہ کر لیا جائے۔

نبی اکرمؐ کو آپ کے فوجی مخبروں نے اس بارے میں معتبر ذرائع سے اطلاعات پہنچائیں تو آپؐ نے فوری اقدام کا فیصلہ فرمایا۔ غزوہ موتہ کی وجہ سے مدینہ اور گردونواح کے مسلمان قبائل میں ملے جلے جذبات پائے جاتے تھے۔ ایسے موقع پر اقدام کا یہ فیصلہ بہت خطرناک بھی ہو سکتا تھا لیکن مخبر صادقؐ جانتے تھے کہ وہ لمحہ کمزوری اور وہن کا نہیں جرأت و بسالت کا تھا۔ آپؐ نے فوراً ایک دستہ تیار کیا۔ ذات السلاسل جو مرکزی قصبہ تھا وہیں بنو قضاعہ کی اصل قیادت رہتی تھی لیکن آبادی دور دور تک بکھری ہوئی تھی اور یہ کوئی بڑا شہر نہیں تھا۔

Marfat.com

نومسلم سپہ سالار

آپؐ نے تین سو شاہ سواروں کا ایک دستہ تیار کیا اور ان کی کمان کے لیے آپؐ کی نظرِ انتخاب تھوڑا عرصہ قبل حضرت خالد بن ولیدؓ کے ساتھ مسلمان ہونے والے صحابی حضرت عمرو بن العاصؓ پر پڑی۔ حضرت عمروؓ نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے لیکن ان کی صلاحیتوں اور خوبیوں سے آنحضورؐ واقف تھے۔ بعد کے ادوار میں بالخصوص صاحبین کے دورِ خلافت میں حضرت عمروؓ بن العاص کی سپاہیانہ خوبیاں اور قائدانہ کردار نکھر کر سامنے آ گیا۔ مختلف محاذوں پر خدمات سرانجام دینے کے بعد وادی نیل کے معرکوں میں انھوں نے یادگار کارنامے رقم کیے اور فاتح مصر کہلائے۔ تین سو منتخب صحابہ کا یہ دستہ قدیم الاسلام مہاجرین وانصار پر مشتمل تھا اور ان کا کمانڈر ایسے شخص کو مقرر کیا جا رہا تھا جس کے قبولِ اسلام کو ابھی چند ماہ ہی ہوئے تھے۔

نبی اکرمؐ محض ایک حکمران اور سپہ سالار ہی نہ تھے بلکہ آپؐ معلم اخلاق، مزکیِّ انفس اور مربّیِ کردار بھی تھے۔ اس فیصلے میں کئی حکمتیں آپؐ کے پیشِ نظر تھیں۔ سابقون الاولون پر آپؐ کو اس قدر اعتماد تھا کہ آپؐ اس فیصلے کے ذریعے تاریخِ اسلام میں کچھ ایسے نقوش ثبت کرنا چاہتے تھے جو آنے والی نسلوں کے لیے سنگِ میل اور مینارۂ نور ثابت ہوں۔ لوگ یہ سمجھ جائیں کہ منصب اور عہدہ اگر اعزاز ہے تو ساتھ بھاری ذمہ داری بھی ہے اور اعلیٰ مقام ومرتبہ کے حامل لوگوں کا امتحان یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ ان مادی چیزوں سے بلند و بالا ہو کر سمع وطاعت فی المعروف کے سانچے میں ڈھل جائیں۔ یہی جذبہ حاصلِ انسانیت اور گوہرِ مقصود ہے۔ نبی اکرمؐ نے جب حضرت عمرو بن العاصؓ کو سالار مقرر کیا تو یہ ٹھیک ہے کہ بعض صحابہ نے اس پر کچھ تحفظات کا اظہار کیا تھا مگر آنحضورؐ کے فیصلے اور کبار صحابہؓ کی اطاعت کے بعد تمام لوگ مطمئن ہو گئے تھے۔ تمام لوگ جانتے تھے کہ دستے میں شامل سپاہ میں کئی لوگ اپنی شان وفضیلت اور درجے ومقام کے لحاظ سے سپہ سالار سے افضل واعلیٰ ہیں۔ مہاجرین میں سے سعد بن ابی وقاصؓ، سعید بن زیدؓ اور صہیب رومیؓ جیسے لوگ شامل تھے۔ اول الذکر دونوں تو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ انصار میں سے اسید بن حضیرؓ، عباد بن بشرؓ اور سلمہ

Marfat.com

بن سلامہؓ جیسے بلند پایہ لوگوں کے نام ملتے ہیں جو یثرب کے سردار تھے اور بیعتِ عقبہ میں شمولیت کے علاوہ نقبا میں سے بھی تھے۔

سبک گام پیش قدمی

یہ دستہ تیار کرنے سے پہلے آنحضورؐ نے حضرت عمرو بن العاصؓ سے فرمایا: ''میں تجھے امیرِ سپاہ بنا کر بھیجنا چاہتا ہوں۔ اللہ تجھے اس مہم میں مالِ غنیمت بھی عطا کرے گا اور اپنی حفاظت کا سایہ بھی۔'' اس پر حضرت عمروؓ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ میں مال کی محبت کی وجہ سے مسلمان نہیں ہوا۔'' آپؐ نے فرمایا: ''تم ٹھیک کہتے ہو مگر جان لو نعم المال لنعم العبد الصالح'' یعنی مال بھی اچھا ہو اور ہو بھی اچھے آدمی کے پاس تو کیا ہی خوب ہے۔ پھر آپؐ نے ایک سفید جھنڈا تیار کیا اور حضرت عمرو بن العاصؓ کو دے کر اس مہم پر روانہ کر دیا۔ اس دستے کی تیاری اور روانگی محض جنگی مہم نہیں بلکہ میدانِ تربیت کا بھی بہت بڑا درس ہے۔ یہ دستہ مدینہ سے نکل کر تیزی سے اپنی منزل کی جانب روانہ ہو گیا۔ ذات السلاسل کی بستی سلاسل کے چشمے پر آباد تھی۔ حضرت عمروؓ نے دس دن کی مسافت تیزی اور اِخفا کے ساتھ طے کی۔ وہ اِخفا کا اہتمام اس لیے کر رہے تھے کہ دشمن کو بے خبری میں جا لیں۔ سردی کا موسم تھا اور جغرافیائی لحاظ سے بھی یہ علاقہ بہت ٹھنڈا تھا۔ حضرت عمروؓ کو اندازہ ہوا کہ تین سو کا یہ دستہ شاید دشمن کے مقابلے کے لیے کافی نہ ہو۔ چنانچہ آپؓ ذات السلاسل کے قریب گھنے جنگل میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ فروکش ہو گئے اور مشورے سے آپؓ نے آنحضورؐ کی طرف ایک ایلچی کو روانہ کیا کہ کچھ مزید صحابہ کو مدد کے لیے روانہ فرمائیں۔ (اس واقعہ کی تفصیلات فتح الباری ج۸، ص ۷۴-۷۵ پر دیکھی جا سکتی ہیں نیز مغازی للواقدی اور طبقات ابن سعد میں بھی اس کا تذکرہ ملتا ہے)

سخت فوجی ڈسپلن

اس موقع پر مؤرخین نے بڑے دلچسپ واقعات لکھے ہیں، چونکہ حضرت عمروؓ کی پالیسی یہ تھی کہ دشمن کو بے خبری میں جا دبوچیں، اس لیے حکم دیا کہ رات کو کہیں آگ نہ جلائی جائے جبکہ سردی

Marfat.com

کی وجہ سے لشکر آگ کے بغیر بہت مشکل محسوس کر رہا تھا۔ ایک صحابی نے آگ جلائی تو حضرت عمروؓ نے فوجی ڈسپلن کی خلاف ورزی پر سخت سرزنش کی اور آگ بجھا دینے کا حکم دیا۔ وہ صحابی اگرچہ حضرت عمروؓ سے اپنی خدمات اور مقام ومرتبے کے لحاظ سے بہت بلند تھے، انھیں سبقت فی الاسلام کے علاوہ ہجرت اور جہاد کی فضیلت بھی حاصل تھی مگر انھوں نے حضرت عمروؓ سے فرمایا کہ میں فوجی ڈسپلن کی وجہ سے تمھاری اطاعت کروں گا مگر آنحضورؐ سے تمھاری سختی کی شکایت بھی کروں گا۔ اس پر حضرت عمروؓ نے فرمایا: ''اللہ کے بندو میں بھی سردی برداشت کر رہا ہوں مگر فوج کا سالار ہونے کی وجہ سے میرے اوپر بھاری ذمہ داری ہے اور میں تم سب کی حفاظت کا ضامن ہوں۔'' ان کی اس بات سے لوگوں کو اطمینان ہوا۔ ادھر آنحضورؐ کے پاس جب ایلچی پہنچا اور صورتِ حال بیان کی تو آپؐ نے فوراً اس طلب کو پورا کرنے کا فیصلہ فرما دیا۔ میدانِ جنگ سے آئے ایلچی حضرت رافع الجہنیؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے میری آمد پر فوراً دوسو چیدہ انصار ومہاجرین کا ایک دستہ تیار کیا۔ اس میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر بن الخطابؓ جیسی شخصیات بھی شامل تھیں اور ان کی کمان امین الامت ابوعبیدہ ابن الجراحؓ کو سونپی گئی تھی۔ (سنن ابو داؤد، حدیث ۳۶۰-۳۶۱۔ مسند احمد ج ۴، حدیث ۲۰۳-۲۰۴)

امین الامت کی عظمت

حضرت ابوعبیدہ ابن الجراحؓ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ ابتدائی دور میں اسلام میں داخل ہوئے۔ ان دنوں مکے میں اسلام قبول کرنا خود کو ابتلا وآزمائش کی بھٹی میں ڈالنے کے مترادف تھا۔ قبولِ اسلام کے وقت حضرت ابوعبیدہؓ بالکل نوعمر تھے۔ جب انھوں نے کلمۂ حق پر لبیک کہا تو ان کے والد نے انھیں خوب سزا دی۔ ان کا والد سخت اسلام دشمن تھا، جو جنگِ بدر میں انھی کے ہاتھوں قتل ہوا۔ یہ واقعہ ہم تفصیلاً اس کتاب کی جلد اول میں لکھ چکے ہیں۔ حضرت ابوعبیدہؓ کو جو مقام ومرتبہ حاصل تھا وہ اپنی جگہ مگر ان کے ساتھ دوسو منتخب صحابہ کا جو نیا فوجی دستہ تیار کیا گیا تھا، اس میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر بن خطابؓ جیسے قائدین امت بھی شامل تھے۔ نبی اکرمؐ نے

Marfat.com

حضرت ابوعبیدہؓ کو مدینہ سے اپنی خصوصی دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا اور ہدایت فرمائی کہ أن تکونا جمیعاً ولا تختلفا تمھارے اور عمرو بن العاصؓ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہونا چاہیے۔ صحابہ کی عمومی رائے یہ تھی کہ اب ابوعبیدہؓ کی کمان میں جو دستہ جا رہا ہے اس کے میدانِ کارزار میں پہنچنے پر قیادت امین الامت ہی کے ہاتھ میں ہوگی۔ جب یہ پاکیزہ نفوس، قدسی صفت مجاہدین اپنے ساتھیوں سے جا کر ملے تو عمرو بن العاصؓ نے بطورِ سپہ سالاران کا استقبال کیا۔ کئی لوگوں نے کہا کہ سپہ سالار تو ابوعبیدہؓ ہوں گے۔ جب اس پر اختلافِ رائے پیدا ہوا تو امین الامتؓ نے کمال وسیع الظرفی سے ارشاد فرمایا کہ میرے لیے آنحضورؐ کا ارشاد ہر چیز پر مقدم ہے۔ میں ہرگز اختلاف نہیں کروں گا اور مکمل اطاعت کا مظاہرہ کروں گا۔ واقعی وہ بہت بڑے انسان تھے۔

فتح اور اتباعِ سنت

جن قبائل سے جنگ درپیش تھی ان میں قبیلہ بلی، جذام، عذرہ اور قضاعہ قابل ذکر ہیں۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے یکے بعد دیگرے ان قبائل پر سرعت کے ساتھ حملے کیے اور ایک ایک کو شکست سے دوچار کرتے ہوئے پورے علاقے کو زیر کرلیا۔ اس دوران انھوں نے بڑی احتیاط بھی برتی کہ کسی خطرناک کمین گاہ میں دشمن کے نرغے میں نہ آجائیں۔ یہ مہم بہت کامیاب ثابت ہوئی۔ تمام قبائل کو زیر کرنے اور بہت سا مالِ غنیمت حاصل کرنے کے بعد حضرت عمرو بن العاصؓ نے مدینہ کی طرف واپسی کا ارادہ کیا۔ انھوں نے نبی اکرمؐ کی اس سنت کا بھی اتباع کیا جس کا تذکرہ غزوات بالخصوص غزوۂ بدر میں ملتا ہے۔ آپؐ نے بدر کی فتح کے بعد دو تیز رفتار ناقہ سواروں کو مدینہ روانہ کیا کہ وہ اہلِ مدینہ کو فتح کی خوشخبری دے دیں۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے بھی ان فتوحات کی خبر مدینہ پہنچانے کے لیے یہی حکمت عملی اختیار کی۔ جو صحابی یہ پیغام لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تھے ان کا نام عوف بن مالک اشجعیؓ بیان کیا گیا ہے۔ یہ فتح خیبر کے وقت مسلمان ہوئے تھے۔ انھوں نے تیز رفتاری سے سفر طے کرتے ہوئے نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر فتح کی بشارت سنائی۔ آپؐ نے جنگ کی

Marfat.com

تفصیلات اور اس کے نتائج پر مسرت کا اظہار کیا اور مجاہدین اور شہدا کے حق میں دعا بھی کی۔
حضرت عوف بن مالکؓ نے حضرت ابوعبیدہ ابن الجراحؓ کے کردار کا خصوصی طور پر تذکرہ کیا جس میں انھوں نے اختلاف کا دروازہ بند کر کے خود کو حضرت عمرو بن العاصؓ کی کمان میں دے دیا تھا۔ آپؐ نے اس موقع پر باقی سب لوگوں کے لیے عمومی اور حضرت ابوعبیدہؓ کے لیے خصوصی دعا فرمائی اور کہا کہ ابوعبیدہؓ تعریف کے قابل ہے۔

سپہ سالار کے خلاف شکایات

فاتح فوج کے مدینہ پہنچنے پر بعض مجاہدین نے حضرت عمرو بن العاصؓ کے چند اعمال اور فیصلوں کی دربارِ رسالت مآب میں شکایت بھی کی۔ ان میں سے ایک تو یہ تھا کہ انھوں نے دورانِ جنگ رات کو آگ جلانے کی سختی سے ممانعت کر دی تھی حالانکہ موسم بہت خنک اور راتیں بہت طویل تھیں۔ دوسری شکایت یہ تھی کہ دشمن قبائل کی شکست کے بعد ایک خاص مقام سے آگے ان کے تعاقب سے روک دیا گیا اور مکمل اور فیصلہ کن ضرب لگانے سے پہلے واپسی کا فیصلہ کر لیا گیا۔ تیسرا اعتراض یہ تھا کہ انھوں نے کبار صحابہؓ کی موجودگی میں خود نماز کی امامت کی اور یہی نہیں بلکہ حالت جنابت میں بھی مصلّٰی نہ چھوڑا۔

بارگاہِ نبوی میں سپہ سالار کا جواب

حضرت عمروؓ ابن العاص نے کسی بھی شکایت کو غلط قرار نہ دیا۔ تمام شکایات مبنی بر حقیقت تھیں۔ انھوں نے ہر شکایت کا جواب آنحضورؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ! جنگی حکمت عملی کے تحت میں نے رات کو آگ جلانے سے منع کر دیا تھا کیونکہ ہم تعداد میں تھوڑے تھے اور دشمن کو التباس میں رکھنا مقصود تھا تاکہ وہ اندھیرے میں رہیں اور یکبارگی ہمارے اوپر جھپٹ نہ پڑیں۔ دوسری شکایت کے جواب میں کہا کہ دشمن کو شکست دینے کے بعد کچھ دور تک ہم نے ان کا تعاقب کیا تھا لیکن ایک خاص مقام پر ایک حکمت کے تحت میں نے فیصلہ کیا کہ اس سے آگے بڑھنے کے بجائے مال غنیمت کو سمیٹ کر واپس پلٹا جائے۔ مبادا آگے بڑھنے کی

Marfat.com

صورت میں ہم کسی خطرناک گھیراؤ میں آ جائیں۔ تیسری شکایت کے متعلق عرض کیا کہ یہ درست ہے کہ میں نے حالتِ جنابت میں تیمّم کر کے نماز پڑھائی۔ میں اس ذات کی قسم کھا کر عرض کرتا ہوں، جس نے آپؐ کو مبعوث فرمایا ہے کہ اگر میں اس سردی میں غسل کرتا تو ہلاک ہو جاتا۔ پھر انھوں نے قرآن مجید کی ایک آیت کا حوالہ دیا، لَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا (اپنے آپ کو قتل نہ کرو یقیناً اللہ تم پر مہربان ہے)۔(النساء ۴:۲۹)۔

عزیمت ورخصت

نبی اکرمؐ نے ان کے پہلے دونوں عذر بھی قبول فرمائے اور یہ تیسری وضاحت سننے کے بعد بھی آپؐ نے تبسم فرمایا مگر نہ تو اس تیسرے عمل کی تحسین فرمائی نہ ہی تادیب۔ گویا یہ آنحضورؐ کی تقریر تھی جس کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ نے اس عمل کو جائز قرار دیا۔ متقدمین علما اور اسلافِ صالحین کے ہاں احکامِ اسلامی پر عمل کرنے کے باب میں بہت دلچسپ امور کا تذکرہ ملتا ہے۔ ان امور میں سے ایک رخصت وعزیمت کا موضوع بھی ہے۔ قرآن وحدیث میں بھی رخصت وعزیمت کے موضوع پر ہدایات ملتی ہیں۔ اس وقت ہم موضوع کی تفصیلات سے صرفِ نظر کرتے ہوئے مختصر طور پر حضرت عمرو ابن العاصؓ کے اس واقعہ پر چند گزارشات عرض کرنا چاہتے ہیں۔ بہت سے احکام میں شریعتِ اسلامیہ نے اہلِ ایمان کو رخصت دی ہے کیونکہ شریعت پر عمل کرنے کے لیے انسانوں کی عمومی حالت، بشری کمزوریاں اور معروضی حالات سبھی کا خیال رکھا جاتا ہے۔ ان حالات میں رخصتوں سے فائدہ اٹھانے کی اجازت شارع نے خود ہی دی ہے۔ اس کے جواز کو اعتراضات کی بھینٹ چڑھانا کم علمی اور غیر حکیمانہ روش کا مظہر ہے، البتہ یہ درست ہے کہ اہلِ عزم کو عزیمت کا راستہ اپنانے کی اجازت ہے اور یہ ارفع واعلیٰ ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عموماً تمام معاملات میں عزیمت ہی کی روش اپنائی مگر بعض اوقات جو رخصت سے فائدہ اٹھایا تو اس کے سبب عام امتیوں اور کمزور مسلمانوں کے لیے اطمینان کا سامان فراہم ہوگیا۔ قرآن مجید نے تو جان بچانے کے لیے بحالتِ اضطرار کلمۂ کفر ادا کرنے کی بھی رخصت دی ہے بشرطیکہ دل ایمان پر

Marfat.com

مکمل طور پر مطمئن ہو۔

''جو شخص ایمان لانے کے بعد کفر کرے (وہ اگر) مجبور کیا گیا ہو اور دل اس کا ایمان پر مطمئن ہو (تب تو خیر) مگر جس نے دل کی رضامندی سے کفر کو قبول کر لیا اس پر اللہ کا غضب ہے اور ایسے لوگوں کے لیے بڑا عذاب ہے''۔ (سورۃ النحل آیت نمبر ۱۰۶)

(اس کی تفصیلات البدایہ و النہایہ میں دیکھی جاسکتی ہیں)

......❀❀❀......

یہ کتاب غزوات و سرایا کے باب میں سند کا درجہ رکھتی ہے (شیخ الحدیث مولانا عبدالمالک)

رسولِ رحمتؐ تلواروں کے سائے میں — حافظ محمد ادریس — پانچ جلدوں میں مکمل سیٹ

☆ حصہ اول: ہجرت مدینہ، مواخاتِ مدینہ، غزوہ بدر، غزوہ احد، اسیرانِ جنگ، شہداء جنگ بدر و احد

☆ حصہ دوم: جنگ احد اور بعد کے حالات و واقعات، واقعہ افک، غزوہ خندق میں یہودیوں کا کردار، معجزات نبویؐ، حضرت زینبؓ کے ساتھ نکاح

☆ حصہ سوم: مدینہ کے یہودی اور ان کی تاریخ و کردار، غزوہ بنوقینقاع، مشرک قبائل کے خلاف جنگ، بادشاہوں کے نام خطوط، صلح حدیبیہ

☆ حصہ چہارم: فتح مکہ، سریہ نجرات، غزوہ حنین، غزوہ تبوک، رئیس المنافقین کی موت، بعض صحابہؓ کے قبولِ اسلام کے واقعات

☆ حصہ پنجم: عام الوفود، جھوٹے مدعیانِ نبوت، حجۃ الوداع، کاتبینِ وحی، لشکر اسامہؓ بن زید، مرتدین اور مانعین زکوٰۃ

ادارۂ معارف اسلامی
مکتبہ معارف اسلامی منصورہ، لاہور، پاکستان پوسٹ کوڈ: 54790
فون: 35252475-76,35252419,35419520-4

Marfat.com

ادارہ معارف اسلامی منصورہ، لاہور کے زیر اہتمام آٹھ جلدوں میں احادیث رسول ﷺ کا عظیم مجموعہ

تفہیم الاحادیث

مفکر اسلام مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے وسیع لٹریچر سے احادیث کی تخریج وتبویب کا اہم کام مولانا عبدالوکیل علوی صاحب نے کیا۔

جلد اول:	(ایمانیات) توحید	صفحات 408
جلد دوم:	(ایمانیات) رسالت وآخرت	صفحات 384
جلد سوم:	(عبادات) نماز	صفحات 408
جلد چہارم:	(عبادات) روزہ، حج	صفحات 388
جلد پنجم:	(معاشرت) نکاح، طلاق، ایلا، رضاعت، خلع، نان نفقہ، عدت، پردہ، لباس، ستر، حدود وغیرہ	صفحات 512
جلد ششم:	(غزوات) غزوات، جہاد، نظم جماعت، سیاسیات، خلافت،	صفحات 460
جلد ہفتم:	(معیشت) ذاتی ملکیت، زمین، مزارعت، زکوٰۃ، حرمت سود، وراثت نذر، کتاب الآداب، اور مسنون وماثورہ دعائیں	صفحات 440
جلد ہشتم:	(فضائل) قرآنی فضائل، معجزات، فضائلِ انبیا، حضور ﷺ کی پیشن گوئیاں اور متفرق احادیث	صفحات 408

آج پھر فتنۂ انکارِ حدیث نئے انداز میں سر اٹھا رہا ہے۔ یہ مجموعۂ احادیث ہر مسلم فرد اور گھرانے کی ضرورت ہے۔
مطالعہ حدیث دنیا کی بھلائی اور جنت تک رسائی کا ذریعہ ہے۔

تذکرہ سیّد مودودیؒ

جلد اول، دوم، سوم

2700 صفحات 20x30/8 سائز۔ ڈبل کلر طباعت۔ ریکسین جلد

مفکر اسلام سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی شخصیت اور فکر کے بارے میں ہم سفروں کے جذبات، ہم عصروں کے احساسات اور مشاہیر اسلام کا خراجِ تحسین

ادارہ معارف اسلامی

مکتبہ معارف اسلامی منصورہ، لاہور، پاکستان پوسٹ کوڈ: 54790
فون: 35252475-76,35252419,35419520-4

Marfat.com

ادارہ معارف اسلامی منصورہ، لاہور کی سیرت النبیؐ، سیرت صحابہؓ اور سیرت صحابیاتؓ پر اہم کتب

[illegible] رحمۃ اللعالمینؐ [جلد اول، دوم] قاضی سلیمان سلمان منصور پوری

سیرت النبیؐ کے موضوع پر قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری کی شہرہ آفاق کتاب رحمۃ اللعالمین گذشتہ ایک صدی سے عاشقانِ رسالتؐ کے قلوب واذہان کو منور کر رہی ہے۔ یہ کتاب سیرت نگاری میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ 1912ء سے یہ کتاب شائع ہو رہی ہے، لیکن اکثر ناشرین نے کاروباری ذہنیت کے ساتھ اسے طبع کیا ہے اور اغلاط کی درستگی کی توفیق نہیں ہوئی۔ ادارہ معارف اسلامی نے اس کے معنوی اور ظاہری حسن کو آراستہ کرنے کا فیصلہ کیا اور:

☆ سب سے پہلے حوالہ جات کا پورا اہتمام کیا گیا۔ حوالہ جات ہر صفحے کے بجائے ہر فصل کے آخر میں درج کر دیے ہیں نیز جن مقامات کے حوالے نہیں تھے، ان کا اضافہ بھی کر دیا گیا ہے۔ احادیث کے نمبر دے دیے گئے ہیں۔

☆ جلد دوم کے تین ابواب کو پہلی جلد میں شامل کر کے لوازمہ کو دو جلدوں میں لایا گیا ہے۔

☆ مولف کے مختلف دیباچوں کی تلخیص مع اشارات کے شروع میں درج کر دی گئی ہے۔

☆ علامہ سید سلیمان ندوی کا ''تقدمہ'' جلد اول کے شروع میں درج کر دیا گیا۔

☆ عربی عبارات پر اعراب اور ترجمے کا اہتمام اور قرآنی آیات قرآنی سوفٹ ویئر سے لگائی گئی ہیں۔

تاہم اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ کتاب کے متن میں کوئی تبدیلی نہ ہو۔ اس تدوین نو سے استفادہ کنندگان کی ایک دیرینہ تمنا پوری ہوگئی ہے۔

معجزات سرورِ عالم ﷺ ولید الاعظمی مترجم: حافظ محمد ادریس

حضور نبی کریم ﷺ کے معجزات کا تذکرہ ایمان افروز ہونے کے ساتھ ساتھ زندگی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں شمعِ امید روشن کرتا ہے۔ ہر لفظ محبتِ رسولؐ سے لبریز۔

رسول اللہ ﷺ کے فیصلے (اقضیۃ الرسولؐ)
محمد بن فرج، المعروف بابن الطلاع الاندلسی
تحقیق وحواشی: پروفیسر ڈاکٹر محمد ضیاء الرحمٰن الاعظمی

حدیث میں سید مودودیؒ کی خدمات
ڈاکٹر محسنہ عظیم

سیرتِ محسنِ اعظم ﷺ
میاں محمد نواز مرحوم

جنت کے پھول گلدستۂ رسولؐ میں
(اربعین للاطفال)
مفتی محمد مسلم منصوری

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مستشرقین کے خیالات کا تجزیہ
پروفیسر محمد اکرم طاہر

کلید جنت
رموز جنت اور مبشرین جنت کا تذکرہ
مولانا عبدالحق ہاشمی

ملنے کا پتا
مکتبہ معارف اسلامی منصورہ، لاہور۔ پوسٹ کوڈ: 54790
فون: 35252475-76,3525219,35419520-4

Marfat.com

سیرت النبیؐ پر مختصر اور جامع کتابچے

از قلم: حافظ محمد ادریس

سیرت مصطفیٰؐ کی کرنیں	شمع رسالتؐ کے جلوے
سیرت مصطفیٰؐ کے موتی	سیرت مصطفیٰؐ کی کلیاں
شمع رسالتؐ اور پروانےؓ	سالارِ کارواںؐ، میر حجازؐ
وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والاؐ	ماہ مبینؐ، رحمۃ للعلمین
سید المرسلینؐ، خاتم النبین	ختم الرسلؐ، مولائے کلؐ

ان دس کتابچوں پر مشتمل

گلدستۂ سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

صفحات: 352

کے نام سے کتاب بھی دستیاب ہے

مکتبہ معارف اسلامی منصورہ، لاہور، پاکستان پوسٹ کوڈ: 54790
فون: 35252475-76,35252419,35419520-4

Marfat.com

جنت تلواروں کے سائے تلے ہے

رسولِ رحمت ﷺ

تلواروں کے سائے میں

(جلد سوم)

حافظ محمد ادریس

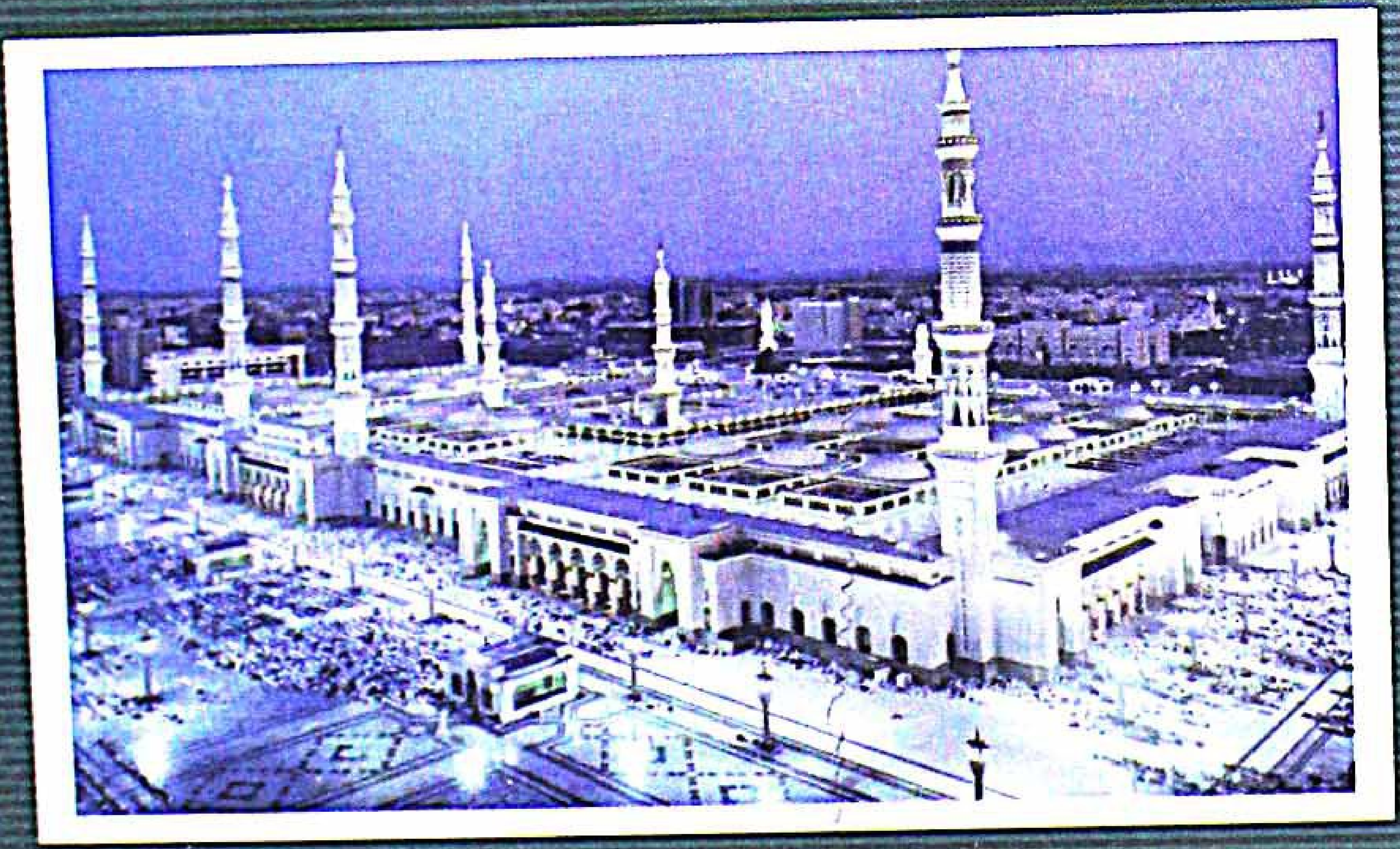

ادارہ معارف اسلامی

Marfat.com